



یہودی و نصاریٰ تاریخ کے آئینہ میں

www.KitaboSunnat.com

اللہ



مجموعہ
تذکرہ اصحابِ کرام

تالیف

امام ابن القیم الجوزی

دار الفکر
بیروت

ناشر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

یہوونصاری

تاریخ کے آئینہ میں
فالیف

امام ابن القسیم الجوزی

تصحیح و تقدیم:

مولانا مختار احمد دہلوی

مترجم:

زبیر احمد سلفی

www.KitaboSunnat.com

نعمانی کی کتابیں

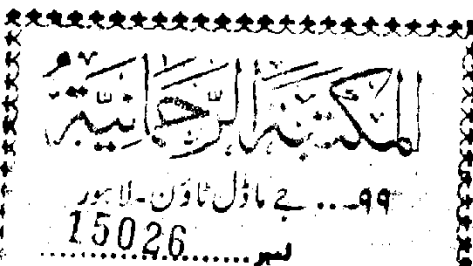
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور 7321866 Ph

291.1

د - 5 - ی

﴿ جملہ حقوق طباعت محفوظ ﴾

یہود و نصاریٰ تاریخ کے آئینہ میں	نام کتاب
امام ابن القیم الجوزیہ	تالیف
زہیر احمد سلفی	مترجم
مولانا مختار احمد ندوی	تصحیح و تقدیم
نعمانی کتب خانہ	ناشر
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور	
اول	طبع
ٹل سٹار پرنٹرز لاہور	پریس



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

www.KitaboSunnat.com

ابتدائیہ

ذیابین اسلام کے ظہور کے ساتھ ہی دو بڑی مخالف طاقتیں ہر محاذ پر اسلام کے آمنے سامنے رہیں، یہود و نصاریٰ، چونکہ اسلام سے پہلے ذیابین انہی دونوں مذاہب کا بول بالا تھا اور دونوں مذاہب بنی اسرائیل کی نسل میں تھے اور دنیا کی علمی، مذہبی، اقتصادی اور سیاسی بساط پر یہی دونوں مذاہب چھائے ہوئے تھے، یہ دونوں ایک دوسرے کے حریف ضرور تھے لیکن ان دونوں کا مشترک حریف کوئی دوسرا نہیں تھا، لہذا میدان میں ہی وہ دونوں صدیوں تک ایک دوسرے کی حریفانی کے ساتھ بلا تفریق غیر دنیا پر حکمرانی کر رہے تھے۔

یہودیت اور نصاریت دونوں ہی آسمانی مذاہب تھے، یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ توراة کو اور نصاری حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ انجیل کو نبل میں دباتے ہوئے تھے، چونکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ دونوں ہی نسل ابراہیمی سے تعلق رکھتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا جدِ اعلیٰ اور روحانی مرشد مانتے تھے اس لیے یہ دونوں عالمی قدیم مذاہب اور صاحب کتب ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے خلاف اپنی دینی برتری کی جگہ میں ہمیشہ لگے رہے اور دونوں ہی اپنی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کرتے ہوئے دعویٰ کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے جبکہ عیسائی کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عیسائی تھے۔

یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام پر انتہائی فحش الزامات لگاتے تھے، حتیٰ کہ عیسائیوں نے یہودیوں پر یہ الزام بھی لگایا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سٹولی پر پڑھا دیا۔ ان دونوں مذاہب کی باہمی کشمکش شدت سے جاری تھی اور دونوں کا مرکز ملک فلسطین و شام تھا۔ یہ دونوں چونکہ آسمانی تھے اس لیے توراة و انجیل کی ہزار تحریف کے باوجود بھی ان میں ایسے واضح اشتباہات موجود تھے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ دنیا کا آخری نبی عربوں کی سرزمین پر عنقریب منبرِ نبوت

ہونے والا ہے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی پیشین گوئیوں میں ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں کھلی شہادتیں موجود ہیں اس لیے یہود و نصاریٰ آپ کی نبوت کے اعلان کا شدت سے انتظار کر رہے تھے۔

لیکن؟

جیسے ہی مکہ سے اعلان ہوا کہ بنی اسماعیل میں ایک نبی کی بعثت کا اعلان ہوا ہے جو صرف عربوں کو لکھ ساری دنیا کو اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں جس میں یہود و نصاریٰ بھی شامل ہیں، قرآن کے کان کھڑے ہوئے اور انہوں نے مستقبل میں اسے یہودیت اور عیسائیت دونوں کیلئے مشترک خطرہ محسوس کیا۔

اگرچہ یہ کہ نبوت کا سلسلہ بنی اسرائیل سے نکل کر اب بنی اسماعیل کی طرف منتقل ہو گیا ہے جو ان کے لیے ناقابلِ برداشت سانحہ سے کم نہیں تھا۔

دوسرے یہ کہ تورات و انجیل کی اہمیت قرآن کے نزول کے بعد ختم ہو چکی تھی۔
تیسرے یہ کہ دنیا کا مذہبی پایہ تخت یروشلم سے منتقل ہو کر ان کے جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کردہ مکہ کے کعبۃ اللہ کی طرف منتقل ہو گیا جہاں ساری دنیا کے لوگ یہودیت اور عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام کے پرچم تلے جمع ہوں گے۔

چوتھے یہ کہ قرآن نے ان تمام جھوٹے عقائد اور من گھڑت تصورات کا پرہیز کرنا شروع کیا جو یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے انبیاء سابقین خصوصاً حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام پر لگا رکھا تھا اور تورات و انجیل میں اپنی من مانی تحریف کر رکھی تھی اور دین موسوی اور عیسوی کو مسخ کر رکھا تھا، تو حید کی جگہ تخلیق پر عیسائیت کی بنیاد رکھی تھی۔

ساتھ ہی انہیں اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت سے قیصر و کسریٰ کا عمل لڑتے دکھائی دے رہے تھے، انہیں یقین ہو رہے تھا کہ اگر خاموشی برتی گئی تو اسلام کی شمایں سارے عالم میں پھیل جائیں گی۔ یہی

وہاں باب تھے جن کی بنا پر ایک طرف تو ان دونوں مذاہب نے اسلام کے خلاف نفرت کی مہم چلائی اور اسلام اور پیغمبر اسلام اور ان کے اتباع و تابعین پر بدترین قسم کے الزامات لگائے اور دوسری طرف ان کی حکومتوں نے ہر طرف سے اسلامی قلعوں پر فوجی حملے شروع کیے، اس طرح یہود و نصاریٰ کی مشترکہ جہد و جدوجہد نے اسلام اور مسلمانوں کو ہر محاذ پر دفاع کیلئے مجبور کیا۔

چنانچہ زیر نظر کتاب ہدایۃ البیحاری فی اجوبۃ الیہود والنصارى: اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کے جھوٹے پروپیگنڈوں کا نہایت مدلل اور مکنت برآب ہے۔ اس کتاب کے مصنف حافظ ابو بکر ابن اقیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ زیا میں ایک مجدد کی حیثیت سے تسلیم کیے جاتے ہیں۔ وہ اپنے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم و عقول کے حقیقی ترخان جامع عالم اسلام کے بہترین مناظر اور زبردست صاحب قلم مجدد اور محدث تھے۔

اپنی اس کتاب میں انھوں نے یہود و نصاریٰ کے ایک ایک اعتراض کا بخوبی اوجیر کر رکھ دیا ہے ساتھ ساتھ تورات و انجیل پر اپنے گمراہے مطالبے کی وجہ سے یہودیوں اور عیسائیوں کی کتبِ سادہ میں باطل تحریفیات کا پردہ ایسے دل نشیں انداز میں فاش کیا ہے کہ کتاب پڑھ کر جہاں اسلام کی حقانیت کا نقش دل پر عم جاتا ہے وہیں یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی اور اپنی شریعت کو مسخ کرنے کی مذموم کوششوں کو آشکارا کر کے دینِ یہود کی ضلالت پر ہر لگادی ہے۔

اس کتاب سے اسلامی شریعت کے حلیوں و بیادوں کی مسائل پر نہایت تحقیقی انداز میں روشنی پڑتی ہے جو ہمارے مدارس اور دینی حلقوں میں فراموش کر دیے گئے ہیں۔ آج ساری دنیا میں یہودیوں اور عیسائیوں اور دوسری اسلام دشمن طاقتوں نے متحد ہو کر اسلام پر یلغار کر رکھا ہے اور اسلام کو ایک وحشی دین کی صفت میں پیش کر نیکی کی مذموم کوشش کی جا رہی ہے۔

اس کتاب کے مطالعے سے ان تمام جھوٹے پروپیگنڈوں کی قلعی کھل جاتی ہے اور پڑھنے والوں کے

دلوں پر اسلام کی حقانیت کا نقشِ دوام ثبت ہو جائے گا۔
اسلام کا تقابلی مطالعہ کرنے والوں کے لیے یہ کتاب ایک رہنما اور حق کی معلوم ثابت ہوگی۔
کتاب انتہائی نئی اور تحقیقی ہونے کے باوجود اس کے ترجمہ کی زبان نہایت آسان اور عام فہم ہے۔
ہم اے فاضل عزیز دستِ جناب زبیر احمد سلمیٰ نے کتاب کے ترجمے کا حق ادا کر دیا ہے۔ امید ہے
کہ یہ مفید کتاب علمی اور دینی حلقوں میں محبت اور عقیدت کی نظر سے پڑھی جائے گی۔

خادم الكتاب والسنة

مختار احمد زوی

بیچ الافر ۱۴۱۲ھ

اکتوبر ۱۹۹۳

عرض ناشر

زیر نظر کتاب کے مصنف حافظ ابو بکر ابن القیم الجوزی رحمۃ اللہ
 اسلامی دنیا میں ایک مجدد کی حیثیت سے تسلیم کیے جاتے ہیں۔ یہ کتاب نہ صرف اسلام
 کے خلاف یہود و نصاریٰ کے جھوٹے پراپیگنڈے کا جواب ہے بلکہ فاضل مولف کے
 ”تورات“ اور ”انجیل“ پر گہرے مطالعہ کی وجہ سے اپنے موضوع پر عظیم ترین کتب میں
 شمار ہوتی ہے۔

کتاب میں اسلام کا تقابلی مطالعہ کرنے والوں کیلئے اسلام کی حقانیت کا نقش دل
 میں مزید واضح ہو جاتا ہے۔ اور اسلامی شریعت کے بنیادی مسائل پر نہایت تحقیقی انداز
 میں روشنی پڑتی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس عظیم کتاب کی اشاعت میں معاون احباب
 کی کادشوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ اور ذریعہ نجات
 بنائے۔ (آمین)

الناشر

ضیاء الحق نعمانی
 جولائی 1999ء

عرض مترجم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد

المرسلين محمد وآله واصحابه اجمعين!

علامہ ابن قیم کی کتاب "بداية البیاری فی اجوبۃ الیہود والنصارى" کا اردو ترجمہ میری ایک مخلصانہ کوشش ہے۔ کتاب کی افادیت کو مد نظر رکھتے ہوئے جب میں نے اس کا ترجمہ شروع کیا تو اپنی علمی بے بضاعتی، فکری کم مائیگی اور عدم اہمیت کا احساس ہوا اور کتاب کے قدیم اسلوب، مناظرانہ انداز، طویل جملوں، غامض تراہیب اور تورات و انجیل کی پے چیدہ عبارتوں نے ترجمہ میں بہت دشواریاں پیدا کیں۔ اور قریب تھا کہ میں ہمت ہار بیٹھا لیکن حجاج محترم جناب عبید سلفی اور برادر محترم جناب عبد الباقی سلفی کی ہمت افزائی و اصرار پر میں نے یہ کام سر انجام دیا اور حسب استطاعت اسکی صحیح ترجمانی کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارى اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے اور قارئین کو استفادہ کی توفیق دے۔

والسلام
زیر اہتمام
محمد سلفی ہاوسی

قصلیۃ الامارات دبئی

۱۹۹۳/۶/۶

فہرست

۸	عرض ناشر
۹	عرض مترجم
۱۲	فصل
۲۸	اسلام سے روگردانی کرنے پر دھمکی
۳۱	فصل
۳۱	بعثت نبوی سے پہلے اقوام عالم کی حالت
۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن و تشنیع کرنے والوں کی تردید کرنا
۳۶	اللہ کے حقوق میں سے ہے
۳۸	مسائل الكتاب
۳۹	صرف ریاست کی لالچ نے اہل کتاب کا اسلام قبول کرنے سے نہیں روکا
۵۰	حق کے قبول کرنے میں جو اسباب مانع ہیں ان کا بیان
۵۲	یہ وہ ہے علامہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے
۴	نصاری کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرنا
۵۸	کوئی توبہ خیرات نہیں جیکہ انھوں نے خدا کو گالی دی ہے
۵۹	صلیب کے متعلق نصاریٰ کی حماقت کا بیان
۶۱	نصاریٰ کی نماز مجبود کا مذاق اڑانا ہے
۶۲	اکثر نصاریٰ مسلم ہیں

- ۶۳ ✦ نصاریٰ کے رئیسوں میں جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے ان کا بیان
- ۱۰۱ ✦ تورات و انجیل میں نبی کریم کی صفات کا تذکرہ کرنا یہ زیادہ بلیغ ہے نسبت اس کے کہ صرف آپ کا نام ذکر کیا جاتا
- ۱۱۱ ✦ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر بارہ دہلیں
- ۱۱۳ ✦ تورات و انجیل کے نسخوں میں اختلاف کا بیان
- ۱۱۵ ✦ اہل کتاب کی تحریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات کے چھپانے کا تذکرہ
- ۱۲۲ ✦ گذشتہ کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور آپ کی صفات کے بیان پر مشتمل چند نفوس کا تذکرہ، اور ان کی دلائل اور شریعت کے واقعے سے مطابقت کی توضیح
- ۱۵۰ ✦ نصاریٰ ایک ایسے مسیح پر ایمان لاتے جس کا کوئی وجود نہیں اور یہود مسیح جہاں کے منتظر ہیں
- ۱۵۲ ✦ ابلیس و نصاریٰ اور حق سے اعراض کرنے والے کا بدلہ
- ۱۵۳ ✦ فصل
- ۱۵۵ ✦ فصل
- ۱۵۵ ✦ فصل
- ۱۶۰ ✦ فصل
- ۱۹۷ ✦ مؤلف اور یہودی کے درمیان ایک مناظرہ کا بیان

حضرت دانیال کی قبر میں پائے گئے پتھر کی نمبر

۲۱۶

۲۱۷

فصل

۲۲۸

قیصر روم ہرقل کی نمبر

۰

اگلی کتابوں میں آپ کی بعثت کی بشارت کی چار دلیلیں

۰ ۲۳۳

جن کا یہود و نصاریٰ نے غرور و تکبر کی بنا پر انکار کیا ہے

۰

تورات میں تحریف اور انبیاء پر یہودیوں کی ہستان طرازی کا بیان

۲۳۶

تورات کے تیرہ حرفوں کے بدلنے پر ۷۰ کاہنوں کا اجتماع

۲۳۲

تورات کے بدلنے کا سبب

۰

یہود کا مسیح برحق کا انکار کرنا اور ضلال و گمراہ مسیح کا انتظار کرنا

۰ ۲۴۵

مسیح اور ان کے اصحاب کا ان یہودیوں کو بری طرح قتل کرنے کا بیان

۰ ۲۵۱

یہود و نصاریٰ کی موافقت سے بعض نسخوں کے بدلنے کا امکان

۲۴۸

انجیل میں باہم تناقض کا بیان

۲۵۵

سائل کا کہنا کہ حضرت عبداللہ بن سلام صحیح نسخہ کیوں نہیں لائے؟

۲۶۳

مسلمان نفع بخش اعمال و علوم میں تمام امتوں پر فوقیت رکھتے ہیں

۰

صحابہ کرام تمام لوگوں میں سب سے بڑے عالم اور افضل تھے

۰

اس امت کے تمام علماء ان کے شاگرد ہیں

۲۶۷

کبار صحابہ اور ائمہ کا بیان

۲۸۳

ذرا مشغوب اور گمراہ امت اپنے علوم اور علماء کا جائزہ لیں

۲۸۴

امت کے گناہ رسولوں اور ان کی رسالت میں قاذب نہیں ہو سکتے

۲۸۵

مومنین کے گناہ یہود و نصاریٰ کے بڑے گناہوں کے مقابلے میں ایسے ہی ہیں

جیسے کہ سمندر میں کوئی بد بودار چیز یا تھوک پڑا ہو

• ۲۸۷

یہودیوں کی قابلِ ندامت غلطیوں اور برائیوں کا بیان

• ۲۹۱

یہود کا الگ الگ متفرق راستوں پر چلنا اور علم الزیماہ کتاب کا لکھنا

• ۲۹۶

یہود کے علماء و فقہاء کے بدترین جملوں کا بیان

• ۲۹۸

یہود کی شریعت یہ ہے کہ اپنے بھائی کی بیوہ سے شادی کرے

۲۹۸

یا ذاتِ درسوئی بر حاشت کرنے پر تیار رہے

• ۳۰۰

مختلف امتوں سے بندروں کے بھائی یہودیوں کی رسوائی کا بیان

۳۰۰

اور درحقیقت انھیں بنیادی سبب کی بنا پر ان کے دین و آئین مٹ گئے

• ۳۰۲

یہود اپنی نمازوں میں صرف دیگر قوموں کو بددعا اور اللہ تعالیٰ پر بہیمانہ لڑائی کرتے ہیں

۳۰۳

نصاری کے دین کی بنیاد اللہ پر دشنام طرازی اور شرک بانٹ پر قائم ہے

۳۰۴

حضرت مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں

۳۰۵

گدھے کے مثل نصاریٰ کے اعتقاد کا بیان

۳۰۸

نصاریٰ نے اپنے دین کے تمام ذوات میں بھی حضرت مسیح کی مخالفت کی ہے

۳۱۰

راہب اور پادری ان کے گناہ معاف کر دیتے ہیں اور ان کی عورتوں کو

۳۱۰

پاکیزہ بنا دیتے ہیں

۳۱۰

حضرت مسیح نے پادریوں اور راہبوں کو احکام شرعیہ کا حاکم نہیں بنایا

۳۱۰

نصاریٰ کی مخالفت یہود سے

۳۱۳

نصاریٰ کی امانت سب سے بڑی خیانت ہے

۳۱۳

نصاریٰ کی کتابوں میں • باپ • رب • اور • سید • سے مشتبہ ہونے کا

۳۱۳

کیا مطلب ہے؟ مسیح کے الٰہ ہونے کے خلاف صلیب پرستوں کے جواب کا انتظار

- ان کے تلول کا عقیدہ بعض بدعتی صوفیاء اور جمیہ نے بھی اختیار کیا ہے
- بعض نام نہاد مسلم جماعتوں نے بھی اس شرک و کفر میں نصاریٰ کی موافقت کی ہے ۳۳۳
- تثلیث کا عقیدہ رکھنے والے نصاریٰ نے اللہ کی ذات کی تقدیس اور صفات کمال کے ساتھ اس کی توصیف کرنے میں انبیاء کے اصول کی مخالفت کی ہے ۳۳۶
- اگر محمد بن عبد اللہ کا طور نہ ہوتا تو تمام انبیاء کی نبوت باطل ہو جاتی ۳۳۷
- موسیٰ علیہ السلام سے پہلے اور ان کے بعد میں بنو اسرائیل کا بیان نصاریٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کر کے حضرت مسیح کی فضیلت و نبوت کو ثابت نہیں کر سکتے ۳۳۸
- حضرت عیسیٰ کے متعلق یہود و نصاریٰ کی خبر ناقابل اعتماد ہے ۳۳۹
- نصاریٰ اپنے دین میں تمام امتوں سے زیادہ اختلاف رکھتے ہیں ۳۴۰
- جس پر نصاریٰ کے مشہور فرقے متفق ہیں ان چیزوں کا بیان حضرت مسیح کی شخصیت کے بارے میں نصاریٰ کے مشہور فرقوں کے اختلاف کا بیان ۳۴۱
- محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح کو اور ان کی ماں کو ان کے دشمنوں کی بہتان طرازیوں سے بری کیا اور ان کو اٹلی برتے پر فائر کیا نیز اللہ رب العالمین کی ذات کو بھی ان کی بہتان طرازیوں سے پاک کیا ۳۴۲
- علاء نصاریٰ کی چند ایسی مجلسوں کا بیان جس میں بعض نے بعض کی تکفیر کی اور لعنت بھیجا، حضرت مسیح کی بشت سے پہلے اور اس کے بعد آسمان پر اٹھائے جانے تک کا قصداً یہود و قیصرہ کے ہاتھوں ان کے متبعین کو جو تکلیفیں پہنچی اس کا بیان ۳۴۳
- بولس و دیگر مشنکس ہے جس نے حضرت مسیح کے بارے میں لاہوت و ناسوت کا

- ۳۷۳ نصاریٰ کا پہلا اجتماع
- ۳۷۴ سب سے پہلے جس نے سیلب کی شکل و ہیئت بنائی وہ قسطنطین ہے
- ۳۷۹ نصاریٰ کی دوسری مجلس جس میں الامانہ کو گرٹھا گیا
- ۳۸۶ نصاریٰ کی تیسری مجلس
- ۳۸۷ پونجی مجلس
- ۳۸۸ پانچویں مجلس
- ۳۸۹ چھٹی مجلس
- ۳۹۱ ساتویں مجلس
- ۳۹۳ آٹھویں مجلس
- ۳۹۴ نویں مجلس
- ۳۹۶ دسویں مجلس
- ۳۹۷ اگر دین نمرانیت ایک ایسی قوم پر پیش کی جائے جو مجہود کو نہ پہچانتے ہوں
تو وہ اس کے قبول کرنے سے رک جائیں گے
- ۳۹۸ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کر کے کسی نبی پر ایمان لانا ممکن نہیں
محمد کے معجزات سب سے بڑے اور سب سے زیادہ دلائل کرنے والے ہیں
- ۴۰۶ نبوت کا انکار کرنا حقیقت میں خالق اور اس کے خالق کا انکار کرنا ہے
- ۴۰۹ اس سلسلے میں فلاسفہ، مجوس، نصاریٰ، یہود کی جملہ نبیوں کا بیان
یہود کی حد درجہ بغاوت، نقض عہد، تحریف و حد کا بیان
- ۴۱۴ آپ کی نبوت سے زہر کی منور ہو جانا اور ظلمت و تاریکی کا کافر ہو جانا
آپ کی نبوت پر اعتراض کرنے والا تاریکی میں ہے اور مومن روشنی میں ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے ہمارے لئے دین اسلام کو پسند کیا اور اس کی صحت پر واضح دلیلیں فراہم کیں پھر اتفاقاً اور معرفت کے قابل یقین راستوں کی وضاحت کی اور اس کے احکام کو بحال لانے نیز حدود کی مخالفت کرنے پر اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا۔ اس پر چلنے والوں کے لئے بڑے ثواب اور عظیم کامیابی کے خزانے جمع کئے۔ اس کی تابعداری اور احکام کی بجا آوری کو ہمارے اوپر فرض قرار دیا۔ اس کے ستونوں نیز لوازمات و اسباب کو مضبوطی سے تھامے رہنے پر فرضیت کی مہر ثبت کی۔

غرض کہ یہی وہ دین ہے جس کو اس نے اپنے لئے اور اپنے انبیاء و رسل اور مقدس فرشتوں کے لئے پسند کیا جس پر چل کر ہدایت یافتہ حضرات نے ہدایت پائی اور انبیاء و رسل نے جس کی دعوت دی۔

ارشاد خداوندی ہے۔

آفَعَلِمَ الَّذِينَ جَاءُوا اللَّهَ يَبْعُونَ وَرَثَةً مِّنكُمْ
مِّن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ
كَرْهًا وَّالَّذِي يَرْجَعُونَ
(آل عمران - ۸۳)

کیا وہ دین خداوندی کو چھوڑ کر دوسرا دین تلاش کر رہے ہیں، حالانکہ آسمان و زمین کے اندر جتنی چیزیں ہیں سب نے خواستہ ناخواستہ اس کی تابعداری کی ہے اور یہ لوگ بھی اسی کی طرف لوٹیں گے۔

اس مذہب کے اہلنے کے بعد لائین و آخرین میں سے کوئی بھی دین کسی کی جانب سے نہیں قبول کیا جائیگا (بلکہ تمام ادیان کو چھوڑ کر اس کی تابعدار واجب ہوگی) جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے :-
وَمَنْ يَتَّبِعْ هٰذَا الْاِسْلَامَ دِينًا

جس نے مذہب اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین

عَلَمَنَ يَقْبَلُ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْأَخِرَةِ . قبول کیا تو اس کا دین خدا کے یہاں مقبول نہیں
مِنَ الْخَاسِرِينَ ہوگا بلکہ وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں
(۱۸ عمران - ۸۵) سے ہوگا۔

اس دین کے مسزاز میں یہ بات کافی ہے کہ اللہ رب العالمین نے مخلوق کی شہادت سے پہلے
خود ہی اس بات کی گواہی دی ہے کہ یہی دین اس کا پسندیدہ دین ہے، نیز اس کی تعریف کی ہے اس کے ذکر کو
بلذکیا ہے اس کے ماننے والوں کو اسی سے مشتق نام عطا کیا (یعنی مسلم کہا) نیز اس دنیا پر جو قربت داری
مشتمل ہوتی ہے (ان کو مسلمین کہا)
ارشاد خداوندی ہے:

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا
بِمَا تَقْسِطُونَ إِلَّا إِلَهَ الْأَوْسُ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ
(۱۸ عمران - ۱۸)
اللہ تعالیٰ نے اس بات کی گواہی دی کہ اس
کے سوا کوئی معبود نہیں، نیز فرشتوں اور
اہل علم نے بھی گواہی دی اس حال میں کہ وہ خدا
حل کو قائل کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود
نہیں وہ غالب اور حکیم ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْإِسْلَامُ
(۱۹ عمران - ۱۹)
اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام
ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو لوگوں پر قیامت کے دن کے لئے گواہ مقرر کر رکھا ہے کیونکہ اسلام
قبول کرنے کے نتیجے میں ان کے قول و عمل نیت و اعتقاد میں درستگی و راست روی پائی جاتی ہے اور
گذشتہ تقدیر کے نوشتہ ہی میں یہ حیران کنے لئے مقرر کر دی گئی تھی۔ ارشاد خداوندی ہے:-
فَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِمْ
اے مومنو! اللہ کے راستے میں پوری طرح

جہاد کرو اس لئے تم کو پھین لیا ہے اور دین میں تمہارے لئے کوئی تکل نہیں رکھی، یہ تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے اس نے تمہارا نام پہلے سے مسلمان رکھا ہے۔

هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ

(الحج - ۷۸)

اسی سورہ میں یہ بھی ارشاد ہے :-

تاکہ رسول تمہارے اوپر گواہ رہیں اور تم لوگوں پر گواہ رہو، لہذا نماز تم کو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو مضبوطی سے تھام لو، وہی تمہارا مولیٰ ہے پس کیا ہی بہتر مولیٰ اور مددگار ہے۔

لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَالْوَاكُوفَةَ وَاعْتَصِمُوا بِآلِ اللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ

(الحج - ۷۸)

اللہ تعالیٰ نے اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ یہ دین تمام دینوں میں بہتر ہے جس کے فیصلے سے بہتر اور قول سے سچا کسی کا قول نہیں

ارشاد خداوند کبھی :-

اس شخص سے بہتر کس کا دین ہو گا جس نے اپنے کو سراپا خدا کے قولے کر دیا اس حال میں کہ خدا اس کے اوپر احسان کرنے والا ہے اور اس نے کیسے ہو کر اس ملت ابراہیمی کی اتباع کی ہے جس ابراہیم کو خدا نے اپنا دوست بنایا۔

وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَمْسَلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا

(النساء - ۱۲۵)

ایک ادنیٰ بعیرت سے کام لینے والا شخص بھی اس دین کی سچائی کی تیز کرنے سے عاجز نہیں ہے جس کی بنیاد اور عمارت خدا کی عبادت اور ظاہر و باطن ہر حال میں اخلاص کے ساتھ اس کی رضا کے مطابق عمل پر ہے۔ جس میں مخلوق کے معاملے میں عدل و احسان کا حکم دیا گیا ہے۔ جس میں شیطان کی عبادت کے بجائے رحمان کی عبادت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس کے مقابلے میں ان غناہب کی دروغ گوئی میں بھی کوئی شبہ نہیں کر سکتا جس کی بنیاد نہایت بودے اور ڈھے ہانے والے گڑھے کے کنارے ایسی تیلی زمین پر رکھی گئی ہے کہ ذرا بھی بوجھ پڑے تو وہ عمارت خود ہی نہیں بلکہ اپنے رہنے والوں کو لے کر بیٹھ جائے اور جہنم میں لاگراوے۔ مثلاً وہ مذہب جس کی بنیاد آتش پرستی پر ہے، جس میں رحمان اور شیطان و اوثان کے درمیان شرکت کا معاہدہ ہے، اسی طرح وہ دین جس کی بنیاد صلیب پرستی پر ہے، جن کے میاں دیواروں اور چھتوں پر بنی ہوئی تصاویر کی پوجا ہوتی ہے، جن کا خود ہائے گھناؤنا نظریہ ہے کہ اللہ رب العالمین اپنی عظمت کی کرسی کو چھو کر ماں کے پیٹ میں آپہنچا، جہاں اس نے حیض کے خون اور آنٹوں کی تاریکی میں ایک لمبی مدت گزارا۔ پھر اس کی پیدائش ہوئی اور ایک دودھ پینے والے بچے کی شکل میں آہستہ آہستہ پروان چڑھنے لگا، پھر کھانے پینے پیشاب کرنے، سونے، بچوں کے ساتھ کھیلنے، ٹہلنے غرض کہ بچپن کے تمام حرکات بشریہ سے گذرنا ہوا اس لائق ہوا کہ وہ تعلیم حاصل کر سکے چنانچہ وہ یہودیوں کے بچوں کے ساتھ اسکول جانے لگا جہاں اس نے حسب استطاعت تعلیم حاصل کی، پھر اس کے غصے کی نوبت آئی اس کے بعد وہ دریا آج اب کہ یہود نے اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بھگانا اور نکالنا شروع کیا اس کو قید کیا اور مختلف قسم کی ذلت و کتبت سے دوچار کیا، پھر اس کے سر کی بدترین کانٹوں سے تاج پوشی کی، پھر اسے بانس کی بے لگام سواری پر سوار کیا اور چہرے پر ٹھانپے لگائے اور تھوکتے ہوئے سولی تک لائے جہاں اس کے آگے چھچھے حائیں بائیں کھڑے لوگ تماشہ دیکھ رہے تھے پھر اس کو اس مخصوص سواری (یعنی سولی) پر سوار کیا گیا جس کے تصور سے دل و جسم لرز جلتے ہیں پھر اس کے ہاتھوں اور پاؤں کو باندھ دیا گیا اور ان پر ایسی کیلیں نصب کی گئیں جو ٹہریوں کو چور چور اور گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہیں اور وہ یہ فریاد ہی کرتے رہ گیا یا قوم دھونی

اے میری قوم کے لوگو تم پر رحم کرو لیکن کوئی بھی مدد کے لئے تیار نہیں ہوا۔

ان کے نزدیک یہ وہ ہستی ہے جو اوپر نیچے دونوں دنیاؤں کی مدد ہے جس کے سامنے آسمان و زمین کے تمام لوگ ہاتھ پھیلائے ہیں اور ہر آن وہ ایک نئی شان میں رہتی ہے۔

اس ہستی کے متعلق ان کا یہ بھی تصور ہے کہ اسے موت لاحق ہوئی اور وہ چٹان و پتھر کی مٹی میں دفن کر دیا گیا ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد پھر اچانک قبر سے اٹھ کھڑا ہوا اور عرش پر جا پہنچا جس مذہب کے یہ بنیادی تصورات ہوں تو پھر فروعات کی کیا حالت ہوگی۔

اسی طرح وہ مذہب جس کی بنیاد گڑھے ہوئے افکار و نظریات کے مطابق تمام اجناس ارضی کی مختلف اقسام والا ان کے تراشیدہ مجودوں کی عبادت پر ہے جس کے سامنے وہ عاجزی و انکساری کرتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں، جن کا خدا ملا، کتب و رسل اور قیامت کے دن سزا و جزا پر کوئی ایمان نہیں ہے۔

اسی طرح اس بخوف امت کا بھی دین ہے جو خدا کی خوشنودی سے بالکل اسی طرح بھل گئے ہیں۔ جیسے کہ سانپ اپنے لاکھلی سے بھل جاتا ہے، جن پر خدا کا غضب نازل ہوا ہے اور ذلت کی مار پڑی ہے۔ جنہوں نے تو اذکار کے احکام کو پس پشت ڈال کر اس سے علیحدگی اختیار کر لی اور اس کے بدلے حقیر اور ادنیٰ چیز کو خرید لیا جس کی وجہ سے خدا کی توفیق ان سے زحمت ہو گئی، ذلت و رسوائی نے ان کو آگیرا۔ خدا اور اس کے رسول نیز فرشتوں کے دوست کے بجائے شیطان کے دوست ٹھہرے۔

اسی طرح ان بووے اور ڈھے جلنے والے مذاہب میں وہ مذہب بھی ہے جن کی بنیاد ان نظریات پر ہے کہ خدا کا وجود صرف ذہن میں ہے خارج میں نہیں۔ نہ وہ عالم میں داخل ہے اور نہ ہی اس سے جدا اور علیحدہ ہے۔ وہ سنتا اور دیکھتا بھی نہیں اور نہ ہی مخلوقات میں سے کسی چیز کا علم رکھتا ہے، اپنی خواہشات کی تکمیل بھی نہیں کر پاتا۔ حیات، قدرت اور اختیار کی صفت سے وہ کور ہے۔ آسمان و زمین کو اس نے پھر دن میں پیدا نہیں کیا بلکہ ان کا وجود ہمیشہ سے ہے اور خدا کے وجود کے ساتھ ساتھ ان کی پیدائش ہوئی ہے

علم کے پردے سے یہ وجود میں نہیں آئے ہیں۔ اور نہ ہی ان کے فنا کرنے پر وہ قادر ہے کسی انسان پر نہ تو کوئی کتاب نازل ہوئی اور نہ کوئی رسول بنا کر بھیجا گیا۔ لہذا کوئی شریعت نہیں جس کی اتباع کی جائے کوئی رسول نہیں جن کی اطاعت کی جائے اس دنیا کے بعد کوئی دنیا نہیں جس کو تسلیم کیا جائے۔ اور اس دنیا کی کوئی ابتداء و انتہا نہیں قبر سے اٹھائے جانے کی کوئی حقیقت نہیں، جنت و جہنم کا کوئی وجود نہیں۔ صرف نوافلک دس عقول اور چار ارکان ہیں۔ افلاک گردش کرتے ہیں، ستارے سیر کرتے ہیں اور ہم لوگوں کو پیدا کرتے ہیں۔ اور زمیں نکلتی جاتی ہے، غرض کہ یہی دنیا بس سب کچھ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

مَا مِنْ الْأَحْيَاءِ تَنَا الدُّنْيَا تَمُوتُ
وَتَحْيَا وَمَا يُمِيتُكُمْ إِلَّا اللَّهُ هُوَ
وَمَا لَهُمْ بِيَدِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ
إِلَّا يَظُنُّونَ

کفار کہتے ہیں کہ صرف یہی دنیا سب کی زندگی ہے
جس میں ہم مرتے اور پیدا ہوتے ہیں ہم کو صرف
زمانہ ہلاک کرتا ہے، حالانکہ اس کے متعلق ہمیں
کچھ علم نہیں صرف یہ ان کا گمان ہے۔

(العنكبوت - ۲۴)

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تمہارا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، وہ بیوی بچوں سے بے نیاز ہے، اس سلسلے میں تمام باطل پسندوں کی بہتان تراشی اور مکذبین کی غلط بیانی سے پاک ہے مشرکین کے شرک سے بالکل منزہ اور محمدین کے خرافات سے برابر ہے اس کے باوجود بھی جنھوں نے اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا۔ انہوں نے اللہ پر افترا پر وازی کی ضلالت و گمراہی کے قرمذات میں جاگے اور کھلم کھلا اپنے نفس کو خسارے میں ڈال دیا۔

ارشاد خداوندی ہے :-

مَا آخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ
مَعَهُ مِنْ آلٍ إِذَا تَذَهَبَ كُلُّ

اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے کوئی لڑکا نہیں بنایا
اور نہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہے اگر ایسی بات

اللَّهِ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَّأَ بَعْضُهُمْ عَلَى
بَعْضٍ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ
مَلِئَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضُ فَتَعْلَى
عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

ہوتی تو ہر موجود اپنی پیداکردہ مخلوق کے ساتھ
الگ ہو جاتا اور بعض بعض کے اوپر غلبہ حاصل
کرتا۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس چیز سے جس کے
ساتھ وہ اس کی صفت بیان کرتے ہیں وہ بلند
ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

(المومنون - ۹۲، ۹۱)

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس
کے مخلوقات میں سب سے بہتر اور پسندیدہ ہیں، اس کے وہی کے امین نیز اس کے اور بندوں کے درمیان
سفر میں اللہ نے آپ کو ایسے بہترین ملت و شریعت کے ساتھ مبعوث کیا ہے جو تمام دنیا والوں کے لئے خواہ
وہ انسان ہوں یا جنات، عربی ہوں یا عجمی شہری ہوں یا دیہاتی سب کے لئے یکساں طور پر رحمت اور روشن
دلیل ہے۔ آپ کی ذات وہ ہے جس کے بارے میں گذشتہ کتب منزلہ نے خوشخبری سنائی، رسولوں نے خبر دیا
جن کا چہرہ چاہر زمانے کے دیہاتوں اور شہروں نیز اعلیٰ امتوں میں ہوتا رہا، جن کے نبوت کی بشارت حضرت
آدم کے زمانے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک دی جاتی رہی، جن کے لئے برآئے والے نبی سے
یہ مسابہہ کرایا گیا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کے نبوت کی بشارت دیدیں گے۔

جب یہ سلسلہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ تک پہنچا تو انہوں نے بنی اسرائیل کے سامنے کھلم کھلا آپ
کی نبوت کی بشارت ان الفاظ میں دی :-

جاء الله من طور سيناء وانشق
من مساعير واستعلن من جبال
فاران
فاران کی چوٹی ہے اس کا ظہور ہوا۔

آپ کے بعد اللہ کے محبوب بندے اور رسول اس کے روح اور وہ کلمہ جس کو مریم بتوں کی
طرف اللہ نے ڈالا یعنی حضرت عیسیٰ کا ظہور ہوا، جنہوں نے آپ کی نبوت کے بارے میں سب سے زیادہ

فارغ طور پر جبروی اور بنی اسرائیل کے ناپسند کرنے کے باوجود بھی صادق مانع نے انہیں نصیحت کی اور فرمایا :-

لَا تَقْبَلُوا رَسُولًا مِّنْكُمْ مَّقْعَدَ تِلْكَ
 قِيَامَ بَيْتِ يَدِّي مِنَ التَّوْرَةِ
 وَمَسْبُورِهَا يَوْمَ تَقُولُ يَا قَوْمِ
 ائْتِنِي بِسُلْبَتِكُمْ فَسَمِعْتُمْ
 قَوْلَهُمْ يَا قَوْمِ ائْتِنِي بِسُلْبَتِكُمْ
 فَاتُوا هَذَا سَيْخِرٌ مُّبِينٌ

اسے لوگو! میں خدا کا رسول بنا کر تمہاری طرف
 بھیجا گیا ہوں، اس توراہ کی تصدیق کرنے والا
 ہوں جو تجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے اور ایک
 رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد
 آئے گا جس کا نام احمد ہو گا اگر جب وہ ان کے
 پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے

(الصَّف - ۶)

کہا یہ تو کھلم کھلا جادو ہے ۔

خدا کی قسم یہ اعلان آپ کی نبوت کے متعلق حضرت مسیح کا تھا جس کو شہری اور دیہاتی
 تمام لوگوں نے سنا لیا اور مومن اور مصدق تھے انہوں نے اس پر لبیک کہا اور لوگوں کا فسادوں
 پر خدا کی عمت قائم ہو گئی۔ اللہ کی ذات بلند ہے اس چیز سے جو کہ باطل پسندوں افتراء پر دانوں اور
 کفایتین اور محمدین نے اس کے بارے میں گڑبگڑ رکھا ہے ۔

پھر آپ نے اپنے بھائی اور لوگوں میں سب سے زیادہ آپ سے قریب ہستی حضرت محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بلنا اور میں اس بات کی شہادت دیتے ہوئے اعلان کیا کہ آپ اللہ کے بندے
 اور رسول ہیں۔ کائنات کے رئیس اور حق جل شانہ کے وہ روح ہیں جو اپنی جانب سے کچھ نہیں کہیں
 گے بلکہ وہی کہیں گے جو اللہ کی جانب سے آپ پر وہی کی جانے گی لوگوں کو ان تمام چیزوں کے متعلق
 باخبر کریں گے جو اللہ نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ حق کی رہنمائی کریں گے غیب کی خبر دیں گے، لوگوں
 کے سامنے تعویذ بیان کریں گے، بغلی پر اہل دنیا کی سرزنش کریں گے، شیطان کے عقائد سے لوگوں
 کو نجات دلائیں گے ان کی شریت کو نئی زمانے تک جلی رہے گی، عرض کہ آپ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے نام اوصاف اور سیرت کے بارے میں ان سے اس طرح وضاحت کر دی گویا کہ آپ کو وہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے۔ پھر آپ نے لوگوں کو پکارا کہ اؤ نماز کی طرف اس امام المسلمین اور نبی آدم کے سوا رکے پیچھے آؤ کامیابی کی طرف آپ کی اتباع کر کے کیونکہ آپ کی اتباع اور آپ کے مقبوعین کے زمرے میں شامل ہونا بڑی حقیقت کامیابی کا باعث ہے۔ پھر اذان دی اور اقامت کہی، پھر طرے اور فرمایا کہ میں تم کو تم بنا کر نہیں چھوڑ سکتا، عنقریب میں لوٹوں گا اور اس امام کے پیچھے نماز پڑھوں گا یہ میرا تم سے معاہدہ ہے اگر تم نے اس کی مخالفت کی تو آخری ایام تک تمہاری بادشاہت رہے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت کا نزول کرے، کیونکہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے متعلق لوگوں کو نصیحت کر کے انسانیت کی بہترین پیروی کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آپ کی تصدیق کی، آپ اور آپ کی ماں حضرت مریم کے متعلق دشمنوں اور منافقین کی تمام افترا پر دانیوں کا قلع قمع کیا اسی طرح اس بستی کو جو کہ حضرت عیسیٰ کا خالق اور مصلح ہے تثلیث کے اس نظریے سے منزوع کیا جو صلیب پر ستوں نے اس کے متعلق قائم کر رکھا تھا۔ اور اس کی طرف منسوب کئے گئے تمام تقاضے اور عیوب کو باطل ٹھہرایا۔

ابابعد۔ حمد و ثنا کے بعد۔ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مقدس، جس کا نام بابرکت، جس کا لقب عالی ہے اور جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس نے اسلام کو ایک مخالفت گاہ بنایا ہے ہر اس شخص کے لئے جو اس کی طرف پناہ ڈھونڈے ایک ڈھال بنایا ہے ہر اس شخص کے لئے جو اس کو مضبوطی سے تھام لے یہ ایک ایسا حرم ہے کہ جو بھی اس میں داخل ہوا وہ مامون و محفوظ ہے یا ایک ایسا قلعہ ہے کہ جس نے بھی اس میں پناہ لی کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ اور جس نے بھی اس سے روگردانی کی وہ ہلاک ہوا۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب کسی جانب سے نہیں قبول کیا جائے گا اگرچہ وہ اس پر چلنے میں پوری طاقت فرما کر دے اللہ نے اسلام کو تمام ادیان پر غالب کیا یہاں تک کہ اس مذہب نے مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیا ہر اس گوشے تک جا پہنچا جہاں سورج کی شعائیں پہنچتی ہیں ان تمام جگہوں پر اس کی رسائی ہوئی جہاں

دن رات ہوتی ہے۔ دعوتِ اسلامی نے بلذی کے ایسے عظیم منازل طے کئے کہ اس کی جڑ زمین میں قائم رہی اور شاخیں آسمان تک پہنچیں۔ اس کے ظاہر ہوتے ہی تمام ادیان پر نموشی طاری ہو گئی اور تمام انہوں نے عاجزی و انکساری کے ساتھ اس کی اطاعت میں سر تسلیم خم کر دیا۔

منادیِ اسلام نے اس کے نشان امتیاز کو لے کر شمس و قمر کے درمیان آسمانی فضا میں بے تکیا یہ اعلان کر دیا کہ۔۔۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور وہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔

أشهد أن لا إله إلا الله وحده
لا شريك له، وأشهد أن محمداً
عبده ورسوله

جس کی بلذی آواز نے شیطان کی دعوتِ باطل کو ردی جس سے بت پرستی سرد و پڑ گئی آتش پرستی مضمحل ہو گئی۔ تھیٹ کا نظریہ رکھنے والے صلیب پرستوں کی رسوائی ہوئی۔ امتِ مغربہ کو اس طرح نیست و نابود ہونے کا ایسے کہ سنگلاخ زمین سے سراب مٹ جاتا ہے۔ کلمہ اسلام کو سرفرازی نصیب ہوئی لوگوں کے دلوں میں اس کا اعلیٰ نمونہ جاگزیں ہو گیا۔ اس کی دیلیس اور براہین تمام اتوں پر دنیا و آخرت دونوں جہجہو میں قائم ہو گئیں، غرض کہ ہر اعتبار سے بلذی کے اعلیٰ ترین چوٹی پر پہنچ گیا، اللہ نے اس کی حکومت اور اس کے ہمنواؤں کے لئے انہماک و مددگار مقرر کئے جنہوں نے اس کے جھنڈے کو لہرایا، اس کے حدود و احکام کو رد و بدل ہونے سے محفوظ رکھا۔ اور اپنے اسلاف کی اتباع کرتے ہوئے انہیں کی طرح دین کی تبلیغ شروع کی لوگوں کو حلال و حرام سے آگاہ کیا جس کے نتیجے میں لوگوں نے اس کے شعائر کی تعظیم کی اس کے احکامات کو سیکھا اور پھر محبت و میانہ کے ذریعہ اسلام دشمن طاقتوں سے مقابلہ کیا یہاں تک کہ

فاسْتَعْلَظْ فَاَسْتَوَىٰ عَلٰی سُوْقِهِ
وہ موٹا ہو گیا اور اپنے دھنسل پر کھڑا ہو گیا

يُعَجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ
(الفتح - ۲۹)

جس کو دیکھ کر کسان خوش ہوتے ہیں اور کفار
کی نالاخشی کا سبب بنتا ہے۔

اس طرح اس کی مہارت بلند ہوتی گئی کیونکہ اس کی بنیاد رضاء الہی اور تقویٰ پر تھی جب کہ دوسرے
مذہب کی بنیاد نہایت بڑے ڈھے ہانے والے گڑھے کے کنارے اور ایسی عقلی زمین پر ہے جو خود
بوجھ پڑنے پر گر جانے والا ہے۔

پس بابرکت ہے وہ ذات جس کا مرتبہ بلند جس کا طہر اعلیٰ جس کی شان لائق تعظیم اور جس کی بنیاد
مستحکم ہے اور اس کے معاندین و مخالفین کو ذلت و رسوائی اٹھانی پڑی، انھیں بدترین چوپائے ہونے کا
تمغہ دیا گیا، ان کے لئے دردناک مہذب تیار کیا گیا تاکہ ملاقات کے دن ان کی اچھی جہان نوازی ہو سکے
حق کہ انھیں چوپایوں سے بھی زیادہ گمراہ ٹھہرایا گیا، کیونکہ انہوں نے توحید کے بدلے شرک اختیار کیا
ہدایت کے بدلے گمراہی کو ترجیح دی اسلام کے بجائے کفر سے وابستہ رہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ نے کفر کے
علماء اور عباد کے لئے ایسا فیصلہ کیا ہے جس فیصلے کو تمام ذوی العقول حق سمجھتے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا،

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ
أَعْمَالًا ۗ الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَّهُمْ
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ
أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعَهُمْ أُولَٰئِكَ
الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَ
لَقَدْ فَجَّطْنَا أَنفُسَهُمْ فَلَا
نَعْتَمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَرِثَةً
ذَٰلِكَ جَزَاءُ وَّهُمْ جَاهِلُونَ
بِمَا كَفَرُوا
وَ اتَّخَذُوا آيَاتِنَا وَرُسُلَنَا هُزُوًا ۗ

اے نبی! ان سے کہو کیا تم نہیں بتائیں گے اپنے اعمال میں
سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں وہ کہ دنیا
کی زندگی میں ان کی ساری ہمد و حمد راہ راست سے
بھٹک رہی، اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں
یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار
کیا اور اس کے حضور پیشی کا یقین نہ کیا، اس لئے ان کے سارے
اعمال ضائع ہو گئے، قیامت کے روز ہم انہیں کوئی ذرا نہ دیا
گمان کی سزا جنہم ہے اس کفر کے بدلے جو انہوں نے کیا اور
اس مذاق کی بنا ان میں خود میری آیات اور میرے رسولوں کے
ساتھ کرتے تھے۔

(انکشاف - ۱۰۲ - ۱۰۶)

فصل

اسلام سے سوگروانی اختیار کرنے پر دھمکی

اس شخص کا انجام کیا ہوگا جس نے اپنے رب کی توحید اور اطاعت سے روگردانی اختیار کی۔ اس کے احکام و دعوت کی سر بلندی کے لئے بلکہ راست کوئی کوشش نہیں کی، بلکہ اس کے رسول کی تکذیب کر کے اطاعت سے انکار کیا۔ اس کے شریعت و دین سے ابراہن کر کے انبیاء کے روش کی خوشبو چینی کی اس کے ہمد کی پاسداری کا کوئی خیال نہ رکھا اس کی ذات سے جہالت کو سر بلندی نصیب ہوئی، دل سے نفی و عداوت کفر و عصیان کو تقویت ملی، اعضاء و جوارح سے مخالفت و نافرمانی کو مروج حاصل ہوا، غرض کہ اس کا ہر قدم اللہ کے احکام کی تکذیب و مخالفت میں لگا ہوا ہے وہ انھیں چیزوں کو بجا لاتا ہے جس کے کرنے سے اللہ نے منع کیا ہے اور ان چیزوں کے کرنے سے باز رہتا ہے جس کا سے حکم دیا گیا ہے۔ وہ خدا کی رہنمائی و غضب کی رعایت کے بغیر اپنی خواہشات کے مطابق عمل کرتا ہے۔

چنانچہ وہ انھیں لوگوں کو دوست بناتا ہے جو اللہ کے دشمن ہیں اور ان لوگوں کو اپنا دشمن مگر و انتہا ہے جو اللہ کے دوست ہیں۔ اللہ کی فرسندیدہ چیزوں کی طرف دعوت دیتا ہے اور بندوں کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ شَرَّ اِلْفِ هَؤُلَاءِ وَاَصْنَدَهُ
 اس نے اپنی خواہشات کو اپنا مسمود بنا لیا
 اللہ صلی علیہ وسلم (المجادیہ - ۲۳)
 اور اللہ نے جان بوجھ کر اس کو گمراہ کر دیا۔
 جس کی پاداش میں اللہ نے اس کو پہرا گونگا، اور اندھا بنا دیا، چنانچہ وہ دنیا و آخرت کا ایسا

کھتا ہے جس نے دونوں کامیابیوں کو ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ اور دنیا کی رسوائی نیز آخرت کے عذاب پر راضی رہا، نفع بخش تجارت کو گھٹیا اور ہست تجارت کے بدلے بیچ دیا یہی وجہ ہے کہ اس کا دل خدا کی یاد سے مڑا ہوا ہے، جنت اور اللہ کی رہنما و قربت کی طرف پھوٹنے کے راستے اس کے لئے مسدود ہیں وہ شیطان کا دوست اور زمین کا دشمن ہے، کفر و شرک کا حامی و مددگار ہے اس کے مقابلے میں مسلمانوں نے خدا کو اپنا رب مانا۔ اسلام کو اپنا دین سمجھا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول تسلیم کیا اور بقیہ لوگوں نے صلیب اور بت کو اپنا الہ بنایا، تثلیث و کفران کا دین ٹھہرا، گمراہی و غضب کے راستے ان کی ما بنے۔ اس خالق کے نافرمان ٹھہرے جس کی اطاعت کے بغیر سعادت کا حصول محال ہے، اور اس کی جگہ ان مخلوقات کی فریاد واری کی جن کی اطاعت کا صلہ صرف یہ ہے کہ اس کی دنیا و آخرت سب برباد ہو جائے۔

(ان حضرات کے انجام کی نوعیت یہ ہوگی کہ) جب ان سے قبر میں ان کے رب نیز دین اور رسول کے متعلق سوال کیا جائے گا تو ان کے پاس سوائے اس کے کوئی جواب نہ ہوگا کہ ہائے ہائے میں کچھ نہیں جانتا۔

پھر ان سے کہا جائے گا کہ تم نے نہ جاننے کی کوشش کی اور نہ اس کے متعلق کچھ پڑھا بلکہ اسی حالت میں تمہاری زندگی گزری، اور موت سے بھی دوچار ہوئے تو پھر انشاء اللہ قیامت کے دن بھی اسی حالت پر اٹھائے جاؤ گے۔ پھر اس کی قبر اس کے اوپر آگ سے بھڑک اٹھے گی، اور قیامت تک کے لئے اس کے اوپر اس طرح تنگ ہو جائے گی جیسے کہ لوہے کا گولہ نیزے سے چٹا رہتا ہے۔

اور جب وہ دن آئے گا کہ قبروں سے تمام مردوں کو نکال لیا جائے گا اور سینوں میں جو کچھ مخفی ہے اسے برآمد کر کے اس کی جانچ و پڑتال کی جائے گی، اور لوگ اللہ رب العالمین کے سامنے پیش ہوں گے اور پکارنے والا پکارے گا

وَأَمْتَارُوا النَّيْتُمْ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ (میں۔ ۵۹) اے مجرمین کی جماعت آج تم ملگ ہو جاؤ۔

پھر ہر جانب کے سامنے اس کے مجبور کو لایا جائے گا جس کی وہ دنیا میں بدستش کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا (اس حال میں کہ سب خاموش ہوں گے) کیا یہ میری جانب سے عدل کی بات نہیں ہوگی۔ کہ دنیا میں جو شخص جس سے دوستی کرتا تھا اس سے مل جائے، تو اس وقت کفار پر اس چیز کی حقیقت آشکارا ہو جائے گی جس پر وہ تھے اور اس کے بُرے ٹھکانے ان کے اوپر ظاہر ہو جائیں گے اور کفار جان لیں گے کہ وہ خدا کے دوست نہ تھے بلکہ اس کے دوست صرف مومنین و متقین تھے۔

ارشاد خداوندی ہے :-

اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے فرما دیجئے کہ تم عمل کرو عنقریب خدا اس کے رسول اور مومنین تمہارے عمل کو دیکھیں گے اور تم اس ہستی کی طرف لڑائیے جاؤ گے جو غائب و حاضر تمام چیزوں کا جاننے والا ہے، لہذا وہ تم کو تمہارے عمل کے متعلق خبر دے گا۔

فَلَا تَحْتَسِبُوا أَنَّا بَرَاءٌ مِّنْ آلِهِم مَّن قَدَّمْنَا لَهُمُ الْأُمُورَ وَمَا تُرَدُّونَ
إِلَىٰ حِلْمِ الْعَلِيِّ وَالشَّهَادَةِ قَيْنِيكُمْ
جِيئَاكُمْ تَعْلُونَ
(التوبة - ۱۰۵)

ۛ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

فصل

بعثت نبوی سے پہلے اقوام عالم کی حالت

جب اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اس وقت روئے زمین پر دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک اہل کتاب کا طبقہ تھا دوسرا نادقہ کا، جن کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی، اہل کتاب سب سے افضل مانے جاتے تھے۔ ان کی دو قسمیں تھیں، ایک وہ گروہ تھا جن کو منصفوہ علیہم کا خطاب ملا اور دوسرا وہ گروہ تھا جن کو ضالین کا خطاب ملا۔

امت منصفوہ وہ دعوغ گوہو ہیں، جو انتہائی بہتان طراز افترا پرورد، حیلہ ساز، انبیاء کے قاتل، سودخور بدترین خصلتوں کے حامل، رحمت خداوندی سے کوسوں دور اور انتقام کے سب سے زیادہ مستحق، نیز بے نیف و حسد، حرص و بخل، جا دوگری و فریب دہی میں استاد اور دنیا کی تمام برائیوں کا پلندہ اور اخلاقی گراؤں کا پیکر ہیں، جنہوں نے اپنے کفر و شرک کے مخالفین کی ہمیشہ بے عزتی کی ہے۔ مومنین کے لئے یہ تو کسی قسم کی قرابت داری کا پاس و لحاظ رکھتے ہیں اور نہ اپنے مخالفین کے لئے ان کے دل میں شفقت و رحمت ہے نہ اپنے شریک کا کہ ساتھ ان کے یہاں عدل و انصاف ہے نہ ہی ان کے ظنسا روں کے لئے حفظ و امان ہے، اور نہ اپنے ناکوں کے لئے ان کے پاس خیر خواہی ہے۔ بلکہ وہ سب سے زیادہ خبیث عقلمند و پالاک اور دھوکے باز ہیں، بہت مشکل ہے کہ ان میں کوئی مسلم العقول پایا جائے، مخلوقات میں سب سے زیادہ تنگ دل اور تاریک گھر رکھنے والے لوگ ہیں، ان کے برتن سب سے زیادہ بربودار اور ان کے عادات و اطوار سب سے بُرے ہیں۔ ان کا سلام لعنت ان کی ملاقات برفالی اور ان کا لباس غصہ و ناامنی کا ہے۔

دوسری قسم گمراہ ہیلیب پرست مثلثہ کی ہے جنہوں نے اللہ کے ہونے کا ایسی سخت دست
بائیں کہیں میں جو کسی نوع بشر نے نہیں کہا۔

انہوں نے اللہ کی وحدانیت، یکثانیت، مہدیت کا انکار کر دیا، اور اس بات کا اقرار کرنے
سے باز رہے کہ اس نے کئی اولاد نہیں پیدا کی اور نہ وہ پیدا کیا گیا نہ اللہ کا ہم مثل کوئی ہے نہ ہی اس
کو تمام مخلوقات سے برتر قرار دیا، بلکہ اس کے بارے میں ایسی بے بنیاد باتیں کہیں کہیں۔

كَمَا دُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ
وَتَنَسَّقُ الْكَوْكَبَاتُ وَتَخِضُّ الْجِبَالُ
قرب ہے کہ آسمان وزمین پھٹ جائیں اور
پہاڑ ڈھے جائیں۔

هَذَا (مریم ۹۰)

ان کے عقیدہ کی بنیاد تثلیث پر ہے، (یعنی اللہ روح القدس سلامہ
عیسیٰ علیہ السلام) مریم اس کی بیوی اور حضرت عیسیٰ اس کے بیٹے ہیں، اللہ اپنے عظمت کی کرسی سے
اتر کر اپنی بیوی سے جا ملا جہاں اس نے اپنی خواہش پوری کی پھر وہ مختلف حالات سے گذر کر مقبول
و مدفون ہوا۔

ان کا دین ہیلیب پرستی اور جلاہاروں پر بستے ہونے سرخ دند رنگ کی تعداد پرستی ہے
وہ اپنی دعاؤں میں پکتے ہیں اے معبود کی ماں تو ہم کو روزی دے میں رحمت و بخشش سے ڈھانپ
لے۔ اسی طرح ان کا دین شراب نوشی، سود خوری، ترک نختہ، نجاسات میں عبادت کرنا، بائسلی
سے لے کر چمچ رنگ ہر نصیبت پر میز کو مباح سمجھنا، پادریوں کی حلال و حرام کردہ چیزوں کو حلال و حرام
سمجھنا اور ان کے دین کردہ دین کو اختیار کرنا ہے وغیرہ جو ان کے لئے گناہوں سے معافی اور جہنم سے
آزادی کا سبب بنے گا۔

یہ تو ان لوگوں کی حالت کا بیان تھا جو اہل کتاب بستے، لیکن وہ گمراہ جس کے پاس کوئی کتاب
نہ تھی، وہ بت پرستوں، آتش پرستوں، شیطان پرستوں اور ان ستارہ پرست بددینوں کی جماعت

• علی بن کوشرک نے ایک پلیٹ فارم پر لاکھڑا کیا تھا۔ رسولوں کی تکذیب، شریعت کی تعطیل اور قیامت کے دن اٹھائے جانے کی تردید کرنے میں سب مساوی تھے۔ وہ کسی بھی دین کے ذریعے خالق کی اطاعت نہیں کرتے تھے اور نہ ہی عبادت گزاروں کے ساتھ اس کی عبادت کرتے اور اس کی توحید کا اقرار کرتے تھے۔

مجوسیوں میں ایک طبقہ ان لوگوں کا تھا جو اپنی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ ہمبستی کرتا، اور پھوپھیوں، خالوں کی تو بات ہی سمجھتی تھی صرف بانسی بجانان کا وہی تھا ان کا کھانا پینا مولانا اور شراب تھا۔ آگ ان کا جود تھی اور شیطان ان کا ولی تھا۔

مخفرا یہ کہ ان کا مسلک و مذہب اور اعتقاد و ایمان مخلوقات میں سب سے برا تھا۔

دوسری جانب وہ بدین صائب، زناحق و طمغنا سے تھے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے نہ اس کے فرشتوں اور کتابوں پر، نہ رسولوں پر ان کا اعتقاد تھا نہ قیامت کے ظن پر۔ ان کے نزدیک مبداء و معاد کی کوئی حقیقت نہ تھی، عالم کا کوئی ایسا قائل و مطلق نہ تھا جو اپنے اختیار سے اپنے ارادوں کو کر گزرنے والا ہو، ہر چیز کا علم رکھنے والا ہو، اور نواہی کا حکم دینے والا ہو۔ رسولوں کا مرسل اور کتابوں کا نازل کرنے والا ہو، مومن کو اس کی نیکی کا بدلہ دینے والا ہو اور عاصی کو اس کے جرم کی سزا دینے والا ہو۔

ان کے اصحاب رانے کے نزدیک صرف نوناک، دس عقول، اور چار ارکان ہیں۔ اور ایک سلسلہ ہے جس سے تمام موجودات عالم جڑے ہوئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ دین حنیف جو تنہا اللہ کا دین ہے وہ ان تمام ادیان باطلہ کی تاریکی میں چھپ کر رہ گیا تھا۔ ایسی حالت میں جب اللہ رب العالمین نے دنیا والوں کی جانب نگاہ کی تو چند اہل کتاب کے علاوہ تمام عرب و عجم نے اس کو غصے میں ڈال دیا۔

چنانچہ اس نے اس گھٹا ٹوپ تاریکی کے اندر رسالت کا ایک چمکتا ہوا سورج نمودار کیا، اور تمام دنیا کے لوگوں پر اتنا عظیم احسان کیا جس کے شکریہ کا حق وہ ادا نہیں کر سکتے، اس رسالت کے نور

سے پوری روئے زمین جھگکا اٹھی۔ ہر چہار جانب اور عالم میں اس کی روشنی پھیل گئی اور زمین حنیف پھر قائم و دائم ہو گیا۔

اس عدالتِ لم یزل کا ہزار ہا شکر ہے۔ جس نے ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اس تباہی سے بچایا، اور ہدایت کے ایسے دروازے کھولے جو قیامت تک بند ہونے والے نہیں، ہمیں اس روشنی میں جان گمراہ و مضلین کی شناخت کر دی۔ جو گمراہی و جہالت میں بھٹک رہے ہیں۔ شک و تردد میں پڑے ہوئے ہیں وہ ایمان رکھتے ہیں تو جنت و طاغوت پر شرک کرتے ہیں تو ان شراب الغالین کے ساتھ عسقم رکھتے ہیں تو صرف دنیاوی زندگی کے بارے میں سجدہ کرتے ہیں تو صلیب و بت سورج و چاند کا ہنر کرتے ہیں تو اپنے نفسوں کی کے طلائف۔

ارشادِ خداوندی ہے :-

تَقَدَّمَتْ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَرَأَوْا كَأَنَّ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا مِنْ قَبْلُ لَيْفِ ضَلَالِ قَبِيلٍ

(الاحزاب - ۱۶۴)

دوسری جگہ ہے

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مِمَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ

جیسے کہ ہم نے تمہارے درمیان تمہیں میں سے ایک رسول بنا کر بھیجا ہے جو تمہارے اوپر ہماری آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں، تمہارا تزکیہ کرتے ہیں اور تم کو کتاب و حکمت سکھاتے ہیں اور

قَدْ كُرِفْنَا أَذْكَرُكُمْ وَأَشْكُرُكُمْ
وَلَا تَكْفُرُونَ
(البقرة - ۱۵۱ - ۱۵۲)

وہ چیزیں بتاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے۔
لہذا مجھ یاد کرو، میں تمیں یاد کروں گا، اور میرا
شکر یہ ادا کرو اور نافرمانی نہ کرو۔
تمام تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے ہم کو ایک ایسی شریعت دے کر غنی بنایا جو حکمت و
اچھی باتوں کی دعوت دیتی ہے۔ عدل و احسان کا حکم نہ فرماتا ہے۔ منکرات سے روکتی ہے۔ اس کا بہت
بڑا احسان ہے جو اس نے مجھے اپنے اس عظیم نعمت سے نوازا کہ تمام لوگوں پر فوقیت دی۔ مزید اس بات
کی دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس نعمت پر شکر ادا کرنے کی توفیق دے اور توبہ و رحمت کے دروازے
کھول دے۔

عمن کے احسان مندی کا اعتراف۔ اس کے فضل و احسان کا اظہار۔ اس کے انعامات کثیرہ پر
جس کے کامل ہونے کا اقرار ہی حواصل اس کی ذات تک رسائی کا ذریعہ ہے۔ اپنے اعترافِ تعظیم کو ہم
خدا کی بہت بڑی نعمت سمجھتے ہیں۔ اور اپنی خطاؤں گناہوں غلطیوں اور کوتاہیوں کو جنہوں نے اس کی
نعمت کے استحقاق سے ہمیں محروم کر رکھا ہے، متاعِ حسنہ سمجھتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ کامیابی اور جہنم
سے نجات کی امید رکھتے ہیں۔ بلکہ بعض اعترافِ گناہ تمام نیکیوں اور طاعات پر بھاری ہو جاتے ہیں۔
بشرطیکہ ان کے اندر کسی قسم کا شائبہ نہ ہو بلکہ خالص خدا کی خوشنودی اور بتائے ہوئے طریقہ کے
مطابق ہو۔ اور وہ طریقہ یہ ہے کہ خدا کی بخشش کے دامن سے بندہ لپٹ جائے اور اس سے خیر کی توقع
رکھے غلطیوں سے خدا کی پناہ مانگتا رہے اور نہایت ہی عاجزی و انکساری کے ساتھ خوشی و غمی تمام
حالتوں میں اس کی طرف ہاتھ پھیرا کر اپنی تنگ دستی کا اظہار اور سوال کرتا رہے پھر جس کو بھی خدا کی
رحمت کے جھونکے پہنچ گئے اور اس کی نظر کرم مل گئی تو اس کو پڑ مرده لوگوں کے درمیان تازگی مل گئی
اس کا گھر نیکیوں سے آباد ہو گیا، غم و حسرت کے جوہر نے اس کو اودار کیا۔

وَاذْ انظروا الی نظرةِ راحم
ادرجب کو میری جانب زلنے میں کسی دن بھی تم کی بجائے دیکھ لے تو میں خوش قسمت ہوں گا۔
فی الدھریوما انشی لسعید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن و تشنیع کرنے والوں کی تردید کرنا اللہ کے حقوق میں سے ہے

اللہ رب العالمین کے حقوق جو بندوں پر عائد ہوتے ہیں، ان میں ایک حق یہ ہے کہ اللہ کی کتاب اس کے رسول اور دین پر طعن و تشنیع کرنے والوں کی زبان و قلم سے تردید کی جائے۔ ان سے تیغ و سنان سے جہاد کیا جائے یا کم سے کم اس کو برا جانا جائے۔ جو ان کا ادنیٰ درجہ ہے اور جس کے ختم ہونے سے ایمان ہی ختم ہو جاتا ہے۔

ہمارے سامنے بہت سے مسائل ایسے آئے جن کو ملحد کافروں نے بعض مسلمانوں کے سامنے پیش کیا لیکن وہ اس کا جواب نہ دے سکے اور نہ اس بیماری کا علاج کر سکے جو ان کے اندر پائی جاتی تھی، بلکہ ان کافروں کی پٹائی کر کے اس کا علاج کرنا چاہا اور چند کوڑے رسید کر دیئے جس کے نتیجے میں ان ملحدین نے اسلام پر یہ بہتان تراشی کی کہ ہمارے اصحاب صحیح کہتے ہیں کہ اسلام صحیفے کے بجائے تلوار کے زور سے پھیلا ہے، پھر تو ضارب و مضر و ب دونوں الگ ہو گئے اور حجت کا سلسلہ دونوں کے درمیان ختم ہو گیا، یہاں تک کہ اس کا جواب دینے والے عزم مصمم کے ساتھ کمر بستہ ہوئے اور خدا کی مدد کے طالب بن کر اس پر توکل کر کے صرف اس کی رضا جوئی کی خاطر جواب دینے کے درپے ہوئے اور عاجز و جاہلوں کا رویہ انہوں نے نہیں اختیار کیا کہ کفار کے معاملے کو بحث و مباحثہ کے بجائے کوڑے سے حل کریں۔ کیونکہ یہ میدان جنگ سے بھاگنا اور عاجزی و کمزوری کی طرف جھکتا ہے جب کہ اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ کافروں سے قتال ان کے سامنے دعوت پیش کر دینے کے بعد کیا جائے۔ تاکہ ان کے اوپر حجت قائم ہو جائے اور خدا کا موقع نہ ملے۔ ارشاد خداوندی ہے :

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيْتِنَا وَيُنصَبَ
مَنْ مَعِيَ عَن بَيْتِنَا

تاکہ ہلاک ہو جائے جو ہمارے گھر کے بعد ہلاک ہو اور نصاب
رہے جو ہمارے گھر کے بعد زندہ رہا۔

(الانفال - ۴۲)

تلاوہ صرف حجت کے نفاذ، معاند کی اصلاح اور سرکش کی سرکوبی کے لئے استعمال کیا گیا ہے؛
ارشاد خداوندی ہے،

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ
وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ
لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنزَلْنَا
الْعَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ
كَثِيرَةٌ لِّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ

ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں
اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ
کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف
پر قائم ہوں اور وہ اپنا راجس میں بڑا درہے
اور لوگوں کے لئے منافع، یہ اس لئے کیا گیا کہ اللہ
کو معلوم ہو جائے کہ کون اس کو دیکھے بغیر اس کی اور
اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے یقیناً اللہ شہری
قوت والا اور زبردست ہے۔

(الحديد - ۲۵)

❖

پس اسلام کا قیام قرآن پاک کے ذریعہ ہوا اور سلف مائیکہ تو انہوں نے اس کے احکام کو نافذ کیا؛
فما هو الا الوحي واحد مدد
فهذا شفاء الداء من كل عاقل
اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اس کی توفیق دے بس وہی وہ ذات ہے جو غیر کے دروازے کھولنے
والا ہے اور اس کے اسباب مہیا کرنے والا ہے۔

مسائل الكتاب

اس کتاب کا نام "ہدایۃ الحیار فی اجوبۃ الیہود والنصارحی ہے جس کو میں نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ قسم اول مسائل کے جواب میں ہے اور قسم دوم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ہر قسم کے دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

جس سے یہ کتاب نہایت مفید اور خوش نما ہو کر منظر عام پر آئی، جس کا مطالعہ کرنے والا نہ اکتا سکتا ہے اور نہ ہی غور و فکر کرنے والا کبیدہ خاطر ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب دنیا و آخرت دونوں کے لئے مفید ہے یہ ایمان میں زیادتی کا ذریعہ اور حقیقی لذت کا سامان ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے متعلق جو بھی حلا متین اور براہین پائی جاتی ہیں آپ کے تمام اہلین ہونے کی جو بھی بشارتیں انبیاء کرام نے دی ہیں۔ آپ کے نام و علم اور صفات و کردار کے متعلق جو بھی تذکرہ اگلی کتابوں میں ہے سب اس میں مذکور ہے۔

ادیانِ محمد و باطلہ کی تمیز ان کے جاگزین ہو جانے کے بعد ان کے فساد کی کیفیت اہل کتاب کا طرز عمل پھر اس پر ان کی ذلت و خواری نہادت و پشیمانی اور انبیاء کرام سے دوری نیز ان کی زبان سے ان کے حق میں کفر و شرک کی گواہی کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے نوادرات کا تذکرہ ہے جس کا دوسری کتابوں میں ملنا مشکل ہے۔

واللہ المستعان و علیہ التکلّف . فہو حسبنا و نعم الوکیل

صرف ریاست کی لالچ نے اہل کتاب کو اسلام قبول کرنے سے

نہیں روکا

(المائدہ الاولیٰ) سائل کا پہلا سوال یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے نزدیک اہل کتاب کے اسلام میں داخل نہ ہونے کی وجہ صرف ریاست اور روزی و ردوی کی ہوس تھی۔

(تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تمام لوگ اسی ہوس کا شکار ہو گئے ہوں اور اسی بنا پر اتنے سارے لوگ اسلام قبول کرنے سے باز رہ گئے ہوں)

اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارا یہ لازم سراسر غلط ہے۔ نہ مسلمان یہ سمجھتے ہیں اور نہ کافر ی اور نہ مسلمانوں نے یہ بات کہی ہے۔ اور اگر ان کے بعض عوام الناس نے کہا بھی ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پوری جماعت بھی اسی نظریے کی حامی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ اسلام میں داخل نہیں ہوئے ہیں ان کی تعداد ان لوگوں کے نسبت بہت ہی کم ہے جو اس میں داخل ہوئے ہیں۔ بلکہ اکثریت میں اسلام میں بیخبر و اکراہ کے بخوشی داخل ہوئی ہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اس وقت پانچ قسم کے لوگ پوری دنیا پر چھائے ہوئے تھے (۱) یہود (۲) نصاریٰ (۳) مجوس (۴) صائبہ (۵) اور مشرکین۔

انہیں لوگوں کی حکومت مشرق سے لیکر مغرب تک ساری روئے زمین پر تھی یہودیوں کی اکثریت یمن، یمن، مدینہ اور اس کے اطراف میں تھی۔ کچھ لوگ شام کے اطراف میں نصاریٰ کی ماتحتی میں تھے اور ان کی ایک جماعت فارس میں مجوس کی ماتحتی میں تھی۔ ایک فرقہ سرزمین عرب میں تھا جس میں خیبر اور مدینہ کے

یہود معزز مانے جاتے تھے۔

نصاری نے پوری روئے زمین ڈھانپ رکھا تھا، شام میں سب نصاریٰ ہی تھے مغربی دنیا کے بیشتر حصوں میں انھیں کی آبادی تھی۔ اسی طرح، مصر، حبشہ، لوبہ، جزیرہ، بومصل، سرزمین نجران۔ اور اس کے علاوہ بہت سے ملکوں پر ان کا تسلط تھا۔

مجوسیوں کے ہاتھ میں فارس اور اس کے اطراف کی حکومت تھی، صابئہ کی آبادی حران اور روم کے بہت سے شہروں میں تھی۔ مشرکین کے تحت پورا جزیرہ عرب بلاد ہند و ترک اور اس کے اطراف کے حصے تھے۔

غرض کہ پوری انسانیت کا مذہب انہیں پانچوں مذاہب کے اندر تھا۔ اور بن حنیف سے وہ بالکل بے خبر تھے۔ یہ پانچوں مذاہب شیطان کے ہیں جیسا کہ ابن عباس اور ان کے علاوہ نے کہلے ہیں۔

الادیان ستہ واحد للرحمن و
خَمْسَةٌ لِلشَّيْطَانِ

ان چھ ادیان کا تذکرہ قرآن پاک میں اس طرح آیا ہے۔

لَاَ الْذِّينَ اٰمَنُوْا وَالذِّينَ هَادُوْا
وَالصّٰبِئِيْنَ وَالنّٰصِرِيْنَ وَالْمَجُوسِ
وَالذِّينَ اَشْرَكُوْا ۗ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ
بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قٰدِرٌ (الحج - ۱۷)

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی بن گئے اور ستارہ پرست اور نصاریٰ اور مجوس اور مشرکین کے درمیان اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فیصلہ کرے گا۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آپ کی اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کی دعوت پر اکثر ادیان نے لبیک کہا اور دین کے معاملے میں کسی پر جبر نہیں کیا گیا۔ صرف قتال انھیں لوگوں سے ہوا جو لڑائی کرتے تھے بقیہ جن لوگوں نے صلح کر لیا تھا ان سے نہ قتال ہوئی اور نہ کسی کو دین میں دخل

ہونے کے لئے مجبور کیا گیا۔ بلکہ اللہ کا یہ حکم ہمیشہ سلسلے رہا۔

لَا كُرْهًا فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ
دین میں کوئی زبردستی نہیں جب کہ ہدایت گراہی

الرُّشْدُ مِنَ اللَّهِ (البقرة- ۲۵۶) سے ظاہر ہو گئی۔

آیت کریمہ میں نبی نبی کے معنی میں ہے ای لا تکرہوا احدا علی الدین کسی کو دین پر مجبور مت کرو۔ اسلام کے اس بنیادی اصول کی اہمیت کا اندازہ اس آیت کے شان نزول سے ہوتا ہے وہ شان نزول یہ ہے کہ اسلام سے پہلے مسلمانوں کے کچھ بچے یہودی اور نصرانی بن گئے تھے جب ان بچوں کے آباء و اجداد ایمان لے آئے تو انہوں نے اپنی اولاد کو بھی زبردستی مسلمان بنانا چاہا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو منع فرمایا۔ اور انہیں اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہونے کی اجازت دی۔

یہ آیت کریمہ عام ہے جن کا حکم ہر کاڑکے لئے ہے اور ان اہل عراق اور اہل مدینہ کے قول کے موافق ہے جنہوں نے تمام کفار سے جزیہ لینے کو بائز قرار دیا ہے ان کے نزدیک چند بت پرستوں کو چھوڑ کر ہر ایک کو اس بات کا اختیار دیا جائے گا کہ چاہے وہ دین کے اندر داخل ہو یا جزیہ ادا کرے۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ غور سے کرے گا اس پر یہ بات روز روشن کی طرح

عیاں ہو جائے گی کہ آپ نے کسی کو دین میں داخل ہونے کے لئے مجبور نہیں کیا۔ بلکہ آپ نے صرف انہیں لوگوں سے قتال کیا جو آپ سے قتال کے لئے تیار ہوئے اس کے مقابلے میں وہ لوگ جنہوں نے آپ سے معاہدہ کر رکھا تھا تو جب تک وہ اس معاہدے پر قائم رہے آپ نے معاہدہ نہیں توڑا۔ بلکہ اللہ رب العلیین نے آپ کو ایسے لوگوں کے معاہدے سے اس وقت تک برقرار رکھنے کا حکم دیا جب تک کہ وہ معاہدے پر باقی ہیں ارشاد ہوا۔

فَمَا اسْتَقَامُوا لَكَ فَتَسْتَقِمْ مَعَهُمْ

جب تک کہ وہ تمہارے لئے (اپنے معاہدہ پر قائم

(التوبہ- ۷)

رہیں تم لوگ بھی ان کے لئے قائم رہو۔
چنانچہ آپ نے اس حکم کی سخت پابندی کی۔ مدینہ منورہ آنے کے بعد آپ نے یہودیوں سے معاملات

کر لی تھی اور انہیں اپنے دین پر باقی رہنے دیا تھا لیکن جب انہوں نے معاہدے کو توڑ دیا اور آپ کے خلاف برسوں تک ہونے لگے تو آپ نے بھی ان سے قتال کیا پھر ان میں بعض کے اوپر احسان بھی کیا بعض کو جلا وطن کر دیا اور بعض سرکشوں کو قتل کر دیا۔

اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ نے کفار مکہ سے دس سال کے لئے معاہدہ کیا تو جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہے آپ نے ان سے کوئی تعارض نہیں کیا، لیکن جب انہوں نے معاہدہ کو توڑ دیا اور قتال کے لئے آمادہ ہوئے تو آپ نے بھی ان سے لڑائی کی۔

اسی طرح کفار احد، خندق اور بدر کے دن آپ سے لڑائی کرنے کے لئے آئے پھر بھی اگر وہ ہٹ گئے تو آپ نے ان سے لڑائی نہیں کی۔

کہے گا مقصد صرف یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی کو دین میں داخل ہونے کے لئے مجبور نہیں کیا بلکہ لگ بھگ خوشی اس کے اندر اس وقت داخل ہو گئے جب ہدایت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت ان کے اوپر ظاہر ہو گئی۔

ابلیس نے یہودی تھے، جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو ان کے پاس بھیجا تو آپ نے ان سے کہا کہ تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں۔ لہذا تم انہیں سب سے پہلے لا الہ الا اللہ کی دعوت دینا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی تبلیغ سے بہت سے یہودی بخوشی اسلام میں داخل ہو گئے۔ اسی طرح عبداللہ بن سلام کے علاوہ مدینہ میں بہت سے یہودی ایسے تھے جنہوں نے بغیر کسی دنیاوی لالچ اور کسی تہمت کی لالچ میں ہوا، جب کہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی، ان کی طاقت کمزور تھی اس کے مقابلے میں کفار کی تعداد کئی گنا زیادہ تھی اور ان کی طاقت بہت مضبوط تھی۔ اسلام لانا کیا تھا۔ اپنے اقرباء و خاندان ماں، باپ اور جمیع اہل خانہ سے دشمنی مول لینا تھا، چنانچہ انہیں ان حالات سے گزرنا بھی پڑا، اعتراف و قلب چھوٹ گئے۔ مال و متاع سے محروم ہونا پڑا۔

کفار کی مار دگالیاں اور مختلف قسم کی تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں لیکن اس کے باوجود بھی مسر
 واستقامت کا پہاڑ بنے ہے۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ان کا آغوش اسلام میں داخل ہونا،
 کسی ریاست و مال کی لاپرواہی میں نہیں تھا۔ بلکہ بخوشی اس کی خوبیوں کو دیکھ کر داخل ہوئے تھے۔

(مذکورہ بالا بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اسلام اپنی فطری خوبیوں کی بنا پر پھیلا نہ کہ جبراً و قہراً
 پھیلا یا گیا، اور یہ کہ یہود کا ایک بڑا طبقہ بخوشی اسلام میں داخل ہو چکا تھا۔)

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لہک دی ہے

جتنا ہی دبا میں گئے اتنا ہی یہ ابھرے گا

(پھر سائل کا یہ کہنا کہ یہود و نصاریٰ کی اکثریت نے اسلام کا انکار کیا تھا اور اکثریت کی رائے کو
 ترجیح دی جائے گی کسی صورت میں درست نہیں۔)

کیونکہ اگر چہ بہت سے اجداد و رہبان ایمان نہیں لائے تھے لیکن پھر بھی ان لوگوں کی تعداد
 ایمان لانے والوں کے مقابلے میں کم تھی۔ بلکہ کفار کے اکثر بیشتر فرقوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ مزین
 شام جس کی آبادی صرف نصاریٰ پر مشتمل تھی چند کچھ چھوٹے سب کے سب مسلمان ہو گئے اور اسلام نہ
 لانے والوں کی قلت تعداد ایسی ہی تھی جیسے کہ سفیدیل کے جسم پر کوئی کالا بال ہو۔

اسی طرح جو س جن کی تعداد بہت زیادہ تھی سوائے چند لوگوں کے سب کے سب مسلمان ہو گئے اور
 ان کے ممالک اسلامی ممالک بن گئے۔ ان میں جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے ان کو جزیرہ ادا کر کے ذلت کی
 زندگی گزارنی پڑی اسی طرح اکثر بیشتر یہودیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا سوائے ایک چھوٹی سی جماعت
 کے جس کے افراد مختلف شہروں میں بکھرے ہوئے تھے۔

لہذا جاہل معترض کا یہ اعراض کھلا ہوا جھوٹ اور بہتان ہے اور اگر ایسی بات ہے بھی تو یہ قوم نوح
 کے مثل ہوئے۔ جنہوں نے حضرت نوح کے ساڑھے نو سو برس تبلیغ کرنے کے باوجود بھی ایک قلیل تعداد
 ہی دعوت قبول کی تھی۔ جس پر قرآن شاہد ہے،

وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ
مرف چند لوگ ان پر ایمان لائے۔

(ہود - ۴۰)

جب کہ ان کی تعداد اندونوں بسو فی اور گمراہ امت سے کہیں زیادہ تھی۔ اسی طرح قوم ہاد اور قوم ثمود کی حالت تھی جنہوں نے کفر پر اتفاق کر رکھا تھا اور نشانوں کو دیکھ لینے کے باوجود بھی اسی کفر و فسق پر مصر ہے، جس کی پاداش میں اس کو جڑ سے اکھاڑ دیا گیا اور سخت عذاب میں مبتلا کیا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے:-

وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا
الْعَنَىٰ عَلَىٰ الْهُدَىٰ (فصلت - ۱۷)
ثمود کو ہم نے ہدایت کا راستہ دکھلایا لیکن
انہوں نے ہدایت کے بجائے اندھاپن کو
پسند کیا۔

دوسری جگہ ہے،

وَعَادًا وَثَمُودًا وَقَدْ تَبَيَّنَ لَكُم
مِّنْ مَّا كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْهُمْ
مِّن مَّا كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْهُمْ
عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْهِرِينَ

(العنكبوت - ۳۸)

لہذا جب قوم نوح اور عاد و ثمود جیسی بڑی امتیں بعیرت رکھنے کے باوجود کفر و فسق پر اتفاق کر سکتی ہیں تو ان مضموب و گمراہ یہود و نصاریٰ کا کفر پر اتفاق کر لینا کوئی محال بات نہیں۔ اور اس سے آپ کی صداقت میں ذہدہ برابر بھی فرق نہیں ہوگا۔

اسی طرح فرعون کی قوم جن کی تعداد بہت زیادہ تھی انہوں نے کھلم کھلا نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود بھی حضرت موسیٰ کے انکار پر اتفاق کر لیا۔ ان میں صرف ایک شخص نے ایمان قبول کیا اور وہ بھی اپنے ایمان کو چھپانے

پہناتا تھا، اسی طرح یہود جو حضرت مسیح کے زمانے میں اپنی کثرت تعداد کی بنا پر پورے ملک شام کو ڈھانپنے
 ہوئے تھے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَأَوْزَنَّا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضَفُونَ
 مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَعَارِبَهَا الَّذِينَ
 بَدَّلْنَا فِيهَا

برکت دی .

(الاحقاف - ۱۳۷)

لیکن اس کے باوجود بھی انہوں نے متفقہ طور پر حضرت مسیح کی تکذیب کی۔ جب کہ ان میں بڑے
 بڑے پادری علماء اور زہاد بھی تھے۔ اور صرف حواریوں کی ایک جماعت آپ پر ایمان لائی۔
 لہذا جب یہود کے مجاہد و زہاد، علماء و فقہاء اور ان کے علاوہ لوگ حضرت مسیح کے انکار نبوت پر
 واضح نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی اتفاق کر سکتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے انکار
 کرنے میں انہیں کون سا منافع ہوگا خاص طور سے چوپایوں سے بڑھ کر گرانہ صاری تو اس کو اپنے لئے
 بدرجہ اولیٰ ہائز نہیں گے۔

اور سائل کا یہ اعتراض کہ چونکہ اکثریت نے آپ کی نبوت کی تکذیب کی اس
 بنا پر وہ حق پر نہیں تھے تو یہ اعتراض تمام امتیاز پر پڑے گا۔ اور ہر ایک کی نبوت کو جھٹلانا
 بڑے گا۔

اور اگر یہ مانا جائے کہ انبیاء حق پر تھے اور ان کے مخالفین کثرت سے ہونے کے باوجود باطل پر تھے
 تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے والے بدلہ جڑا اولیٰ باطل پر ہیں کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہر امت
 کی اکثریت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تھی صرف چند ذلیل و حقیر لوگوں نے انکار کیا تھا یہی وجہ
 تھی کہ ان امتوں کے داخل ہونے کی وجہ سے اسلام کا دائرہ دیکھتے ہی دیکھتے مشرق و مغرب میں پھیل گیا۔
 جھلانا تو کہ پہلے کے مقابلے میں آج ان نصاریٰ کی تعداد کتنی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا

انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح یہود و مجوس و ہمانہ میں کتنے لوگ ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کی تعداد بہت ہی کم ہے اور گذشتہ انبیاء کی امتوں کے کذبین کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ ان امتوں کی تکذیب کا تذکرہ اور انجام کار کا بیان قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرًا أَلَمْ يَجَاءَهُ
 أُمَّتَهُمْ وَمُؤَلَّهُمْ أَكْذُوبًا فَاتَّبَعَتْ
 بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثًا
 فَبَعَثُوا لِقَوْمِهِمْ آيَاتٍ مِّنْ
 (المؤمنون - ۲۲)

پھر ہم نے مسلسل رسول بھیجے جب جب کوئی رسول
 کسی امت کے پاس آیا تو انہوں نے اس کی تکذیب
 کی، بس ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے پیچھے لگا
 دیا اور ہم نے ان کو تذکرہ بنا دیا، پس دوسری ہو
 ایسی قوم کے لئے جو ایمان نہیں لاتے ہیں۔

آیت کریمہ واضح طور پر اس بات پر دھت کرتی ہے کہ ان لوگوں نے اپنے انبیاء کی تکذیب پر اتفاق کر رکھا تھا جس کی پاداش میں وہ کسیر ہلاک کر دیئے گئے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

كَذَابُوا مَا أَنَّى الْبَرِيَّةِ مِنْ قَبْلِهِمْ
 مِّنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَابِغٌ آوُوا
 مَجْذُومَاتٍ أَقْوَامًا سَوَابِغٌ بَلَّ هُمْ
 قَوْمٌ طَاغُوتٌ
 (الذاریت - ۵۲، ۵۳)

یوں ہی ہوتا ہے، ان سے پہلے کی قوموں کے
 پاس بھی کوئی رسول ایسا نہیں آیا جسے انہوں نے
 یہ نہ کہا ہو کہ یہ ساحر ہے یا مجنون کیا ان سب نے
 آپس میں اس پر کوئی سمجھوتہ کر لیا ہے۔ نہیں، بلکہ
 یہ سب سرکش لوگ ہیں۔

یہ بات بالکل قطعی طور پر معلوم ہے کہ اللہ رب العالمین نے ان بڑی امتوں کو اس وقت تک ہلاک نہیں کیا جب تک کہ ان کے سامنے ہدایت کے راستے واضح نہ کر دیئے۔ ہدایت کے واضح کر دینے کے بعد ہی ان کی کسرشی پر عذاب نازل کیا اور نہ اگر ہدایت کا بیان نہ کیا جاتا تو ان کو ہلاک نہ کرتا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَنبَأَهَا
 فَلْيَمُوتُوا (القصص - ۵۹)

ہم کسی بستی کو اسی وقت ہلاک کرتے ہیں جب اسکے باشندے
 ظالم ہو جائیں۔

دو سری جگہ ہے :

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرِيْبَةً اٰمَنْتُمْ فَنَنْفَعُوْا
 اِيْمَانًا هَآءَا اِلَّا لِقَوْمٍ يُّوْكْسُ لَكُمْ اَمْ تَمُنَّا
 كَسَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي
 الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلَىٰ حِيٰثِهِ
 (یونس - ۹۸)

کسی بستی کو (غذاب دیکھ لینے کے بعد) اس کے
 ایمان نے فائدہ نہیں پہنچایا سوائے قوم یونس
 کے، جب وہ ایمان لے گئے تو زلت کا غذاب دنیا
 میں ہم نے ان سے ہٹا دیا اور ایک مدت تک کے
 لئے زندگی سے بہرہ مند ہونے کا موقع دیا۔

اور یہ بات بھی بالکل ثابت ہے کہ انبیاء میں سے کسی نبی کی جمعو اور اتباع کرنے والے اتنے زیادہ نہیں
 ہوئے جتنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین ہیں۔ آپ کے متبعین کی تعداد یہود و نصاریٰ کے مقابلے میں کہیں
 زیادہ ہے۔

اور ایک ادنیٰ عقل سے کام لینے والا شخص بھی اس حقیقت میں شک و شبہ نہیں کر سکتا کہ آپ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین و معاندین میں جو گراہی جہالت اور فساد عقل پایا جاتا ہے وہ آپ کے متبعین
 و متصدقین میں نہیں۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اتنی بڑی تعداد کے لوگ جنہوں نے مشرق و مغرب پوری
 روئے زمین کو ڈھانپ رکھا ہے وہ مختلف طبیعتوں اور ہڈاگانہ اغراض و مقاصد رکھنے کے باوجود بھی ان
 لوگوں کی اتباع پر کیسے اتفاق کر سکتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول اور عقل سب کی مخالفت کرتے ہیں، اللہ
 کی حلال کردہ چیزوں کو حرام اور حرام کردہ چیزوں کو حلال کہتے ہیں، جب کہ یہ بات بالکل ثابت ہے کہ جو شخص
 دعویٰ رسالت میں خدا پر جھوٹی بات کہے وہ سب سے بڑا ظالم کاذب اور خارج شخص ہے۔

(لہذا معلوم ہوا کہ اتنی بڑی جماعت کا اتفاق غلط چیز پر نہیں ہے)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اکثر امتوں کا اتفاق کر لینا اس کی خاطر
 اپنا گھر بار، مال و جائیداد کو چھوڑ دینا حتیٰ کہ اپنے نفس کو بھی اس کے راستے میں قربان کر دینا

بہ زیادہ مجال بات ہے اور اس کے مقابلے میں ایک چھوٹی سی جماعت کا چند دنیاوی اغراض و مقاصد کے تحت کفر پر اتفاق کر لینا مجال نہیں بلکہ میں ممکن ہے۔ لہذا مسلمان جو عقل و سمجھ کے اعتبار سے تمام اقوام عالم میں سب سے افضل ہیں اور جن کی تعداد نے پوری روئے زمین کو ڈھانپ لیا ہے، ان کا باطل چیز پر اتفاق ہونے نہیں سکتا۔

ان کچھ طے کے بجاریوں اور صلیب پرستوں کی عقلیں کہاں بھٹک رہی ہیں جن کے عقول پر مسلمان عقلا منے ماتم کیا اور مجبور کے متعلق ان کے بیانات کو ہنسی کا سامان بنایا ہے۔ جب یگرانہ نصاریٰ اس بات پر اتفاق کر سکتے ہیں کہ اللہ رب العلیین جو زمین و آسمان کا خالق ہے وہ اپنی عظمت کی کرسی کو چھوڑ کر ماں کے پیٹ میں داخل ہو گیا، جہاں حیض و خون کے درمیان ایک مدت تک پڑا رہا۔ پھر سپید ہوا اور دودھ پینے لگا۔ اور آہستہ آہستہ بڑھنا شروع ہوا۔ پھر ایک وقت آیا کہ وہ کھانے پینے لگا اور اور مختلف قسم کے حوادث خوشی و غمی آرام و تکلیف سے دوچار ہوا پھر المیوں کی کید سے تمام انبیاء کرام کو نجات دلانے کے لئے اس نے ایک حملہ کیا۔ اور وہ جیلہ یہ تھا کہ اس نے اپنے آپ کو یہود کے حوالے کر دیا تاکہ وہ اسے خوب تکلیف دے لیں اور انبیاء اس کے بدلے نجات پا جائیں چنانچہ یہود نے اسے پکڑا اور قید کیا پھر اسے گھسیٹتے ہوئے سولی تک لے گئے، اور تمام لوگ آگے پیچھے دائیں بائیں کھڑے ہو کر تماشہ دیکھ رہے تھے۔ وہ لوگوں سے فریاد کرتا اور روتا تھا، یہاں تک سولی کے قریب لائے اور کانٹے سے تاج پوشی کی پھر ٹہانچے سے اس کے چہرے پر زرد کو ب کیا، پھر اس کو سولی پر کھڑا کیا اور ہاتھ و پاؤں پر تیرہ سائے پھر سولی دے دی۔

یہ خیال ان کے علماء و فقہاء و اہل حمار و رہبان کلمہ ہے یہاں تک انہیں میں سے ایک شخص نے یہ کھل کر کہہ دیا کہ جس ہاتھ نے آدم کو پیدا کیا اور بنایا اسی پر کیسے نعت کی گئی تھیں پھر سولی دی گئی تھی۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کی تکذیب پر ان کا اتفاق کر لینا کوئی بعید بات نہیں، جب کہ آپ نے ان کے مذہب کی قطعی کھول کر رکھ دی تھی۔ ان کی کذب بیانی اور اللہ پر سب و شتم کو بیان کر دیا تھا۔

حضرت عیسیٰ پر ان کی افزائے پر داری اور دین میں تحریف و تبدیلی کی حقیقت کو واضح کر دیا تھا۔ ان کی مخالفت و دشمنی پر آپ کربستہ ہو گئے تھے، ان سے قتال کیا تھا، ان کا رشتہ حضرت عیسیٰ سے بالکل کاٹ دیا تھا ان کے متعلق جنیم کا ایندھن بننے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس لئے انھیں نے بدرجہ اولیٰ آپ کی مخالفت کی ہوگی اور ان کے مخالفت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی بنی ہوگی۔

لہذا تمہارا یہ کہنا کہ مسلمان سمجھتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کو جس چیز نے اسلام میں داخل ہونے سے روک دیا وہ صرف ریاست و مال و دولت کا طرح تھا، یہ سراسر مسلمانوں پر بہتان ہے، بلکہ مسلمان ریاست و دولت کی حرم کو بھی منجملہ اسباب میں ایک بنیادی سبب مانتے ہیں جس کا اظہار خود اہل کتاب کے بعض منظر ملاوکی زبان سے ہوا ہے۔

مشرکوں سے کچھ لوگوں نے ایک مرتبہ مناظرہ کیا جب ان کو اپنے فساد مذہب کا یقین ہو گیا تو انہوں نے صاف صاف یہی کہا کہ اگر ہم اسلام میں داخل ہو جائیں تو معمولی مسلمانوں میں ہمارا شمار ہوگا۔ اور ہماری کوئی اہمیت نہیں رہ جائے گی، جب کہ ہم اپنے مذہب میں رہ کر اپنے ہم مذہب کے مال و جہاد کے مالک ہیں، اور ہمارا ایک اچھا خاصہ مقام ان کے نزدیک ہے۔

یہی وہ چیز تھی جس نے فرعون کو حضرت موسیٰ کی ملت میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔



حق کے قبول کرنے میں جو اسباب مانع ہیں ان کا بیان

وہ اسباب جو انسان کو حق کے قبول کرنے سے روک دیتے ہیں۔ ان میں ایک سبب جہالت ہے یعنی آدمی اس حق سے ناواقف ہو، اور یہ سبب اکثر لوگوں کے اندر پایا جاتا ہے۔

پس جو شخص کسی چیز سے ناواقف ہوتا ہے وہ اس سے اس کے علم برداروں سے دشمنی پر کمر بستہ ہو جاتا ہے، اور جب اس جہالت کے ساتھ ساتھ حق کے حکم دینے والے سے بغض و حسد نیز دشمنی پیدا ہو جاتی ہے تو حق کے قبول کرنے میں یہ چیز اور زیادہ مانع ثابت ہوتی ہے۔ پھر اگر اس کے ساتھ ساتھ اس کو اپنے آباء و اجداد اور محبوب و مظلوم لوگوں کے طریقے سے اندھی محبت ہو۔ تو ان کی تقلید اس کو اور زیادہ روکتی ہے۔ پھر اگر اس کے ساتھ ساتھ اس کے دماغ میں یہ بات پیدا ہو جائے کہ حق اس کے اور اس کی عزت و شہرت، جاہ و مرتبت، خواہشات و اغراض کے درمیان حائل ہو جائے گا۔ تو یہ اور زبردست مانع بنتا ہے اور اگر اس کے ساتھ ساتھ اپنے اصحاب خاندان و قوم سے اپنے نفس مال و جاہ پر خوف کھانے لگے تو حق کے قبول کرنے میں یہ سبب اور بڑھ کر مانع ہو جاتی ہے۔

جیسے کہ آپ کے زمانے میں ملک شام میں نصاریٰ کے بادشاہ ہرقل پر خوف طاری ہوا تھا۔ اس نے حق کو بھی نا پھر اس میں داخل ہونے کا بھی ارادہ کیا لیکن اس کے مصاحبین نے اس کی موافقت نہیں کی، جس کی بنا پر اس کو اپنے نفس پر خطر لاحق ہو گیا اور اسلام سے روگردانی کر گیا۔

دوسرا بنیادی سبب حسد ہے۔ حسد نفس کے اندر ایک پوشیدہ بیماری ہے۔ حسد کا شکار شخص جب کسی کی فضیلت و انعامات کو دیکھتا ہے۔ تو اس مخصوص بیماری کی بنا پر اس کی مخالفت پرتل جاتا ہے اور اس کا ساتھ دینے سے رک جاتا ہے، حسد ہی وہ بیماری تھی جس نے ابلیس کو حضرت آدم کا سجدہ کرنے سے روک دیا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ آدم کو ہمارے اوپر فضیلت دی جا رہی ہے تو اس کا

تھوک حلق میں رک گیا۔ اور ملائکہ کے زمرے سے نکل کر ایمان کے مقابلے میں کفر اختیار کر گیا۔ یہی وہ بیماری ہے جس نے یہود کو حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے سے روک رکھا تھا، حالانکہ وہ آپ کے متعلق قطعی طور پر جانتے تھے کہ آپ نبی جرحی ہیں جو اللہ کی جانب سے واضح نشانیاں اور ہدایت لائے ہیں۔ اور ان کے درمیان بڑے بڑے علماء و زہاد امراء و ملوک، قضاة و حکام بھی موجود تھے۔ پھر حضرت عیسیٰ کوئی ایسی شریعت بھی نہیں لائے تھے جو ان کے مخالف تھی بلکہ آپ تو رتہ ہی کے احکام کو لائے تھے۔ آپ نے ان سے کوئی لڑائی نہیں کی۔ ان کی شریعت کو بالکل برقرار رکھا البتہ بعض ایسی چیزوں کو آپ نے حلال قرار دیا جس کو یہود نے اپنے اور پر حرام کر لیا تھا۔ جس میں خود انھیں کی بھلائی تھی کیونکہ تخفیف کے آپ نے ان پر احسان کیا تھا۔

غرض کہ آپ صرف حضرت موسیٰ کی شریعت کی تکمیل کے لئے آئے تھے، لیکن پھر بھی یہود نے آپ کا انکار کیا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے سے وہ کیسے باز رہ سکتے ہیں۔ جب کہ آپ ان کے خلاف ایک مستقل شریعت لے کر آئے تھے جس نے تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا تھا پھر آپ نے ان کی کجروی و ضلالت کا اعلان کر کے انھیں رسوا کر دیا۔ ان کو جلا وطن کیا ان سے لڑائیاں لڑیں اور ہر مرتبہ ان کو مغلوب کیا۔ لہذا حسد کا پیدا ہونا بالکل یقینی تھا۔

اور صرف یہی ایک سبب ان کو اسلام سے باز رکھنے میں کافی تھا پھر جب اس کے ساتھ ساتھ ریا ست و مال و دولت کے زوال کا بھی مسئلہ ہو تو اس کا انجام بالکل ظاہر ہے۔

مسور بن عمیر جو ابو جہل کے بھانجے تھے انہوں نے ابو جہل سے کہا کہ ماہوں خدا بتائیے کہ کیا نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے عہد کو آپ لوگ جھوٹا سمجھتے تھے، ابو جہل نے کہا میرے بھانجے عہد ایک ایسے جوان تھے جو ہمارے درمیان امین کے لقب سے پکارتے جاتے تھے ہم نے ان پر کبھی جھوٹ کا تجربہ نہیں کیا، مسور نے کہا تو پھر ماہوں کیوں آپ ان کی اتباع نہیں کرتے، ابو جہل نے کہا اے میرے بھانجے ہم نے اور بنو ہاشم نے شرف و بزرگی میں مقابل کیا، جب انہوں نے کھانا کھلایا تو ہم نے بھی کھلایا، انہوں نے پانی پلایا تو ہم نے بھی پلایا انہوں نے

پناہ دی تو ہم نے بھی پناہ دی۔ یہاں تک کہ جب سواری پر بیٹھ گئے اور ہماری مثال بازی کے دو گھوڑوں کی تھی، تو انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم میں نبی پیدا ہونے میں، لہذا ہم سے کیسے برداشت کر سکتے ہیں انہیں بن شریقی نے بد کے دن ابو جہل سے کہا۔ اے ابوالحکم مجھے محمد کے صادق یا کاذب ہونے کی خبر دیکھئے۔ اس لئے کہ یہاں میرے اور آپ کے علاوہ کوئی قریش کا آدمی نہیں ہے جو ہماری باتوں کو سن سکے ابو جہل نے کہا خدا کی قسم محمد سچے ہیں۔ اور آپ نے کسی جھوٹی بات نہیں کہی لیکن بات یہ ہے کہ اگر بنو قحطی ہی کو سرداری۔ کعبہ کی نگہبانی۔ حاجیوں کے پانی پلانے اور نبوت کا شرف سب کچھ حاصل ہو گیا تو بقیہ قریش کے لئے کیا رہ جائے گا۔

یہود کے علماء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹوں کی طرح

پہچانتے تھے !

یہود کے علماء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے، ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھ سے ہام بن عمرو بن قتادہ نے اپنے ایک بنو قریظہ کے شیخ کے واسطے سے یہ بیان کیا کہ شیخ نے مجھ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ اسد و ثعلبہ اپنی شجرہ اور اسد بن عبید کا اسلام لانا کیسے ہوا، میں نے کہا نہیں انہوں نے کہا کہ شام کا ایک یہودی جس کا نام ابن ایبمان تھا ہمارے پاس آیا اور بتیم ہو گیا۔ خدا کی قسم میں نے کسی آدمی کو اس سے بہتر نواز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت سے دو سال پہلے آیا تھا، ہمارے یہاں جب بھی قحط سالی پڑتی تو ہم اس سے پانی کی دعا کرنے کے لئے باہر نکلنے کی درخواست کرتے وہ کہتا کہ ہم اس وقت تک نہیں نکلیں گے جب تک کہ تم لوگ اپنے نکلنے سے پہلے ایک صلح کجھو ریادہ کی مقدار جو، صدقہ نہ کرو گے، چنانچہ ایسا کرنے کے بعد ہم حرا پہاڑ کے ارد گرد اس کے ساتھ نکلے اور دعا کرتے۔ خدا کی قسم اس محکمہ دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جلس سے اٹھنے سے پہلے ہی زور دار بارش شروع ہو جاتی اور پہاڑی راستوں سے پانی بہنے لگتا۔ ایسا واقعہ ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ بار بار پیش آیا اور جب اس کی وفات کا وقت قریب ہوا تو ہم لوگ اس کے پاس اکٹھا ہوئے اس نے کہا اے قوم یہودی کیا تم جانتے ہو کہ سرسبز و شاداب زمین کو چھوڑ کر اس قحط زدہ زمین میں مجھے کون سی چیز لانی تھی لوگوں نے جواب دیا آپ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ اس نے کہا کہ میں مجھے ایک نبی کے خروج کی توقع تھی جن کا زمانہ بالکل قریب ہے چکا ہے اسی لئے میں آیا تھا یہ شہران کی ہجرت کا ماہ ہے۔ پس تم ان کی اتباع شروع ہوئے یہی کرنا تاکہ کوئی اس معاملے میں تم پر سبقت نہ لے جائے، ورنہ یہ بھی جان لو کہ وہ اپنے مخالفین کا خون بھی بہائیں گے، عورتوں کو قید بھی کریں گے۔ پھر ان ایہیابان کا انتقال ہو گیا۔ پھر جس رات بتوڑنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح حاصل ہوئی تو ان تینوں نوجوانوں نے کہا کہ خدا کی قسم اے یہودی وہی نبی ہیں جن کے متعلق اس ایہیابان نے تم سے تذکرہ کیا تھا۔ یہودی نے کہا یہ وہ نبی نہیں ہیں۔ ان لوگوں نے کہا خدا کی قسم وہ صفت ان کے اندر پائی جاتی ہے پھر وہ اتر آئے اور اسلام لے آئے اور اپنے اموال اور اہل خانہ کو چھوڑ دیا۔

ابن اسحق کہتے ہیں کہ اس قلعے کے اندر ان کے اموال بھی تھے لیکن جب قلعہ کھولا گیا تو ان کا مال ان کے حوالے کر دیا گیا،

ابن اسحق نے دوسری سند سے محمد بن لبید کا واقعہ نقل کیا ہے، انہوں نے کہا کہ ہمارے گھروں کے درمیان یہودی رہتے تھے ایک دن ان کی قوم بنی عبدالاشہل کا ایک داعی ہمارے پاس آیا۔ اس نے بعثت قیامت جنت جہنم حساب و میزان کا تذکرہ کیا یہ بات چونکہ اس نے ان بت پرستوں کے سامنے کہی جو موت کے بعد کسی زندگی کا تصور نہیں رکھتے ہیں۔ اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے چند دنوں پہلے کی بات ہے، لہذا انہوں نے اس کو بھٹکادیا، اور کہنے لگے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ انسانی موت کے بعد ایک ایسی دنیا میں لایا جائے جہاں جنت و جہنم ہو اور اپنے اعمال کا بدلہ لے۔ یہودی نے کہا ہاں خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے گھر میں ایک بہت بڑا تور گرم کرو اور خوب آگ سے بڑھکا دو پھر مجھ کو اس میں ڈال دو پھر اس کو اوپر سے بند کر دو بشریکہ

میں اس کے بدلے جہنم کے غناب سے نجات پاملاؤں لوگوں نے پوچھا کہ اس کی علامت کیا ہوگی۔ اس نے میں اور مکہ کی طرف اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ان دونوں شہروں کی طرف ایک نبی مبعوث ہوں گے، انہوں نے پھر سوال کیا کہ ہم انہیں کب دیکھیں گے۔ اس نے ننگلا اٹھائی اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا (اس وقت میں اپنے گھر کے باہر صغارے پر لیٹا ہوا تھا۔ اور قوم میں سب سے کم سن تھا۔) اگر اس بچے کی عمر پوری اتر گئی تو یہ ان کا زمانہ پالے گا۔ پھر چند ہی دنوں کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اس وقت وہ یہودیوں کو میں باحیث تھا پھر ہم لوگ آپ پر ایمان لے آئے لیکن وہ حسد میں انکار کر بیٹھا۔ ہم نے اس سے کہا اے فلاں تم تو ہمیں اس نبی کے بارے میں خبر دیا کرتے تھے۔ اس نے کہا کہ یہ نبی وہ نہیں ہیں جس کے متعلق میں نے تم کو باخبر کیا تھا۔

ابن ابی نعیم کہتے ہیں کہ مجھ سے عاصم بن قوادہ نے یہ بیان کیا کہ ان سے ان کے بہت سے شیوخ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اہل عرب میں سے کوئی بھی شخص ہم سے زیادہ جاننے والا نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے دو میان اہل کتاب یہودی رہتے تھے اور ہم بت پرست تھے ان کو جب ہماری جانب سے کوئی تکلیف لاتی ہوتی تو کہتے کہ ایک نبی کے مبعوث ہونے کا زمانہ بالکل قریب آچکا ہے، ہم ان کی اتباع کر کے تم کو قوم ملام دارم کی طرح قتل کر ڈالیں گے، لیکن جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو ہم نے آپ کی اتباع کی اور انہوں نے کفر کیا۔ لہذا میں دونوں فریق کے بارے میں آیت کریمہ نازل ہوئی

وَكَاذِبِينَ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى
التَّائِبِينَ كَفَرُوا ۗ فَلَمَّا جَاءَهُمْ
مَّا هَزَلُوا كَفَرُوا بِهِ ۖ فَلَقَعَهُ اللَّهُ
صَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور یہ یہودی آپ کے مبعوث ہونے سے پہلے کفار کے مقابلے میں آپ کے ذریعے فرغ طلب کرتے تھے لیکن جب آپ کی بعثت ہوئی تو انہوں نے نہ چمانے کے باوجود کفر کیا۔ پس کافروں پر خدا کی لعنت

(الطہ - ۸۹)

حاکم اور ان کے علاوہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ یہود کہتے تھے کہ اے اللہ ہمارے لئے تو اس نبی کو مبعوث

کر دے جو ہمارے اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ زبیر کے یہودی اور قبیلہ غطفان کے درمیان لڑائی جاری تھی، ان کی جب آپس میں ٹکڑھیر ہوئی تو یہودیوں کو شکست ٹھانی پڑی، اس وقت یہودیوں نے اس دماغے پناہ طلب کی۔ اے اللہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کے ساتھ نعمت کی فریاد کرتے ہیں جو تو نے ہم سے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ آپ کو آخری زمانے میں ہمارے لئے مبعوث کرے گا۔ یہ دماغے انہوں نے میدان جنگ میں آنے کے وقت کی چنانچہ غطفان کو شکست ہو گئی، پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو انہوں نے آپ کا انکار کر دیا جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی

وَكَاذِبِينَ قَبْلَ يَسْتَفْتِيَهُمْ عَلِيٌّ
الَّذِينَ كَفَرُوا ۝ (البقرہ - ۸۹)

اور اس سے پہلے وہ لوگ کفار کے خلاف فتح و نصرت کی دعا کرتے تھے۔

حاکم اور ان کے علاوہ لوگوں نے یہ روایت کی ہے کہ جب بنو نضیر مدینہ سے بلالین کر دینے گئے تو عمرو بن سعید اس نے ان کے گھر کا چکر لگایا اور یہ راہیت دیکھی کہ وہ بنو نضیر کے پاس گیا وہ کینہ کے اندر تھے اس نے ان کا بگل بجا کر سب کو اکٹھا کیا۔ زبیر بن عوف نے کہا اے ابوسعید کیا بات ہے آج آپ نظر نہیں آنے اور سعید کی حالت یہ تھی کہ وہ کلیسا سے کبھی جدا نہیں ہوتے تھے اور عبادت گزار تھے۔

انہوں نے جواب دیا کہ آج میں نے ایسی سزا کو آزمائیں دیکھی ہے جس کی محنت پر تینیں کر چکا ہوں، میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے وہ بھائی انہیں عزت و شہرت نصیب دیتے ہیں اور وہ انہیں قتل مند ہوشیار مانے جاتے تھے وہ جلاوطن ہو گئے اپنے اموال غیر کے حوالے کر گئے اور انہیں کشت و خون کے ساتھ نکلنے پر مجبور ہو گئے، توراہ کی قسم جس جماعت کی خدا کو ضرورت ہو پھر اس پر اس طرح عذاب مسلط کر دے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس سے قبل اس نبی نے کعب بن اشرف کو اپنے گھر میں مامون و محفوظ رہنے کے باوجود بھی قتل کر دیا تھا اسی طرح یہود کے سردار ابن سینہ کا انجام ہوا، بنو قینقاع جو یہودیوں میں سب سے معزز زمانے ہاتے تھے۔ اور جن کے پاس سامان ہتھیار اور امداد کی بھی کوئی کمی نہیں تھی ان پر جب اس نبی نے حملہ کیا تو آنا زبردست

عمارہ کیا کہ جس نے بھی اپنا سر نکالا قید کر لیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ صلح پر مجبور ہو گئے اور اس شرط پر ان سے صلح کی کہ وہ مدینہ منورہ کو چلا وطن ہو کر زندگی گذاریں، چنانچہ تمام لوگ جلا وطن ہو گئے۔ اسے میری قوم یہ تمام معاملہ تم لوگوں نے دیکھ لیا، لہذا تم میری اتباع کرو اور صلح کر ہم اس نبی پر ایمان لے آئیں۔ خدا کی قسم تم یقینی طور پر جلتے ہو کہ یہ نبی ہیں اور انھیں کی شخصیت و نبوت کے متعلق ابن ابیہین اور مرد بن حواس نے بشارات دی تھی جو کہ یہود کے سب سے بڑے عالم تھے اور بیت المقدس سے آپ کی آمد کی توقع لے کر آئے تھے۔ ہم کو آپ کی اتباع کا حکم دیا تھا۔ پھر یقین بھی کی تھی کہ تم میں جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرے وہ میرا سلام آپ تک پہنچا دے پھر ان کا انتقال اپنے مذہب ہی پر ہو گیا اور ہم نے ان کو اپنے حرمے میں دفن کر دیا، یہ سن کر تمام لوگوں پر سکوت طاری ہو گیا۔ زبیر بن باطا نے کہا خدا کی قسم میں نے آپ کی صفات کے متعلق خاص طور سے اس کتاب التوراة میں پڑھا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی نہ کہ اس مشائی میں جس کو ہم لوگوں نے گڑھ لیا ہے۔ کعب بن اسد نے کہا اے ابو عبد الرحمن پھر کون سی چیز تم کو محمد کی اتباع کرنے سے روکتی ہے زبیر بن ابلا نے جواب دیا کہ تم نے، اس نے کہا خدا کی قسم میں نے تمہارے اور محمد کے درمیان کبھی رکاوٹ نہیں ڈالی۔ زبیر نے کہا کہ تم ہمارے سوا ہرگز تم اتباع کرو تو ہم بھی اتباع کر لیں گے۔ اور اگر تم نے انکار کر دیا تو ہم بھی انکار کر دیں گے پھر عمرو بن سعد کعب بن اسد کے پاس آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کے دونوں بڑے عالموں کا قول یاد دلایا۔ کعب نے کہا کہ میں نے ان کے متعلق جو بات کہی ہے وہی رہے گی، کیونکہ میری طبیعت یہ گوارا نہیں کرتی ہے کہ میں اتباع کروں یہی وہ غرور تھا جس نے فرعون کو حضرت موسیٰ پر ایمان لانے سے روک دیا تھا، اس کے اوپر جب ہدایت ظاہر ہو گئی تو اس نے حضرت موسیٰ پر ایمان لانے کا ارادہ کر لیا لیکن اس کے وزیر ہامان نے اس کو یہ کہہ کر غیرت دلائی کہ ابھی تک تم مسجود تھے اور تمہاری پوجا ہوتی تھی اب تم خود دوسرے کو رب مان کر اس کی عبادت کرو گے۔ فرعون نے کہا تم صحیح بات کہہ رہے ہو۔

ان سختی نے حضرت سعید کا واقعہ بیان کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں اپنے والد اور چچا ابو اسمر کے نزدیک سب سے محبوب بیٹی تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لے گئے تو یہ لوگ آپ کی خدمت

میں مرجع گئے اور شام کو لوٹے۔ میں نے اپنے چچا کو اپنے باپ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ کیا یہ وہی نبی ہیں، انہوں نے کہا ہند کی قسم وہی ہیں۔ چچے نے کہا کہ کیا تم ان کی علامت پہچانتے ہو، انہوں نے کہا ہاں، چچا نے پھر کہا کہ ان کے بازے میں تمہارا کیا ارادہ ہے، میرے باپ نے کہا، خدا کی قسم پوری زندگی میں ان سے دشمنی کروں گا۔ فرض کہ اس منسوب امت کے اسلاف انبیاء کرام سے دشمنی کرنے میں قدیم زمانے سے مشہور رہے ہیں، جیسے حضرت موسیٰ سے اکیڑھنی کا ذکر قرآن میں ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ
 إِذْ دَامَسُوا نِسَاءَهُمْ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِيثَاقًا لَمَّا
 وَكَانَ حِينًا اللَّهُ رَجَبِيهَا
 (الاحزاب - ۶۹)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم ان لوگوں کی طرح
 نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تھی۔
 پھر اللہ نے آپ کو اس چیز سے بڑی ٹھہرایا جو انہوں
 نے کہا رکھا تھا، اور اللہ کے نزدیک ان کا ایک معلم تھا۔

اور ان کے خلف انبیاء کے قاتل رہے ہیں جنہوں نے حضرت زکریا بھی بہت سے نبیوں کو قتل کیا ہے۔
 تک کہ ایک دن میں ستر بیویوں کو قتل کیا پھر دن کے آخری حصے میں اپنا بازو گرم کیا تو یاد آیا کہ ان کے نزدیک
 کچھ ہوا ہی نہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح کے قتل کرنے اور سولی دینے کے درپے ہوئے لیکن اللہ نے آپ کو بچالیا اور
 ان کے ہاتھوں رسوا نہیں کیا بلکہ آپ کے مثل ایک شخص کی صورت کر دی جس سے لوگوں کو غلط فہمی ہوئی اور اسے
 پکڑا کر سولی دے دیا، پھر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ کئی بار بنایا لیکن اللہ تعالیٰ ہمیشہ
 آپ کو ان سے بچاتا رہا۔

لہذا جس امت کی یہ حالت ہو وہ بیان کردہ اسباب کے تحت اگر ایمان کے مقابلے میں کفر کو ترجیح دے چکے
 ہوں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

نصاری کا رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی رسالت کا انکار کرنا کوئی تعجب خیز امر نہیں جبکہ انہوں نے خدا کو گالی دی ہے

ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ اس گمراہ صلیب پرست قوم نے خدا کو قبیح ترین گالیاں دینے پر اتفاق کر رکھا ہے، جس کو عقل مراعتاً باطل قرار دیتی ہے۔ پھر بھی اگر ان کی آنکھیں اس بات کے دیکھنے سے بالکل اندھی ہیں تو ان یہودہ داغ رکھنے والوں کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا آپ کی نبوت کا انکار کرنے میں مرام عقل کی مخالفت کرنا، کوئی محال بات نہیں بلکہ انہوں نے آپ کے متعلق جو باتیں کہی ہیں وہ اتنی منہک خیر نہیں جتنی ان کی بعض باتیں خدا کے متعلق منہک خیر ہیں، مثلاً اللہ رب العالمین کے متعلق ان کا یہ بنیادی نظریہ ہے کہ اسے سولی دی گئی ہے ٹاپکے سے مارا گیا ہے۔ ساتھوں سے مارج پوشی کی گئی ہے پھر دفن کر دیا گیا ہے۔ پھر تیسرے دن وہ قبر سے اٹھ کر آسمان میں جا رہو نچا ہے اور عرش کی کرسی پر جلوہ افروز ہو کر نظام عالم کی تدبیر میں مشغول ہو گیا ہے۔

لہذا جب اللہ رب العالمین کے بارے میں انہوں نے ایسی خرافات باتیں گڑھ رکھی ہیں، تو پھر اس نبی کے نبوت کی تکذیب میں انہیں کیوں جھجک ہو سکتی ہے، جس نشان کی اللہ اور اس کے رسول پر دشنام طرازی لعنت و ملامت دشمنی و مخالفت کفر و انکار اور ہر مغز نش کی شانہنی ٹی روڈوس الا شہادہ کر دی ہے۔ حضرت یس کا ان سے برأت کا اعلان کر دیا ہے پھر اس پر مزید یہ کہ ان سے لڑائیاں بھی کی ہیں، انھیں ذلیل و خوار بنا کر جلا وطن بھی کیا ہے۔ ان پر جزیرہ کی ادا ہو گئی بھی فرض کر چکے ہیں، اور ان کے بارے میں یہ پیشین گوئی بھی کی ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے اور خدا کی بخشش سے دور ہوں گے، ان کو گدھے اور تمام چوپایوں سے بھی بدتر قرار دیا ہے۔

صلیب کے متعلق نصاریٰ کی حماقت کا بیان

جس امت کی حالت یہ ہو کہ اس کے جمود کو ان کے گمان کے مطابق سولی دی گئی ہو۔ پھر بھی وہ سولی کو جلاسنے اور بے حرکتی کرنے کے بجائے اس کی پرستش کرتے ہوں، جو امت اپنے خالق کا حق نہ پہچانتی ہو بلکہ اسے گالیاں دیتی ہو، کبھی اس کو خدا کہتی ہو اور کبھی خدا کا بیٹا۔ کبھی اس کے بارے میں تثلیث کا اعتقاد رکھتی ہو۔

جو امت خالق سموت والا زمین کے متعلق یہ گھناؤنا نظریہ رکھتی ہو، کہ وہ بندوں کے غرور کو منقطع کرنے کے لئے بذات خود عرش کی کرسی کو چھوڑ کر زمین پر اترا یا اکتھا، اور لوگوں سے خود کلام کیا تھا، پہلے وہ حضرت مریم کے پیٹ میں داخل ہو گیا اور ان سے ایک عجاب حاصل کیا، لہذا وہ جسم کے اعتبار سے مخلوق ہے اور نفس کے اعتبار سے خالق ہے، اس نے خود اپنے اور اپنی ماں کے جسم کو پیدا کیا ہے، اس کی ماں اس کے پیٹ میں داخل ہونے سے پہلے طبیعت انسانی کے ساتھ مکمل انسان تھیں اور وہ خود پیٹ میں داخل ہونے سے پہلے طبیعت الہی کے ساتھ مکمل الہ تھا۔ وہ اپنے بندوں پر اتنا رحیم ہے کہ انھیں پہچاننے کے لئے سولی پر تلک کر پانا خون بہانے پر راضی ہو گیا، اور اپنے نفس کو اپنے دشمن یہود کے حوالے کر دیا جنہوں نے اسے پکڑ کر قید کیا اس کے چہرے پر مارا اور تھوکا۔ اس کے سر کی کانٹوں سے تاج پوشی کی پھر سولی دینے کے وقت اس کا سارا خون اس کی انگلی میں اترا یا اس لئے کہ اگر اس کا کوئی بھی قطرہ زمین پر گرتا تو روئے زمین کی تمام چیزیں خشک ہو جاتیں۔ اس طرح اس کے سولی دینے جانے والی جگہ کی تمام کلیاں محفوظ رہیں۔

دوسری وجہ سولی پر اس کے تلکنے کی وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ آدم کی غلطیوں کا بدلہ لینا چاہتا تھا لیکن چونکہ اس بزرگ و بزرگستی کے شایان شان نہیں تھا کہ وہ حقیر نافرمان ناقدر شناس بندے سے انتقام لے اس لئے اس نے اپنے مثل اللہ حضرت عیسیٰ کو انسانی شکل دے کر بدلہ لیا۔ لہذا عیسیٰ ابن شد جو جو والد بھی ہیں ان کو جوہر کے دن نوبے سولی دی گئی یعنی یہی الفاظ ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔

یہ ہے ان کا بیان اپنے معبود کے بارے میں پھر اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے ہیں آپ کو ساحر و کاذب اور ظالم بادشاہ کہتے ہیں تو یہ کوئی حلال و بڑی بات نہیں۔

اسی بنا پر بعض شاہان ہند نے کہا ہے کہ دیگر اقوام، انھار کی سے بدلیل شرعی جہاد کو واجب کر کے ہیں اور ہم عقل سے بھی ان سے لڑنا واجب کرتے ہیں۔ جبکہ قتل و خونریزی ہمارے نزدیک غلط چیز ہے۔ لیکن صرف اسی امت کے لئے ہم جائز و مناسب سمجھتے ہیں، کیونکہ انہوں نے عقل کی مراد خرافات کی ہے اور تمام واضح مصالح شرعیہ و عطیہ کی رعایت نہ کرتے ہوئے ہر حال کے امکان کا افتقاد کر رکھا ہے۔ پھر اس پر ایک ہی شریعت وضع کی ہے جو در سنگ کے کسی بھی راستے تک نہیں پہنچا سکتی۔ بلکہ عقل مند و رشید شخص اس پر چل کر یہ توقف اور عقبن جاتا ہے، نیکیاں بری اور برائیاں اچھی سمجھی جانے لگتی ہیں۔ کیونکہ جس عقیدے کی بنیاد پر اس مذہب کی نشوونما ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خالق کو گالی دی جائے اس کو برا بھلا کہا جائے اس کے اوصاف کمال کو بدلا یا جائے اور اس کی ذات کو نقائص و عیوب کا پلندہ بنایا جائے لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدسلوکی کرنے اور آپ کے اوصاف جلیلہ کو مثلانہ میں انھیں کین پاتا مل ہو گا یہی نہیں ان کے جرائم کی لاج و دو شکلیں ہر خاص و عام پر اثر انداز ہوئی ہیں اور اتنی ہمگیر ہیں کہ وہ اس کی بنا پر یقیناً قتل کے مستحق ہیں جیسے کہ موذی جانور کو قتل کرنا واجب ہے۔ کہنے کا تقدیر ہے کہ صرف انھیں برے عقیدت لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کہ ہے جنہوں نے اللہ کی ذات کو لعنت و ملامت کرنے سے نہیں بچتا ہے جنہوں نے شرک و بت پرستی اختیار کی ہے جنہوں نے اللہ کی ذات کو مختلف نقائص سے متصف کیا ہے جنہوں نے اس کے لئے بیوی اور بچہ ٹھہرایا ہے، اور اپنے اہلبار و رہبان کو ان چیزوں سے منزہ قرار دیا ہے جو لوگ اپنے ہاتھ سے گڑھے ہونے ان دیواروں پر ہی تصویروں کے سامنے مدد و معفرت کی درخواست کرتے ہیں جن پر روزانہ کتابچہ پڑھا جاتا ہے۔ ایسے ہی گھسیا اور پست لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کہ ہے۔

نصاری کی نماز معبود کا مذاق اڑانا ہے !

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ان لوگوں نے کی ہے جن کے مابذو زاہد کی نماز حقیقت میں نماز نہیں بلکہ اللہ کے ساتھ مذاق اڑانا ہے وہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو نجاست سے لت پت ہوتے ہیں پیشاب ان کی پٹلی اور ران میں لگا رہتا ہے پھر وہ مشرق کی جانب رخ کر کے کھڑے ہوتے ہیں پھر چہرے پر ایک صلیب لٹکا کر اس مصلوب معبود کی عبادت کرتے ہیں، پھر اپنی نماز کو یہ کہتے ہوئے شروع کرتے ہیں۔

اے ہمارے باپ تو آسمان میں ہے تیرا نام بابرکت ہے تیری بلوشابت تیرا ارادہ آسمان کی طرح عظیم ہے۔ ہم کو ہمارے موافق روٹی دے۔ پھر اپنے بغل والے شخص سے کلام بھی کرتے ہیں، یہ گفتگو کبھی شراب اور سود کے بھاؤ کے بارے میں ہوتی ہے تو کبھی جوئے کی کمائی اور گھریلو کچوان سے متعلق وہ اپنی نماز میں حدت کرتے ہیں اور اگر پیشاب بھی لگ جائے تو اگر ممکن ہے تو ای جگہ پیشاب بھی کرنے دیکھتے ہیں، اور انسانوں کے ہاتھوں گڑھی ہوئی تصویروں کو پکارتے ہیں۔

اس کے مقابلے میں وہ اس مومن آدمی کی نماز کے اختیار کرنے سے گریز کرتے ہیں جو نماز کے لئے پہلے اپنے کپڑوں اور بدن کی پاکی کو واجب سمجھتا ہے، اور نجاست دور کرتا ہے، پھر غائب کعبہ کی طرف رخ کر کے اللہ کی بڑائی و بزرگی اس کی شایان شان بیان کرتا ہے۔ پھر یہ کہتا ہے کہ اے اللہ تم میری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، تو میں سیدھا ستے پر چلا۔ ان لوگوں کا راستہ جس پر تو نے انعام کیا ہے، اور مغضوب و مکرہ لوگوں کے راستے سے بچا پھر وہ اپنے تمام اعضاء بدن سے انتہائی خشوع و خضوع کا اظہار کرتے ہوئے اس کی بڑائی و بزرگی بیان کرتا ہے اور چہرہ و قلب سب کو اللہ کی جانب متوجہ کئے رہتا ہے، وہ کسی سے کلام نہیں کرتا نہ ہی نماز میں حدت کرتا ہے اور اپنے سامنے کوئی ایسی تصویر بھی نہیں رکھتا جس کے سامنے حاجب جزی و انکساری کرے۔

غرض کہ نصاریٰ کی نماز اور موسیٰ کی نماز میں اچھائی و برائی کا فرق بالکل واضح ہے ان کی اس نماز کو کوئی مخلوق نہیں اپنے لئے پسند نہیں کر سکتی پھر جائیکہ وہ عظیم و خیر اس کو پسند کرے۔

.. یہی نہیں بلکہ اگر ان کے تمام اختیار کر دینے کے کلام عمل میں موازنہ کیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ اس قوم نے ہدایت کے بجائے گمراہی، اچھائی کی جگہ برائی حق کے بجائے باطل کو ترجیح دی ہے ان کے عقائد اسفل ترین اور اعمال بدترین ہیں۔

یہ ان کے عوام الناس کی حالت نہیں بلکہ بڑے بڑے پادریوں کی حالت ہے

اکثر نصاریٰ مقلد ہیں

تمہارے الزام لگانے کے مطابق، کسی مسلمان نے یہ بات نہیں کہی کہ نصاریٰ کے تمام چھوٹے بڑے مذکور و مؤنث، آزاد و غلام، راجہ و پادری سب پر ہدایت ظاہر ہو گئی تھی (لیکن پھر بھی وہ ایمان نہیں لائے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا ایک بڑا طبقہ چوپائے کی طرح بالکل جاہل تھا، جنہوں نے کسے برامت کی حقیقت نہ سمجھی یہ ہوتی اختیار کر لیا تھا چاہے جائیکہ ہدایت خود ان کے لئے ظاہر ہوتی۔ یہ حضرات ان رؤسا اور علماء کے مقلدین تھے جن کی تعداد بہت کم تھی۔ اور جنہوں نے ہدایت جاننے کے باوجود بھی گمراہی کو ترجیح دی تھی اور یہ کوئی خلاق مثل بات نہیں۔ بلکہ ہمیشہ سے لوگوں میں گونا گوں اسباب کی بنا پر باطل پرست موجود رہے ہیں۔ چنانچہ کسی نے ہمت کی بنا پر باطل اختیار کیا ہے تو کسی نے اپنے قابل اعتماد اشخاص کی تقلید میں۔ کسی نے نخوت و کبر میں حق سے اعراض کیا ہے تو کسی نے دولت و ریاست کی طلب میں۔ کسی نے حسد و ہمتی میں تو کسی نے تصویر کی محبت و عشق میں۔ کسی نے خوف سے تو کسی نے آرام کے حصول کے لئے لہذا کفر اختیار کرنے کے اسباب صرف ریاست و دولت کا حصہ و طبع نہیں۔

نصاری کے ٹیسوں میں جو لوگ نبی کریم ﷺ

پر ایمان لائے اس کا بیان

دوسرا سوال مترجم کا یہ ہے کہ تم تسلیم کرتے ہیں کہ اہل کتاب کو ریاست و دولت کے حوص نے اسلام لانے سے باز رکھا تھا لیکن کیا ایسے لوگ ایمان نہیں لائے تھے جن کے پاس ریاست و دولت نہیں تھی، خواہ وہ بخوشی لائے ہوں یا جبراً۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یقیناً اہل کتاب کے بہت سے ایسے لوگ ایمان لائے تھے اور جتنے بھی لوگ ایمان لائے وہ بخوشی ایمان لائے تھے اور ایسے لوگ اصحاب علم و فضیلت تھے، ان ایمان لانے والے لوگوں کی جماعتیں اس قدر تھیں کہ دیکھتے ہی دیکھتے اہل اسلام کا دائرہ مغرب و مشرق تک پھیل گیا۔ لوگ فوج و فوج اسلام میں داخل ہو گئے اور کفار ان کی مانتی میں نہ کر ڈلتے و رسوائی کی زندگی گزارنے لگے، یہود و نصاریٰ اولاد محسوس کے بڑے طبقے نے اسلام قبول کر لیا، صرف چند لوگ کفر پر مصر رہے۔ یہ سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ اسی وقت بہت سے بادشاہ و امراء حلقہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے جیسے کہ حبش کے بادشاہ نجاشی نے حضور کی رسالت کا یقین کر کے اسلام اختیار کیا تھا، آپ کے اصحاب کی دشمنوں سے مخالفت کی تھی انھیں اپنے یہاں پناہ دیا تھا۔ یہ واقعہ مشہور ہے کہ اس کے بیان کی ضرورت نہیں۔ یہی وہ نجاشی تھا کہ جب اس کا انتقال ہوا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اس کی وفات کی خبر دی جب کہ حبش اور مدینہ کے درمیان ایک ماہ کی مسافت تھی۔ پھر اپنے اصحاب کے ساتھ آپ نے اس کے جہانے کی غار طبری۔

اس واقعے کی تفصیل ام سلمہ کی روایت سے ہوتی ہے جس کو امام زہری نے نقل کیا ہے۔ آپ فراق میں کہ

جب ہم حبش کی سرزمین میں اترے تو نجاشی کی بہترین ٹرپوں میں نصیب ہوئی جہاں ہم نے اپنے دین کو ماہون کھ کر خدا کی عبادت کی، ہمارے ساتھ نہ تو کوئی تکلیف دہ برتاؤ کیا گیا، اور نہ ہی ہم نے کوئی ناپسندیدہ بات سنی یہ ضرر جب قریش تک پہنچی تو انہوں نے آپس میں شورہ کر کے یہ منصوبہ بنایا کہ نجاشی کے پاس مکہ سے تیسری تحائف بھیجے جائیں، مکہ کا سب سے گرامیہا سا مان پڑا تھا چنانچہ انہوں نے کافی مقدار میں پھڑا جمع کیا اور ہر پادری کے لئے بھی الگ الگ تحفہ رکھا۔ پھر عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن لخاص کو سفارت کے لئے مسموم کیا۔ اور انہیں اپنے معاملے کے متعلق چند ہدایتیں دیں جس میں ایک بات یہ تھی کہ وہ نجاشی سے کلام کرنے سے پہلے تمام پادریوں کو ہدیہ پیش کر دیں پھر بادشاہ کے سامنے ہدیہ پیش کریں اور اس سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ مہاجرین سے گفتگو کرنے سے پہلے انہیں ان کے حوالے کر دے، چنانچہ وہ دونوں نجاشی کے یہاں آئے اور اس سے ملاقات کرنے سے پہلے تمام پادریوں سے ملے ان کو تحفہ پیش کیا، اور ان سے کہا کہ ہماری قوم کے چند سرسچرے نوجوان اپنا دین چھوڑ کر یہاں بھاگ آئے ہیں، اور وہ تمہارے بھی دین میں نہیں داخل ہونے والے ہیں، بلکہ ایک نیا دین لائے ہیں جس کی ہم اور تم نہیں جانتے ہیں۔ ہم کو ان کے ماخذ ان قوم کے شرفاء نے اس لئے بھیجا ہے، تاکہ تم انہیں ہمارے حوالے کر دو، لہذا جب ہم ان کے متعلق بادشاہ سے گفتگو کریں تو تم لوگ بادشاہ کو یہ مشورہ دو کہ ان لوگوں کے کچھ پوچھے بغیر انہیں ہمارے حوالے کر دے۔ کیونکہ ان کی قوم ان کے متعلق زیادہ جانتی ہے پادریوں نے ایسا کرنے کا وعدہ کیا، پھر وہ لوگ بادشاہ کے پاس ہدیہ لے کر پہنچے اور کہنے لگے کہ بادشاہ سلامت ہمارے قوم کے چند سرسچرے نوجوان آپ کے یہاں بھاگ کر آئے ہیں، انہوں نے ایک نیا دین گڑھ کر رکھا ہے جو ہمارے اور آپ کے دین سے بالکل مختلف ہے، ہمیں مکہ کے شرفاء نے آپ کی خدمت میں اس لئے بھیجا ہے کہ آپ ہمارے آدمیوں کو ہمارے حوالے کر دیں، کیونکہ ان کی قوم ان کے بارے میں زیادہ جانتی ہے کہ کس طرح انہوں نے ان کے پورے عیب لگایا ہے اور عقاب کیا ہے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن لخاص یہ نہیں چاہتے تھے کہ بادشاہ مہاجرین سے گفتگو کرے۔ پادریوں نے بھی ان کے کہنے کے مطابق عمل کیا اور بادشاہ سے کہا کہ وہ ان سے گفتگو

کرنے سے پہلے لوٹا دے۔ مگر نجاشی سخت غصہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ ایک ایسی قوم جنہوں نے لوگوں کو چھوڑ کر میری پناہ پکڑی ہے اور میرے شہر میں آکر میری ہمسائیگی اختیار کی ہے۔ انہیں میں صرف ان لوگوں کے کہنے سے کیسے واپس کر دوں، بلکہ ان سے حقیقت حال دریافت کروں گا۔

پھر لوگوں کو لوگوں کی باتیں میچ ہوں گی تو حوالے کر دوں گا، ورنہ نہیں۔ اور میں ان کے لئے اچھا پڑوسی ثابت ہوں گا۔ پھر اصحاب رسول کو بلانے کیلئے اس نے قہقہہ بھجا۔ قاصد جب پہنچا تو لوگوں کے درمیان باہم مشورہ ہوا کہ بادشاہ کے سامنے کیا کہاجانے گا، آخر فیصلہ یہ ہوا کہ وہی بات کہی جائے گی جو خدا کے نبی نے ہم کو سکھایا ہے اور اس میں سرفراز نہیں لایا جائے گا۔ جو ہو سو ہو۔

دوسری طرف نجاشی نے اپنے پادریوں کو بھی بلا رکھا تھا جو اس کے ارد گرد مہمف کھولے کھڑے تھے، پھر نجاشی نے مسلمانوں سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے اور عیسائیت اور بت پرستی کے علاوہ وہ کون سا دین ہے جو تم لوگوں نے اختیار کیا ہے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی جانب سے کھڑے ہوئے۔ اور یہ تقریر کی اے بادشاہ، ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بت پوجتے، مردار کھاتے، بدکاریاں کرتے، قطع رحمی کرتے، ہمسایوں کو ستاتے، ہم نہیں قوی لوگ کر زوروں کو کھاجایا کرتے۔ اسی اثنا میں ہم میں ایک ایسا رسول پیدا ہوا جن کی شرف سبائی اور دیانت سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے، اس نے ہم کو اسلام کی دعوت دی، توحید اور تہنہ خدا کی عبادت کی طرف بلایا، بت پرستی چھوڑ دینے کی تلقین کی، اس نے ہم کو حکم دیا کہ ہم سچ بولیں، امانت دار بنیں، صلہ رحمی کریں، ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، خونریزی سے باز آجائیں۔ محارم سے بچتے رہیں، بدکاری نہ کریں، جھوٹ نہ بولیں، بیٹیوں کا مال نہ کھائیں،

پاک دامن عورتوں پر تہمت نہ لگائیں۔ صرف خدا کی عبادت کریں، شرک و بت پرستی چھوڑ دیں نماز پڑھیں، روزے رکھیں، ہمدردی میں، اسی طرح چند امور اسلام کا انہوں نے ذکر کر رکھا۔ پھر کہنے لگے کہ چنانچہ ہم اس پر ایمان لائے، شرک و بت پرستی چھوڑ دی تہنہ خدا کی عبادت کی اس کی حلال کردہ اشیاء کو

حلال اور حرام کردہ چیزوں کو حرام گردانا۔ اس جرم کے بدلے ہماری قوم کے لوگ ہمارے دشمن بن گئے ہم کو ستایا اور عذاب میں مبتلا کیا تاکہ خدا کی عبادت چھوڑ کر ہم پھرت پرست بن جائیں اور تمام خبیثت چیسروں کو اپنے لئے حلال سمجھنے لگیں۔

جب ظلم کی انتہا ہوگئی اور ہم کو دین کے ترک کرنے پر پوری طرح مجبور کیا گیا تو ہم نے آپ کی طرف پناہ پکڑ لی اور دوسروں کو چھوڑ کر آپ کی ہمسائیگی پسند کیا اور یہ امید لے کر یہاں آئے کہ ہمارے اوپر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ نجاشی نے ان کی باتیں سننے کے بعد کہا کہ خدا اس کتاب کا بھی کوئی حصہ سناؤ جو تم لوگوں پر نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرت جعفر نے سورہ مریم کا ایک حصہ پڑھا۔ آیات الہی کو سن کر بادشاہ کے دل پر رقت طاری ہوگئی، اس کی آنکھیں پر نم ہو گئیں اور داڑھی آنسو سے تر ہوگئی۔ پادریوں نے بھی رونا شروع کر دیا، یہاں تک کہ ان کے سامنے کھلے ہوئے صحائف آنسوؤں سے نم ہو گئے، پھر بادشاہ بے اختیار پکار اٹھا، خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتوں ہیں، ساتھ ہی یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ تم دونوں کوٹھاؤ، مہاجرین کو میں ہرگز واپس نہیں کروں گا۔ گاروانی ختم ہونے کے بعد صحابہ واپس لوٹے۔ پھر عمرو بن عاص نے عبداللہ بن ربیعہ سے کہا کہ کل بادشاہ کے سامنے مسلمانوں کے متعلق ایک ایسی بات کہوں گا جس سے اس کا غضب مسلمانوں کے خلاف بھڑک اٹھے گا۔ اور ان کو سزا دے گا۔ عبداللہ بن ربیعہ ایک نرم دل آدمی تھے انھوں نے کہا کہ ایسا مت کرو، کیونکہ اگرچہ انھوں نے ہماری مخالفت کی ہے پھر بھی ہمارے ہی عزیز و بھائی بند ہیں، لیکن عمرو بن عاص نے کہا کہ خدا کی قسم میں فرود عینی کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ ظاہر کروں گا اور بادشاہ سے کہوں گا کہ یہ لوگ حضرت عینی کو عبد ملتے ہیں۔

دوسرے دن عمرو بن عاص نجاشی کے دربار میں پہنچے۔ اور کہنے لگے کہ اے بادشاہ ان لوگوں کا عقیدہ حضرت عینی کے بارے میں بہت برا ہے لہذا آپ انہیں بلائیں اور عینی علیہ السلام کے بارے میں دریافت کریں۔ نجاشی نے مسلمانوں کو طلب کیا، مسلمانوں کو جب صورت حال معلوم ہوئی تو کچھ تردد ہوا، اور باہم مشورہ کیا کہ عینی کے بارے میں نجاشی کے سامنے کیا کہا جائے گا۔ آخر وہی فیصلہ ہوا کہ جو جو سوچو سوچو ہم ان کے بارے میں

دی کہیں گے جو اللہ رب العالمین اور اس کے رسول نے ہم کو خبر دی ہے۔ پھر وہ بادشاہ کے سامنے حاضر ہوئے بادشاہ نے ان سے پوچھا کہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ حضرت جعفر نے کہا کہ ہمارے نبی نے ان کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ وہ خدا کے بندے اور پیغمبر ہیں اور کلام اللہ اور روح اللہ میں جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا ہے۔ یہ سن کر نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور ایک تھکا اٹھا کر کہنے لگا کہ اللہ جو تم نے کہا ہے حضرت عیسیٰ اس سے اس تکے بھر بھی زیادہ نہیں ہیں۔ پادری اس کی باتوں کو سن کر بھڑک اٹھے۔ نجاشی نے اس کی پردہ نہ کرتے ہوئے کہا کہ اگرچہ تم کو ناگوار لگے، پھر مسلمانوں سے غلط ہو کر کہنے لگا کہ جاؤ تم ہمارے ملک میں مامون رہو گے۔ جو تمہیں برا کہے گا اس کو سزا دی جائے گی۔ یہ جملہ دوسرے اس نے کہا پھر کہنے لگا کہ اگرچہ تمہیں تکلیف دینے کے بدلے مجھے سونے کا پہاڑ دیا ہوا پھر بھی میں تم میں سے کسی بھی فرد کو تکلیف نہیں پہنچاؤں گا، حکم دیا کہ تمام تحائف واپس کر دیئے جائیں مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں خدا کی قسم خدا نے مجھ سے اس وقت رشوت نہیں لیا تھی جس وقت میری بادشاہت محمد پر لوٹائی تھی جو میں اس کے دین کے بارے میں رشوت لوں، نہ ہی لوگوں کی بات مانی تھی کہ میں اس کے بارے میں لوگوں کی اطاعت کروں۔

چنانچہ وہ دونوں اس کے پاس سے غائب و غاسر لوٹے اور مسلمان اس کی ہمسائیگی میں مامون و محفوظ رہنے لگے۔

ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ اسی اثنا عشریہ حبشہ کے ایک آدمی نے نجاشی سے سلطنت چھیننے کے لئے جنگ شروع کر دی جس سے ہمیں اس قدر شدید غم ہوا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، کیونکہ یہ اندیشہ تھا کہ کہیں وہ اس پر غالب نہ آجائے اور ہمارے ان حقوق کو پامال کر دیتے جو نجاشی کے یہاں ہیں حاصل تھے۔

نجاشی اس سے ٹرائی کرنے کے لئے نکلا۔ دونوں فوجوں کے درمیان دریائے نیل حائل تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا کہ وہ کون شخص ہے جو دشمن کے پاس جا کر ان کی خبر ہم تک لا سکتا ہے حضرت زبیر نے کہا کہ میں، حالانکہ وہ قوم میں سب سے چھوٹے تھے، چنانچہ لوگوں نے ایک مشکینے میں ہوا بھرا

اور ان کے سینے پر باندھ دیا پھر وہ اس پر تیر کر نیل کے اس پار نکل گئے۔ جہاں دشمن موجود تھے۔ پھر خبر لے کر واپس لوٹے۔

حضرت ام سلمہ کئی ہیں کہ ہم نے نباشی کے غلبے اور اس کی حکومت کی بقا کے لئے غم سے دعا کی۔ لہذا وہ غالب ہوا، اور ہمیشہ کا خدا اس کی حکومت پائیدار ہوگئی۔

وہاں ہم خوب ایمان سے رہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر میں نباشی کے پاس خط لکھ کر اسلام کی دعوت دی اور عمر بن امیہ الغضریٰ کو قہد بنا کر بھیجا۔ خط پڑھنے کے بعد وہ اسلام لایا اور کہنے لگا کہ اگر میں آپ کے پاس آنے کی قدرت رکھتا تو ضرور خدمت میں حاضر ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس خط لکھا کہ وہ آپ کی شادی ام حبیبہ بنت سفیان سے کرادے چنانچہ اس نے آپ کی شادی کرادی اور آپ کی جانب سے ام حبیبہ کو چار سو دینار بطور مہر دیا۔

ایسی بادشاہ نے خالد بن سعید بن عامر بن امیہ کی شادی بھی کرانی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس خط لکھا کہ وہ آپ کے بقیہ اصحاب کو سوار کر کے مدینہ بھیج دے۔ اس نے آپ کے اس حکم کی بھی تعمیل کی اور لوگوں کو حبشہ سے طیبہ بھیجا۔ یہ لوگ جب مدینہ پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خیبر میں تھے۔ یہ لوگ خیبر گئے وہاں پہنچے تو خیبر فتح ہو چکا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے ان لوگوں کو مال غنیمت میں شریک کرنے کے لئے مشورہ کیا لوگ راضی ہو گئے اور ان لوگوں کا حصہ مال غنیمت میں متعین کیا گیا۔

یہ نصاریٰ کے بادشاہ کی حالت تھی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق و تائید کی تھی۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے نصاریٰ ایمان لائے جن کی تعداد ان لوگوں کے بالنسبت کہیں زیادہ ہے جو دین نصرا نیت ہی پر قائم تھے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مش کے نصاریٰ کجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر پہنچی تو تقریباً میں آدمی آپ کے پاس مکہ آئے، آپ ان کو مسجد حرام میں لے۔ پھر وہ آپ کے پاس بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے ان کے سامنے قریش کے کچھ آدمی نماز کعبہ کے ارد گرد اپنی مجلس میں موجود تھے جب وہ حضرات سوالات سے فانی ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان کے سامنے قرآن کریم کی چھ آیتیں تلاوت کیں، کلام الہی کو سن کر ان کے اوپر رقت طاری ہوگئی اور رونے لگے۔ پھر دعوت قبول کر لیا اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے، انھوں نے ان ملائمتوں کو بھی پہچانا جو ان کی کتابوں میں آپ کے متعلق بیان کیا گیا تھا۔

جب وہ جانے لگے تو ابولہب قریش کے چند آدمیوں کے ساتھ ان کے سامنے آ پہنچا اور کہنے لگا اللہ تمہیں ناکام کرے۔ تمہاری قوم کے جو افراد نہیں آئے ہیں، ان کو تمہاری آمد ہی نے روک دیا ہے، کیونکہ تم کو کھینچ کر انھوں نے یہ اسید باذنہ رکھی ہے کہ تم ان کو اس آدمی کے متعلق مطلع کرو گے، لیکن تمہاری حالت تو یہ ہے کہ اس آدمی کے پاس تھوڑی دیر بیٹھی تھے کہ اپنے دین ہی کو چھوڑ بیٹھے اور اس کے قول کی تصدیق کر لی، تم سے زیادہ بیوقوف کسی قافلے کو میں نے دیکھا ہی نہیں۔ اس قافلے والوں نے اس سے کہا کہ تم پر سلاتی ہے، ہم تمہاری جہالت میں شرکت ہرگز نہیں کریں گے۔ ہمارے لئے وہی بہتر ہے جس پر ہم ہیں اور تمہارے لئے وہی بہتر ہے جس پر تم ہو، بہر حال ہم اپنے سے بہتر کسی کو نہیں پاتے ہیں۔

لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ قافلہ خیران کے نصاریٰ کا تھا اور انھیں کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی،

الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ
هُمْ يَاهُيُؤُ مَنُوقًا وَلَاذِائِشَلِي عَلَيْهِمْ
قَالُوا أَمْ نَأْتِيهِ الْبُرْجَانُ مِنَ الْسَمَاءِ
... الخ قوله .. مَسَلَّمٌ عَلَيْكُمْ لَآتِنَبَعِي

اور وہ لوگ جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دے رکھی ہے، وہ اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں، اور جب ان پر تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے اور یہ حق ہے ہمارے رب کی

الجہلیین (القصص - ۵۲ - ۵۵)

جانب سے

امام زہری فرماتے کہ ان آیات کے متعلق میں نے اپنے عا اور سے یہی بات سنی ہے کہ یہ سبجاشی اور اس کے

اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجران کا ایک وفد مدینہ آیا اس وفد نے نماز عصر کے بعد مسجد نبوی میں آپ سے ملاقات کی۔ اسی آٹناویں ان کی نماز کا وقت ہو گیا اور وہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے لگے۔ لوگوں نے ان کو منع کرنا چاہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پڑھ لینے دو، ان لوگوں نے مشرق کی جانب رخ کر کے نماز ادا کی، ان کی کل تعداد ساٹھ تھی۔ جن میں چوبیس آدمی ان کے شرفلہ میں سے تھے، اور تین بڑے آفیر تھے۔ ایک کو عاقب کہا جاتا یعنی قوم کا امیر و حاکم آدمی جس کی مدد و حکم کے بغیر اس کے وہ کوئی کام شروع نہیں کرتے۔

اس کا نام عبدالمسیح تھا، دوسرا فزیر سیل تھا۔ جو ان کے سفر اور سامان سفر کا ذمہ دار تھا، تیسرا شخص ابو حارثہ ابن بلقرہ تھا۔ جو ان کا باب و امام اور مدارس کا انچارج تھا، لوگوں میں اس کی بڑی عزت تھی اس نے ان کے مذہبی کتابوں کا مطالعہ بھی کر رکھا تھا۔ روم کے نصرانی بادشاہوں کو جب اس کے علم اور دین میں تفرقہ کا پتہ چلا تو انہوں نے اس کی بڑی عزت کی اسے مالا مال کر دیا اس کی خدمت کی اور اس کے لئے نیک کینسہ بنوادیا جس پر خوب خرچ کیا۔

یہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے لئے نجران سے روانہ ہوئے۔ ابو حارثہ ایک فخر پر اپنے ایک بھائی کز بن بلقرہ کے ساتھ سوار ہو کر آ رہے تھے۔ اچانک ابو حارثہ کے کچھ کٹھنوں کو لگی۔ کز نے کہا تعص الا بعد۔ حیات کرنے والا ہلاک ہو۔ یہ بددعا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا، ابو حارثہ نے کز سے کہا تم ہلاک ہو۔ کز نے تعجب ہو کر کہا کہ آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں۔ ابو حارثہ نے کہا خدا کی قسم یہ وہی نبی ہیں جن کا ہم انتظار کرتے تھے۔ کز نے کہا کہ پھر تم کو کون سی چیز ان پر ایمان لانے سے روکتی ہے اس نے جواب دیا کہ جہادی قوم جس نے ہم کو عزت و دولت سے نوازا ہے وہ مخالفت کر رہی ہے، لہذا اگر میں نے ان کی آسباب کی تو یہ تمام نعمتیں ہم سے چھین لیں گے، کز بن بلقرہ اپنے اس قول پر اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ اسلام لے آئے اور اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں جو اس بات کی شہادت دے رہی ہیں کہ ریاست و دولت کے حصول

نے ان کو ایمان لانے سے باز رکھا تھا یہ حالت ان کے علماء و جبار کی تھی جن کی اتباع عوام الناس بھی کرتے اور یہ کہنا باعث تعجب و حلاف عقلی نہیں ہوگا کہ ان کے رُسا کو دولت و اسباب کی طرح نے ہدایت اختیار کرنے سے روک رکھا تھا اور عوام الناس کو ان کی اندھی تقلید نے۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوا ہے اور ہو بھی رہا ہے۔
نصاری کے رُسا میں جو لوگ اسلام کو حق سمجھ لینے کے بعد ایمان لائے ان میں ایک بڑے رئیس اور اپنی قوم کے سردار عدی بن حاتم ملانی بھی تھے۔ ان کے اسلام لانے کا قصہ امام احمد، ترمذی، حاکم و غیرہ نے اس طرح بیان کیا ہے۔

عدی بن حاتم خود میان کرتے میں کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ اس وقت مسجد میں موجود تھے۔ لوگوں نے آپ سے میرے متعلق کہا کہ یہ عدی بن حاتم ہیں میں بنی زلمان و کتاب کے آیا تھا جب آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اس سے پہلے آپ نے پیشین گوئی کی تھی کہ حقیر یہ میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہوگا پھر آپ مجھ کو لے کر چلے آئے میں ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ آپ کے سامنے پہنچی اور کہنے لگی کہ مجھے آپ سے کچھ ضرورت ہے آپ نے اس کی باتیں سنیں اور ضرورت پوری کی۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر لائے۔ ایک لوٹھی نے آپ کے لئے گد بچھایا اور آپ اس پر بیٹھ گئے، میں آپ کے سامنے بیٹھا، آپ نے اللہ کی تعریف کی پھر فرمایا کہ کیا بات ہے کہ تم لا الہ الا اللہ کہنے سے بھاگتے ہو، کیا تمہارے علم میں خدا کے علاوہ اور کوئی معبود ہے۔ میں نے کہا نہیں پھر تھوڑی دیر گفتگو کی اور فرمایا کہ شاید تم کو جو چیز اللہ اگر کہنے سے روکتی ہے وہ تمہارا یہ گمان ہے کہ خدا سے بڑا بھی کوئی ہے میں نے کہا ہرگز نہیں، آپ نے فرمایا کہ یہودیوں پر غضب نازل ہوا ہے اور نصاریٰ گمراہ ہیں میں نے کہا کہ میں ملت عینی کا پیرو ہوں اور مسلمان ہوں یہ سن کر آپ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

پھر آپ کے حکم سے میں ایک افسار کا ہمان بنا اور وہیں صبح و شام آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگا، ایک دن شام کے وقت میں آپ کے پاس موجود تھا کہ اتنے میں چنداں پوش و خرافات آپ کے پاس آئے آپ نے نماز پڑھی پھر کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو ان کے تعاون و امداد کے لئے ابھارنے لگے، آپ نے فرمایا

لے لوگو! جتنا بھی ممکن ہو صدقہ کرو، خواہ ایک صاع یا نصف صاع ہی ہو یا مٹی بھر یا اس سے بھی کم ہو، جس کے ذریعہ تم اپنے چہرے کو جہنم کی لپٹ سے بچاؤ گی کہ اگر ایک کھجور یا کھجور کا ٹکڑا ہی میرے جو اس سے بھی، کیونکہ جب تم خدا سے ملاقات کرو گے تو وہ تم سے دریافت کرے گا کہ کیا میں نے تم کو کانا اور آنکھ نہیں دیا تھا، بندہ کہے گا، ہاں رب العزت تو نے دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیا میں نے تم کو مال و اولاد نہیں دیا تھا۔ وہ کہے گا ہاں رب العزت تو نے میں کو نوازا تھا، پھر فرمائے گا کہ میں نے تمہیں جو چیزیں دی تھیں وہ کہاں ہیں۔ وہ شخص اپنے آگے پیچھے دیکھے جائے لیکن کوئی ایسی چیز نہ پائے گا جو اس کو جہنم کی آگ سے بچا سکے، پھر آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے چہرے کو جہنم کی آگ سے بچانے، خواہ کھجور کے ٹکڑے ہی کے بدلے کیوں نہ ہو۔ اگر وہ بھی نہ ملے تو کوکر طیب کے ذریعے، کیوں کہ مجھے تمہارے ہنر کا اندیشہ نہیں بلکہ خدا تمہاری مدد کرے گا، اور تم کو اس قدر نوازے گا کہ ایک عورت تنہا شرب اور حیرو کے درمیان زیادہ سے زیادہ مال لے کر سفر کرے گی لیکن چوری کا اسے اندیشہ نہ ہوگا۔

حدیث بن حاتم کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات کھٹکی کہ آخر قبیلے کے وہ لوگو کہاں چلے جائیں گے جنہوں نے پورے ملک میں آگ لگا رکھی ہے۔

حدیث بن حاتم اپنے قبیلے کے سردار تھے لوگ ان کی اطاعت کرتے اور مالِ غنیمت کا چوتھا حصہ انہیں پیش کرتے۔

انہیں حدیث بن حاتم کا بیان ہے کہ جب میں نے حضور کی بعثت کی خبر سنی تو سخت ناگواری ہوئی ایک دن میں نکلا اور عرب و روم کی سردار سپہ سوار گیا لیکن یہاں مجھے سکون نہیں ملا، بلکہ پہلی جگہ کے مطابق میں میری چھپی اور بڑھ گئی، پھر دل میں آمادہ کیا کہ کیوں نہ چل کر اس آدمی کی بات سن لوں۔ (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی) چنانچہ میں مدینہ منورہ آیا لوگوں نے میری بڑی عزت کی اور بار بار کہنے لگے کہ حدیث بن حاتم تھے، میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کہا غزنی کہ انہم تم اسلام لائے اور محفوظ رہو گے۔ میں نے کہا کہ میں ایک دین پر قائم ہوں آپ نے فرمایا میں تم سے زیادہ تمہارے دین کے متعلق جانتا ہوں۔ میں نے تعجب

سے کہا کیا آپ میرے دین کے متعلق مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں، یہ تین چیزیں تمہارے اندر پائی جاتی ہیں۔ کیا تم کوئی نہیں ہو، میں نے کہا ہاں۔ آپ نے کہا کیا ایسی بات نہیں کہ تم اپنی قوم پر سرداری کرتے ہو۔ میں نے کہا ہاں، آپ نے کہا کیا ایسی بات نہیں کہ مال عنیت کا جو تمہاری حصہ تم لے لیتے ہو۔ میں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا، یہ چیزیں تمہارے لئے تمہارے دین میں جائز نہیں ہیں۔

اس سے مجھے ندامت لاحق ہوئی پھر آپ نے فرمایا کہ عدی شاید تم کو جو چیز اسلام لانے سے مانع ہے وہ ہماری غریبی و محتاجی ہے۔ ہمارے پاس محدود لوگ ہیں اور ہماری عداوت پر تمام لوگ متفق ہیں۔ یہ کون عدی، تم نے حیرہ کو دیکھا ہے۔ میں نے کہا دیکھا تو نہیں ہے لیکن اس کو جاننا ہموں آپ نے فرمایا کہ اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ حیرہ سے ایک ہودج نشین عورت چل کر خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اس کے ساتھ کوئی محافظ نہ ہوگا اور وہ کسری بن ہرہز کے خزانے پر مجھے فتح دے گا۔ میں نے تعجب سے کہا کہ کسری بن ہرہز کے خزانے پر آپ فتح یاب ہوں گے، آپ نے فرمایا ہاں، کسری بن ہرہز کے خزانے پر اور مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ کوئی صدقہ قبول کرنے والا نہ ہوگا۔

عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حیرہ سے ایک پرندہ نشین عورت تنہا چل کر آتی ہے اور خانہ کعبہ کا طواف کرتی ہے

ان کا بیان ہے کہ جن لوگوں نے مدائن فتح کیا ان میں بھی گھوڑے سواروں کے لگے دستے میں تھا صرف تیسری پیشین گوئی میرے سامنے پوری ہونے سے رہ گئی اور خدا کی قسم آپ کا تیسرا قول بھی پورا ہو کر ہوگا کیونکہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ہے۔

اسی طرح سلمان فارسی ایک نصرانی عالم تھے انھیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا یقین ہو گیا تو آپ کی بعثت سے پہلے ہی یہ منورہ آئے اور آپ کو دیکھتے ہی پہچان گئے کہ یہی وہ نبی ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی تھی پھر آپ پر ایمان لانے اور اتباع کی، ان کا قصہ ابن اسحق نے اس طرح بیان کیا ہے۔ سلمان فارسی کہتے ہیں کہ میں اصبہان میں واقع جی نامی گاؤں کا فارسی شخص تھا۔ میرے باپ اسی

گاؤں کے کسان تھے، میں انھیں بہت عزیز تھا، وہ مجھ سے اتنی محبت کرتے کہ لونڈی کی طرح مجھے گھری میں روکے رہتے۔

میں جو سیت کے مذہب میں سرگرم تھا، یہاں تک اس آگ کانگراں بن گیا جس کو لوگ ہلاتے تھے، میں اسے کسی گھڑی بھی دیکھنے نہیں دیتا۔

میرے باپ کی ملکیت میں ایک اور گاؤں تھا ایک دن وہ اپنے کسی کام میں مشغول ہو گئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ بیٹا میں آج کام میں مشغول ہو گیا ہوں اس لئے میری جگہ اس گاؤں میں تم جاؤ اور فلاں فلاں کام کی دیکھ بھال کرو۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ تمہیں زیادہ دن تک وہاں ٹھہرنا نہیں ہے کیونکہ اگر تم نے میرے پاس آنے میں تاخیر کی تو تمام کاروبار کی فکر کے نسبت تمہاری فکر مجھے زیادہ موجانے لگی۔

مسلمان فارسی کہتے ہیں کہ پھر میں گاؤں کی طرف چلا راتے میں میرا گڈ زنعاری کے ایک کینے سے ہوا جہاں میں نے ان کے نماز پڑھنے کی آوازیں سنیں۔ مسلسل گھری میں رہنے کی وجہ سے میں ان کا معاملہ سمجھ نہیں سکا لیکن پھر بھی ان کی آوازوں کو سن کر کینے میں داخل ہو گیا تاکہ ان کے افعال کو دیکھوں میں نے جب ان کی نماز دیکھی تو ان کا یہ طریقہ بہت پسند آیا۔ اور شوق بڑھا، میں نے کہا خدا کی قسم یہ اس چیز سے بہتر ہے جس پر ہم ہیں۔ پھر وہیں ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ سورج فروب ہو گیا اور گاؤں نہیں جا سکا، پھر میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ دین میں کہاں پاؤں گا، انہوں نے کہا شام میں، اس کے بعد میں باپ کے پاس گیا، میرے باپ نے میری تلاش میں آدھی سوچ دیا تھا۔ اور میری فکر میں تمام کام کو چھوڑے ہوئے تھے جب میں پہنچا تو انھوں نے حقیقت حال دریافت کیا اور اس وعدے کو یاد دہرایا جو میں نے گاؤں جانے کے لئے ان سے کر رکھا تھا، میں نے کہا ابھان میرا گڈ ایک کینے سے ہوا جس میں لوگ نماز پڑھ رہے تھے مجھے ان کا دین بہت پسند آیا اس لئے سورج فروب ہونے تک میں ٹھہرا رہا۔ میرے باپ نے کہا بیٹے اس دین میں کوئی بھلائی نہیں تمہارے آباؤ اجداد کا دین ہی بہتر ہے، میں نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں بلکہ انھیں کا دین ہم سے بہتر ہے۔ یہ سن کر میرے باپ کو میرے بارے میں اندیشہ ہوا، اور انھوں نے میرے

پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں اور گھر میں مقید کر دیا، میں نے نصاریٰ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ جب تم لوگوں کے پاس شام سے کوئی وفد آئے تو میں فرور بتلانا۔

کچھ دنوں کے بعد شام کا ایک وفد تجارت کی غرض سے ان کے پاس آیا چنانچہ انہوں نے ہمیں مطلع کیا میں نے ان سے کہا کہ جب یہ تاجر حضرات اپنی ضروریات پوری کر کے لوٹے لگیں گے تو مجھے مطلع کرنا پھر انہوں نے مجھے اس کی بھی خبر دی، میں نے پاؤں سے بیڑیاں نکال دیں اور اس وفد کے پاس پہنچ گیا وہاں سے ان کے ساتھ شام گیا، شام پہنچ کر میں نے ان کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا انہوں نے مجھے ایک کیسے کے راجہ کی طرف رہنمائی کی، میں اس راجہ کے پاس آیا اور اس سے اس دین کے متعلق اپنی رغبت ظاہر کی اور یہ بھی کہا کہ میں آپ ہی کی محبت میں رہ کر تعلیم حاصل کرنا اور خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے اجازت دے دی چنانچہ میں اس کے پاس رہنے لگا۔ لیکن وہ شخص بہت بُرا آدمی تھا، لوگوں کو صدقہ کا حکم دیتا اور تزیین دلاتا اور مال جمع ہوجانے کے بعد مساکین پر خرچ کرنے کے بجائے اپنے لئے ذخیرہ اندوزی کرتا۔ یہاں تک کہ اس نے سونے چاندی کے سات مشکیزے جمع کر لیے۔ اس کی یہ حرکت دیکھ کر مجھ سے سخت نفرت ہو گئی۔ پھر اس کا انتقال ہو گیا، اور نصاریٰ اس کے گفن دفن کے لئے جمع ہوئے، میں نے ان سے کہا کہ یہ شخص بہت بُرا آدمی تھا، لوگوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیتا، لیکن جمع ہوجانے کے بعد اپنے لئے ذخیرہ اندوزی کرتا۔ انہوں نے کہا تمہیں کیسے معلوم ہوا، میں نے کہا کہ میں شہادت کے طور پر اس کے خزانے کو بتا سکتا ہوں پھر میں نے ان کو وہ جگہ دکھلائی جہاں سے انہوں نے سونے چاندی سے بھرا سات مشکیزہ نکالا وہ لوگ اس کی اس حرکت پر اس قدر غصہ ہوئے کہ اس کو دفن کرنا چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ اس کو سولی پر لٹکا کر رجم کیا۔ اس کے بعد ایک دوسرے راجہ کو اس کی جگہ پر لانے میں کی طرح عابد فریاد نمازی و شب بیداری کرنے والا آخرت کا طالب و فکر مند میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا، ان اوصاف کی بنا پر مجھے اس سے زبردست محبت ہو گئی۔ پھر میں اس کے پاس ایک مدت تک ٹھہرا رہا، جب اس کی وفات کا وقت قریب ہوا تو میں نے اس سے کہا کہ میں اب تک آپ کی محبت میں رہا اور آپ سے کافی

جت ہو گئی۔ اب جب کہ آپ کی وفات کا وقت قریب آچکا ہے تو آپ مجھے کس کے پاس جلائی دہیت کرتے ہیں۔ اور کیا حکم مہار فرماتے ہیں۔ اس نے کہا اے میرے بیٹے میرے علم میں کوئی شخص نہیں جس پر میں ہوں، لوگ بالکل ہلاک ہو چکے ہیں یوں کو بدل چکے ہیں اس کے اکثر احکام کو چھوڑ چکے ہیں۔ البتہ مومن میں فلاں شخص ہے جو میرے طریقے پر ہے۔ پھر اس کا انتقال ہو گیا اور میں نے موصل کا رخ اختیار کیا اور اس شخص سے ہمارا جس کے پاس جانے کی اس نے دہیت کی تھی۔ اس شخص سے میں نے کہا کہ آپ سے ملنے کی فلاں فلاں نے مجھے دہیت کی تھی، اور یہ بھی کہا تھا کہ حق صرف آپ کے پاس ہے۔ اور آپ ہی حق کے رستے پر ہیں پھر اس عالم نے مجھے اپنے پاس ٹھہرنے کی اہازت دے دی۔ چنانچہ میں ٹھہر گیا، میں نے اسے اپنے استاد کے مکمل طریقے پر پایا۔ جب اس کی وفات کا وقت قریب ہوا تو میں نے اس سے کہا کہ فلاں شخص نے اپنی وفات کے وقت مجھے آپ کے پاس جانے کی دہیت کی تھی اب آپ کی وفات کا وقت قریب آچکا ہے۔ لہذا آپ بھی مجھے دہیت کریں کہ میں آپ کے بعد کس سے لوں۔ اور کیا کروں، اس نے کہا خدا کی قسم میرے علم میں فلاں ایک آدمی اس طریقے پر ہے جس پر میں ہوں۔ اور وہ "نعمین" میں ہے۔ اس سے تم ملاقات کر لینا پھر اس کا انتقال ہو گیا اور دفن کر دیا گیا۔ میں وہاں سے نعمین آیا اور اس شخص سے ملاقات کی۔ اس کو اچھا حال سے مطلع کرتے ہوئے اس شخص کی دہیت کا تذکرہ کیا چنانچہ اس نے بھی مجھے اپنے پاس رہنے کی اہازت دے دی، میں وہاں رہنے لگا اور اس طریقے پر اس کو بھی بہتر پایا۔ چند ہی دن گزرے تھے۔ کہ اس کو بھی موت نے آگیرا۔ میں نے اس کی وفات کے وقت اس سے کہا کہ فلاں شخص نے مجھے فلاں کے پاس جانے کی دہیت کی تھی اور فلاں نے مجھے آپ سے ملنے کی دہیت کی تھی لہذا اب آپ مجھے کس سے ملنے کی دہیت کرتے ہیں اور کیا حکم مہار فرماتے ہیں، اس نے کہا خدا کی قسم اے میرے بیٹے میرے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو میرے طریقے پر ہو، البتہ مزینین روم میں مقام عمودیت کے اندر ایک آدمی ہے جو ہمارے طریقے پر ہے۔ لہذا اگر تم چاہو تو اس سے مل لو۔ پھر اس کا انتقال ہو گیا اور دفن کر دیا گیا میں وہاں سے عمودیت آیا اور اس شخص سے ملاقات کی اس کے سامنے پورا قصہ بیان کیا۔ اس نے مجھے اپنے پاس

رہنے کی اجازت دے دی۔ وہ بھی ہمارے استاد کے کہنے کے مطابق بہتر شخص تھا۔ میں نے یہاں اگر کھائی بھی کچھ چنانچہ میرے پاس چند گائیں اور بکریاں ہو گئیں پھر اس شخص کی وفات کا وقت قریب ہوا میں نے اس سے کہا کہ میں فلاں شخص کی صحبت میں تھا اس نے مجھے فلاں کے پاس جانے کی وصیت کی اور فلاں نے مجھے آپ کے پاس جانے کی وصیت کی تھی، لہذا اب آپ مجھے کس کے ساتھ رہنے کی وصیت کرتے ہیں۔ اس نے کہا میرے بیٹے میرے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو میرے طریقہ پر ہوا اور جس کے پاس جانے کی تمہیں رہنمائی کروں۔ البتہ ایک نبی کے آگے کا زمانہ بالکل قریب آچکا۔ جو سرزمین عرب میں دین ابراہیم کے آئینے کے ان کی ہجرت گاہ ایسا مقام ہوگا جو دو چہاروں کے درمیان واقع ہوگا اور اس میں کجور کے درخت کثرت سے پائے جائیں گے اور اس نبی کے اندر بھی کچھ واضح علامتیں ہوں گی، مثلاً آپ صدمہ تو نہیں کھائیں گے اور ہرے قبول کریں گے اور دونوں کندھوں کے درمیان مہربوت ہوگی۔ لہذا اگر تم ان سے ملنے کی طاقت رکھنا تو فوراً لینا۔

پھر اس کا انتقال ہو گیا اور دفن کر دیا گیا۔ میں چند دنوں تک عودہ میں ٹھہرا رہا وہاں میری ملاقات تاجروں کی ایک جماعت سے ہو گئی میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے بھی عرب لیتے چلو اور اس کے بدلے میری بکریاں اور گائے لے لو۔ وہ راضی ہو گئے میں نے اپنی بکریاں اور گائیں ان کے حوالے کر دیں، اور انہوں نے مجھے اپنے ساتھ سوار کر لیا، لیکن جب وہ وادی القریٰ میں پہنچے تو مجھ پر ظلم کیا اور ایک یہودی کے ہاتھ مجھے بیچ دیا پھر میں اس کے پاس رہنے لگا، میں نے وہاں بہت سی کجوریں دیکھیں۔ میں نے سمجھا کہ شاید یہی وہ جگہ ہے جس کے متعلق ہمارے استاد نے ہم کو مطلع کیا تھا، لیکن میں اپنے اس خیال پر پوری طرح مطمئن نہیں تھا، اسی اثنا میرے مالک کا بچا زاد بھائی بنو قریظہ کا ایک شخص یہاں آیا اس نے مجھ سے خرید لیا، اور سوار کے مدینے گیا، خدا کی قسم مدینہ کو دیکھتے ہی میں پہچان گیا کیونکہ میرے استاد کی بتائی ہوئی تمام صفیں اس میں موجود تھیں، وہاں میں نے سکونت اختیار کرنی اس وقت رحیل آٹھ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشت مکہ میں ہو چکی تھی مکہ میں آپ ایک عرصہ تک رہے، لیکن مکہ میں

مشغول ہونے کی وجہ سے مجھے آپ کے متعلق کوئی الملاح نہ ملی اور نہ ہی کوئی ذکر آپ کے متعلق سنا پھر آپ ہجرت کر کے مدینہ آئے اس وقت میں اپنے مالک کے باغ میں کھجور کے درخت کے اوپر کچھ کام کر رہا تھا اور میرا مالک نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں اس کا ایک چھاندا بھائی آیا اور میرے ہاتھ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اللہ تعالیٰ بنوقیہ کو ہلاک کرے وہ اس وقت ایک ایسے آدمی پر اتفاق کر رہے ہیں جو اس کے پاس مکہ سے آیا ہے اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔

میں نے جب اس کی بات سنی تو بدن کا پٹنہ لگا۔ یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں مالک ہی کے اوپر نہ گرجاؤں، پھر میں گوہر کے درخت سے نیچے اتر گیا اور اس کے چچا زاد بھائی سے پوچھنے لگا کہ تم نے کیا بات کہی ہے۔ میرا مالک مجھ پر ناراض ہو گیا۔ اور مجھ ایک زبردست گھونسا رسید کیا، پھر کہنے لگا کہ تمہیں اس معاملے سے کیا سروکار جاؤ اپنا کام کرو، میں نے کہا کوئی بات نہیں، میں تو صرف اس کے قول کی حقیقت کو معلوم کرنا چاہتا تھا، میں نے کچھ چیزیں جمع کر رکھی تھیں اس کو لے کر شام کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچایا آپ اس وقت قبائلی تھے۔ میں نے آپ سے کہا کہ سنا ہے آپ بہت ہی نیک آدمی ہیں، اور آپ کے ساتھ چند غریب حاجتمند لوگ بھی ہیں۔ لہذا بطور مدد یہ چیزیں آپ کے حوالے کرتا ہوں۔ اس لئے کہ فریکہ معاملے میں آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں پھر میں نے اسے آپ کے قریب کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو کھانے کا حکم دیا اور پناہ ہاتھ روک رکھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ پہلی علامت ہے۔ پھر وہاں سے چلا آیا اور کچھ اور چیزیں اکٹھا کیں، اس وقت آپ مدینہ منتقل ہو چکے تھے میں نے ان چیزوں کو آپ کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا کہ شاید آپ مدد نہیں کھاتے ہیں اس لئے میری جانب سے یہ ہدیہ قبول کریں، چنانچہ آپ نے خود دکھایا اور اپنے اصحاب کو بھی کھانے کا حکم دیا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دوسری نشانی پوری ہو گئی، اسکے بعد میں آپ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ جنت البقیع میں ایک صحابی کا جنازہ پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے تھے میں نے دو چادریاں پہن رکھی تھیں، آپ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے میں نے آپ کو سلام کیا پھر گھوم کر

آپ کے بچے اس مہر نبوت کو تلاش کرنے لگا جس کا تذکرہ ہمارے استاد نے کیا تھا۔ جب آپ نے مجھے اپنے بچے دیکھا تو آپ سبھ گئے کہ میں کوئی علامت تلاش کر رہا ہوں جو مجھ سے بیان کیا گیا ہے، پھر آپ نے اپنی چادر بیٹھ سے ہٹا دی میں نے مہر نبوت دیکھ لیا اور اس کو پہچان گیا اور جذبات سے اس قدر مغلوب ہوا کہ بے اختیار مہر نبوت کو بڑھ کر چوم لیا۔ اور رونے لگا، آپ نے مجھے پاس بلایا، میں نے آپ کے سامنے بیٹھ کر ساری سرگزشت سانی جیسے کہ ابن عباس نے آپ سے بیان کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ کر خوش ہوئے کہ آپ کے صحابہ نے بھی میری بات سن لی ہے۔

پھر سلمان کو غلامی نے اس طرح کام پر لگائے رکھا کہ وہ جنگ بدر و احد میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت نہ کر سکے۔ حضرت سلمان کہتے ہیں کہ پھر مجھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ سلمان مکاتبہ کرو۔ میں نے اس شرط پر اپنے مالک سے مکاتبہ کیا کہ میں اس کے لئے تین سو کھجور کا ذریعہ لگھا کھود کر لگاؤں گا۔ اور چالیس اوقیہ دوں گا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو۔ لوگوں نے مجھے دوی (کھجور کا ٹھوسا پودا) دینا شروع کیا کسی نے تیس دیا کسی نے بیس کسی نے پندرہ کسی نے دس غرضیکہ مختلف تعداد میں لوگوں نے حسب استطاعت کھجور کا پودا دیکر میری مدد کی یہاں تک کہ تین سو ذریعہ کے پودے ہم نے اکٹھا کرنے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ سلمان جا کر اس کے لئے لگھا کھودو، جب فارغ ہو جانا تو میرے پاس آنا کیونکہ میں خود پودوں کو لگھنے میں رکھوں گا۔ میں نے لگھا تیار کیا، میرے ساتھیوں نے بھی میری مدد کی، جب فارغ ہوا تو آپ کو بتلانے آیا، آپ میرے ساتھ وہاں تک گئے میں ذریعہ کا پودا آپ کے قریب کرتا جاتا اور آپ اسے لگھنے میں رکھتے جاتے۔ یہاں تک کہ اس کام سے فارغ ہو گئے۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں سلمان کی جان ہے ان میں سے ایک پودا بھی نہیں سوکھا، اس طرح میں نے کھجور کے ذریعوں کی ادائیگی مکمل کر دی لیکن اوقیہ میرے ذمہ باقی رہ گیا۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مٹی کے اندرے کی طرح سونے کا ڈالا کسی کان سے لے کر آئے، اور پوچھنے لگے کہ فارسی کے مکاتبہ کی کیا حالت ہے

چنانچہ مجھے بلایا گیا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اسے لے لو اور تمہارے اوپر جو مال ہے اسے ادا کر دو میں نے
 آپ سے کہا کہ اس سے میری ضرورت مکمل نہیں ہوگی، آپ نے فرمایا، بے لاشر تھلاے اس کے ذریعہ ہوا کرکڑیا
 میں نے لے لیا اور وزن کر کے مالک کو دینے لگا۔ خدا کی قسم چالیس اوقیہ مکمل نکلا۔ اور میں نے اپنا پورا
 حق ادا کر دیا۔ اس کے بعد میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خندق میں حاضر ہوا، پھر آپ
 کے ساتھ کوئی غزوہ میرا فوت نہیں ہوا۔

اسی طرح ملک شام کا بادشاہ ہرقل ایک بہت بڑا نصرانی عالم تھا، اس نے حضور کی حقانیت پر ایمان
 کو اسلام میں داخل ہونے کا مکمل ارادہ کر لیا تھا لیکن مہلیب پرستوں نے اس کی مخالفت کی جس سے اس کو
 اپنے بارے میں اندیشہ لاحق ہوا۔ اور بادشاہت کے چھن جانے کا خوف لاحق ہوا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یہ
 بادشاہت اس کے ہاتھ سے چھن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔

اس کا قصہ میں بیان کرتا ہوں۔ میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے
 وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوسفیان نے بذات خود میان کیا کہ اپنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین
 کی مدت میں میں شام گیا تھا، میری موجودگی ہی میں ہرقل کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لایا گیا
 جس کو حضرت درجہ کلی لے کر حاکم ابصرہ کے پاس لے گئے تھے۔ پھر وہ خط حاکم ابصرہ نے بادشاہ تک پہنچا دیا
 تھا۔ جب خط پہنچا تو ہرقل نے کہا کہ کیا اس شخص کی قوم کا کوئی آدمی یہاں موجود ہے جو اپنے کو نبی کہتا ہے
 لوگوں نے کہا ہاں چنانچہ مجھے قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بلایا گیا۔ جب ہرقل کے پاس پہنچے تو مجھے
 اس کے سامنے بٹھایا گیا اور میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھایا گیا۔

پھر اس نے اپنے ترجمان کو بلایا اور اس سے کہنے لگا کہ ان لوگوں سے کہہ کہ میں اس شخص سے اس آدمی
 سے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ لہذا اگر یہ جھوٹا ہے تو تم مجھے بتلانا۔

ابوسفیان کا بیان ہے کہ خدا کی قسم اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ مجھے جھوٹا کہہ دیں گے تو ضرور جھوٹ
 بولا دیتا پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس آدمی سے پوچھو کہ تمہارے درمیان اس نبی کا حسب و نسب

کیا ہے میں نے کہا کہ وہ ہم میں اپنے نسب کے ہیں۔ بادشاہ نے پوچھا کیا اس کے آباء اجداد میں کوئی بادشاہ
 گذرا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کیا اس کا اتباع کرنے والے طاقت ور حضرات ہیں یا کمزور میں نے
 کہا کمزور لوگ۔ اس نے پوچھا کیا ان کی تعداد بڑھتی یا گھٹتی ہے۔ میں نے کہا کہ بڑھتی ہے۔ اس نے کہا کہ کیا
 تم ان سے قتال کرتے ہو میں نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا کہ پھر نتیجہ کیا نکلتا ہے میں نے کہا کہ برابری کا درجہ
 برتا ہے۔ کبھی وہ ہم پر غالب آتے ہیں اور کبھی ہم ان پر غالب آتے ہیں۔ اس نے پوچھا کیا وہ غدر کرتا ہے میں
 نے کہا نہیں۔ البتہ ہم نے ان سے ایک مدت تک کے لئے معاہدہ کر رکھا ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ کیا برتاؤ وہ
 ہم سے کرتے ہیں۔ ابوسفیان کا بیان ہے کہ خدا کی قسم اس جملے کے علاوہ میں نے کوئی بات اپنی طرف سے نہیں
 کہی۔ اس نے پھر کہا کہ کیا ایسی باتیں اس سے پہلے بھی کسی نے کی تھیں۔ میں نے کہا نہیں پھر وہ اپنے ترجمان
 سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ ان لوگوں سے کہہ کہ میں نے تم سے اس کے نسب کے بارے میں پوچھا تو تم
 نے بتایا کہ وہ اہل نسب کا ہے۔ لہذا رسول ایسے ہی سرز خانان میں بھیجے جلتے ہیں پھر میں نے پوچھا کہ
 کیا اس کے آباء میں کوئی بادشاہ ہوا ہے۔ تم نے کہا نہیں لہذا اگر اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ ہوا ہوتا تو اس
 بات کی امید کی جاسکتی تھی کہ اپنے باپ کی بادشاہت کو دوبارہ طلب کر رہا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ بتا
 اس کے متبعین طاقت ور لوگ ہیں یا کمزور لوگ تم نے جواب دیا کمزور لوگ لہذا رسول کے متبعین ایسے ہی
 لوگ ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا تم لوگ اس شخص کو نبوت سے پہلے عبوثا سمجھتے تھے تم نے کہا نہیں لہذا
 مجھے پتہ چل گیا کہ جو شخص لوگوں سے عبوث نہیں بول سکتا وہ خدا پر کیسے عبوث باندھے گا۔ میں نے تم سے سوال کیا
 کہ کیا کوئی شخص ناراض ہو کر اس کے دین سے مرتد ہوتا ہے تم نے کہا نہیں لہذا ایمان کی شٹاس ایسے ہی ہوتی ہے
 جب وہ سچے دل سے ہو میں نے تم سے پوچھا کہ کیا ان کی تعداد بڑھتی ہے یا گھٹتی ہے تم نے جواب دیا کہ بڑھتی ہے
 پس ایمان اسی طرح بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ رکس ہو جائے گا۔ میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا تم نے اس سے
 لڑائی کی ہے تم نے کہا ہاں جس میں کبھی ہم ان پر غالب ہوئے اور کبھی وہ ہم پر غالب ہوئے۔ سو رسولوں کو اس
 طرح آزنا یا جاتا ہے لیکن آخر میں فیصلہ انھیں کے حق میں ہو گا۔ میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا وہ غدر کرتا ہے

تم نے کیا نہیں، سو رسول اسی طرح دھوکے باز نہیں ہوتے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا اور یہ دعویٰ اس سے پہلے بھی کسی نے کیا تھا، تم نے کہا نہیں۔ لہذا اس سے پہلے اگر کسی نے یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ شخص اسی کی اقتدا کر رہا ہے۔ پھر برقل مجھ سے پوچھنے لگا کہ وہ کس چیز کا حکم دیتا ہے۔ میں نے کہا نماز روزہ، صلہ رحمی، پاک دامنی کا حکم دیتا ہے۔ اس نے کہا کہ اگر بات وہی ہے جو تم نے کہا تو وہ یقیناً نبی ہیں۔ مجھے پہلے سے یہ معلوم تھا کہ ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے لیکن میرا خیال یہ نہیں تھا کہ وہ تم لوگوں میں سے ہوگا۔ اور اگر مجھے اس بات کا یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس صحیح مسلم پہنچ جاؤں گا تو میں فردر اس سے ملاقات کرتا۔ اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے قدم کو دھوتا، ان کی بادشاہت میرے اس قدم کی جگہ فرود پہنچے گی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط منگا کر پڑھنے لگا، خط کا مضمون یہ تھا۔

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط محمد رسول اللہ کی جانب سے ہرقل بادشاہ روم کی طرف دکھا ہوا ہے۔

سلامتی ہوان لوگوں پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ حمد و ثنا کے بعد میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام قبول کرو سلامت رہو گے۔ اور خدا تمہیں دہرا اجر دے گا۔ اور اگر تم نے اعرابوں کو تمہاری رعایا کا بھی گناہ تمہارے اوپر ہو گا۔

اور قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ تھی۔

يَا هٰذَا الْكِتٰبُ تَعٰلٰوْا اِلَيْهِ كَلِمٰةٍ
 سَوّٰآءٍ بَيْنِنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ
 اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نَشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَّ
 لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ
 دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَمَقُوْلُوْا اِنَّكُمْ
 اَعْرَابٌ مِّثْلَ بَنِي اِسْرٰءِيْلَ اَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ
 رَسُوْلٌ مِّنْ قَبْلِ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَبُوْنَ

وَاِنَّا مُسْلِمُوْنَ (الاعمران-۶۴)

جب بادشاہ نے خط لکھا یہ مضمون پڑھ چکا تو اس کے پاس شور مچکا مچا اس نے ہم لوگوں کو باہر لے جانے کا حکم دیا چنانچہ ہم باہر چلے گئے پھر اس نے ہمیں اس واقعہ اپنے ایک مکان میں غلط اور دم کو جمع ہونے کے لئے کہا جب وہ جمع ہو گئے تو دروازہ بند کر دینے کا حکم دیا، دروازہ بند کر دیا گیا بادشاہ لوگوں کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ اے رومیوں کی ہدایت کیا یہ پسند کرتے ہو کہ مصالح و فلاح میں مدد ہو اور تمہاری مملکت باقی رہ جائے لہذا اگر ایسا چاہتے ہو تو اس نبی کی اتباع کرو یہ سن کر وہ نہیں گائے کی طرح بدک کر دروازے کی طرف بھاگے لیکن دروازہ بند تھا۔ ہر قل نے جب ان کی نفرت دیکھی اور ان کے ایمان لانے سے یالوس ہو گیا، تو دوبارہ انہیں طلب کیا اور کہنے لگا کہ میں تو صرف تمہارے دین کی آمائش کر رہا تھا۔ لہذا تمہیں اپنے مذہب پر متشدد پایا۔ ہر قل کی یہ بات سن کر لوگ خوش ہو گئے اور اس کا سجدہ کیا۔

یہ روم کے اس بادشاہ کی حالت تھی جو بہت بڑا عالم سمجھا جاتا۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا آپ کی صداقت کا اقرار بھی کیا لوگوں کو اسلام کی دعوت بھی دی خود بھی اسلام لانے کا ارادہ کیا یہ بھی اقرار کیا کہ اس نبی کی بادشاہت میرے ملک پر بھی ہوگی لیکن جب اس کے ساتھی بدک کر بھاگے جیسے کہ جنگلی گدھے شیر سے بھاگتے ہیں تو وہ اپنی بادشاہت اور حکومت کے تھن جلنے کے خوف سے باطل پر مقرر رہا اور اسلام لانے سے انکار کر گیا۔

لیکن اس کے مقابلے میں حبش کے بادشاہ نجاشی نے جب یہ موسوس کیا کہ یہ صلیب پرست صلیب کی پوجا پر گمراہ نہیں چھوڑ سکتے۔ اور توحید کی طرف انہیں ہوسکتے تو اپنے گھروالوں کے ساتھ خفیہ طور پر ایمان لے آیا اور اپنا ایمان چھپائے رکھا کیونکہ ان کے سامنے اظہار کرنا بہت مشکل کام تھا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ غمری کو نجاشی کے پاس اسلام کا پیغام لے کر بھیجا۔ عمرو بن امیہ نے اس سے جا کر کہا کہ اے میرے امیر (نجاشی کا نام) میرے ذمہ یہ ہے کہ میں آپ سے بیان کروں اور آپ کی دوسری یہ ہے کہ آپ اس کو سنیں آپ ہماری جانب سے نبی کے سختی ہیں اور میں آپ کی جانب سے پورا اعتماد حاصل ہے۔ کیونکہ جس چیز کی بھی امید ہم نے آپ سے کی ہے

وہ ہیں حاصل ہوئی ہے اور جس چیز کا خوف ہمیں آپ سے ہو ہے ہم اس سے محفوظ رکھے گئے ہیں ہم نے آپ کی زبان ہی سے آپ کے خلاف عبت پڑی ہے۔ انجیل ہمارے اور آپ کے درمیان ایسا شاہ ہے جس کی تردید نہیں کی جاسکتی اور ایسا قاضی ہے جو ظلم نہیں کر سکتا، دوزخ آپ کا طریقہ حضور کے معاملے میں ایسے ہی ہوگا جیسے کہ عیسیٰ بن مریم کے ساتھ یہود کا طریقہ تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قاصدوں کو مخالف لوگوں کے پاس بھیجا ہے لیکن جو توقع آپ سے وابستہ کر رکھا ہے وہ فرسے نہیں۔ آپ اس چیز پر آپ کی جانب سے مطمئن ہیں جس کا فیروں سے خوف ہے۔ کیونکہ گذشتہ واقعے نے یہ ثابت کر دکھایا ہے جس پر آپ کو اجر ملنے والا ہے۔

نجاشی نے کہا کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ یہی وہ نبی امی ہیں جس کا انتظار اہل کتاب کر رہے تھے اور جس طرح حضرت موسیٰ نے حضرت عیسیٰ کے متعلق ایک گدھے کے سوار کا ذکر بلوٹیشین گون کیا تھا اسی طرح حضرت یحییٰ کی بشارت راکب جبل کے ساتھ حضور کے حق میں ہے۔

واقعی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے پاس یہ خط لکھا۔

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

یہ خط ہے محمد رسول اللہ کی جانب سے حبش کے بادشاہ نجاشی کے نام۔

تم سلامت رہو میں تم سے اس خدا کی تعریف بیان کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی ہستی نہیں وہ بادشاہ

ہے جو نہایت مقدس سراسر سلائی و امن دینے والا اور سب کا نگہبان ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ

بن مریم اللہ کے روح اور اس کے ایسے گلے میں جس کو اس نے مریم بتل کی طرف ڈالا ہے جو کہ بالکل ظاہرہ

اور عینہ ہیں۔ انھیں عیسیٰ کا اس سے عمل ٹھہر گیا۔ خدا نے عیسیٰ کو روح اور نفع سے اس طرح پیدا کیا۔ جیسا کہ

حضرت آدم کو اس نے اپنے ہاتھ اور نفع سے پیدا کیا تھا، اب میری دعوت یہ ہے کہ خدا پر جو اکیلا اور الشریک

ہے ایمان لے آؤ اور ہمیشہ کے لئے اس کے مطیع و فرمانبردار بن جاؤ اور میری اتباع کرو اور میری تعظیم کا سچے

طے سے اقربا کو کیوں کر میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں تم کو اور تمہارے لشکر کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔

دیکھو میں نے اللہ عزوجل کا حکم پہنچایا اور تمہیں بخوبی سمجھادیا اب مناسب ہے کہ میری نصیحت مان لو۔

سلامتی ہو اس پر جو سیدھی ماہ پر چلتا ہے۔

نجاتی نے اس خط کا جواب یہ دیا۔

محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاتی اگلی کی طرف سے۔ اے اللہ کے نبی آپ پر خدا کی سلامتی اور رحمت و برکت نازل ہو، اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ حضور کا فرمان میرے پاس پہنچا، میں نے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے، آسمان و زمین کے رب کی قسم وہ اس سے ذرہ برابر بھی بڑھ کر نہیں، ان کی حیثیت اتنی ہی ہے جو آپ نے تحریر فرمائی ہے۔ ہم نے آپ کی تعلیم سیکھی ہے۔ اور آپ کے پیروے بھائی اور مسلمان میرے پاس آلام سے ہیں، میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ سچے ہیں۔ اور راستبازوں کی سچائی ظاہر کرنے والے ہیں، میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ میں نے آپ کے پیروے بھائی کے ہاتھ پر حضور کی بیعت کی اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کیا۔

مصر کے اندر نمرانی بادشاہ متوقس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تھا لیکن اس کے باوجود اپنی بادشاہت کی لالچ میں اور صلیب پرست نمرائی کو اپنے مذہب پر تشدد پاکر اسلام لانے سے انکار کر دیا۔

واقفی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ کے پاس ایک خط روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا۔

میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

یہ خط عربین عبداللہ کی جانب سے نمرانی بادشاہ متوقس کے نام

سلامتی ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ حمد و ثنا کے بعد میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔

اسلام لے آؤ محفوظ رہو گے۔ اور اللہ تمہیں دہرا جو دے گا اور اگر تم نے امراض کیا تو میرے تمام نمرائی کا

گناہ تمہارے اوپر ہوگا۔

اے اہل کتاب اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے وہ یہ کہ ہم صرف خدای کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے جس معنی کو خدا کو چھوڑ کر رب نہ بنائے پس اگر وہ اعراض کریں تو ان سے کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ پھر خط پر جبر لگا دیا۔

اس خط کو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے کراس کے پاس اسکنندہ یہ آئے۔ اور اس کے دربان سے ملے دربان نے ان کو فوراً بادشاہ کے پاس پہنچا دیا، حضرت حاطب نے اس سے کہا کہ تم سے پہلے ایک شخص تھا جو اپنے کو "انابکم الاطی" کہتا تھا۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کے خذاب میں پکڑ لیا اور زبردست انتقام لیا۔ لہذا تم غمروں سے عبرت حاصل کرو۔ اور اپنے آپ کو اس طرح نہ بناؤ کہ دوسرے لوگ تم سے عبرت حاصل کریں۔ مقوقس نے کہا ذرا قریب آ جاؤ وہ قریب ہو گئے اور کہنا شروع کیا۔ اے بادشاہ ہم لوگ بھی ایک دین پر تھے اور اس کو کبھی نہ چھوڑتے اگر اس سے بہتر خدا کا دین اسلام جو تمام ادیان سے بے نیاز کر دیتا ہے اور تمہا کافی ہے ہم کو میسر نہ ہو گیا ہوتا۔ اس بنی نے لوگوں کو کھوت دی چنانچہ سب سے زیادہ سختی قریش نے برتی اور سب سے زیادہ دشمنی یہود نے کی اور نصاریٰ ان کے زیادہ قریب رہے۔ میری عمر کی قسم جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہے ایسے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت بھی ہے۔ اور ہم تم کو قرآن کی طرف ایسے ہی بلاتے ہیں۔ جیسے تم اہل آوازہ کو انجیل کی طرف بلاتے ہو۔ ہر نبی کو ایک قوم ملی جو ان کی امت کہلاتی لہذا اس قوم پر واجب ہے کہ اس نبی کی اتباع کریں۔ اور تم نفساں نبی کا نانا نہ پالیا اس لئے تمہارے اوپر واجب ہے کہ اس نبی کی اتباع کرو۔

اور میں تم کو حضرت یسوع کے دین سے رکھتا نہیں ہوں بلکہ اسی کا حکم دیتا ہوں۔ مقوقس نے کہا کہ میں نے اس نبی کے حملے میں غور کیا لیکن اس کے اولم و نواہی کو ایسا نہیں پایا جس سے کنا رکشی اختیار کی جائے۔ نہ ہی میں نے اس کو گمراہ جادوگر اور جھوٹا مانا پایا۔ بلکہ اس کے پاس نبوت کے اوزار ملے جس کو میں نے خال نکال کر اور علم نجوم کے ذریعہ معلوم کیا۔ پھر حاطب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند صفیں بیان کیں اور کہنے لگا کہ میری رعایا آپ کی اتباع کرنے میں میری موافقت نہیں کرے گی۔ اور میں چاہتا ہوں کہ ہماری گفتگو کا علم بھی نہیں

نہ ہو سکے کیونکہ میں اپنی سلطنت کو چھوڑنا نہیں چاہتا ہوں اور اس کا زیادہ حریفوں لیکن سن لو غریب اس نبی کے
ساتھی اس کے بعد ہمارے ملک پر ظلم پائیں گے اور میرے اس صحن میں بھی اتریں گے۔ پس تم اپنے نبی کے پاس
لوٹ جاؤ۔

اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لیا اور اس کو ہاتھی کے دانت کے ڈبیر میں رکھوا کر مہر لگا کر خزانہ
میں رکھوا دیا۔ پھر اپنے ایک عربی لکھنے والے کاتب کو بلایا اور یہ مضمون لکھنا شروع کیا۔
شروع کرتا ہوں میں اس حد کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔
یہ خط ہے محمد بن عبداللہ کی خدمت میں مقوقس بادشاہ مصر کی جانب سے

آپ پر سلامتی ہو میں نے آپ کا خط پڑھا اور آپ کے مضمون و پیغام کو سمجھا۔ یہ بات معلوم تھی کہ ایک
نبی کا زمانہ ابھی باقی ہے لیکن میری حال تھا کہ ان کا ظہور شام میں ہو گا میں نے آپ کے قاصد کی عزت افزائی کی
اور آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ دو ایسی لوٹیاں بھیج رہا ہوں، جن کا مہر میں بڑا متہ ہے اور کپڑا نیز ایک چغیر
آپ کی سواری کے لئے دی ہے۔ آپ پر سلامتی ہو۔

اس سے زیادہ اس نے نہیں لکھا، دو لوٹیاں جن کو اس نے بھیجا تھا وہ مارہ قبلیہ اور سیرین
تھیں۔ بظاہر آپ کا مشہور چغیر دلدل تھا، جو کہ حضرت مساویہ کے زمانے تک باقی رہا۔ حاطب کہتے ہیں کہ میں نے
اس کی ساری باتیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیں، آپ نے فرمایا کہ نبی نے اپنی بادشاہت
کی لاپرواہی کی حالانکہ اس کی بادشاہت کے لئے بقائیں۔

اسی طرح نصاریٰ کے بادشاہوں میں جلدی کے دو بیٹے عمان اور اس کے اردگرد کے بادشاہ تھے
وہ اپنی رضامندی سے اسلام لائے۔ ان کا قصہ میں بیان کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے
پاس جو خط لکھا تھا اس کا مضمون یہ تھا۔

یہ خط ہے محمد بن عبداللہ کی جانب سے حفیز بن جلدی اور عبید بن جلدی کے نام تم دونوں اسلام
لے آؤ محفوظ رہو گے، میں خدا کا رسول ہوں اور تمام لوگوں کی جانب بھیجی گیا ہوں تاکہ جو زندہ لوگ ہیں ان کو پڑاؤں

اور کافروں پر عذاب کا قول حق ہو جائے۔ اگر تم دونوں نے اسلام قبول کر لیا تو میں تم دونوں کو تمہاری جگہوں کا وادی برقرار رکھوں گا، لیکن اگر انکار کیا تو تمہاری ملکیت تم سے زائل ہو جائے گی اور ہمارے جھوٹے سوا جہانے من میں جا اتریں گے اور ہماری نبوت تم دونوں کی بادشاہت پر غالب آئے گی پھر ہر لگا کر عربین عامس کے بدست اسے بھیج دیا۔ عربین عامس کہتے ہیں کہ میں اس خط کو لے کر عمان پہنچا وہاں پہنچنے کے بعد پہلے عبید سے ملا یہ اپنے بھائی کی نسبت زیادہ عقلمند از م خود خوش اخلاق تھے، میں نے اسے بتایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر ہوں اور تمہارے پاس اور تمہارے بھائی کے پاس آیا ہوں۔

عبید نے کہا، میرا بھائی، عمر میں مجھ سے بڑا اور بڑے ملک کا مالک ہے۔ میں تمہیں اس کی خدمت میں پہنچا دوں گا۔ گریہ تو بتاؤ کہ تم کس پیر کی دعوت دیتے ہو۔

عربین عامس نے کہا۔ ایکلے خدا کی طرف جس کا کوئی غم کی نہیں، نیز اس شہادت کی طرف کہ محمد خدا کے بندے اور رسول ہیں۔

عبید نے کہا۔ عمر تو سردار قوم کا بیٹا ہے تاکہ تیرے باپ نے کیا کیا کیونکہ ہم اسے نمونہ بنا سکتے ہیں۔ عربین عامس نے جواب دیا۔ وہ مر گیا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا تھا کاش وہ ایمان لاتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راست باز کا اقرار کرتا۔

میں بھی اپنے باپ کی رائے ہی پر تھا حتیٰ کہ خدا نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔

عبید۔ تم کب سے محمد کے پیرو ہو گئے ہو۔

عربین عامس۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا

عبید۔ کہاں

عربین عامس۔ نجاشی کے دیار میں اور نجاشی بھی مسلمان ہو گیا۔

عبید وہاں کی رعایا نے نجاشی کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

عربین عامس۔ اسے بدستور بادشاہ رہنے دیا اور انھوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

عبید . (عجب ہے) کیا بٹشپ پادریوں نے بھی

عروبن ماص . ہاں

عبید . دیکھو عرو کیا کہہ رہے ہو۔ انسان کے لئے کوئی چیز بھی بھوٹے سے بڑھ کر ذلت بخش نہیں۔

عروبن ماص . میں نے بھوٹے نہیں کہا، اور اسلام میں بھوٹے بولنا جائز بھی نہیں۔

عبید . ہر قل نے کیا کہا۔ کیا اسے نجاشی کے اسلام لانے کا حال معلوم ہے۔

عروبن ماص . ہاں

عبید . تم کیونکر ایسا کہہ سکتے ہو۔

عروبن ماص . نجاشی ہر قل کو خراج دیا کرتا تھا، جب سے مسلمان ہوا، کہہ دیا ہے کہ اب اگر وہ ایک درہم بھی مانگے گا تو نہ دوں گا۔

ہر قل تک یہ بات پہنچ گئی۔ ہر قل کے بھائی نیاق نے کہا۔ یہ نجاشی حضور کا ادنیٰ غلام اب مسواج دینے سے انکار کرتا ہے، اور حضور کے دین کو بھی چھوڑ دیا ہے۔ ہر قل نے کہا پھر کیا ہوا اس نے اپنے لئے ایک مذہب پسند کر لیا اور قبول کر لیا میں کیا کروں۔ بخدا اگر مجھے اس شہنشاہی کا خیال نہ ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو نجاشی نے کیا ہے۔

عبید . دیکھو عرو کیا کہہ رہے ہو

عروبن ماص . قسم ہے خدا کی۔ سچ کہہ رہا ہوں

عبید . اچھا بتاؤ وہ کن چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے اور کن چیزوں سے منع کرتا ہے۔

عروبن ماص . وہ اللہ عز و جل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں، اور معصیت الہی سے روکتے ہیں وہ زنا اور

شراب کے استعمال سے اور پتھروں، تہوں اور مہلیب کی پرستش سے منع فرماتے ہیں۔

عبید . کیسے چلے لوگا ہیں جن کی وہ دعوت دیتے ہیں۔ کاش میرا بھائی میری دعوت قبول کرے

ہم دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایمان لائیں۔

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میرا بھائی اپنی سلطنت کا زیادہ حصہ لے رہا ہے اور وہ اسے چھوڑ کر دوسرا دین اختیار نہیں کرے گا۔

عمر بن ماعص . اگر وہ اسلام قبول کرے گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اس کے ملک کا بادشاہ برقرار رکھیں گے۔ آپ صرف اتنا کریں گے کہ یہاں کے انبیاء سے صدقہ وصول کر کے یہاں کے فقہراء میں تقسیم کر دیا کریں گے۔

عبید . یہ تو اچھی بات ہے مگر صدقہ سے کیا مراد ہے

عمر بن ماعص نے زکوٰۃ کے مسائل بتائے جب یہ بھی بتایا کہ اونٹوں میں بھی زکوٰۃ ہے تو وہ کہنے لگا کیا وہ تمہارے شیروں سے بھی صدقہ دینے کو کہیں گے۔ وہ تو درختوں کے پتوں سے پیٹ بھر لیتا ہے اور خود ہی پانی پاتا ہے۔

عمر بن ماعص نے کہا۔ ہاں اونٹوں سے بھی صدقہ لیا جاتا ہے۔

عبید میں نہیں جانتا ہوں کہ میری قوم کے لوگ جو تعداد میں زیادہ ہیں اور دور دور تک بھرے ہوئے ہیں۔ وہ اس حکم کو مان لیں گے۔

الرحمن عمر بن ماعص وہاں چند روز ٹھہرے رہے۔ عبید روز روز کی باتیں اپنے بھائی کو پہنچا دیتا۔ ایک روز عمر بن ماعص کو بادشاہ نے طلب کیا، چوہداروں نے دونوں جانب سے بازو تھام کر انھیں بادشاہ کے حضور میں پیش کیا، بادشاہ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ چوہداروں نے چھوڑ دیا، یہ بیٹھنے لگے چوہداروں نے پھر ٹوکا، انھوں نے بادشاہ کی طرف دیکھا، بادشاہ نے کہا۔ بلو تو تمہارا کیا کام

۴۰

عمر بن ماعص نے غصہ دیا جس پر مہر ثبت تھی۔

حیفر نے مہر توڑ کر خط کھولا، پڑھا، پھر بھائی کو دیا، اس نے بھی پڑھا اور عمر بن ماعص نے دیکھ کر

بھائی زیادہ نرم دل ہے۔

بادشاہ نے پوچھا کہ قریش کا کیا حال ہے۔

عمر بن عاص نے کہا، سب نے طوناؤ کرھا اس کی اطاعت اختیار کرلی ہے۔

بادشاہ نے پوچھا کہ اس کے ساتھ رہنے والے کون لوگ ہیں۔

عمر بن عاص۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کو رھنا درخت سے قبول کیا ہے سب کچھ چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اپنا لیا ہے اور پوری غور و فکر نیر عقل و تجربے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانچ کرلی ہے، اور میرا خیال ہے کہ اس دائرے میں آنے سے صرف تم ہی باقی رہ گئے ہو۔ اور اگر آج تم نے اطاعت نہیں کی تو تم کو ہمارے سوار روزند ڈالیں گے اور تمہاری سلطنت برباد کر دیں گے۔ لہذا تم اسلام لے آؤ محفوظ رہو گے، اور تم اپنی قوم کے حکمران برقرار رہو گے، تمہارے پاس کوئی لشکر نہیں آئے گا۔

بادشاہ نے کہا، اچھا آج مجھے ہمت دد کل پھر ملنا۔

عمر بن عاص دوسرے روز بادشاہ کے بھائی سے پہلے ملے وہ بولا کہ اگر اس کی حکومت کو خطرہ لاحق نہ ہو تو بادشاہ مسلمان ہو جائے گا۔ عمر بن عاص پھر بادشاہ کے پاس آئے لیکن اس نے ٹٹنے کی اجازت نہیں دی پھر وہ بادشاہ کے بھائی کے پاس آئے چنانچہ اس نے بادشاہ تک انھیں پہنچا دیا بادشاہ نے کہا، میں نے اس معاملہ میں غور کیا، دیکھو میں اگر ایسے شخص کی اطاعت اختیار کرتا ہوں، جس کی فوج ہمارے ملک تک نہیں پہنچ سکتی تو میں سارے عرب میں کمزور سمجھا جاؤں گا، حالانکہ اگر اس کی فوج اس ملک میں آئے تو میں ایسی سخت لڑائی لڑوں کہ جس کا تمہیں کبھی سابقہ نہ پڑا ہو۔

عمر بن عاص نے کہا، ٹھیک ہے میں کل واپس چلا جاؤں گا جب اسے میرے نکلنے کا یقین ہو گیا تو اس کا بھائی اسے تنہائی میں لے گیا اور اس سے کہا کہ جس پوزیشن میں ہم ہیں وہ اسے معلوم ہے، اور جس کے پاس بھی قاصد بھیجا ہے سب نے اس کی اطاعت کی ہے، پھر جب صبح ہوئی تو اس نے مجھے بلایا اور دونوں مسلمان ہو گئے، عمر بن عاص کہتے ہیں پھر دونوں تنہائی میں ملے اور مد قہیز لپنے دیگر احکامات کے متعلق گفتگو کرنے لگے اور یہ لوگ ہمارے دشمنوں کے خلاف ہمارے مددگار ثابت ہوئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم میلہ ہوزہ بن علی حسنی کے پاس خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ خط ہے محمد رسول اللہ کی جانب سے ہوزہ بن علی کے نام

ساتھ ہی ہوا اس شخص پر جس نے ہدایت کی اتباع کی جان لاکہ میرا دین پوری روئے زمین پر غالب ہو گا لہذا تم بھی اسلام لے آؤ۔ محفوظ رہو گے اور تمہارے پاس جو کچھ ہے اس کو میں برقرار رکھوں گا۔

اس وقت اس کے پاس نصاریٰ کے بادشاہوں میں سے دمشق کا بادشاہ موجود تھا۔ ہوزہ نے اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا۔ اور اس سے کہا کہ اس نبی کا پیغام میرے پاس آیا ہے۔ بادشاہ دمشق نے کہا کہ تم اس کی دعوت کیوں نہیں قبول کر لیتے۔ اس نے کہا کہ میں اپنے دین پر ہوں اس لئے اپنی قوم کا بادشاہ ہوں لیکن اگر اس نبی کی اتباع کر لی تو بادشاہت سے ہٹا دیا جاؤں گا۔ اس نے کہا ایسی بات نہیں خدا کی قسم اگر تم نے اتباع کر لی تو وہ ضرور تم کو بادشاہ بنائیں گے، لہذا اس کی اتباع ہی میں تمہارے لئے سبب لائی ہے۔ یقیناً وہ نبی میں جن کے بارے میں صلی بن مریم نے بشارت دی تھی، خدا کی قسم انھیں کا ذکر وہ انجیل میں ہمارے پاس لکھا ہوا ہے۔

واقعی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شجاع بن وہب کو حارث بن ابی شمر حاکم دمشق کے پاس خط لے کر بھیجا۔

خط کا مضمون یہ تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ خط ہے محمد رسول اللہ کی جانب سے حارث بن ابی شمر کے نام

ساتھ ہی ہوا اس شخص پر جس نے ہدایت کی اتباع کی، میں تم کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم صرف ایک خدا پر ایمان لے آؤ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ تمہاری بادشاہت باقی رہے گی، اتنا لکھ کر آپ نے مہر لگا دی۔

شجاع بن وہب اس خط کو لے کر نکلے۔ ان کا بیان ہے کہ میری ملاقات اس کے دربان سے ہوئی وہ اس وقت قیصر کی جہان نوازی میں مشغول تھا جو کہ ہم سے خدا کا شکر بجالانے کے لئے ایلیا آیا تھا کیونکہ اللہ نے فارسی کا لشکر اس سے ہٹا دیا تھا۔ میں اس کے دروازے پر دو یا تین دن ٹھہرا پھر میں نے اس کے دربان سے کہا کہ میں اللہ کے رسول کا قاصد بن کر آیا ہوں۔ اس نے مجھ سے کہا کہ فلاں دن تک تم اس سے نہ ملو اور خود وہ دعویٰ دربان جس کا نام مزی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت کے متعلق مجھ سے پوچھتا رہا، میں اس سے بیان کرتا تھا میری باتیں سن کر اس پر رقت طاری ہو جاتی اور بے ساختہ رونا شروع کر دیتا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے جو صفت پڑھی ہے اس کو بعینہ اس نبی کے اندر موجود پایا ہوں میرا خیال تھا کہ ان کا ظہور شام میں ہو گا لیکن عرب میں ہوا پھر بھی میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور تصدیق کرتا ہوں۔ لیکن مجھے حارث بن ابی شمر کی جانب سے اپنے نفس کے قتل ہو جانے کا اندیشہ ہے پھر یہ دربان میری عزت کرنے لگا اور خوب خاطر مدارات کی۔ اس نے یہ بھی کہا کہ حارث کی جانب سے میں ناامید ہوں کیونکہ وہ قیصر سے ڈرتا ہے۔ ایک دن حارث نکلا اور اپنے سر پر تاج رکھ کر بیٹھا۔ اس نے مجھے بلایا میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط اس کے سامنے پیش کیا۔ اس نے خط پڑھا پھر کہنے لگا کہ مجھ سے میری ملکیت کون چھین سکتا ہے میں اس کے پاس جاؤں گا اور اگر وہ مجھے ہو گا تب بھی اس کو لاؤں گا میرے پاس آؤں گا بلاؤں کا طریقہ وہ رات آنے تک بیٹھا رہا اور کہو اس کرتا رہا، اس نے گھوڑوں کو نعل پہنانے کا حکم صادر فرمایا، پھر مجھ سے کہنے لگا کہ جو چاہو تم اپنے صاحب سے کہہ دینا۔ اس نے قیصر کے پاس بھی میری اطلاع بھیجی۔ قاصد نے وہ خط لے جا کر قیصر کو مقام ایلیا میں دیا۔ اس وقت قیصر کے پاس وحی بھیجی تھی اللہ نے فرمایا جو وہ تھے انہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر کے پاس خط دے کر بھیجا تھا۔ جب قیصر نے حارث کا خط پڑھا تو اس کا جواب یہ لکھ کر دیا کہ تم اس نبی کے پاس مت جاؤ بلکہ مجھ سے ایلیا جا کر ملو۔

خط کا یہ جواب میری موجودگی میں آیا، پھر اس نے مجھے بلایا اور کہنے لگا کہ تم اپنے نبی کے پاس واپس

کب جاؤ گے۔ میں نے کہا اہل۔ چنانچہ اس نے میرے لئے سوشقال سونا دینے کا حکم صادر فرمایا اور اس کے
 دربان مری نے بھی مجھے نفعہ اور کپڑا دیا، پھر مری مجھ سے کہنے لگا کہ میرا سلام اللہ کے رسول تک پہنچا دینا
 اور آپ کو یہ بتا دینا کہ میں آپ کے دین کا پیرو ہوں، میں وہاں سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
 واپس آیا اور حالات سے باخبر کیا، آپ نے فرمایا کہ اس کی سلطنت برباد ہوگی، پھر میں نے مری کا سلام آپ
 کی خدمت میں پیش کیا اور اس کے قول کو بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔

میں نے چند جماعتوں کے بادشاہوں اور ان کے اکابرین کے تذکرے پر اکتفا کیا ہے۔ جنہوں نے
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی تھی انہیں لوگوں کی موافقت چند کچھوڑ کر اکثر لوگوں نے بھی کی ہے اور
 جو لوگ ایمان نہیں لائے وہ یا تو معاہدے تھے جو جزیرہ دے کر ذلت کی زندگی گزارتے یا وہ لوگ تھے جو آپ سے
 خوف زدہ تھے۔ غرض کہ پوری روئے زمین کے لوگوں کی آبادی صرف تین حصوں پر مشتمل تھی۔ جس میں ایک طبقہ
 مسلمانوں کا تھا، دوسرا معاہدین کا، تیسرا طبقہ خائفین و مروعین کا اور اگر تمام یہودیوں کے مقابلے میں صرف
 ان کے سردار عبداللہ بن سلام ہی نے اس زمانے میں اسلام قبول کر لیا تو یہ سب پر بھاری ہے۔ جب کہ
 ان کے علاوہ بھی بہت سے سرداروں نے اسلام قبول کیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام کے اسلام لانے کا واقعہ بخاری شریف میں اس طرح ہے۔ کہ جب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ تشریف لائے تو تمام اہل مدینہ کی زبان پر یہ کلمات تھے رسول آگئے،.....
 رسول آگئے، لوگ جمع ہو کر آپ کو دیکھنے لگے، عبداللہ بن سلام نے آپ کی تشریف آوری کی اطلاع
 اس وقت سنی جب کہ وہ کجور کے درخت پر چڑھ کر اپنے گھردلوں کے لئے کجوریں توڑ رہے تھے۔ انہوں نے
 فوراً کجور کا برتن رکھ دیا۔ اور آنحضرت کی خدمت میں پہنچے، انہوں نے آپ کی باتیں سنیں وہاں سے پھر گھر
 واپس چلے آئے جب آپ تنہائی میں ہوئے تو عبداللہ بن سلام دوبارہ آگئے اور کہنے لگے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ
 آپ درحقیقت اللہ کے نبی ہیں، اور آپ حق لے کر آئے ہیں، یہود مجھے اپنا سردار اور سردار کا بیٹا نیز ایک
 بلند پایہ عالم اور عالم کا بیٹا سمجھتے ہیں، لہذا آپ انہیں بلائیں اور میرے اسلام لانے کو ان کے زہان سے پھیل

ان کی رائے میرے بارے میں دریافت کریں اور پھر ملاحظہ فرمائیں کہ میرے اسلام لانے سے ناواقف ہوتے ہوئے وہ مجھے کیا مقام دیتے ہیں، کیونکہ ان کو میرے قبول اسلام کا علم ہو گیا تو پھر مجھ پر بہتان باندھیں گے۔ اور عیب میان کریں گے۔

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا۔ جب وہ آگئے، تو آپ نے فرمایا، اے یہودی جماعت خدا سے ڈرو، اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، تم جانتے ہو کہ میں نبی برحق ہوں، اور حق کی دعوت لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ لہذا اسلام لے آؤ، انھوں نے کہا کہ ہم اس کو نہیں جانتے، آپ عین مرتبہ اپنی بات دہراتے رہے، لیکن ہر مرتبہ وہ اسی طرح جواب دیتے رہے پھر آپ نے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تم میں سے کیسے آدمی ہیں کہنے لگے وہ ہمارے سردار ہیں اور سردار کے فرزند ہیں، ہم میں ایک ٹہنڈا یہ عالم ہے اور عالم کے صاحبزادے ہیں آپ نے فرمایا اگر وہ اسلام لے آئیں تو تم کیا کرو گے۔ انھوں نے کہا ہرگز نہیں وہ ایسا نہیں کریں گے آپ نے عبداللہ بن سلام کو آواز دی اور ان کے سامنے آنے کے لئے کہا، چنانچہ وہ اوٹ سے باہر آگئے اور ان کو مخاطب کر کے کہا۔ اے گردہ یہود خدا کا خوف کرو اور جو دین حضور کے ذریعہ آیا ہے۔ اسے اپناناؤ۔ کیونکہ خدا کی قسم تم خوب سمجھتے ہو کہ آپ اللہ کے برحق فرستادہ ہیں اور حق لے کر آئے ہیں، یہود کہنے لگے تم بھوٹے ہو، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مجلس برخاست کر دی۔

صحیح بخاری میں حمید کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آئی ہے کہ جب عبداللہ بن سلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آمد کی اطلاع ملی، تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ سے کہنے لگے کہ میں آپ سے بطور آزمائش آپ سے تین سوال کرتا ہوں۔ جس کا جواب نبی ہی بتا سکتا ہے، پہلا یہ کہ قیامت کی سب سے پہلی نشانی کون سی ہوگی، دوسرا سوال یہ کہ اہل جنت کا کھانا سب سے پہلے کیا ہوگا، تیسرا سوال یہ کہ بچہ اپنی ماں یا باپ کے مشابہ کیوں ہوتا ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل نے ابھی مجھے اس کے متعلق خبر دی ہے، عبداللہ بن سلام نے کہا کہ جبرئیل تو ہمارے دشمن ہیں، آپ نے اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ پڑھی، -

مَنْ كَانَ حَدِّقًا الْجِبْرِيلُ فَإِنَّهُ كَبُودٍ (۱) (مخبر) کہ جو کوئی جبرئیل کا دشمن ہو (تو وہ

نَزَّكَ عَلَىٰ قَلْبِكَ يَا ذِئْبِ اللَّهِ
 (البقرة ۱۷۹)

کان کھول کر سن لے) کہ قرآن کو اللہ نے تمہارے دل پر
 اپنے فرمان کے تحت اتارا ہے۔

پھر اپنے فرمایا کہ قیامت کی سب سے پہلی نشانی یہ ہوگی کہ لوگوں پر مشرق سے لے کر مغرب تک ایک
 آگ نمودار ہوگی، اور اہل جنت کے سامنے سب سے پہلے جو کھانا پیش کیا جائے گا، وہ مچھلی کے دل کا کباب ہوگا
 اور جب عورت کے پانی پر مرد کا پانی غالب آئے گا تو پھر مرد کے مشابہ ہوتا ہے، اسی طرح جب مرد کے پانی پر عورت
 کا پانی غالب آئے گا تو پھر عورت کے مشابہ ہوتا ہے، عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے
 سوا کوئی معبود نہیں، اور آپ اس کے رسول ہیں۔ یہود قوم بہت ہی بہتان طراز ہے، اگر انھیں میرے اسلام
 لانے کی اطلاع مل گئی ہوگی، اس کے بعد میرے متعلق آپ ان سے پوچھیں گے، تو میری عیب جوئی کریں گے، اور
 بہتان لگائیں گے، پھر یہود آپ کے پاس آئے، آپ نے ان سے پوچھا کہ عبد اللہ بن سلام کا تمہارے یہاں
 کیا درجہ ہے۔ انہوں نے کہا ہم میں مندرمانے جلاتے ہیں۔ اور معزز باپ کے بیٹے بھی ہیں، اور ہمارے سردار
 میں، نیز سردار کے بیٹے بھی ہیں، آپ نے فرمایا کہ اگر عبد اللہ بن سلام ایمان لے آئیں تو تم کیا کرو گے انھوں
 نے کہا کہ اللہ ان کو اس سے عفو فرمائے، اتنے میں عبد اللہ بن سلام نکلے اور کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ
 اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے کہ بہت
 بُرا آدمی ہے اور بُرے آدمی کا بیٹا ہے، غرض کہ عیب بیان کرنا شروع کر دیا، عبد اللہ بن سلام نے کہا
 کہ لے اللہ کے رسول میں اس کی پزیرے ڈرتا تھا۔

ابن اسحق نے عبد اللہ بن سلام کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کیا ہے، ان کے ایک عزیز نے روایت کی
 ہے۔ ان کا خود بیان ہے کہ میں نے جب اللہ کا پیغام لانے والی ہستی کے بارے میں سنا تو آپ کی صفات
 آپ کے نام اور آپ کے زمانے کو پہچان لیا، کیونکہ ہم اس کے انتظار میں تھے، تو اس اطلاع پر میں دل ہی دل
 میں خوشی محسوس کر رہا تھا، لیکن زبان سے کچھ نہیں کہتا تھا۔ یہاں تک کہ رسول خدا مدینہ پہنچے، جب آپ
 قبائلی بنی عمرو بن عوف کے گھرانے میں پہنچے، تو ایک شخص آیا اور اس نے آپ کی تشریف آوری کی اطلاع

مجھ اس حالت میں دیکھا کہ میں اپنے گھوڑے کے درخت کی چوٹی پر چڑھا، ہام میں معروف تھا، میری پھوپھی خالدہ بنت عارض نے نیچے بیٹھی تھیں، میں نے جو تشریف آوری کی خبر سنی تکیہ بلذکی، پھوپھی نے میری تکبیر سن کر مجھ سے کہا: خدا تجھے غارت کسے تجھے اگر موسیٰ بن عمران کی آمد کا شہدہ ملا ہوتا، تو اس سے بڑھ کر اظہارِ مسرت نہ کرتا میں نے کہا پھوپھی جان خدا کی قسم، یہ موسیٰ بن عمران کے بھائی ہیں، اور انھیں کے دین پر کار بند ہیں۔ یہ وہی پیمانہ لائے ہیں جو موسیٰ لائے تھے اس پر وہ کہنے لگیں اے میرے برادر نادے کیا وہی نبی ہے جس کے بائے میں ہمیں بتایا جاتا ہے کہ وہ قیامت کی گھڑی کے قریب بھیجے جائیں گے، میں نے کہا کہاں وہی ہیں، پھر میں آپ کی خدمت میں پہنچا، اور میں نے اسلام قبول کر لیا، پھر اپنے گھر والوں کے پاس آیا، اور ان کو بھی دعوت دی، سو وہ بھی حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے، لیکن یہودیوں سے میں نے اپنے اسلام کو چھپانے رکھا، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ یہود ایک ہستان طراز گروہ ہے۔ اور ان کے فساد احوال کو بے نقاب کرنے کے لئے آپ مجھے اپنے گھر میں پس پردہ بٹھادیں، اور ان کی نگاہوں سے مخفی رکھ کر ان کی رائے میرے بائے میں دریافت فرمائیں، آپ نے ایسا ہی کیا کہ عبداللہ بن سلام کو گھر میں آکر کے پیچھے بٹھا دیا، ادھر یہودی حضرات آپہنچنے باتیں ہوئیں، سوالات پوچھتے رہے، اور آپ جواب دیتے رہے، آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تم میں کیسے آدمی ہیں کہنے لگے وہ ہمارے سردار ہیں، اور ہمارے ایک سردار کے فرزند ہیں، ہمارے ایک مردِ جلیل ہیں، اور بلند پایہ عالم ہیں، جب وہ سب کہہ چکے، تو میں اوشے سے باہر آیا اور ان کو مخاطب کر کے کہا۔ اے گروہ یہود خدا کا خوف کرو اور جو دینِ حضور کے ذریعہ آیا ہے اسے اپنالو، کیونکہ خدا کی قسم تم خوب سمجھتے ہو، کہ آپ اللہ کے فرستادہ ہیں، تم حضور کے اسم گرامی اور آپ کی صفات کا تذکرہ اپنے یہاں توراہ میں لکھا دیکھتے ہو، تو میں تو گواہی دیتا ہوں، کہ حضور خدا کے رسول ہیں اور آپ پر ایمان لاتا ہوں، اور آپ کی تصدیق کرتا ہوں اور آپ کو پہچانتا ہوں، یہودیوں نے جب یہ بات سنی تو کہنے لگے تم جھوٹے ہو، اور پھر میرے پیچھے پڑ گئے میں نے اللہ کے رسول سے عرض کیا کہ میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ یہ ایک باطل پسند گروہ ہے۔

فرد، جھوٹ اور برائی میں طوٹ لوگ ہیں، پھر میں نے اپنے اور اپنے مگر واہوں کے اسلام کا اعلان کیا میری پھر بھی بنت عمارت بھی اسلام لے آئیں اور ان کا اسلام بہتر رہا۔

مسند امام احمد اور ان کے علاوہ لوگوں کی روایت ہے کہ حضور کا لوگ شدت کے ساتھ انتظار کرتے تھے چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو تمام لوگوں کی زبان پر یہ بات تھی کہ حضور آگے حضور آگے لوگوں کے ساتھ میں بھی حضور کو رکھنے آیا، میں نے آپ کا چہرہ دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ سب سے پہلی بات جو میں نے آپ کی زبان سے سنی وہ یہ تھی کہ لوگو کھانا کھاؤ، سلام کا پہچا کرو، سلام لگی کرو، اور نماز اس حالت میں اٹھ کر پڑھو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں، جس کی وجہ سے تم جنت میں امن سے داخل ہو گے۔ غرض کہ ان کے علماء اور جلیل القدر حضرات بالکل اسی آیت کے مطابق تھے، جیسا کہ اللہ رب العالمین نے بیان کیا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ
كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ
(البقرۃ - ۱۷۶)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دے رکھی ہے، وہ آپ کو اسی طرح پہچانتے ہیں، جیسے کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

لہذا جو کچھ لوگوں نے اللہ اس کے رسول نیز دار آخرت اختیار کیا اور کچھ لوگوں نے دنیا کو ترجیح دی اور حسد و کبر کے غامی کی اطاعت کی۔

حوسب بن عقبی کے مخازی میں زہری سے روایت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے۔ اس وقت مدینہ میں چند بت تھیں، جن کی عبادت پر بعض اہل مدینہ معترف تھے، لیکن ان کی قوم کے کچھ آدمیوں نے جا کر ان کو ڈھا دیا۔

ٹی بن اخطب جو کہ ام المومنین حضرت صفیہ کے باپ ہیں، ان کے بھائی ابو یاسر بن اخطب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور آپ سے گفت و شنید ہوئی۔ پھر اپنی قوم کے پاس لوٹ گئے، یہ واقعہ تقریباً قبل سے پہلے کا ہے۔ ابو یاسر نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ اے میری قوم یہی اطاعت کرو، کیونکہ میں

چیز کا تم انتظار کر رہے تھے۔ اللہ نے اس کو تمہارے سامنے حاضر کر دیا، لہذا ان کی اتباع کرو۔ اور مخالفت نہ کرو، پھر اس کا بھائی اور بیوہ کا سرداری بن اخطب اس کی باتوں کو سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے یہ دونوں بھائی بنونفیر کے تھے۔ اس نے بھی آپ سے گفت و شنید کی، پھر اپنی قوم کے پاس واپس گئے۔ ان کی قوم ان کی باتوں کو ماننی تھی۔ اس نے ان سے کہا کہ میں اس آدمی کے پاس سے ہو کر آیا ہوں میں ہمیشہ اس سے دشمنی کروں گا۔ اس کے بھائی ابوایسر نے کہا کہ اے میرے بھائی تم اس معاملہ میں میری بات مانو پھر دوسرے امور میں تمہیں اختیار ہے چاہے ماننا یا نہ ماننا اس نے کہا خدا کی قسم میں تمہاری اطاعت نہیں کروں گا۔ لہذا شیطان اس پر مسلط ہو گیا۔ اور اس کی قوم نے اس کی اتباع کر لی۔

ابن اسحق نے حضرت صفیر بنت جی بن اخطب کا واقعہ نقل کیا ہے۔ ان کا خود بیان ہے کہ میں اپنے والد اور چچا کی نگاہ میں ساری اولاد سے زیادہ چھپتی تھی، اور دونوں بہر وقت ساتھ رکھتے تھے۔ جب رسول خدا مدینہ آئے اور قبائلیں قیام فرمایا، تو میرے والد جی بن اخطب اور چچا ابوایسر بن اخطب منانہ میرے ملاقات کے لئے گئے۔ لوٹے تو غروب آفتاب کا وقت تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ بہت تھکے ماندے اور پریشان خاطر ہیں، وہ بہت دھیمے انداز میں چلے آ رہے تھے۔

میں محول کے مطابقت مسکراتی ہوئی ان کی طرف متوجہ ہوئی، لیکن بخدا پریشانی کے مارے دونوں میں سے کسی نے میری طرف التفات نہ کیا، میرے چچا ابوایسر میرے والد سے کہہ رہے تھے کہ یہ وہی خیر موعود ہے۔ والد نے کہا، ہاں خدا کی قسم، چچانے پھر پوچھا کیا تم نے اسے پہچان لیا ہے۔ اور یقین کر لیا ہے والد نے جواب دیا ہاں، اس پر چچانے دریافت کیا پھر اس کے لئے تمہارے دل میں کیا جذبہ ہے۔ والد نے کہا دشمنی میں جب تک زندہ رہوں گا خدا کی قسم دشمنی کروں گا۔

ابن اسحق نے عبد اللہ بن عباس کی ایک روایت بیان کی ہے۔ جب عبد اللہ بن سلام ثعلب بن شیبہ اسد بن شیبہ اسد بن عبید و فیروز یہودی حضرات ایمان لے آئے اور اسلام کے شیدائی بن گئے، تو یہودیوں میں جو لوگ آپ کی نبوت کے منکر تھے، وہ کہنے لگے کہ جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں وہ ہم میں بدترین

لوگ ہیں، اگر وہ لپٹے ہوتے، تو اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر غیر کا مذہب نہ اختیار کرتے اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اہل کتاب میں جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت رات کی گھڑیوں میں کیا کرتے ہیں۔ اللہ اولیم آفت پر ایمان لاتے ہیں، معروف کا حکم دیتے اور منکر سے روکتے ہیں، نیز بھلائی میں سبقت کرتے ہیں، وہی لوگ نیک لوگوں میں سے ہیں۔

لَيْسُوا سَوَاءً مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ
 أُمَّةٌ قَاتِمَةٌ يَتَشَلُّونَ آيَاتِ
 اللَّهِ أَنْتَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ
 يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
 وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ
 يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ
 فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَئِكَ مِنَ
 الْمُسْلِمِينَ

(ال عمران - ۱۱۳-۱۱۴)

تورات و انجیل میں نبی کریم کی صفات کا تذکرہ کرنا یہ زیادہ بلیغ ہے نسبت اس کے کہ صرف آپ کا نام ذکر کیا جائے

مترجم کا اعتراض یہ ہے کہ مسلمانوں کا کہنا ہے کہ قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام توراة و انجیل کے اندر موجود تھا، لیکن یہودیوں نے دوت دریاست کی خاطر اس کو مٹا دیا۔ یہ بات عقل میں آنے والی نہیں۔ کیا مشرق و مغرب شمال و جنوب کے تمام لوگوں نے اللہ کی نازل کردہ کتابوں سے آپ کا نام مٹا دیا ہوگا، بلکہ یہ تو اس قدر عیر العقول بات ہے کہ زبان سے کئے گئے والی بات کا انتساب اس قدر عیر العقول نہیں، کیونکہ زبان سے انکار کرنے کے بعد رجوع ممکن ہے، لیکن نام مٹا دینے کے بعد رجوع محال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سوال کی بنیاد ہی درحقیقت کج فہمی پر مبنی ہے۔ کیونکہ ان کا خیال ہے کہ مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ توراة اور انجیل میں آپ کا نام لفظ محمد کے ساتھ مذکور تھا، لیکن پوری دنیا کے یہود و نصاریٰ نے مل کر اس نام کو مٹا دیا ہے۔ اور دونوں کتابوں سے اسے بالکل خارج کر دیا ہے اور اس کی وصیت بھی مشرق و مغرب قریب بعد مرگ کر دی تھی۔

حالانکہ مسلمانوں کے کسی عالم نے بھی ایسی بات نہیں کہی ہے۔ نہ خدا نے قرآن مجید میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نشاندہی کی ہے۔ نہ یہ قول صحابہ کرام اور ائمہ دین کا ہے نہ ہی علماء تفسیر اور تاریخ نویسوں نے یہ بات لکھی ہے، ہاں اگر چند لوگوں نے یہ بات کہی ہے۔ تو یہ معمولی قسم کے عوام الناس ہیں، جنہوں نے اس کے ذریعہ دین کی مدد کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ دین کی مدد نہیں، بلکہ اس کو ضرر پہنچانا ہے۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ جاہل دوست سے دانا دشمن بہتر ہے، کیونکہ دانا دشمن کے مقابلہ میں جاہل دوست سے نقصان زیادہ پہنچتا ہے، بلکہ ان کی یہ بات درحقیقت قرآن

میں عدم تدبر کی دلیل ہے۔ کیونکہ جس آیت کریمہ سے انہوں نے یہ سمجھا کہ تورات و انجیل کے اندر حضور کا مخصوص نام (محمد) موجود تھا۔ وہ یہ ہے،

التَّيْنِ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ
الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُومًا
عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ
يَا مَرْهَمٌ مُّبَايَعٌ مَعْرُوفٌ وَيَتْلَاهُمْ
عَنِ الْمُنْكَرِ

(الاحراف - ۱۵۷)

حالانکہ مرثا اس کے اندر نام کا تذکرہ نہیں۔ بلکہ آیت کریمہ سے تین مقامات آپ کے نام متعین ہوتے ہیں اول یہ کہ آپ کا تذکرہ ان کی کتابوں میں موجود ہے، اور آپ کی صفات نیز ظہور کے وقت کی وضاحت کی گئی ہے، اسی چیز کی طرف اللہ رب العالمین نے اشارہ کیا ہے۔ لہذا اس سے یہ مطلب نکالنا کہ آپ کا مخصوص نام ان کی کتابوں میں موجود ہے۔ یہ صحیح نہیں کیونکہ اس کی خبر خدا نے نہیں دی ہے۔ اور نہ ہی مجرد اسم ذکر کرنے میں وہ خوبی پائی جاتی ہے۔ جو کہ آپ کے صفات و علامات اور وقت ظہور کے تذکرے میں ہے، کیونکہ ایک نام کئی آدمیوں کے درمیان مشترک ہو سکتا ہے۔ لہذا تمیز کرنا دشوار ہو جائے گا۔ اور محمد نامی کوئی بھی شخص یہ پسند نہیں کر سکتا کہ اس کو اس فعل کی طرف منسوب کیا جائے جس کو اس نے نہیں کیا ہے۔ اگر ایسا کرنا درست ہوتا تو وہ دم نام شخصوں میں ایک کا قرض دوسرے کے حوالہ کر دیا جاتا۔ اس کے علاوہ مجرد اسم کے ذکر سے بیان و شناخت نیز ہدایت یا بی محال ہے۔ لیکن صفات و علامات کی وضاحت صحت اور امتیاز کی خصوصیت نیز وقت ظہور کے بیان سے اس سستی کی تعین اور غیر سے تمیز ہو جاتی ہے۔ اور اسی چیز کا تذکرہ تورات انجیل نیز دیگر آسمانی کتابوں میں ہوا ہے جس پر مختلف طریقوں سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

پہلی بات یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی امت کے ایمان کے سب سے زیادہ عزیز اور اپنے مکابریں کے خلاف سب سے زیادہ شگوسہ دلیل قائم کرنے والے ہیں۔ آپ نے خود یہود و نصاریٰ کے خلاف اپنے اس قول کو شگوسہ دلیل بنایا کہ ہماری صداقت کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ تمہاری کتابوں میں خود ہماری نبوت کا تذکرہ موجود ہے۔

جس کی تلاوت تم دن رات کھلے چھپے کرتے ہو۔ لہذا اگر آپ کی دلیل بے بنیاد ہوتی اس کا بطلان واضح ہوتا تو لوگ آپ کی اتباع کرنے سے باز رہتے اور ایسے ہی آپ کا مذاق اڑا دیتے، جیسے کہ کوئی آدمی کسی کے سامنے اپنی صداقت کے لئے یہ دلیل دے کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں۔ تم فلاں بن فلاں ہو تمہارا یہ پیشہ ہے تمہاری یہ کنیت اور لقب ہے جس سے تم پہچانے جاتے ہو۔ لیکن اس کی ساری باتیں حقیقت کے خلاف ہوں تو فوراً معمولی عقل کا آدمی بھی اس کا مذاق اڑانے سے نہیں چمکے گا۔ بلکہ اس کو جھوٹا مدعو غرض کہ اسی طرح کے مختلف تمنوں سے نوازے گا۔ لوگوں کے سامنے اس کی برائی بیان کرے گا چہ جائیکہ اس کی تصدیق کرے اور اس کی باتوں کو ماننے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے آپ کی بات کی تصدیق کی آپ پر ایمان لائے، آپ کے صفات کی نشاندہی کی، لوگوں کے سامنے بیان کیا، البتہ چند لوگوں نے انتہا پسندی سے کام لیا اور اپنی کتابوں میں آپ کی صفات کا تذکرہ تسلیم کرنے کے باوجود بھی انکا نبوت کے لئے یہ گنجائش نکالی کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں۔ جن کا ذکر ہماری کتابوں میں آیا ہے۔ اور نہ ہی ان کے اندر وہ صفات اور نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ جب کہ یہ کھلا ہوا مسکاہرہ اور غایت درجہ کا ضدی پن تھا، کیونکہ وہ مسلمانوں آپ کے اندر بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں، جس کا اعتراف ان کے بادشاہ قیصر روم، اور مسلمان فارسی جیسے بڑے لوگوں نے کیا تھا، ہر قبل جیسے عظیم المرتبہ اور جبید عالم نے ابوسفیان کے سامنے آپ کے نبوت کی تصدیق کی تھی، کیونکہ ابوسفیان کے بیان کے مطابق نبوت کی تمام علامتوں کو اس نے آپ کے اندر موجود پایا تھا اور یہ بھی پیشین گوئی کی تھی کہ مغرب اس کی بادشاہت میرے ان قدموں کی جگہ بھی ہوگی۔ ان کے علاوہ ان کے بڑے بڑے احبار اور صہبان نے بھی آپ کو اسی طرح پہچان لیا تھا۔ جیسے کہ اپنے بیٹوں کو پہچانے ہیں

جس کا تذکرہ قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے
 الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ
 كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا
 مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ
 (البقرة - ۱۴۶)

دوسری جگہ ارشاد ہے ..

الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ
 كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ الَّذِينَ
 خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ
 (الانعام - ۲۰)

جن کو ہم نے کتاب دیا ہے، وہ آپ کو اپنے بیٹوں کی
 طرح پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے نفس کو خراب
 میں ڈال رکھا ہے، وہی آپ پر ایمان نہیں لارہے۔

ان کی یہ شناخت درحقیقت ان صفات اور علامتوں کی روشنی میں تھی، جو کہ ان کی کتابوں میں موجود
 تھیں۔ پنانچہ اہل کتاب کے بعض مسلمانوں نے صاف صاف آیت کریمہ کی تصدیق کی اور کہا کہ خدا کی قسم ہم
 میں سے ہر شخص آپ کو اپنے بیٹے سے بھی زیادہ پہچانتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گھر سے باہر نکلنے ہی اس کی حالت
 تبدیل ہو جاتی ہے۔ اسی بناء پر اللہ رب العالمین نے اس شخص کی تعریف کی جس نے حق کو پہچان لیا اور اس
 کی آجائز میں کسی قسم کا منکرانہ رویہ نہیں اختیار کیا، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً
 لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ
 أَضْرَكُوا ۗ وَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ
 مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ
 قَالُوا إِنَّا نَصْرُكَ يَا أَيُّهَا
 اللَّهُ

آپ یہودیوں کو اور مشرکوں کو مسلمانوں کا سب سے
 بڑا دشمن اور نصاریٰ کو ان کا سب سے بڑا دوست
 اور قریبی پائیں گے، اس لئے کہ ان میں نیک لوگ
 اور راہب حضرات ہیں، جو روگردانی نہیں کرتے
 جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں، جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم

پر نازل کی گئی ہے۔ تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہا
 ہو جاتا ہے کیونکہ وہ حق کو جان لیتے ہیں۔
 اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان
 لائے۔ لہذا ہمارا نام شاہدوں کے ساتھ
 لکھ لے، اور ہم خدا پر کیوں نہیں ایمان
 لائیں گے۔ اور حق کی تصدیق کریں گے جبکہ
 ہم طمع کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک
 لوگوں میں شامل کرے، چنانچہ اللہ نے
 اس کو اس قول کا بدلہ ایسی جنت کے
 ذریعہ دیا۔ جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی
 جس میں وہ ہمیشہ ہمیش میں گئے۔ اور یہی نیک لوگوں
 کا بدلہ ہے، اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری
 آیتوں کو بھٹکایا وہی لوگ جہنمی ہیں۔

❖

مِنْهُمْ قَبِيلَيْنِ وَرُحْبَانًا
 وَاللَّهُمَّ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَإِذَا
 سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى
 أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا
 عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا
 آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝
 وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا
 مِنَ الْحَقِّ وَلَا نَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا
 رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ فَأَنذَرْنَاهُمْ
 اللَّهُ بِمَا كَانُوا جَعَلَتْ تَجْرِبِي مِنْ
 قَوْمِي إِلَّا نَهَرُ خُلْدِي نِي فِيهَا
 وَذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَالَّذِينَ
 كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ
 أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝

(المائدہ: ۸۴-۸۵)

آیت کریمہ کا شان نزول عبداللہ بن عباس نے یہ بیان کیا ہے کہ جب حضور کے صحابہ بخاشی کے سامنے
 حاضر ہوئے، اور قرآن کی تلاوت کی تو راہبوں اور پادریوں نے اسے سن کر رونا شروع کر دیا کیونکہ وہ فورا حق کو
 پہچان گئے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ذَلِكْ يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ قَبِيلَيْنِ وَرُحْبَانًا وَاللَّهُمَّ
 لَا يَسْتَكْبِرُونَ۔

ساری کا بیان ہے کہ جو لوگ آپ کی خدمت میں آئے تھے۔ ان کی تعداد بارہ تھی، ان میں سات پادری تھے

اور پانچ راہب تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو قرآن پڑھ کر سنایا تو وہ رونے لگے اور وہاں
 کرنے لگے۔ رہنا مناسباً انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا صحیح الشاہدین۔
 ابن عباس کا ایک قول ہے کہ اس سے محمدؐ اور آپ کے اتنی مرادیں ہیں، کیونکہ یہی وہ نیک لوگ ہیں جنہوں
 نے اس بات کی طرح کی کہ اللہ شاہدین میں ان کو داخل کرے۔

مذکورہ باتوں کے بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو پہچان لیا تھا، انہیں صحابہ
 کی مدد سے پہچانا تھا جہاں کی کتابوں میں آپ کے بارے میں مذکور تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ فوراً ان کی آنکھوں سے آنسو
 جاری ہو گئے اور دل نے تسلیت کر لی۔

اسی کے مثل اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے۔

اے نبی کریمؐ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ پہلے تم
 ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، لیکن وہ حضرات جن کو آپ سے
 پہلے علم دیا گیا ہے، جب ان کے اوپر تلاوت کی جاتی
 ہے تو وہ ٹھٹھکیوں کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں اور
 کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے اس کا وعدہ پورا ہو کر
 رہا اور ٹھٹھکیوں کے بل روتے ہوئے گرتے ہیں، جس
 سے ان کے شعور و غمخوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖ اَوْ لَا تُوْمِنُوْا اِنَّ
 الْاٰیٰتِیْنَ اَوْكُوْا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِہِ
 اِذَا بُسِّطَ عَلَیْہِمْ یُخِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ
 سَخَّرْنَاہُمْ وَیَقْوُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَا
 اِنَّ كٰنَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا وَّ
 یُخِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اَنْ یُّبٰکُوْنَ
 وَیَزِیْدُہُمْ حَشُوْعًا

(الاسراء - ۱۰۶، ۱۰۷)

امام التفسیر مجاہد کا بیان ہے کہ یہ اہل کتاب کی ایک جماعت تھی، جو قرآن کو سن کر سجدے میں گر گئے تھے
 اور کہنے لگے سُبْحٰنَ رَبِّنَا اِنَّ كٰنَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا (الاسراء ۱۰۸)
 وعدہ سے مراد خدا کا وہ وعدہ ہے، جو اس نے تمام نبیوں کے زبانی نبی اکرمؐ کی بعثت کا وعدہ کیا تھا،
 اور یہ بھی بتلایا تھا کہ آپ کا زمانہ نبوت کا آخری زمانہ ہو گا۔ آپ کا دین تمام ادیان پر غالب ہو گا۔ آپ کی

دوست پوری رونے زمین کے گوشے گوشے میں پہنچنے گی۔ آپ کے بعد قیامت قریب ہوگی، اہل کتاب متفقہ طور پر اس دھدھہ پر یقین رکھتے تھے، اور نبی کا انتظار کر رہے تھے، لہذا جب آپ کی بعثت ہوئی، تو نیک لوگوں نے حتیٰ کہ پہچان کر آپ کی اتباع کرنی اور بد بختوں نے کہا کہ وہ نبی نہیں ہیں، بلکہ ہم بھی ان کا انتظار کر رہے ہیں۔ حالانکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں مبعوث ہوگا لہذا انھیں نیک ہستیوں کے متعلق یہ بیان ہے کہ جب انہوں نے قرآنی آیتیں سنی تو آپ کو پہچان گئے اور خدا کے آگے سجدے میں گر گئے، اس پر ایمان لائے اور خدا کے اس وعدہ کے پورے ہونے کی تصدیق کی اور کہنے لگے مسبحان ربنا ان کان وعدنا بالفعول۔

یونس بن یکر نے مسلمان بن بلہ سوسا عن ابیہ عن جدہ کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ نے نحران کے پاس خطا ان لفظوں میں کہا،

ابراہیم، اسحق اور یعقوب کے الہ کے نام سے آفاذ کرتا ہوں۔ یہ خط محمد رسول اللہ کی جانب سے ہے۔ اسقف بخران اور اہل بخران کے پاس تم سلامت رہو۔ ابراہیم، اسحق اور یعقوب کے رب کی حمد و ثنا کے بعد میں تم کو بدوں کی آفتابی سے خدا کی آفتابی کی طرف پکارتا ہوں، اگر تم اس سے انکار کرو تو تم پر جزیہ لازم ہے۔ اور اگر اس سے سبھی انکار کرو تو اعلان جنگ ہے۔ .. والسلام

اسقف نے خط پڑھا تو اس کے بدن میں کپکپی سی طاری ہو گئی۔ اس نے پہلے ہمدان کے ایک بڑے شخص شریعیل بن دواعکو بلا بھیجا چنانچہ وہ آیا تو اسقف نے حضور کا خط اس کے حوالہ کر کے رائے طلب کی اس نے خط پڑھا اور کہا، مجھے یہ بات معلوم ہے کہ اللہ رب العالمین نے حضرت ابراہیم سے یہ وعدہ کیا ہے کہ نبی اسمعیل سے ایک نبی بھیجے گا لیکن ہم قطعیت کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ یہی وہ نبی موجود ہے اور نہ ہی اس کے متعلق کوئی رائے ہے سکتے ہیں۔ البتہ اگر نبوت کے جاننے کوئی دنیاوی معاملہ ہوتا تو ہم اسے ضرور رائے دینے کی کوشش کرتے، اسقف نے اسے ملگ بٹھادیا پھر بخران کے ایک آدمی عبد اللہ بن شریعیل کو بلا دیا اور ان سے بھی رائے طلب کیا انہوں نے بھی خط پڑھ کر وہی جواب دیا۔ پھر شریعیل بن دواع نے دیا تھا اسقف نے انہیں بھی الگ بٹھادیا پھر نونجا ریکا ایک شخص جہار بن فیض کو بلا دیا اور ان سے بھی رائے طلب کی انہوں نے وہی جواب دیا جو عبد اللہ بن شریعیل نے دیا تھا۔ چنانچہ اسقف نے انہیں بھی لگے گئے میں بٹھادیا، پھر جہار کا قتل پر تمام

لوگوں کا اتفاق ہو گیا۔ تو ناقوس بجانے اور گر جاؤں میں آواز بلند کرنے کا فرمان جاری کر کے پوری واوی کے لوگوں کو اکٹھا کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ طریقہ اس وقت اپناتے جب دن میں کوئی حادثہ پیش آتا، لیکن رات میں جب کوئی حادثہ پیش آتا تو وہ ناقوس بجاتے اور گر جاگھروں میں آگ روشن کی جاتی، چنانچہ واوی میں تمبر بستیاں تھیں اور آبادی اتنی تھی کہ ایک لاکھ جنگجو منحل کئے جاسکتے تھے، سب اکٹھا ہو گئے اور بہت بڑا اجتماع منعقد ہوا۔ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط ان کے سامنے پڑھا گیا، اور رائے طلب کی گئی۔ مشورہ عام کے بعد یہ طے پایا کہ اکابر کا ایک وفد مدینہ جائے اور صاحب کتب سے بات چیت کرے اور جائز لے، چنانچہ شریعل عبداللہ اور جبار بن فیض کو خصوصیت کے ساتھ نامزد کیا گیا یہ لوگ جب مدینہ پہنچے، تو سفر کے لباس کو اتار کر ریشم کے حملہ اور سونے کی انگوٹھیاں زیب تن کیں اور اسی حالت میں آپ سے گفتگو کرنے کی کوشش کی، لیکن آپ نے انھیں بات کرنے کا موقع نہیں دیا وہ یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوئے اور عثمان بن عفان، عبدالرحمن بن عوف کو تلاش کرتے ہوئے ہاجرین کی ایک جماعت میں پہنچے، جن سے تجارتی تعلقات کی بنا پر شناسائی تھی، اور پورا ماجرایاں کیا، پھر رکنے یا واپس جانے کے متعلق ان سے رائے طلب کی ان دونوں نے حضرت علی سے اس کے متعلق دریافت کیا، حضرت علی نے حضرت عثمان اور عبدالرحمن بن عوف سے کہا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے ریشمی حملہ اور سونے کی انگوٹھیاں اتار دیں اور اپنا سفر والا لباس پہن کر آپ سے ملاقات کریں چنانچہ انھوں نے ایسا کیا۔ پھر اللہ کے رسول سے ملاقات کی، آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اس ذات کی قسم جس نے ہمیں حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ یہ جب پہلی مرتبہ میرے پاس آئے تھے، تو ابلیس ان کے ساتھ تھا، پھر آپ کے اودان کے درمیان بہت سے سوالات ہوئے، ان میں سے ایک سوال انھوں نے یہ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ
 آدَمَ مَخْلُوقًا مِّنْ نُّرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ
 عِيسَىٰ كِي مَثَلِ نَدَا كِي زَوْدِي كِي آوَمِ لِي السَّلَامِ
 كِي طَرَحِي هِي. اللہ نے انھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر کیا

ہو جاؤ، سو وہ ہو گئے یہ اہل حقیقت ہے، جو تمہارے رب کی طرف سے بتائی جا رہی ہے اور تم ان لوگوں میں شامل نہ ہو جاؤ، جو اس میں شک کرتے ہیں، یہ علم آجانے کے بعد اب کوئی اس معاملہ میں تم سے جھگڑا کرے گا۔ تو اے نبی اس سے کہو کہ آؤ ہم اور تم خود بھی آ جاؤ، اور اپنے اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں، اور عدل سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔

كَلَّا لَيَكُونَنَّ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ
فَلَا تَكُنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ فَمَنْ
حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ
مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ
اٰبَاءَنَا وَاَبْنَاكُمْ وَنِسَاءَنَا
وَنِسَاءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ
بَعْدَ مَثَلِهِمْ لَفَنَجْعَلُ لَعْنَتَ اللّٰهِ
عَلَى الْكٰذِبِيْنَ

(ال عمران - ۵۹-۶۱)

انہوں نے ایسا اقرار کرنے سے انکار کیا، اگلی صبح حضورؐ حضرت فاطمہ اور حضرت حسن حسین کو اپنے ساتھ لے کر مباہلہ کرنے کے لئے نکلے۔ شرمیل بن عمر نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا کہ تم دونوں جانتے ہو کہ پوری قوم میری رائے سے معج ہوئی تھی اور واپس چلی گئی، اور میں دیکھتا ہوں کہ یہ معاملہ چل پڑا ہے لہذا ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ اس لئے اگر یہ آدمی فرشتہ ہے جو خدا کی جانب سے بھیجا گیا ہے تو سمجھو کہ میں عرب میں پہلا شخص ہوں گا۔ جس نے اس کی ذات پڑھن کیا، اور اس کے معاملہ کی تردید کی، لہذا جب بھی اس کی قوم کا کوئی بھی شخص ہمارے پاس آئے گا تو ہمیں غیر نقصان پہنچانے واپس نہیں جملے گا، اور میں ان کا سب سے قریبی پڑوسی ہوں۔ لہذا ہر اعتبار سے ہمارے لئے خطرہ ہی خطرہ ہے۔ اور اگر یہ آدمی نبی منزل ہے۔ تو سمجھو کہ مباہلہ کرنے کے نتیجہ میں ہم اس طرح نیست و نابود کر دیئے جائیں گے کہ پوری روئے زمین پر ہمارا نام و نشان تک نہ ہوگا۔ اس کے دونوں ساتھیوں نے کہا کہ ابو محکم پھر کیا خیال ہے ہم معاملہ تمہارے ہی ہاتھ میں دیتے ہیں۔ جیسا مناسب سمجھو کرو۔ شرمیل نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حکم بناتے ہیں، کیونکہ وہ ناحق فیصلہ نہیں کرتے ہیں، دونوں نے اس کی بات مان لی

پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا کہ میں آپ کو مکمل ایک دن کے لئے حکم بناتا ہوں، آپ جو بھی میرے متعلق فیصلہ کریں گے درست ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ شاید تمہارے پیچھے کو لوگ ہیں جو تمہاری گرفت کرتے ہیں، اس نے کہا نہیں اور گواہ کے طور پر اپنے دونوں ساتھیوں کو پیش کیا، اس کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ سب کچھ شریعت ہی کی ریلے سے ہو رہا ہے، چنانچہ رسولؐ لوٹ گئے، اور مبارک نہیں کیا، اگلے روز وہ پھر آئے اور آپ نے ان کے لئے فرمان لکھ دیا، وفد فرمان لے کر واپس ہوا تو اسقف کے اعلیٰ سردار اس کے استقبال کے لئے بہت دور تک آئے، اسقف کے ساتھ اس کا چچیرا بھائی ابو طلحہ بھی تھا، وفد نے فرمان راستہ ہی میں اسقف کو پیش کر دیا، اور وہ اسے چلتے چلتے پڑھنے لگا، ابو طلحہ بھی فرمان کی طرف اس درجہ متوجہ ہوا کہ اونٹنی سے گر پڑا، اس کی زبان سے نکلا برا ہو، اس شخص کا برا ہو، جس کی وجہ سے ہم لوگ مصیبت میں پڑے ہیں، ظاہر بچلاس کا اشارہ کہہ رہا تھا، اسقف نے سختی سے کہا کہ یہ کیا کہہ رہے ہو، خدا کی قسم وہ نبی مرسل ہیں، اب ابو طلحہ کے دل میں انقلاب آ گیا اور اس نے یہ عزم ظاہر کیا کہ چھاب تو خدا کی قسم میں ناقہ کا پالان اس کی بارگاہ ہی میں جا کر اتاروں گا، اور مدینہ کی طرف اپنی سواری موڑ دیا، اسقف اس کے پیچھے پیچھے اونٹنی دوڑاتا ہوا پکارتا رہا کہ میری بات تو سنو، میرا دعا تو سمجھو کہ میں نے کس مصلحت سے وہ فقرہ کہہ دیا تھا ابو طلحہ نے ایک نہ سنی اور اس سے کہا کہ تمہارے ذہن سے اتنی بڑی غلط بات نکل ہی نہیں سکتی چنانچہ وہ اللہ کے رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ایمان لے آیا وہیں مقیم ہو گیا اور خدا کے تعالے نے اس کو مرتبہ شہادت نصیب کیا۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ کتابوں میں نبی کریم ﷺ کے ذکر پر بارہ دلیلیں

پہلی بات یہ کہ خود ہادق المصدوق پیر جناب محمد رسول اللہ نے اس بات کی اطلاع دی ہے جن کی گواہی ہی تنہا یقین کے لئے کافی ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ نے یہ خبر دے کر ان کے خلاف اپنی صداقت کا زبردست مظاہرہ کیا ہے لہذا معلوم ہو کر قطعی طور پر یہ چیز اس میں موجود ہے، ورنہ آپ اس سے استدلال نہ کرتے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ ان کے راہبوں اور بڑے عالموں نے بھی باطل پرستی کو ترجیح دیا، اور تورات و انجیل کے اندر آپ کی مذکورہ صفات کا ذکر کیا۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ آپ کی نبوت کے منکرین نے بھی اسی چیز کا اعتراف کیا تھا کہ ان کی کتابوں میں ایک نبی کے مبعوث ہونے کی بشارت دی گئی ہے، اور ان کے ظہور کا زمانہ زما نہ امتیوں کی خصوصیت کی تفصیل بھی موجود ہے، لیکن انہوں نے آپ کو نبی نہیں تسلیم کیا، بلکہ یہ کہنے لگے کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کی بشارت ہماری کتابوں میں دی گئی ہے، جب کہ یہ حد درجہ کی سرکشی اور ضدی پن تھا، کیونکہ وہ یقینی طور پر آپ کو پہچانتے تھے، اور اپنے دل میں اپنی کج روی کو سمجھتے بھی تھے۔

پانچویں دلیل یہ کہ ان میں بہت سے لوگوں نے آپ کی تصدیق کی تھی اور یہ بھی تسلیم کیا تھا کہ درحقیقت یہی وہ نبی ہیں جن کی صفات و علامات کا ذکر ہماری کتابوں میں موجود ہے، لیکن اس کے باوجود بھی انہوں نے صاف صاف کہا کہ میں ہمیشہ اس سے دشمنی کروں گا جیسے کہ جی بنی انہوں نے کہا تھا۔

چھٹی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت و جہنم، انبیاء کے قصہ ان کی امتوں کا برتاؤ اور

انجام فرمیں کہ متعدد چیزوں کے متعلق ان کو باخبر کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ تمام چیزیں تمہاری کتابوں میں موجود ہیں اس پر انہوں نے آپ کی امانت کی، آپ کے بیانات کی تصدیق کی اور بغیر چوڑا آپ کی تمام باتوں کو مان لیا حالانکہ وہ اس تلاش میں رہتے تھے کہ آپ کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل جائے جس کا ذکر ان کی کتابوں میں نہ ہو تاکہ اس کو بھاریں اور لوگوں کے درمیان خوب پر دیگینٹہ کریں جس سے آپ کی بدنامی ہو اور لوگ متنفر ہو جائیں، لیکن کسی بھی بات کو نہیں بھٹلا سکے، بلکہ آپ کی بیان کردہ تمام باتوں کو اپنی کتابوں میں من و عن تسلیم کیا لہذا جہاں آپ کے تمام بیانات صحیح ہیں تو آپ کا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ میرا تذکرہ تمہاری کتابوں میں ہے، اور آپ کا قول ہی صرف دلیل کے لئے کافی ہے۔

ساتویں دلیل یہ ہے کہ یہ بات آپ نے مشرکین، اہل کتاب اور یونین تمام لوگوں سے کہی تھی، سو اگر یہ بے بنیاد بات ہوتی تو مشرکین فرد اہل کتاب سے دریافت کرتے، اور اہل کتاب کھلم کھلا اس کو جھوٹ بتاتے اور خود بھی انکار کر بیٹھتے، اسی طرح مسلمان بھی اس کی حقیقت جاننے کے بعد مرتد ہو جاتے جس سے وہ تصدیبی کسوفت ہو جاتا، جس کی وجہ سے یہ بات کہی گئی تھی، اور یہ کسی ماعلیٰ کی بات نہ ہوتی۔
جیسے کہ کوئی آدمی جھوٹی بات کہے اور اس کو بیان کر کے اپنی صداقت کا مظاہرہ کرے تو یقیناً اس کو بے وقوف اور پاگل سمجھیں گے اور کوئی بھی ماعلیٰ ایسا نہیں کر سکتا، لہذا مستعد طور پر تمام لوگوں کا انکار نہ کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اپنے قول میں سچے ہیں۔

آٹھویں دلیل یہ ہے کہ اگر انہیں آپ کے متعلق انبیاء و کرام کی بشارت اور ان کے بیان کردہ صفات و علامات کا علم نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انبیاء نے آپ کے متعلق بشارت دی ہی نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ بشارتیں ان تک نہ پہنچی ہوں، اور یہ کوئی بعید بات نہیں بلکہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی بہت سی باتیں ہیں جن کو یہود و نصاریٰ نہیں جانتے ہیں، لہذا جب وہ موادق الصدوق نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ انبیاء نے آپ کے متعلق بشارتیں دیں ہیں تو اس پر ایمان لانا واجب ہے اور نہ جاننا انکار کا قطعی سبب نہیں بن سکتا:

نورس دلیل یہ ہے کہ ن نسوں میں اس کا تذکرہ تھا ہو سکتا ہے کہ ان نسوں سے ان شب رتوں کو کٹا دیا گیا ہو، پھر انہیں ٹٹائے گئے نسوں سے ان نسوں کو نقل کیا گیا ہو جو ان کے ہاتھوں میں ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے نسوں میں اس کا تذکرہ نہ پاتے ہوں۔

تورات اور انجیل کے نسوں میں اختلاف کا بیان اناجیل تاریخ کے آئینے میں

ابن کتاب کا کہنا ہے کہ توراہ کے تمام نسخے مشرق و مغرب میں ایک ہیں حالانکہ یہ بالکل سفید جھوٹ ہے جس کی وہ بیوقوفوں میں اشاعت کرتے پھرتے ہیں، کیونکہ نصاریٰ کے پاس جو کوراہ ہے وہ اس توراہ سے بالکل مختلف ہے جو یہود کے ہاتھ میں ہے۔ اور سامرہ کے پاس ان دونوں کے نسوں سے مختلف نسخہ ہے۔

اسی طرح انجیل کے نسوں میں بھی اختلاف ہے۔ توراہ کے اندر جو کمی بیشی کی گئی ہے، وہ کسی بھی صاحب علم پر مخفی نہیں بلکہ قطعی طور پر جانتے ہیں کہ اس کے انبار و اسکات وہ نہیں ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کئے گئے تھے۔ اسی طرح انجیل کی بھی حالت ہے جس میں سولی دیئے جانے کا قصہ نصاریٰ کے شیوخ اور حواریوں کا گڑھا ہوا ہے۔ لیکن اس کو انجیل میں ملا دیا گیا۔ اور پورے عجم کے انجیل کہا گیا۔

اناجیل چار ہیں۔ اور ان میں ہر ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ لہذا ان کا یہ کہنا کہ توراہ و انجیل کے تمام نسخے خواہ یہود کے ہاتھ میں ہوں یا نصاریٰ کے یا سامرہ کے سب کے سب ایک ہی ہیں یہ سراسر دودخ بیانی ہے۔ اور اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ نصاریٰ خود انجیل کو من جانب اللہ حضرت مسیح پر نازل کردہ کتاب نہیں مانتے ہیں بلکہ اس کو تاریخ کی چار کتابیں مانتے ہیں جن کو چار آدمیوں نے مختلف زمانے میں

مرتب کیا ہے۔ ایک انجیل تو وہ ہے جس کو حضرت مسیح کے شاگرد متھی نے ہرانی زبان میں یہودیوں کے شہر شام میں تالیف کیا تھا اور یہ حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھانے جانے کے نو سال بعد کا واقعہ ہے۔ دوسری انجیل وہ ہے جس کو شمول کے شاگرد مرقس بارون نے یونانی زبان میں روم کے ایک شہر انطاکیہ میں تالیف کیا تھا، اور یہ حضرت مسیح کے آسمان پر اٹھانے جانے کے ۲۳ سال بعد کا واقعہ ہے۔ اس انجیل کے بارے میں ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس کو شمون ہی نے مرتب کیا تھا لیکن اس کا نام شروع ہی سے مٹ گیا اور اسے اس کے شاگرد مرقس کی جانب منسوب کر دیا گیا۔

تیسری انجیل وہ ہے جس کو شمون کے شاگرد توما طیب انطاکیہ نے مرقس کی تالیف کے بعد مرتب کیا۔ چوتھی انجیل وہ ہے جس کو حضرت مسیح کے شاگرد یوحنا نے یونانی زبان میں تصنیف کیا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ حضرت مسیح کے آسمان پر اٹھانے جانے کا واقعہ ساٹھ سال سے بھی زیادہ گزر چکا تھا ان چاروں کتابوں میں سے ہر ایک کو انجیل کہتے ہیں جس کے درمیان کافی اختلاف ہے۔

اسی طرح یہود و نصاریٰ اور سامروں کے تورات مختلف ہیں، لہذا یہ یہود و نصاریٰ کا یہ کہنا کہ تورات و انجیل کے تمام نسخے مشرق و مغرب میں ایک ہی ہیں ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، یہ کھلا ہوا جھوٹ اور حقیقت پوشی ہے، کیونکہ بہت سے علماء اسلام نے ان کے فرق کو واضح کیا ہے اور اگر طولی کلام کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تفصیل سے بیان کرتا۔

اہل کتاب کی تحریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے چھپانے کا تذکرہ

اللہ رب العالمین نے ان کی تحریف اور حق پوشی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ان الفاظ

چون توین کی ہے :

اے اہل کتاب کیوں حق کو باطل کا رنگ دے کر
مشتبہ بناتے ہو، کیوں جانتے بوجھے حق کو
چھپاتے ہو۔

يَا هٰٓؤُلَآءِ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ
بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ
تَكْفُرُوْنَ

(ال عمران - ۷۱)

دوسری جگہ ارشاد ہے،

بے شک وہی لوگ جو ہماری نازل کردہ نشانیوں
اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ ہم نے
ان کو لوگوں کے لئے کتاب میں بیان کر دیا ہے
تو ان پر اللہ کی لعنت ہوگی اور لعنت کرنے والے
بھی لعنت سمجھیں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا
مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ
مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ
يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۙ

(البقرہ - ۱۵۹)

ایک جگہ ارشاد ہے

بیشک وہ لوگ جو اللہ کی نازل کردہ کتاب سے احکام
کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تم کو اسانا فائدہ حاصل

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا اللّٰهُ
مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا

کرتے ہیں وہ اپنے بیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ ہر گز ان سے بات نہ کرے گا۔ انہیں پاکیزہ ٹھہرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ
إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ وَلَا تَزْكِيهِمْ ۗ وَأُولَٰئِكَ
عَذَابٌ أَلِيمٌ (البقرة - ۱۷۴)

ایک اور جگہ ارشاد ہے،

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا
يُبَيِّنُ لَكُمْ كِتَابَ اللَّهِ الَّذِي كُنْتُمْ تُخْفُونَ
مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ ۖ قَدْ
جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ
يَهْدِي بِنُورِهِ لِنُجَاتٍ مِّنَ الظُّلُمَاتِ
إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَبِحَسَنٍ
مُّسَبِّلٍ السَّلَامِ وَفِيهِ بُرْهَانٌ مِّنَ
الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَبِحَسَنٍ
إِلَى هُدًى مِّنَ الظُّلُمَاتِ
(المائدة - ۱۷۰، ۱۷۱)

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آیا جو تمہیں بہت ساری چیزوں کے متعلق خبر دیتا ہے جس کو تم کتاب سے چھپاتے ہو اور بہت سی چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے (جس کو تم بیان کر سکتے تھے) تحقیق تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نور اور کتاب ہیں کہ پہنچا اور تمہارا اس کے ذریعہ اس شخص کو سلائی کے راستے کی ہدایت دیتا ہے جس نے اس کا خوشنودی تلاش کی اور اپنے حکم سے ان کو تاریکی سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انہیں سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

اس آیت کے تحریف کا تذکرہ قرآن میں متعدد جگہ آیا ہے، اور یہ بھی بار بار بتلایا گیا ہے کہ وہ کس طرح اپنی زبانوں کو موڑ کر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تاکہ سننے والے کا ذہن حقیقی مفہوم کے بجائے دوسرے مفہوم کی طرف منتقل ہو جائے۔ اس اعتبار سے ان کے تحریف اور امتحان کی پانچ شکلیں بنتی ہیں۔

پہلے کہ وہ حق کو باطل کے ساتھ غلط ملط کر دیتے ہیں تاکہ باطل سے حق کی تمیز نہ کی جاسکے، دوسری شکل یہ ہے کہ وہ سرے سے حق ہی کو چھپا لیتے ہیں۔ تیسری شکل یہ ہے کہ وہ قریب قریب حق کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چوتھی شکل یہ ہے کہ وہ کلمے کو اس کی جگہ سے بدل دیتے ہیں یا تو لفظ ہی بدل دیتے ہیں

یہی میں تحریف کر دیتے ہیں۔ پانچویں شکل یہ ہوتی ہے کہ اپنی زبان کو موڑ کر لے لی اور لگی کرتے ہیں تاکہ سانس کا ذہن حقیقی لفظ کے بجائے دوسرے لفظ کی طرف منتقل ہو جائے، اور یہ سب چیزیں وہ ایک خاص مقصد کے تحت کرتے ہیں۔

لہذا جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی قتال اور آپ کی نبوت کا انکار کرنے میں انہوں نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھا تو آپ کی صفات کا انکار کرنے، اس کو چھپانے یا اپنی جگہ سے ہٹانے اور اس کی فطرت اور اول کرنے میں انہیں کون سی چیز روکے گی، بلکہ ایسا تو مرد جاہل اور کفر کریں گے، چنانچہ خوف ہو کر انہوں نے ایسا کیا، لیکن چونکہ آپ کے متعلق بشارتیں اتنی زیادہ تھیں کہ وہ اس کو چھپاڑ سکتے تھے اس لئے اس میں تاویل کے تحریف کرنے لگے، اور اس کے حقیقی مفہوم کو بدل کر گھما ہوا معنی پیش کر دیا۔

اس بات پر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ اگلی کتابوں میں مذکور ہے اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ نے اپنی نبوت کے متعلق دلیل اہل کتاب کے ملامت سے بھی دریافت کیا تو انہوں نے دشمنی کے باوجود آپ کی گواہی دی لہذا اب معاذین و مکذبین کے بھٹلانے سے ذرا بھی فرق نہیں پڑے گا ارشاد خداوندی ہے

وَقَوْلِ الَّذِينَ كَفَرُوا لَمَّا نَسُوا
مُرْسَلًا قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا
بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَ اللَّهِ
عِلْمُ الْكِتَابِ (الرعد - ۲۴)

مخبر آپ سے کہتے ہیں کہ آپ نبی نہیں ہیں
آپ کہہ دیجئے کہ میرے اور تمہارے اور اہل کتاب
کے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کے لئے کافی
ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے

قُلْ أَزِيدُ تَعْمَارًا كَانَ مِن عِنْدِ اللَّهِ
وَلَقَدْ تَعَدَّ بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدَتَيْنِ
بَيْنِي إِسْمَاعِيلَ عَلِيَّ مِغْلِبًا فَآمَنَ

اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ کبھی تم نے سوچا بھی کہ اگر
یہ باتیں خدا کی جانب سے ہوں اور تم نے اس کا
انکار کر دیا تو تمہارا کیا انجام ہو گا۔ حالانکہ

اسی کے مثل کلام پر بجز اسرائیل کا ایک گواہ گواہی بھی دے چکا ہے، اور وہ ایمان بھی لے آیا اور تم اپنے گریہیں پڑے رہے، ایسے ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیا کرتا۔

اہل کتاب میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو اللہ پر اور تمہاری اور ان کی جانب جو چیزیں خدا نے نازل کی ہیں اس پر ایمان لائے ہیں اس حال میں کہ وہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں، اللہ کی آیات کے بلے تھوڑے فائدے کو وہ حاصل نہیں کرتے ہیں اللہ کے یہاں ان کے لئے اجر ہے بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

نہدنی کے تصدیق کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں درویش اور لائب حضرات ہیں جو تکبر نہیں کرتے اور جب رسول کی جانب نازل کردہ چیزوں کو سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں کیونکہ انھوں نے حق کو پہچان لیا ہے وہ کہتے ہیں کہ لے ہائے پروردگار ہم ایمان لائے ہیں ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

وَأَسْتَكْبِرُ ثُمَّ إِذَا لَقِيَ اللَّهَ لَأَلْقِي
الْعِوْمَ الظَّالِمِينَ ۝
(الاحقاف - ۱۰)

اسی طرح اللہ رب العالمین نے فرمایا،
قَالَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ
بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنزِلَ
إِلَيْهِمْ هُمُ الَّذِينَ لَمْ يَلْمِزُوا
بِآيَاتِ اللَّهِ تَمَنَّا قَلِيلًا أُولَئِكَ لَهُمْ
أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِنَّ اللَّهَ
سَرِيعُ الْحِسَابِ
(آل عمران - ۱۹۹)

اور ایک اور جگہ ارشاد ہے :
ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَسَبُوا
رُهْبَانًا وَاللَّهُمَّ لَا يَسْتَكْبِرُونَ
وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ
تَرَى أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ
مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُولُونَ
رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ
(المائدة - ۸۲ - ۸۳)

ایک اور مقام پر ارشاد ہے

الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ
هُم بِهِ يُؤْمِنُونَ ۚ وَإِذْ يُسْأَلُونَ
عَلَيْهِمْ قَالُوا إِنَّمَا آتَانَا اللَّهُ الْحَقَّ
مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ
مُسْلِمِينَ ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ
أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا
وَيَذَرُونَ بِالْحَسَنَةِ الشَّيْئَةَ
وَمَا زَادَتْهُمْ إِلَّا نَفْعًا

جن لوگوں کو ہم نے آپ سے پہلے کتاب سے رکھا
ہے وہی اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان کے
سامنے تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تسلیم
کرتے ہیں کہ یہ خدا کی جانب سے حق ہے۔ ہم اس سے
پہلے بھی مسلم تھے، ایسے لوگوں کے لئے دوہرا اجر
ہے کیونکہ انہوں نے صبر کیا ہے اور نسیکوں کے
ذریعے برائیوں کو دور کرتے ہیں، اور ہم نے
انہیں جو ریزی دے رکھی ہے اس سے خیر حاصل
کرتے ہیں۔

(القصص - ۵۲ - ۵۴)

مذکورہ آیتوں سے یہ بات بے زور روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اہل کتاب کے علماء نے خود رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کی گواہی دی تھی اور ان کی تعداد مکہ میں کے نسبت کہیں زیادہ تھی، اور ان علماء
میں سے صرف ایک عالم کی گواہی تمام مکہ میں دعا میں کی تردید و انکار پر بھاری تھی۔ اور وہ حضرات جن
کو عیر کے بت پرستوں اور مغضوب یہودیوں نے علماء اگر دانا تھا وہ یقیناً عالم نہیں تھے۔ بلکہ بہت سے
لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو حوام اناس عالم سمجھتے ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ عالم نہیں ہوتے کیونکہ عالم
وہی ہے جو باعمل ہے اس اعتبار سے عالم صرف وہی حضرات تھے جو آپ پر ایمان لائے تھے، یا اگر انہیں
عالم تسلیم کیا جاتا ہے تو ظاہر سونے کے زمرے میں ان کا شمار ہوگا، لہذا ان لوگوں کے انکار کرنے سے ان
طوائف کی گواہی مسترد نہیں کی جاسکتی جنہوں نے اپنے علم کے ذریعے آپ کو پہچان لیا تھا۔

گیارہوں دلیل یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ان کے ہاتھوں میں فی الجہال جو نسخے موجود ہیں ان
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و علامات کا تذکرہ نہیں ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا

تذکرہ ان کے اسلاف کی کتابوں میں بھی نہیں تھا، کیونکہ ان کے اسلاف میں بھشت کے وقت جو لوگ تھے ان کے مرتب کردہ لہسنوں میں ان کے بعد کے لوگوں نے کمی بیشی کر دی اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ خدا کی جانب سے ہے پھر ان کتابوں کے من جانب اللہ ہونے کی شہرت اس طرح ہوئی کہ بعد کے لوگوں نے ان کی تمام باتوں کو من و عن نقل کر لیا، پھر وہی نسخے لوگوں کے درمیان مشہور ہو گئے۔ اور صحیح نسخے ان کے درمیان دب کر رہ گئے اور یہ کوئی حال بات نہیں بلکہ نایت درجہ اس کا امکان ہے جیسے کہ سامرو نے توراہ میں بہت سی جگہوں پر تبدیلی کی پھر وہی تحریف شدہ نسخے لوگوں کے درمیان رائج ہو گئے اور صحیح نسخوں کا وجود ہی ختم ہو گیا۔ اسی طرح نصاریٰ کے ہاتھ میں جو توراہ ہے وہ بھی تحریف شدہ ہے۔ غرض کہ پورا دین اور کتاب ہی بدل دی گئی اور اگر خدا نے علم رزل قرآن کا محافظ و نگہبان خود نہ بن جاتا تو اس میں بھی تحریفات کا ایک سلسلہ چل پڑتا، ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر - ۹)

ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

بارہویں دلیل یہ ہے کہ آپ کی نبوت کا معاملہ اتنا ہم اور بڑھتا تھا کہ دنیا کی پیدائش سے لے کر آپ کی بھشت تک اتنا عظیم معاملہ نہ وقوع پذیر ہوا ہے اور زقیامت تک ہوگا، کیونکہ آپ کی نبوت نے پوری دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا اور تمام کائنات ہستی کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لیا اور زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔ یہ خبر اتنی اہم تھی کہ اس کا ذکر فروری تھا اور یہ بالکل محال ہے کہ اللہ رب العالمین نے اتنی اہم خبر کو نظر انداز کر دیکھا اور رسولوں نے متفقہ طور پر اس کی پیشین گوئی نہ کی ہو بلکہ جب دجال کے متعلق تمام انبیاء نے متفقہ طور پر یہ خبر دی ہے کہ وہ آخری زمانے میں نکلے گا اور زمین میں چالیس دن تک باقی رہے گا تو اتنے عظیم معاملے کے متعلق تمام کتب الہیہ کیسے ساکت رہ سکتے ہیں یہ عقل میں آنے والی بات نہیں ہے اور اس معاملے کی اہمیت کا اندازہ تو اس سے ہوتا ہے کہ اللہ رب العالمین نے تمام انبیاء کو رام سے عہد لیا تھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور آپ کی تصدیق

کریں گے، ارشاد خداوندی ہے :

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ
لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ
تُحِبُّونَ أَنْ تَقُولُوا سَمِعْنَا
وَأَطَعْنَا لَنْتَعْمُرَنَّ
قَالَ عَاثِرُ بْنُ مَرْثَدٍ وَأَخُوهُ عَلَى ذِكْرِ
بِشْرِ بْنِ أَبِي الْقَاسِمِ إِذْ قَالَ قَاتِلَةُ
وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ

(ال عمران - ۸۱)

یا کرم اللہ تعالیٰ عنہم سے مہملیا تھا کہ آج میں نے
تمہیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازا ہے
اس اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اسی تعلیم
کی تصدیق کرتا ہوا آئے ہے چھپے سے تمہارے پاس
موجود ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور
اس کی مدد کرنی ہوگی۔ یہ ارشاد فرما کر اللہ نے
پوچھا کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو، اور اس پر میری طرف
سے جسکی بھاری ذمہ داری اٹھاتے ہو، انہوں نے
کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں اللہ نے فرمایا، اچھا تو گواہ
رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ جتنے بھی پیغمبر مبعوث ہوئے سب سے یہ مہملیا گیا کہ اگر وہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کا زمانہ پائیں گے تو ضرور آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کی مدد کرنی ہوگی اور اللہ نے انہیں یہ بھی حکم
دیا کہ وہ اپنے امتیوں سے بھی اس بات کا عہد لے لیں کہ اگر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا
تو انہیں ضرور آپ پر ایمان لانا ہوگا اور آپ کی موافقت کرنی ہوگی۔

گذشتہ کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت
اور آپ کی صفات کے بیان پر مشتمل چند نصوص کا تذکرہ،
اور ان کی دلالت اور شریعت کے واقعے سے مطابقت کی توضیح

مذکورہ بالا دو جہ کے ذریعہ اس صورت میں آپ کی صفات و علامات کے وجود پر استدلال کیا جائیگا
جب کہ آپ کی صفات کے متعلق گذشتہ کتابوں میں تذکرہ کا وجود معلوم نہ ہو۔

اب ہم یہاں توراہ و انجیل میں مذکور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق چند بشارتیں نقل کرتے
ہیں جن سے آپ کی نبوت کی صداقت پر مختلف طریقوں سے روشنی پڑتی ہے۔ توراہ میں ہے۔

میں بنی اسرائیل کے لئے انہیں کے بھائیوں میں سے تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا، اور اپنا
کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو
جن کو وہ میز نام لے کر کہے گا: سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔

جب وہ اس نص مہرک کا انکار نہ کر سکے تو اس کی مختلف تاویلیں کرنے لگے۔ چنانچہ اس کی تاویل
میں چار طریقے نکالے گئے۔

پہلا طریقہ نصاریٰ کا ہے جنہوں نے اس بشارت کو حضرت مسیح پر عمول کیا ہے، لیکن یہود کا اس
کے متعلق تین اقوال ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ یہاں ہمزہ استفہام محذوف ہے اور اصل میں اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا میں
بنی اسرائیل کے لئے انہیں کے بھائیوں میں سے کسی اور کو بھی نبی بنا کر بھیجوں گا، یعنی ہرگز نہیں بھیجوں گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں حقیقت میں ایک نبی کے مبعوث ہونے کی بشارت دی گئی ہے، لیکن اس

شمول نبی مراد ہیں جو بنو اسرائیل سے تھے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ نبی ہیں جن کو اللہ آخری زمانے میں بھیجے گا، اور جن کے ذریعہ یہودیوں کو غلبہ حاصل ہوگا اور بادشاہت ملے گی۔ لہذا ان کا انتظار وہ اب تک کر رہے ہیں، مسلمانوں کے نزدیک اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے مبعوث ہونے کی بشارت دی گئی ہے اور یہ بشارت آپ کے علاوہ کسی پر ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس میں حضرت موسیٰ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سننا ہے کہ میں تیرے بھائیوں میں سے ایک نبی برپا کروں گا۔ ظاہر ہے کہ ایک قوم کے بھائیوں سے مراد خود اسی قوم کا کوئی قبیلہ یا خاندان نہیں ہو سکتا، بلکہ کوئی دوسری ایسی قوم ہی ہو سکتی ہے جس کے ساتھ اس کا تیری نسلی رشتہ ہو اگر مراد خود نبی اسرائیل میں سے کسی نبی کی آمد ہوتی تو الفاظ یہ ہوتے کہ میں تمہارے لئے خود تم ہی میں سے ایک نبی برپا کروں گا۔ جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ
بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ آلِ عِمْرَانَ (۱۲۴)

اللہ نے مومنوں پر انھیں میں سے رسول بھیج کر احسان کیا۔

لہذا معلوم ہوا کہ یہاں بھائی کہہ کر بنو اسماعیل کو مراد لیا گیا ہے جو بنو اسرائیل کے بھائی تھے اور اگر بھائی سے مراد بنو اسرائیل ہی کا کوئی نبی مراد لیا جاتا ہے۔ تو اس کی مثال بالکل ایسے ہی ہے جیسے زید کا بھائی بیل کر نفس زید کو مراد لیا جائے۔ لہذا جیسے یہ مراد لینا درست نہیں اسی طرح بنو اسماعیل کا بھائی کہہ کر خود بنو اسرائیل سے نبی کا ماننا صحیح نہیں۔

دوسری بات یہ کہ یہاں لڑکی علیہ السلام سے یہ کہا جلد ہا ہے کہ وہ نبی تیرے مانند ہوگا، جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس نبی کی بھی شریعت حضرت موسیٰ کی طرح عام ہوگی (اور ایک مستقل شریعت ہوگی)۔ اور یہ خصوصیت سوائے حضور کے کسی نبی میں نہیں پائی جاتی، کیونکہ آپ سے پہلے بنو اسرائیل میں جو بھی نبی آئے تھے وہ شریعت موسیٰ کے پیرکار تھے ان کے پاس کوئی مستقل شریعت نہیں تھی (اور توراہ میں خود ہے کہ حضرت موسیٰ کے مثل بنو اسرائیل میں کوئی نبی نہیں گزرا۔

تیسری بات یہ کہ اس میں ہے کہ اس نبی پر ایک کتاب نازل کی جائے گی جس کو وہ لوگوں سے بیان کرے گا اور یہ چیز موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو بھی نہیں حاصل ہوئی اور حضرت موسیٰ کے علاوہ دیگر انبیاء پر انہوں نے بھی آپ کے متعلق اس کی بشارت دی تھی، چنانچہ آپ پر قرآن کا نزول ہوا، ارشاد خداوندی ہے۔

وَإِنَّا لَنَنْزِلُكَ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
 نَزَّلْنَا بِهَذَا الْقُرْآنِ الْعَلِيمِ ۝
 قَلْبًا لَّهَ لَتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ۝
 بَلِسَانَ عَذِيبِي مُصِيبًا ۝
 كَيْفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ۝
 لَمَّا سَأَلْتَهُنَّ لَقِيَنَّكَ يَتِيمًا
 الَّذِي يَدْعُواكَ بِنِاسِ
 رَبِّكَ ۝
 لَمَّا سَأَلْتَهُنَّ لَقِيَنَّكَ يَتِيمًا
 الَّذِي يَدْعُواكَ بِنِاسِ
 رَبِّكَ ۝

(الشعراء - ۱۹۲ - ۱۹۷)

لہذا ان تینوں اسباب کی بنا پر بنو اسرائیل کا کوئی بھی نبی مراد نہیں ہو سکتا خواہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا شمویل نبی، یا یوشا ہوں یا ہارون۔

ان کے علاوہ ان مذکورہ نبیوں کے مراد نہ ہونے کی ایک وجہ اور ہے۔

حضرت یوشع اور ہارون اس لئے نہیں مراد ہو سکتے کیونکہ دونوں حضرت موسیٰ کے زمانے ہی میں نبی تھے، اور یہاں ایک ایسے نبی کی بشارت دی جا رہی ہے جو حضرت موسیٰ کے بعد پیدا ہوں گے۔ مزید یہ کہ حضرت ہارون کا انتقال حضرت موسیٰ سے پہلے ہوا ہے، اور نھاری کے عیسیٰ مسیح اس لئے نہیں مراد ہو سکتے کیونکہ تم نھاری انھیں اشراف تھے جو جن کا مرتبہ بندوں سے بلند ہے اور یہاں ایک بندے کے نبی ہونے کی بشارت دی جا رہی ہے۔

پھر ان تحریف کرنے والوں کا یہ کہنا کہ یہاں ہمزہ استہمام محذوف ہے جو انکار کے معنی میں ہے تو یہ ان کی خصلت میں ہے کہ اللہ کے احکام میں رو و بدل کیا جائے اور اس پر مجبوری باتیں مڑھی جکا لہذا یہاں بھی غایت وجہ سے کی تحریف اختیار کر کے انہوں نے ہمزہ استہمام کو محذوف مان کر انکار کے معنی میں لیا ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تحریف و تیز کی نشاندہی اتنے واضح طریقے پر کر دی کہ اس سے آپ کی صداقت کا مزید مظاہرہ ہوتا ہے جس سے اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ اور کفار کی سرکشی میں زیادتی ہوتی ہے۔

توراہ کے اندر دوسری پیشین گوئی یہ ہے۔

• اللہ رب العالمین طور سینا پر دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ نمودار ہوا پھر سب سے اس کی تسبیح روشن ہوئی اور فاران کی چوٹیوں سے اس کا ظہور ہوا، اس میں درحقیقت حضرت موسیٰ عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تینوں کی نبوت کا تذکرہ ہے۔

سینے وہ پہاڑ مراد ہے جہاں اللہ نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا تھا۔ خدا کا اس پر نمودار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے حضرت موسیٰ کو نبوت سے سرفراز کیا اور ساہیر بیت المقدس میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ یہاں سے اس کی تھلی چھوٹی اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کا ظہور ہوا، اور فاران سے مراد مکہ ہے جہاں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمودار ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔

اللہ رب العالمین نے حضرت موسیٰ کی نبوت کو صبح کے آنے سے تشبیہ دی ہے اور حضرت عیسیٰ کی نبوت کو اس کے بعد روشنی چھوٹنے کے وقت سے تشبیہ دی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو اس کے بعد اس وقت سے تشبیہ دی ہے جب کہ سورج اپنے آب و تاب کے ساتھ بلندی پر جوتا ہے اور اس کی روشنی پوری دنیا کو منور کرتی ہے۔

یہ کہ حضرت موسیٰ کی نبوت سے اللہ رب العالمین نے کفر کی رات کی تاریکی کا فوری اور صبح نمودار ہوئی، پھر حضرت عیسیٰ کی نبوت سے مزید روشنی پھیلائی، پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے

تمام ہستی کائنات کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لیا۔

چنانچہ ان بیمنوں نبوتوں کا تذکرہ قرآن کریم میں سورہ تین کے اندر اس طرح مذکور ہے۔

قَالَتِيْنِ ۙ قَالَتِيْنِ ۙ وَطُوْبِرِ
قِسْمِ هِيَ اِيْخِرِ اُوْدِ زَيْتُوْنِ كِيْ اُوْدِ حُوْرَسِيْنَا كِيْ اُوْدِ
اِسْ بِرِ اِمْنِ شَمْرِكِيْ .

(التين - ۳۰-۱)

یہاں تین اود زیتون سے مراد ان پھلوں کی پیداوار کے علاقے یعنی شام و فلسطین ہیں جہاں سے حضرت عیسیٰ کا ظہور ہوا، اور طور سینا سے مراد وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ نے خدا سے کلام کیا تھا اور بلدا مین سے مراد مکہ مکرمہ ہے، جہاں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔

غرض کہ قرآن کی اس سورہ میں ان بیمنوں مقاموں کے ذریعے تمیز انبیاء کے نبوت کی خبر ایسے ہی دی گئی ہے جیسے کہ توراہ میں دکھائی گئی ہے، لیکن اس کے باوجود بھی یہودی فاران سے مراد ارض شام لیتے ہیں جب کہ یہ محدوہ کی تعریف ہے، کیونکہ خود ان کی کتاب توراہ میں مذکور ہے کہ جب حضرت اسماعیل اپنے باپ سے جدا ہوئے تو فاران میں سکونت پذیر ہوئے اور وہاں ان کی ماں نے ان کی شادی قبیلہ جرہم کی ایک عورت سے کر دی۔ یہ بات اہل کتاب کو قطعی طور پر معلوم ہے کہ فاران ہمیشہ سے آل اسماعیل کا مسکن رہا ہے۔ اور توراہ کے اندر صاف صاف مذکور ہے کہ فاران کی سرزمین میں ایک نبوت نمودار ہوگی جس کا تعلق آل اسماعیل سے ہوگا اور اس کے متبعین سے وادی پہاڑ بھر جائیں گے۔

غرض کہ یہ منضوب قوم سرکش اور ضدی ہونے کے ساتھ ساتھ معاند اور جاہل بھی ہے جو کہ عقل سے فدا بھی کام نہیں لیتی، اس بات کی شہادت خود قرآن نے دی ہے۔

ان ہٹ دھرموں سے ہم پوچھتے ہیں کہ ارض شام سے آپ کے علاوہ وہ کون سی نبوت نمودار ہوئی تھی جس سے فیضانِ عام نے سورنہا کی روشنی کی طرح پوری دنیا کو ڈھانپ لیا ہو اور جس کی نبوت تمام گذشتہ نبوتوں پر غالب آئی ہو بلکہ یہ تو واضح طور پر حقیقت پوشی ہے جیسے کہ کوئی آدمی مشرق سے سورنہا

نکلنا ہوا دیکھنے کے باوجود یہ کہے کہ سورج مغرب سے نکلے ہے ۔
توراة کی تیسری پیشین گوئی اس کے سفر اول میں اس طرح ہے کہ

حضرت اسماعیل کی ماں حضرت ہاجرہ کے پاس ایک فرشتہ نمودار ہوا اور اس نے ان سے دریافت کیا کہ تم کہاں سے آئی ہو اور کہاں جانا چاہتی ہو ۔ حضرت ہاجرہ نے اس کے سامنے حقیقت حال کی وضاحت کر دی فرشتے نے کہا کہ تم لوٹ جاؤ ، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں تمہاری اولاد کو اور لوہا لوں گی کی کھیتی کو بہت زیادہ بڑھاؤں گا یہاں تک کہ ان کا شمار مشکل ہو جائے گا ، اللہ تعالیٰ نے تمہاری فریاد اور گریہ و زاری کو سن لیا ہے ، غور سے سنو اب تمہیں استقر اجمل ہوگا ، اور ایک بچہ پیدا کر دو گی جس کا نام اسماعیل رکھنا وہ تمام لوگوں کے لئے بابرعب ہوگا اس کا ہاتھ سب پر ہوگا ، اور سب کے ہاتھ خضوع و خشوع کے ساتھ اس کی طرف پھیلے ہوں گے (یعنی اس کے محتاج نہیں گئے) اور اسی کا کلمہ غالب ہوگا ۔ بس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ وہ کون شخص ہے جس پر یہ مذکورہ صفات صادق آتے ہیں ۔ ایک جگہ توراہ میں ہے کہ اللہ رب العالمین نے حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ میں اسماعیل کو اس بنا پر پیدا کر رہا ہوں کہ ان کی ذات سے ایک بہت بڑی امت وجود میں آئے گی ۔

لہذا یہ بشارت ان کی اولاد میں اس شخص کے حق میں ہوگی جس کا وجود ایک بہت بڑی امت کے لئے ہے ۔ اور اس بشارت پر غور کرنے والا فوراً سمجھ جائے گا کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور حضرت اسماعیل مراد نہیں ہو سکتے ۔ کیونکہ ان کا ہاتھ حضرت اسحق کے ہاتھ پر نہیں تھا اور حضرت اسحق نے کبھی بھی ان کے ساتھ عاجزی کا ہاتھ نہیں پھیلایا ، کیونکہ نبوت اس وقت حضرت اسحق کے دلوں میں بیٹھے اسرائیل اور عیسیٰ کے حصے میں تھی ۔

البتہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو نبوت بنو اسماعیل کی طرف منتقل ہو گئی اور طوک عرب و عجم اور تمام اقوام عالم ان کے محتاج اور دست نگر بھی بنے اور ان کی خوشکٹ پر سر تسلیم خم کیا آپ کے ذریعے آخری زمانے تک اولاد اسماعیل کو خلافت و سلطنت نصیب ہوئی ، ان کے ہاتھ تمام لوگوں سے

بڑے گھبرے۔ اور ان کے سامنے لوگوں نے عاجزی کے ساتھ ہاتھ پھیلائے۔

ایک جگہ توراہ میں ہے کہ اللہ رب العالمین نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ اسامیل تیرا ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام آئین ہوگا۔ (حضرت ابراہیم کو وہم تھا کہ اس نئی بشارت سے یہ مراد تو نہیں ہے کہ اسامیل زندہ نہ رہیں گے اور وہ جہدا سحاق کے ساتھ پورا ہوگا۔ تو بارگاہِ الہی میں عرض کی) کاش کہ اسمیل تیرے حضور جیتا رہے۔

نہلانے جواب دیا اور اسماعیل کے حق میں میں نے تیری دعا سن لی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے بارور کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا۔ اور میں اچھے بڑی قوم بناؤں گا اور اسے ایک بہترین جماعت دوں گا۔

یہ درحقیقت ان کی نسل سے ایک عظیم ہستی کے مبعوث ہونے کی اشارت تھی اور وہ آخری نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو اللہ نے ایک عظیم امت سے نوازا ہے۔ جو تعداد میں حضرت اسحق کی نسل سے زیادہ ہیں۔

آپ کے علاوہ حضرت اسماعیل کی اولاد میں کوئی ایسا شخص نہیں گزرا جس کے اندر یہ مہفتیں پائی جاتی ہوں۔

ایک جگہ توراہ میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے نوا اسرائیل سے کہا کہ تم نجومیوں کی اطاعت مت کرو۔ کیونکہ منقریب اللہ رب العالمین میری طرح تمہارے بھائیوں میں سے ایک شخص کو نبی بنا کر بھیجے گا۔ پس اسی اس نبی کی اطاعت کرنا۔

یہاں نبی سے مراد بنو اسرائیل کے نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انہو بنی اسرائیل سے مراد خود بنو اسرائیل نہیں ہیں۔ جیسا کہ بکر اور تئلب وائل کے بیٹے ہیں اور اسی میں بھائی ہیں پس اگر بکر کا بھائی کہہ کر تئلب کے بچے نے خود بکر مراد لیا ہائے تو کسی طرح درست نہ ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو حکم دے کہ میرے پاس بنو بکر کے بھائیوں میں سے کسی کو لاؤ تو اس شخص کے اوپر واجب ہے کہ وہ بنو تئلب

کے کسی آدمی کو اس کے سامنے پیش کرے اور اگر وہ ہو بکر کے آدمی کو پیش کرتا ہے تو اس کا فعل غلط ہے یہ تو راقہ کے اندر مذکور آپ کے متعلق پیشین گوئیاں ہوں گی۔

اب ہم ان پیشین گوئیوں کی نشاندہی کرتے ہیں جو آپ کے متعلق انجیل میں وارد ہوئی ہیں۔
 حضرت عیسیٰ نے اپنے حواریوں سے کہا کہ میں دنیا سے جلتے والا ہوں لیکن غنقریب ایک فارقلیط تمہارے پاس آئے گا جو روح حق ہے وہ اپنی طبیعت سے کچھ نہیں کہے گا بلکہ وہی کہے گا جو اللہ نے اس کو حکم دیا ہوگا۔ وہ بھی میرے لئے گواہی دے گا اور تم بھی دینا کیونکہ لوگوں میں سب سے پہلے میری محبت تمہیں کو حاصل ہوئی ہے اور جو بھی چیزیں اللہ نے تمہارے لئے تیار کر رکھی ہیں۔ اس سے تم کو باخبر کرے گا۔

انجیل یوحنا میں ہے۔ وہ فارقلیط اس وقت تک تمہارے پاس نہیں آئے گا جب تک کہ میں دنیا سے رخصت نہ ہو جاؤں۔ پھر جب وہ آئے گا تو دنیا والوں کو ان کی غلطیوں پر سرزنش کرے گا۔ اور اپنی جانب سے کچھ نہیں کہے گا بلکہ وہی کہے گا جو خدا نے اسے حکم دیا ہوگا تم سے گفتگو کرے گا اور حق کی رہنمائی کرے گا، غیب و حوادث کی خبریں دے گا۔

روح الحق جس کو باپ میرے نام سے بھیجے گا۔ وہ تم کو تمام چیزوں کی تعلیم دے گا۔

میں باپ سے سوال کروں گا کہ تمہارے لئے ایک دوسرا فارقلیط بھیج دے جو تمہارے ساتھ ابد تک رہے۔ اور تم کو ہر چیز سکھائے۔

ابن البشر جانے والا ہے اس کے بعد ایک فارقلیط تمہارے پاس فیسبکی باتیں لے کر آئے گا اور تمہارے لئے ہر چیز کو بیان کرے گا۔ وہ میری نبوت کی گواہی ہی طرح دے گا جیسے میں نے اس کے نبوت کی گواہی دی ہے۔ میں تمہارے پاس امثال لویا ہوں وہ تمہارے سامنے تاویل پیش کرے گا۔

ابو محمد بن قتیبہ کا کہنا ہے کہ یہ مذکورہ تمام بیانات لفظی اختلاف کے باوجود سنی کے اعتبار سے ایک ہیں اور اختلاف کی وجہ صرف یہ ہے کہ حضرت مسیح سے مختلف حواریوں نے اس قول کو نقل کیا ہے اس لئے

انذاریان میں تدریج سے اختلاف پیدا ہو گیا۔

ان مذکورہ تمام مشین گوئیوں میں فارقلیطہ کا لفظ آیا ہے۔ فارقلیطہ کا لفظ ان کی نعت میں حمد احمد محمد، محمود، حامد اور اسی سے ملنے جلتے معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔

۶۔ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میری دھیتوں کی حفاظت کرو میں باپ کے ملایکروں کا کہتا ہوں کہ تمہارے لئے ایک فارقلیطہ بھیج دے جو تمہارے ساتھ اب تک رہے وہ روح حق ایسا کلام کرے گا جس کو لوگ جلدی قبول نہیں کریں گے کیونکہ وہ اسے پہچان نہیں سکیں گے اور میں تم کو قیام بنا کر نہیں چھوڑ سکتا۔ عنقریب میں تمہارے پاس پھر آؤں گا۔

۷۔ جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میری بات کی حفاظت کرے۔ میرا باپ اس شخص سے محبت کرے گا اور اسی کے پاس منزل تمد ہوگی، میں نے تم سے یہ باتیں اس لئے کہہ دی ہیں کیونکہ تمہارے پاس ہی میں ٹھہروں گا لیکن وہ مددگار حق کا روح جس کو میرا باپ بھیجے گا۔ وہ تم کو ہر چیز سکھائے گا۔ اور ان تمام چیزوں کو یاد دلائے گا جو میں نے تم سے کہی ہیں۔ میں نے تمہارے پاس اپنا سلام اس نبی سے بظہور امانت رکھا ہے۔ تمہارا دل مضطرب و پریشان نہ ہو۔ کیونکہ میں پھر تمہارے پاس لوٹوں گا۔ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو باپ کی خوشنودی حاصل کرتے ہو اور اگر میری بات تمہارے دل میں جاگزیں ہوگی تو تمہاری تمام مرادیں پوری ہو جائیں گی۔

۸۔ جب فارقلیطہ آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی چھپائی کا روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میرے لئے گواہی دے گا۔ لہذا میں تم کو اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ اس پر فرور ایمان لانا۔ اور اس کے منہ میں شک نہ کرنا۔

۹۔ مجھے تم سے اور بھی باتیں کہنا ہے۔ لیکن تم اس کا بوجھ نہیں اٹھا سکو گے، لیکن جب وہ دن آئے گا تب تمہارے ہاتھوں کی طرف تمہاری رہنمائی کرنے کا کیونکہ وہ اپنی جانب سے کچھ نہیں کہے گا، بلکہ جو کچھ سنے گا وہی بیان کرے گا، اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ اور باپ کے لئے جتنی چیزیں ہیں

سب کچھ نہیں بتلائے گا۔

۱۱۔ یوحنا کی انجیل میں ہے کہ حضرت مسیح نے کہا کہ مغرب دنیا کا سردار اُٹے گا اور وہ اس قدر بلند مرتبہ ہو گا کہ نجد میں اس کا کچھ نہیں۔

۱۲۔ متی کی انجیل میں ہے کہ مسیح نے کہا کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ پتھر جس کو بنانے والوں نے اخیر میں رکھا وہی اللہ کے مکان کی بنیاد ٹھہرا اور حقیقت میں ایسی بات ہوئی جو کہ ہماری نظروں میں تعجب خیز معلوم دیتی ہے۔ اسی بناء پر میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت مغرب تم سے چھین لی جائے گی اور دوسری امت کے حوالے کر دی جائے گی جو اس کا پھل کھائے گی۔ جو شخص اس پتھر پر گرے گا وہ کشتی میں رہے گا اور جس پر وہ ڈھے گا تو اس کو مٹا ہی دے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انجیل میں فارقلیط کا لفظ آیا ہے جس کا معنی متعین کرنے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔

پہلا قول یہ ہے کہ اس کا معنی حامد، عباد، یا حمد ہے اس قول کو ان کے لعنت کے ماہرین نے تزیج دی ہے۔ دلیل میں یوشع کا یہ قول نقل کیا ہے۔

من عبد صالحا یكون له
فارقليطا جيذا
جس شخص نے اچھا مل کیا اس کی اچھی تعریف ہوگی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی معین و مددگار اور نجات دہندہ کے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح خود اپنے کو نجات دہندہ کہتے تھے۔ یہ سریانی زبان کا لفظ ہے جو اہل میں فاروق تھا، پھر اسے فاروق بنایا گیا اور آخر میں کلاویط زیادہ کر دیا گیا جس کا معنی ایسے ہی ہے جیسے کہ عربی میں رَجُلٌ ہونوس ہونہ کا معنی ہوتا ہے۔ اکثر نصاریٰ کا یہی قول ہے۔

لیکن نصاریٰ کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اس کا معنی سریانی زبان میں تسلی دینے والا ہے۔ اور یونانی زبان میں بھی یہی معنی ہے لیکن ان دونوں قولوں پر یہ اقراض پڑتا ہے کہ حضرت مسیح کی زبان سریانی یا

یونانی تو نہیں تھی بلکہ عبرانی تھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت حضرت مسیح کی زبان عبرانی ہی تھی اور انجیل کا نزول بھی عبرانی زبان میں ہوا لیکن سریانی، یونانی، رومی بہت سی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا۔

لیکن اکثر نصاریٰ کے نزدیک اس کا معنی مددگار اور نجات دہندہ کے میں اور حضرت عیسیٰ اپنے کو نجات دہندہ دیکھتے تھے۔ چنانچہ ان کی انجیل میں حضرت عیسیٰ کا یہ قول موجود ہے وہ کہتے ہیں کہ میں دنیا میں اس لئے آیا ہوں تاکہ دنیا کو نجات دلاؤں۔ اسی بنا پر نصاریٰ اپنی نمازیں کہتے ہیں کہ تمہیں نجات دینے کے لئے پیدا ہوئے۔

جب نصاریٰ ان واضح نصوص کا انکار نہ کر سکے تو انہوں نے اس کے اندر تحریف کرنا شروع کر دیا، اور مدعا کو جھٹ کرنے کی پوری کوشش کی۔

کسی نے کہا کہ اس سے وہ روح مراد ہے جس کا نزول حواریوں پر ہوا۔ کسی نے کہا کہ اس سے وہ آگ کے شعلے مراد ہیں جو آسمان سے شاگردوں پر اتارے اور جس کے ذریعہ انہوں نے عجیب و غریب کارنامے دکھلائے۔

کسی کا کہنا ہے کہ اس سے خود حضرت مسیح مراد ہیں، کیونکہ وہ سولی دینے جہنم کے چالمیں گن دن بعد پھر دوبارہ قبر سے نکل کر اٹھے۔

کسی نے کہا کہ اس لفظ کا معنی ہی ہماری سمجھ میں نہیں آتا، اس لئے ہم اس کا کوئی معنی متعین نہیں کر سکتے لیکن اگر ان تمام عباراتوں کو غور سے پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام تفسیریں بالکل باطل ہیں۔

کیونکہ روح القدس کا نازل ہونا عرف حضرت مسیح کے لئے خاص نہیں تھا بلکہ مسیح کے پہلے اور بعد میں بھی نیا ہوا اور صالحین پر ان کا نزول ہوتا رہا ہے، اور روح القدس کے یہ صفات نہیں ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

لَا تَعْبُدُوا مَعَاذَ اللَّهِ مَعُونَ يَا اللَّهُ
تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان

رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ کے ایمان ثبت کر دیا ہے۔ اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے۔

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُؤَادُّونَ مَنْ
حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا
آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ
أَخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ إِنَّ
كُتُبَ فِي قُلُوبِهِمُ الرِّيمَانَ
أَيُّدُهُمْ يُفْرَجُ مِنْهُ
(المجادلة - ۲۲)

حضرت سلمان بن ثابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کفار کی ہجو کر رہے تھے آپ نے ان کے لئے ان الفاظ میں دعا کی۔

اللَّهُمَّ أَنْتَ لَا يَرْوِجُ الْقُدْسِ
آپ نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ روح القدس تمہارے ساتھ اس وقت تک تھے جب تک کہ تم اپنے نبی کی جانب سے دفاع کر رہے تھے۔

غرض قرآن و حدیث میں کہیں بھی روح القدس کا نام فارقلیط نہیں بتایا گیا ہے۔ اس لئے روح القدس مراد نہیں ہو سکتے۔

دوسری دلیل یہ کہ اس طرح سے تو بار بار روح القدس کے ذریعہ انبیاء و صلحاء کی مدد کی گئی ہے لہذا یہ چیز کوئی اہم چیز نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ اپنے بعد ایک ایسے فارقلیط کی بشارت دے رہے ہیں جس کا معاملہ بہت عظیم الشان اور قابل اعتناء ہے۔ اور جس کے سامنے اس طرح کے تمام واقعات بیچ ہیں۔

تیسری دلیل یہ کہ فارقلیط کے جو اوصاف حضرت عیسیٰ نے بیان کئے ہیں وہ روح القدس پر کبھی صادق نہیں ہو سکتیں بلکہ انہیں کے مثل کوئی انسان اور خاص شخص ہی مراد ہو سکتا ہے۔

مثلاً انہوں نے کہا کہ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میری وصیتوں کی حفاظت کرو میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں ایک دوسرا مددگار بخشے جو اب تک تمہارے ساتھ ہے۔

اس قول میں حضرت مسیح کا دوسرا مددگار کہنا ہی اس بات پر دال ہے کہ وہ آنے والا فارقلیط حضرت عیسیٰ سے بالکل ممتاز اور ان کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔ جس کا ظہور حضرت مسیح کی زندگی کے بعد ہوگا۔

دوسری بات یہ کہ اس قول کے اندر آپ نے فرمایا کہ وہ اب تک تمہارے ساتھ رہے گا، ظاہر ہے کہ یہاں ذات و شخصیت کی ابدیت نہیں مراد ہے، بلکہ تعلیم اور شریعت مراد ہے جو قیامت تک باقی رہنے والی ہوگی، اور یہ بات بالکل متحقق ہے کہ فارقلیط اول یعنی حضرت عیسیٰ کی شریعت ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے وہ منسوخ ہو چکی ہے، لہذا دوسرے فارقلیط جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ پیشین گوئی ہوئی جن کی شریعت ہمہ گیر اور قیامت تک منسوخ نہ ہونے والی اور باقی رہنے والی ہے۔

اسی طرح حضرت مسیح نے اس فارقلیط کی صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ میرے لئے گواہی دے گا۔ لوگوں کو تمام چیزیں سکھائے گا انہیں میری بیان کر دہ باتیں یاد دلانے گا، اہل دنیا کی غلطیوں پر سرزنش کرے گا۔

اور یہ بھی کہنا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدے مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا، لیکن اگر جاؤں گا تو اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا مجھے تم سے اور بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کو برداشت نہ کر سکو گے، لیکن جب وہ سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کے راستے دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا بلکہ جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تم کو آئندہ کی خبریں دے گا اور جو کچھ باپ کے لئے ہے اس کے متعلق تمہیں بتائے گا۔ مذکورہ صفات کی روشنی میں صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس نے ولے کی خبر دی گئی ہے وہ کوئی سچ

نہیں۔ نہ ہی دل کے اندر پوشیدہ کوئی معنوی شے ہے جس کو لوگ نہ دیکھ سکتے ہوں اور نہ کلام کر سکتے ہوں، بلکہ کوئی ایسی ذات مراد ہے جس کو لوگ دیکھیں اور کلام کریں۔ اور وہ حضرت مسیح کی شہادت دے۔ لوگوں کو ہر چیز سکھائے۔ حضرت مسیح کی باتوں کو یاد دلائے۔ اہل جہاں کو غلطیوں پر سرزنش کرے۔ حق کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرے۔ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے، بلکہ جو سنے وہی کہے۔ آئندہ کی خبر لوگوں کو دے۔ اللہ رب العالمین کے لئے جتنی بجزئیات ثابت ہیں سب سے لوگوں کو باخبر کرے یہ کسی فرشتے کے صفات نہیں ہو سکتے اور نہ علم و ہدایت وغیرہ معنوی شے مراد ہو سکتی ہے۔ بلکہ کوئی انسان اور خاص شخص مراد ہے۔ جو لوگوں کو مسیح کے بیان کردہ باتوں کی خبر دے اور مسیح سے مرتے میں بلند ہو کیونکہ حضرت مسیح کے کہنے کے مطابق وہ انہی چیزوں پر قرار ہو گا جن پر یہ قادر نہیں ہیں۔ اور اس چیز کا علم رکھے گا جس کا مسیح کو علم نہیں۔ مثلاً وہ آئندہ کی خبر دے گا اور اللہ رب العالمین کے لئے ان تمام چیزوں کو ثابت کرنے کا جس کا وہ مستحق ہے۔

ان حراف اور مفصل پیشین گوئیوں کو دیکھ کر کوئی بھی ما قبل یہ تسلیم کرنے میں تامل نہیں کر سکتا ہے کہ اس سے مراد وہ حقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح نے اللہ کی ذات اس کے صفات فرشتوں اور جنت و جہنم وغیرہ امور غیبیات کے متعلق جزئیات کی تفصیل نہیں بیان کی تھیں بلکہ اجمالاً بیان پر اکتفا کیا تھا کیونکہ حالات اس وقت سازگار نہیں تھے لوگوں کا ذہن اس لائق نہیں ہوا تھا کہ ان امور غیبیات کے متعلق تمام جزئیات کو تسلیم کرے جب کہ تبلیغ کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اصل یہ ہے کہ لوگوں سے ان کی عقل و استعداد کے مطابق خطاب کیا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگوں کے سامنے وہی چیزیں بیان کرو جس کو وہ پہچانتے ہوں اور جس کو وہ پہچانتے ہوں اس کو بیان کرنا چھوڑ دو، کیونکہ نہ پہچاننے کی صورت میں یہ اندیشہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو جھٹلا دیں گے۔

عبداللہ بن عباس سے ایک شخص نے آیت کہمیرا اللہ الذی خلق سب جمع سسواوت ذ

مِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْوَابُ مِنْهُنَّ (الطُّور - ۱۱۳) کی تفسیر لوجی .

حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا کہ مجھے تم سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر میں اس کی تفسیر بیان کر دوں گا تو تم اس کا انکار کر دو گے .

چنانچہ اسی اہل کو سامنے رکھ کر حضرت مسیح نے ان سے کہا کہ مجھے تم سے اور بہت سی باتیں کہنا ہے لیکن تم سے برداشت نہیں کر سکتے ، یہی وجہ ہے کہ قرآنہ و انجیل دونوں کتابوں میں اللہ اس کے فرشتوں نیز جنت و جہنم کے صفات پر تفصیل بیان کے بجائے اجمالاً طور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حالانکہ حضرت موسیٰ نے حضرت مسیح کے لئے راستہ ہموار کر دیا تھا لیکن پھر بھی حضرت مسیح نے ان جزئیات پر روشنی ڈالنے کے بجائے یہ کہا کہ وہ حق کا روح جب آئے گا تو ان تمام چیزوں کو بیان کرے گا .

لہذا معلوم ہوا کہ حضرت مسیح کے علاوہ کوئی اور مددگار آنے والا ہے جس کے متعلق بشارت دی جاتی ہے۔ چنانچہ عالمگیر و ہمہ گیر شریعت کے حامل حضرت مسیح کے مدعا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، آپ نے حضرت مسیح کی بیان کردہ تمام باتوں کو سچ کر دکھایا، لوگوں کو حق کی رہنمائی کی۔ یہاں تک کہ آپ کے ذریعہ دین الہی اور اس کی نعمت کی تکمیل ہوئی، سلسلہ ترسیل رسل کا اختتام ہوا آپ نے قیامت کی نشانیوں حساب و کتاب پل مراط اور وزن اعمال کی حقیقتوں، جنت اور اس کی نعمتوں، اور جہنم اور اس کی کلفتوں کا تذکرہ مفصل طریقے سے فرمایا۔ اور قرآن نے ہوا آخرت کے متعلق اس اجمال کی تفصیل بیان کر دی جو قرآنہ و انجیل کے اندر پایا جاتا تھا، جس سے حضرت مسیح اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی صداقت پر روشنی پڑتی ہے۔

قرآن نے اسی طرف اشارہ کیا ہے .

ان مشرکین سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ مگر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ

وَيَقُولُونَ أَهَذَا التَّارِكُؤَامَ لِهَيْبَتِنَا
لِنَشَاعِرِ مَجْنُونٍ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ
وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ

(الصَّافَّاتُ ۲۵، ۲۶)

چونکہ رسولوں نے آپ کے آنے کی خبر دی تھی اس لئے آپ کی تشریف آوری ان کی تصدیق کا باعث بنی، پھر آپ نے اپنی زبان سے بھی ان کی تصدیق کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا آخری پیغام لے کر دنیا میں تشریف لائے آپ کے بعد قیامت بالکل قریب ہے آپ نے فرمایا کہ میرا زمانہ اور قیامت بالکل اسی طرح ملا ہو ہے جیسے کہ وسطیٰ اور سب سے دونوں انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہیں، آپ جب بھی قیامت کا تذکرہ کرتے تو آپ کی آواز بلند ہو جاتی، چہرہ سرخ ہو جاتا اور غضب بڑھ جاتا۔ اور آپ انا اللہ لا اله الا ان کہہ کر لوگوں کو خطاب کرتے۔

آپ کے متعلق حضرت عیسیٰ نے پیشین گوئی میں یہ کہا تھا کہ وہ نبی آئندہ آنے والی چیزوں کے متعلق لوگوں کو باخبر کرے گا۔

چنانچہ آپ نے آئندہ آنے والی چیزوں کے متعلق تفسیر سے اس طرح باخبر کر دیا کہ اس سے پہلے کسی نبی نے نہیں کیا تھا، پھر جانکیہ بعض اور یوں کے دلوں پر نازل شدہ چیزوں میں اس کا تذکرہ ہو، اس طرح آپ کے افعال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کی مکمل تصدیق ہو گئی، حضرت مسیح نے پیشین گوئی میں یہ بھی کہا تھا کہ وہ مددگار ان تمام چیزوں کو بتلانے کا جو اللہ کے لئے ثابت ہیں اور جس کا وہ مستحق ہے اس سے درحقیقت آپ کا اشارہ ان اسماء و صفات کی طرف تھا جو اللہ کے لئے ثابت ہیں اور ان حقوق کی طرف تھا جن کا وہ مستحق ہے، مثلاً خدا کا حق یہ ہے کہ بندہ اس کی ذات اس کے اسماء و صفات اور صفات علیا پر نیز اس کے فرشتوں کتابوں اور رسولوں پر ایمان لائے چنانچہ ان چیزوں کی مکمل وحی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی نے نہیں کی تھی۔ آپ ہی کی ذات وہ ہے جنہوں نے تفصیلی طور پر لوگوں کو اس سے باخبر کیا۔

اسی طرح حضرت یس نے کہا کہ وہ مددگار جب آنے گا تو میرے لئے گواہی دے گا۔ لہذا تم اس پر ایمان لانا،

اس قول میں حضرت یس ایک ایسے آلے والے کی بشارت دے رہے ہیں جو ان کے نبوت کی گواہی دے گا، جیسے کہ قرآن کریم میں ہے۔

وَاذْكُرْ آلَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ
يُبْقِيَنَّ يَسْرًا وَاِذْ رُسُوْلُ اللّٰهِ اِيْلَيْكُمْ
مُخَصَّرًا قَالِيْمًا بَيْنَ يَدَيِّ مِصْرَ
التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرُسُوْلِيْ تَاِثِي
مِنْ بَعْدِي اِسْمُهُ اَحْمَدُ

جب عیسیٰ بن مریم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ میں تمہاری جانب خدا کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اس حال میں کہ میں اپنے پہلے کی کتاب توراة کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں، جس کا نام احمد ہوگا۔

(الصف - ۶)

اگرچہ اس پر ایمان لانے کی اپنے اصحاب کو وصیت کر رہے ہیں۔

لہذا اس سے کئی روح یا حضوری شئی مراد نہیں ہو سکتی جو حواریوں کے دلوں پر اتاری کیونکہ حواریین پہلے ہی سے حضرت یس کو رسول جانتے تھے، ان کے سامنے گواہی دینے کی کوئی حاجت نہ تھی، اور نہ حضرت یس کے یہ کہنے کی ضرورت تھی کہ جب وہ آئے تو تم ان پر ایمان لانا کیونکہ وہ پیشتر ہی روح القدس پر ایمان رکھتے تھے، لہذا حضرت یس کا اس قدر اہتمام فرمانا اور اس پر ایمان لانے کی وصیت کرنا خود یہ بتلاہا ہے کہ وہ آنے والا نبی حضرت یس کے بعد آنے گا اور ان کے نبوت کی گواہی دے گا۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ نبی اہل دنیا کی غلطیوں پر سرزنش کرے گا، یہ پیشین گوئی حقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے صادق آتی ہے کیونکہ آپ کے علاوہ کسی نے بھی تمام دنیا والوں کو انکی

ظلیلہا پر سزا نش نہیں کی صرف آپ ہی نے امر و نہی کا فریضہ انجام دیتے ہوئے کفر و فسق کے لئے زبر و توہین کا طریقہ اختیار کیا اور اس کے اندر اس کے لئے کوڑے سے بھی مدد لی۔ کافروں و مشرکین سے جہاد کیا۔ اسی طرح مشین گوئی میں ہے کہ وہ نبی اپنی جانب سے کچھ نہیں کہے گا، بلکہ جو سے گا وہی کہے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کلام صرف خود ہی ہوئی وہی پر مشتمل ہوگا، نہ تو لوگوں سے جان کر اور نہ خود استنباط کر کے بیان کرے گا۔

اور یہ صفت درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اندر پائی جاتی ہے کیونکہ حضرت مسیح شریعت موسوی ہی کے پیرو تھے اور وہی تمام باتیں ان کے علم میں تھیں جو حضرت موسیٰ سے ان تک پہنچی تھیں، اور ان باتوں کو انہوں نے اپنے پہلے لوگوں سے سن کر حاصل کیا تھا البتہ چند مزید چیزوں کی وہی بھی ان کی جانب کی گئی ارشاد خداوندی ہے:

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالْقُرْآنَ
وَالْإِنجِيلَ (ال عمران - ۴۸)
توراة و انجیل کا علم سکھانے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ اسی توراة کی باتیں بنوا اسرائیل کو بتاتے تھے جس کو بنوا اسرائیل پہلے ہی سے جانتے تھے، البتہ اس کے ساتھ ساتھ انجیل کی بھی تعلیم دیتے تھے جو خصوصاً انہیں پر نازل ہوئی تھی۔ ان کے مقابلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہی سے پہلے کچھ نہیں جانتے تھے جس پر قرآن خود شاہد ہے:

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحَنَا
مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا
الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ (الشورى: ۵۲)
اور اسی طرح ہم نے تمہاری جانب اپنے حکم کی وہی کی اس سے پہلے تم کچھ نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے۔
دوسری جگہ ہے۔

اے نبی ہم اس قرآن کو تمہاری طرف وہی کر کے
فَعَنُ نَفْسُ عَلَيْنَا أَحْسَنَ الْقَصْرِ

بہترین پہلے میں واقعات اور حقائق تم سے بیان
 کرتے ہیں ورنہ اس سے پہلے تو تم ان چیزوں سے
 بالکل ہی بے خبر تھے۔

بِنَا أَوْ حِينَمَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنُ
 وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِيتٌ
 الْفَاطِلِينَ (یوسف - ۲)

آپ جو بھی کہتے اور بیان کرتے وہ وہی کے ذریعہ سن کر کہتے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بڑھتے ہیں یہ تو ایک
 وحی یحییٰ ہے (النجم - ۴)

اس طرح حضرت مسیح کی وہ پیشین گوئی بھی صادق آئی کہ وہ اپنی جانب سے کچھ نہیں کہے گا بلکہ جو وحی کی
 بلا لگی وہی بیان کرے گا۔

پھر اللہ نے آپ کو اپنی نازل کی ہوئی باتوں کی تبلیغ کا حکم دیا اور اس معاملے میں آپ کی حفاظت کی
 پوری ذمہ داری لی جس کی بنا پر آپ نے ہمارے دو تمام حق باتوں کی رہنمائی کی حتیٰ کہ ان باتوں کو بھی کھول کر
 لوگوں کے سامنے بیان کر دیا جن کے کہنے سے انبیاء ڈرتے تھے کیونکہ انھیں اپنی قوم کی جانب سے اپنے
 فسوس پر نقل کا اندیشہ تھا جیسے کہ حضرت مسیح نے ان کو بہت سی باتیں نہیں بتائیں کیونکہ اگر وہ تمام احمد
 کے حقائق ان کے سامنے پیش کر دیتے تو وہ برداشت نہ کرتے اور حضرت مسیح کے قتل کی سازش کرنے لگے
 حضرت مسیح کے اس خوف کو نوا سزا میل یا بھی طرح محسوس کرتے تھے۔

اس کے مقابلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی جانب سے ایسی نصرت و مدد حاصل
 تھی کہ اس سے پہلے کسی نبی کو نہیں حاصل ہوئی۔ اور جس طرح آپ کی حفاظت ہوئی اس طرح کسی کی نہیں
 ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی باتیں پیش کرنے میں کبھی خوف محسوس نہیں کیا۔ اس کے علاوہ اللہ نے آپ
 کو ایسے علم و بیان سے نوازا تھا جو کسی کو نہیں دیا گیا۔ آپ کے اقیوں کو تمام انکادات کے برداشت کرنے
 کی طاقت دی گئی، تاکہ وہ اہل توراہ کی طرح نہ ہوجائیں جن کو توراہ کا حامل بنایا گیا لیکن اس کا بار نہ اٹھا سکے
 اور نہ اصل بنجیل کی طرح ہوجائیں جن کے مزاج کو سامنے لکھ کر حضرت مسیح کو یہ کہنے کی ضرورت پڑی کہ مجھے تم سے

بہت سی باتیں کہتا ہے لیکن تم اسے برداشت نہیں کر سکو گے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنی سب سے زیادہ متعلقہ ہیں، ان کا ایمان و یقین سب سے زیادہ بخیر اور مضبوط ہے، ان کے علوم سب سے زیادہ بہتر ہیں اور اعمال قلبیہ و عبادت بلذیہ سب سے زیادہ مستحسن ہیں۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ مددگار میری گواہی دے گا اور لوگوں کو تمام باتیں بتائے گا۔ اور میری باتوں کو یاد دلانے گا۔

یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ لوگوں کے سامنے اس طرح گواہی دی جائے کہ وہ اس کو سن سکیں صرف چند حواریوں کے دلوں میں اس کا پایا جانا کافی نہیں ہو سکتا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نے بھی حضرت یسح کے متعلق اس طرح گواہی نہیں دی جس کو عام لوگ سن سکیں، آپ ہی نے علی الاطلاق حضرت یسح کے لئے جو حقی گواہی دی اور یہود و نصاریٰ کی تمام بہتان طرازیوں اور افتراء پر دازیوں سے آپ کی شخصیت کو منزه کیا۔ اور آپ کی پوری حقیقت لوگوں کے سامنے بیان کر دی۔

یہی وجہ تھی کہ جب حقیقت پسند نجاشی نے صحابہ کی زبانی حضرت یسح کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان سنا تو بے ساختہ پکار اٹھا کہ واللہ جو تم نے کہا ہے، یسح اس سے اس تنکے بھر بھی زیادہ نہیں ہیں۔

اور آپ کی امت کو قیامت کے دن کے لئے اللہ نے لوگوں پر گواہ مقرر کیا ہے۔ کیونکہ یہی وہ امت وسط میں جو حقیقت میں عادل شاہد ہیں۔ برخلاف یہود و نصاریٰ کے جنہوں نے گواہی دینے میں حق سے کبھی کام نہیں لیا ہے بلکہ ہمیشہ اس میں تحریف کرتے رہتے ہیں جیسے کہ حضرت یسح کے بارے میں انہوں نے گواہی دی ہے۔

اس کے علاوہ فارقلیط کے معنی اگر حامد یا حماد یا محمود یا محمد کے ہیں تو یہ وصف آپ کے افرد

ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ آپ اور آپ کے امتی ہر حال میں اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں، آپ ہی کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہے۔ آپ کی تقریر اور نماز سب حمد سے شروع ہوتی ہے۔ آپ چونکہ حماد تھے، اسی مناسبت سے آپ کا نام محمد پڑا، یعنی سب سے زیادہ قابل تعریف خصلتوں والا۔ اسی طرح آپ کا نام احمد ہے جیسا کہ قرآن کریم سے خود پتہ چلتا ہے۔

مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنَ بَعْدِي
 اسْمُهُ أَحْمَدُ (الصف - ۶)

حضرت عیسیٰ کہتے ہیں کہ میں اپنے بعد ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جس کا نام احمد ہوگا۔ احمدیہ اسم تفضیل کا ہیضہ ہے، جس کے دو معنی ہیں، ایک وہ شخص جس کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی ہو۔ دوسرے وہ شخص جو اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرے۔ اور اگر فاطمہ کے معنی حمد کے ہیں، تو حمد کا اطلاق مبالغہ آپ پر کر دیا گیا ہے کیونکہ آپ حق و تعالیٰ کی جسم حمد و ثنا ہیں۔

توراة کے اندر مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ میں نے اسماعیل کے متعلق تمہارا دعا سن لی سو میں نے ان کے اللہ برکت سے دی۔ پھر ان کی اولاد میں اضافہ کروں گا اور بڑے مرتبے سے نوازوں گا۔

اس پیشین گوئی میں اذکار کا لفظ آیا ہے جو جرانی لفظ ہے اس کے معنی میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ ایک جماعت کا کہنا ہے کہ یہ عربی میں جدا جدا یعنی بہت زیادہ کے معنی میں ہے، اگر یہ منسی صحیح ہے تو یہ بشارت حضرت اسماعیل کے اس بیٹے کے حق میں ہوئی جس کے ذریعے انھیں سب سے زیادہ شہرت ملی اور بات بالکل مسلم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو شہرت حضرت اسماعیل کو حاصل ہوئی وہ کسی بھی لڑکے سے انھیں نہیں ملی۔

دوسری جماعت کا یہ کہنا ہے کہ اس کا منسی امراتنا محمد ہے، لہذا اس کا معنی یہ ہوگا کہ میں محمد کے ذریعہ ان کو عزت بخشوں گا۔ کیونکہ جرانی الفاظ عربی الفاظ سے سب سے زیادہ ملتے جلتے ہیں۔ جیسے جرانی زبان میں اسماعیل کو، شمائل، سمک کو، سمعینی، ایہ کو، اوٹو، قدسک کو

قدشما . انت کوانا . اسرائیل کو . اسرائیل . کہتے ہیں . نمونے کے طور پر یہاں توراہ کے چند اقتباس پیش کئے جاتے ہیں جس سے دونوں زبانوں کی مماثلت معلوم ہوگی .

« قدس لی خلد نجور خلد رینخم بنی اسرائیل باذام ویبیمالی
عربی میں اس کا ترجمہ یہ ہے :»

قدس لی کل بکر کل اول مولود رحم فی بنی اسرائیل من
انسان الی دھیمہ لی -

ایک جگہ ہے :

نابی اقیم لاهیم تقارب اخیمم کافوا انا ایلاؤہ شماعون .
عربی میں اس کا معنی یہ ہے -

نبیا اقیم لہم من وسط اخوتہم مثلک بہ یومنون
ایک جگہ ہے :

انتم عابرتم بعیولی اجینخیم بنوا عیصا
اس کا معنی عربی میں یہ ہے :

انتم عابرون فی تخم اخوتکم بنی العیص .
اسی طرح وہ کہتے ہیں :

« اصبوح اولوہم ہوم .

عربی میں اس کا ترجمہ یہ ہوگا :

« اصبح اللہ کتب لہ بہا التوراة ..

اس کے علاوہ بہت سی مثالیں ہیں .

چنانچہ اسی طرح لفظ « اذماذ » اور محمد کے درمیان بڑی مشابہت پائی جاتی ہے -

اور ب حرف جار اس کی مزید تائید کرتا ہے کیونکہ اعظمہ بعد ابدال کہنا صحیح نہیں ہو سکتا، البتہ اعظمہ بعد کہنا درست ہے

پھر یہاں تعلق طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں کیونکہ آپ کی ذات سے حضرت اسمعیل علیہ السلام کو جو شہرت اور عزت ملی وہ کسی باپ کو اپنے بیٹے سے نہیں ملی۔

غرضیکہ دونوں معنی مراد لینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے متعلق بشارت دی جا رہی ہے البتہ دوسرا معنی مراد لینے سے بھی حضرت اسماعیل کی وہی فضیلت و عظمت مراد ہے جو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حضرت ابراہیم کے اوپر بڑے پرمانے پر حاصل ہوئی۔

مذکورہ بیان سے جب یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی کہ فاروقیہ قطعاً موز موزہ محمد اور احمد کے معنی میں مشابہت پائی جاتی ہے، پھر نام کی تصدیق کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ اسم با اسمی ہیں آپ اور آپ کے اتیوں کی زندگی سراپا خدا کی حمد و ثناء ہے تو اس بات کے تسلیم کرنے میں کئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ کی یہ پیشین گوئی آپ ہی کے لئے ہے، مزید یہ کہ حضرت عیسیٰ کی یہ پیشین گوئیاں آپ پر صادق آتی ہیں، مثلاً حضرت عیسیٰ کی پیشین گوئی کے مطابق آپ نے کفر و شرک کا قلع قمع کیا۔ غلطیوں پر لوگوں کی سرزنش کی اللہ کی ذات کو ان تمام عیوب سے منزہ کیا جو اقرا پر وازوں نے اس کے متعلق گڑبگڑ کی تھا اس کو اسلام عیسیٰ اور صفات عیسیٰ کا مستحق ٹھہرایا۔ اس کے احکام و افعال و صفات و قدر سے لوگوں کو باخبر کیا، صرف وہی کے بیان کرنے پر اکتفاء کیا۔ حضرت مسیح کی تصدیق کی ان کے لئے شہادت دی، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس پیشین گوئی کے مستحق نہیں ہیں تو ہم اہل انجیل و کورآہ سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ کون جی ہے جنہوں نے محاذات نامہ سے لوگوں کو آگاہ کیا ہے، خود ج وہاں کی خبر دی، ظہور و اہم الارض سے آگاہ کیا۔ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کی اطلاع دی اور ان کے علاوہ اور ضعیفہ شلاقیام قیامت، حساب و کتاب اور جنت و دوزخ وزن اعمال و پل نماز و غیر سے آگاہ فرمایا حالانکہ یہ تفصیلات نہ تو آواز و مابہاں کی گئی ہیں اللہ نہ انجیل کے اندر بلکہ ان چیزوں کے بیان کرنے سے انبیاء

اپنے منہوں پر خوف کھاتے تھے۔ ان امور کی اطلاع صرف اور صرف محمد مصلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اس لئے قطعی طور پر آپ ہی اس بشارت کے مستحق ہیں، نہ کہ حضرت یسح آپ ہی درحقیقت دنیا کے مردِ ابنِ کرآئے آپ کی آمد سے حضرت یسح کی شریعت منسوخ ہوگئی اس لئے تمام اقوام عالم پر واجب ہے کہ آپ کی اتباع کریں کیونکہ سچا دین آپ ہی کے پاس ہے اور یہود و نصاریٰ کے پاس گڑھا پرلاٹکل باطل دین ہے اور جو کچھ حق کی باتیں ہیں وہ رسول اللہ مصلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے منسوخ ہو چکی ہیں۔

حضرت یسح اور حضور مصلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں جو مطابقت پائی جاتی ہے اس کی چند زندہ مثالیں ذکر کی جاتی ہیں جس سے دونوں بیوں کی صداقت کا قوی ترین مظاہرہ ہوتا ہے۔

(۱) آپ مصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم عادلِ عالم اور نصفِ امام بن کر تمہارے درمیان نازل ہوں گے، اور کتاب اللہ کے ذریعہ فیصلہ کریں گے۔ بعینہ آخری بات حضرت عیسیٰ نے اپنی پیشین گوئی میں آپ کے متعلق کی ہے کہ وہ نبی کتاب اللہ کے ذریعہ فیصلہ کریں گے۔

(۲) حضرت یسح نے فرمایا، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ پتھر جس کو معماروں نے آخر میں رکھا تھا وہ مکان کی بنیاد ٹھہرا۔

یہ قول رسول مصلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کس قدر مشابہ ہے آپ نے فرمایا کہ میری اور اگلے انبیاء کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی آدمی نے گھر بنایا اور اس کو مکمل کیا البتہ صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑی پھر لوگ اس کے ارد گرد گھومتے پھرنے لگے اور اس کے حسنِ تعمیر کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے اور مالکِ مکان سے یہ کہنے لگے کہ کیوں نہیں وہ اینٹ کھڑی تاکہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی چنانچہ وہ رنٹ میں ہی ہوں۔

(۳) حضرت یسح نے فرمایا کہ یہ عزیز ہماری آنکھوں میں تعجب خیز معلوم ہوتی ہے، لیکن سن لو خدا کی بادشاہت تم سے چھین لی جائے گی اور دوسری امت کے حوالے کر دی جائے گی بعینہ یہی بات قرآن حکیم میں اللہ رب العالمین نے اس طرح فرمایا ہے :-

اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ
زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزُّبُورِ مِنْ بَعْدِ
الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ
الْمُتَّقُونَ (الانبیاء - ۱۰۵)

دوسری جگہ ہے،

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے
ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان
کو اس طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح
ان سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا، ان
کے لئے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم
کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند
کیا ہے اور ان کی (موجودہ) حالت خوف کو امن
سے بدل دے گا پس وہ میری بنائے کریں اور میرے
ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد کفر
کرتے تو ایسے ہی لوگ ناسخ ہیں۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَ
عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَيْتَخْلِفَهُمْ
فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ
الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ
مِنْ بَعْدِ حَوَالِهِمْ أَمَانًا يَعْبُدُونَنِي
لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ
كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ
الْمُفْسِقُونَ

(النور - ۵۵)

(۴) حضرت عیسیٰ نے فرمایا کریں تمہارے پاس امثال لایا ہوں لیکن وہ تم سے تاویل بیان

کرتے گا۔ بعینہ اس کی صداقت قرآن سے ہمیں ملتی ہے، ارشاد خداوندی ہے۔

اور ہم نے تمہارے اوپر کتاب نازل کی جس
میں ہر چیز کا بیان ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَتَّبِعَانَا
يُكَلِّمُ شَيْئًا (الفحل - ۸۴)

دوسری جگہ ہے،

جو کچھ قرآن میں بیان کیا جا رہا ہے یہ بناوٹی باتیں

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصَدِيقًا

الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَقَفَعِيلٌ كُلُّ
شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ
يُؤْمِنُونَ

نہیں ہیں، بلکہ جو کہتا میں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں
انھیں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل ہے
اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور
رحمت ہے۔

(یوسف ۱۱۱)

چنانچہ جب ہم توراہ و انجیل سے قرآن کا موازنہ کرتے ہیں تو یہ بات ہمارے سامنے بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ توراہ و انجیل کے اندر اجمال سے کام لیا گیا ہے، اور قرآن میں ان تمام اجمال کی تفصیل امثال کی تاویل اور دونوں کی تشریح موجود ہے جو توراہ و انجیل کے اندر پائی جاتی تھیں۔

(۵) حضرت مسیح نے آئمہ کے لئے احوادث کے متعلق خود اجمالاً انھیں باخبر کیا تھا، لیکن پیشینگوئی میں آپ نے فرمایا کہ وہ نبی تم کو ان تمام چیزوں کے متعلق خبر دے گا جو اللہ نے تمہارے لئے تیار کر رکھا ہے۔ اس کی روشنی میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان بیانات کو دیکھا جائے جو آپ نے جنت و جہنم ثواب و عقاب کے متعلق تفصیل سے دیے ہیں۔ تو دونوں نبیوں کی صداقت کا زبردست ترین مظاہرہ ہوتا ہے۔ غرض کہ ان کی پوری پیشین گوئی آپ پر صادق آتی ہے، انہوں نے واضح طور پر آپ کی نبوت کی شہادت دی ہے آپ کی صفات و علامات کی مکمل نشاندہی کی ہے اور آپ کے اتباع کرنے اور نہ کرنے کے انجام سے بھی باخبر کیا ہے، چنانچہ اتباع کرنے والوں کے لئے دائمی کامیابی اور خدا کی بادشاہت کے ٹھنکے کی بشارت دی ہے اور نافرمانی کرنے والوں کے لئے بادشاہت کے چھین جھلنے اور ذلت و نکبت کی زندگی گزارنے کی وعید سنائی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

إِنِّي مُتَوَقِّئُكَ وَرَأَفَعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ
مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاجْعَلِ الَّذِينَ
يَتَّبِعُونَكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى
يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ

خدا نے کہا کہ اے عیسیٰ اب میں تجھے واپس لے لیتا
اور تجھے کوئی طرف اٹھاؤں گا اور جنہوں نے تیرا انکار
کیا ہے ان سے (یعنی ان کی میت سے اور ان
کے گندے ماحول میں ان کے ساتھ رہنے سے) تجھے

يَعْلَمُ مَبْنِيَّتَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ
تَخْتَلِفُونَ

(ال عمران - ۵۵)

پاک کردوں گا اور تیری پیروی کرنے والوں
کو قیامت تک ان لوگوں پر بالادست رکھوں گا۔
جنہوں نے تیرا انکار کیا ہے، پھر تم سب کو آخر کار

میرے پاس آنا ہے۔ اس وقت میں انہا کو کا فیصلہ
کروں گا جن میں تمہارے درمیان اختلاف ہوا ہے

اور چونکہ حضرت علیؑ اور تمام نبیوں کے حقیقی توحید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتی ہی میں اس
لمحظہ کے لئے یہ بشارت ہے کہ ان مہلیب پرست نصاریٰ کے اور قیامت تک ان کی بالادستی رہے گی
جو نصاریٰ کی حقیقی طور پر حضرت عیسیٰ کے دشمن ہیں کیونکہ انہوں نے ان کو نبی اور بندہ ماننے اور حقیقی مرتبہ
دینے کے بجائے ایک مجبور کا درجہ دیا ہے۔ اور پھر ایسا مجبور جس پر ذلت کی مار پڑی ہے اور طرح طرح کی
اذیتوں سے دوچار ہوا ہے۔

(۶) حضرت میکے فرمایا: فقرب دنیا کا سر طر آنے والا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کون وہ شخص ہے جو پوری دنیا کا سردار رہا ہو۔ اور
خواستہ ناخواستہ کھلے چمچے ہر حال میں لوگوں نے اس کی اہمیت کی ہو۔ اور اس کی زندگی میں بھی
یہی حالت ہی اور موت کے بعد بھی یہی جلوہ کا فرما نظر آیا ہو، وہ کون ہے جس کی دعوت ہر اس گوشے تک
پہنچ گئی ہو جہاں سورج کی شعاعیں پہنچتی ہیں۔ جہاں دن رات کی آمد ہوتی ہے۔ وہ کون ہے جس کے
سائے سب قبائل و امم سرگوش ہوئے ہوں۔ ان کی اہمیت و خلافت کے لئے کربتہ ہوئے ہوں، بت پرستی
و شیطانہستی باطل ہو گئی ہو۔ خدا کا دین غالب ہوا ہو، طہرین و کافرین کو ندامت ہوئی ہو، مانوں کو
عزت ملی ہو، کلمہ توحید اور کبیرہ تحلیل کی آواز سے ہر شہر و قریہ گونج اٹھا ہو، ظلم کی بدلیاں پھٹ گئی ہوں
تاریکی کا نور ہو گئی ہو اور حق و انصاف کی روشنی نے دنیا کو منور کر دیا ہو۔

یہ صفات درحقیقت صرف اللہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر پائی جاتی ہیں۔ اور آپ کا

یہ دعویٰ بالکل سچ ہے۔ اناد عوۃ ابراہیم وبشری عیسیٰ۔
 میں ابراہیم کی دعوت ہوں اور عیسیٰ کی خوشخبری ہوں۔
 حضرت عیسیٰ کی اس پیشین گوئی کی روشنی میں آپ کا یہ قول ملاحظہ ہو۔
 آپ نے فرمایا:-

میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں اور میں بطور فخر	انا سید ولد آدم ولا فخر ادم
نہیں کہتا ہوں، آدم اور ان کے علاوہ سب میرے	فمن دونہ تحت لوائی، وانا خلیب
جھنڈے کے نیچے ہیں، میں انبیاء کا خلیب ہوں جب	الانبیاء اذ وفدوا واما مہم اذ ا
وہ وفد کی شکل میں جائیں اور ان کا امام ہوں جب	اجتمعوا و مبشرہما اذا لیسوا لواع
وہ اکٹھے ہوں اور خوشخبری دینے والا ہوں جب وہ ناسید	الحمد بیدی وانا اکرم ولد ادم
ہو جائیں۔ حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہے اور اللہ کے	علی ربی .
نزدیک جی آدم میں سب سے مغز ہوں۔	۵

نصاری ایک ایسے مسیح پر ایمان رکھتے جس کا کوئی وجود نہیں

اور یہود مسیح دجال کے منظر ہیں

۱۷۱ حضرت مسیح نے اپنی پیشین گوئی میں فرمایا، مجھے کچھ بھی اعتبار نہیں ہے، اس میں درحقیقت توحید کا اثبات مقصود تھا اور یہ واضح کرنا تھا کہ تمام معاملات کا وقوع اللہ ہی کی ذات سے ہے، میرا اس میں کوئی دخل نہیں۔

یہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ رب العالمین نے کہی۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ
اے نبی خدا کے معاملے میں آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں۔

(الہمدان - ۱۲۸)

غرض کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال میں اس قدر موافقت پائی جاتی ہے کہ بنیرو دونوں کو رسول تسلیم کئے ہوئے ایمان ممکن نہیں ہو سکتا، ایک کے انکار سے دوسرے کی تکذیب لازم ہے، اور ایک کا مصداق ثابت کرنے کے لئے دوسرے کی تصدیق ضرور ہے، ہر طرف تنہا ایک کی تصدیق ایمان کے لئے کافی نہیں ہو سکتی، بلکہ جس نے بھی حضور کی تکذیب کر کے حضرت مسیح کے پیرو ہونے کا دعویٰ کیا وہ یقیناً حقیقی مسیح کا بھی منکر ہے۔ البتہ وہ خود مسیح کا پیرو بن سکتا ہے جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں۔

یوحنا نے حضرت مسیح کے بارے میں اپنی کتاب "انخبار الحواریین" (جس کو ان کی زبان میں

اقرائیس کہا جاتا ہے) اپنے احباب کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا۔

میرے دوستو! تمہارے اوپر لازم ہے کہ تم ہر روح پر ایمان لاؤ البتہ اللہ کی جانب سے جو روح ہو اس کو اس کے غیر سے ممتاز کر لو۔ اور یہ جان لو کہ جو روح اس بات کا اقرار کرے کہ عیسیٰ بن مریم آئے ہیں اور وہ جسم والے تھے تو وہ روح خدا کی جانب سے ہے اور جو اس کا انکار کرے وہ خدا کی جانب سے نہیں ہے۔ بلکہ مسیح کذاب کی جانب سے۔ جو اس وقت دنیا میں ہے۔

چنانچہ مسلمان قیدی یحییٰ پر ایمان لانے جو اللہ کے بندے اور رسول ہیں اس کے کلیے اور روح میں جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا اور نصاریٰ ایک ایسے مسیح کذاب پر ایمان لانے جو اپنے اور اپنی ماں کی عبادت کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اور خود خدا اور خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

اور میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر ایسے کسی مسیح کذاب کا وجود رہے تو وہ اسی مسیح دجال کا بھائی ہے جو خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اور وہی مسیح دجال یہودیوں کا نبی بھی ٹھہرے گا جس کا وہ شدت سے انتہا کر رہے ہیں۔

پس حق قبول کرنے کا بدلہ اسی طرح باطل سے دیا جاتا ہے۔

ابلیس و نصاریٰ اور حق سے اعراض کرنے والے کا بدلہ

حق نہ قبول کرنے کے نتیجہ میں باطل پسندوں کا کیا انجام ہوتا ہے اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔
ابلیس نے بکر کی بنا پر حضرت آدم کا سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ لیکن صرف ایک سجدہ نہ کرنے کے نتیجے میں اسے ہمیشہ کے لئے فاسقین و مجرمین کی بدترین قیادت ملی۔

اسی طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو بندہ ماننے سے انکار کیا اس کے نتیجے میں ان کو ایک ایسے معبود پر قانع ہونا پڑا جو بیچارہ یہودیوں کے ہاتھوں ایسے ظلم کا شکار ہو چکا ہے جس کو بیان کرتے ہوئے کلیر منٹو آتے ہیں
مثلاً اسے طانپے سے مارا گیا، اس کے چہرے پر تھوکا گیا، اس کے سر کی بدترین کانٹوں سے تاج پوشی کی گئی یہاں تک کہ اس کو سولی بھی دے دی گئی۔

یہ نصاریٰ کے اس تکبر اور خود داری کا ذلت آمیز انجام ہے جو انھوں نے حضرت مسیح کو اللہ کا بندہ ماننے سے انکار کیا تھا، اللہ کے لئے انھوں نے بیوی اور بیٹا مان رکھا تھا۔ حالانکہ اپنے پادریوں کو اس سے منزور قرار دیتے تھے۔ اللہ رب العالمین وحدہ لا شریک لہ کی عبادت اور اس کے رسول کی اطاعت کو چھوڑ کر صلیب پرستی اور اصنام پرستی کو انھوں نے ترجیح دی تھی، اس احکام کو چھوڑ کر ان پادریوں کی باتوں کو انھوں نے اپنے لئے قیل و قال سمجھ رکھا تھا جنہوں نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال کردہ چیزوں کو اپنی اہمیتوں سے حرام کر لیا تھا۔

اسی طرح جہیہ نے اللہ کے لئے صفت علو کا انکار کیا اور قرآن کریم کی ان آیتوں کی مخالفت کی جس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات سے جہاں ساتویں آسمان پر عرش کے اوپر ہے، کیونکہ ان کے خیال باطل کے مطابق ایسی صورت میں علو کو محصور و محدود ماننا بڑے سگالے لیکن پھر انھوں نے، کنواں، تالاب، قیہاز اور تمام نجاسات کے اندر خدا کو محصور کر دیا یہ وہ حقیقت اسی حق سے اعراض کرنے کا نتیجہ تھا جس کی بنا پر

وہ روزِ زندہ کے مرض میں مبتلا ہے اور حقیقت تک رسائی نہیں ہوئی۔ بلکہ ایسی ایسی بے تنگی اور بے بنیاد باتیں کہیں جن کو سن کر ماقول آدمی کو مہینے کی سی آتی ہے۔ اور شیطان ان کا خوب مزاق اڑاتا ہے۔

فصل

حضرت مسیح نے فرمایا کہ جب میں جاؤں گا تو اس رسول کو تمہارے پاس بھیج دوں گا اس سے یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ مسیح کو اختیار حاصل تھا اور انہوں نے آپ کو بھیجا تھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں خدا سے دعا کروں گا کہ وہ انہیں تمہارے پاس بھیج دے، جیسے کہ کوئی آدمی کسی حاکم سے قاصد یا نائب کے بھیجنے یا کسی کو کچھ دینے کا مطالبہ کرے تو حاکم کے بھیجنے پر وہ یقیناً یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے اس کو بھیجا ہے۔ کیونکہ وہی حد حقیقت بھیجنے کا سبب بنتا ہے۔ بالکل یہی حیثیت حضرت مسیح کی بھی ہے۔

اللہ رب العالمین کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ جب کسی چیز کے ہونے کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کے لئے اسباب مہیا کر دیتا ہے ان اسباب میں ایک سبب دعا بھی ہے۔ جس کے ذریعہ بندہ اللہ تعالیٰ سے کسی کام کے کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو اجابت کے شرف سے نوازتے ہوئے اپنے اس فیصلے کو پورا کر دیتا ہے جس کو اس نے پہلے ہی سے سوچ رکھا تھا۔ اس طرح مومن کی دعا اس کام کے وقوع پذیر ہونے کیلئے صرف ایک وسیلہ بن جاتی ہے۔ جیسے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت ہونے کی دعا حضرت ابراہیمؑ کی تھی۔

اے ہمارے رب ان کے درمیان انہیں میں کا
 رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ
 يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ
 الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ
 إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (البقرہ-۱۲۹)

اور ان کا ترجمہ کرے۔ بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بچھے کا فیصلہ پہلے ہی کر رکھا تھا۔ اور آپ کے نام کا اعلان بھی کر دیا تھا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول آپ نبی کب ہوئے آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت نبی ہوا جب کہ آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ آپ نے مزید یہ فرمایا کہ میرا نام حاتم النبیین ہے وقت ٹھکرایا گیا تھا جب کہ آدم اپنی گیلی مٹی میں بیٹھے ہوئے تھے۔

اسی طرح اللہ نے مسلمانوں کے لئے غزوہ بدر میں فتح و نصرت پہلے ہی سے مقدر کر دی تھی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گریہ و ناری اللہ کے لئے سبب بنی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ بارش کے نازل کرنے کا فیصلہ کرتا ہے لیکن بندوں کی دعائیں نزول رحمت کا سبب بنتی ہیں۔

اسی طرح کسی کو بخشنا اور ہدایت دینا جانتا ہے لیکن اس کو معلق کر دیتا ہے اس بندے کی دعا اور توبہ و استغفار پر۔

چنانچہ اسی طرح حضرت عیسیٰ نے بھی حضرت ابراہیم کے مشن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لئے دعا کی تھی لیکن چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے دنیا میں دعا کی تھی اس لئے اس کا تذکرہ اللہ رب العالمین نے کیا اور حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد فریاد کئے ہوں گے۔ اس لئے اس کا تذکرہ اللہ نے نہیں کیا۔

فصل

حضرت یسوع نے فرمایا کہ میں تم کو قیام بنا کر نہیں چھوڑ سکتا۔ عنقریب میں تمہارے پاس پھر آؤں گا۔ ان کا یہ جملہ حضورِ مسلیٰ اللہ علیہ وسلم کے قول کے کس قدر موافق ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت یسوع تمہارے درمیان عادلِ مہلک اور منصفِ امام کی حیثیت سے نازل ہونگے اور خنزیر کو قتل کریں گے مہلیب کو توڑیں گے، جزیرہ آباد دیں گے آپ نے اپنی امت کو وصیت کی کہ جو بھی اس نبی سے ملاقات کرے وہ میرا سلام ان تک پہنچا دے

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کے شروع میں میں ہوں اور آخر میں یسوع ہیں۔

فصل

توراہ کا یہ جملہ بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ طور سینا سے اللہ نمودار ہوا اور سایہ سے اس کی تجلی پھوٹی اور خاندان کی پھوٹیوں سے اس کا ظہور ہوا۔ علماء اسلام نے اس قول کی تشریح کی ہے۔ چنانچہ ابو محمد قتیبہ کہتے ہیں کہ برصاحب بصیرت پر یہ بات واضح ہے کہ طور سینا پر خدا کے نمودار ہونے سے مراد توراہ کا نزول ہے جو طور سینا میں حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی۔ اور اس بات پر اہل کتاب اور مسلمان سب متفق ہیں۔

اور سایہ سے روشنی پھوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں انجیل کا نزول حضرت یسوع علیہ السلام پر ہوا حضرت یسوع کے علاقے میں نامہ نئی ایک گاؤں میں رہتے تھے جو حضرت ابراہیم کا مسکن تھا اسی مناسبت سے ان کے تبعین کو نصاریٰ کہتے ہیں۔

اسی طرح خدا کا فاران سے ظاہر ہونے کا مطلب یہ تسلیم کرنا واجب ہو گا کہ اس سے مراد قرآن کا نازل ہونا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا۔

اور جہاں فاران سے مراد مکہ کے پہاڑ ہیں جس کو مسلمان اور اہل کتاب سب تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اگر اس ثابت شدہ حقیقت کا بھی یہ لوگ انکار کرتے ہیں تو یہ ان کی جانب سے کوئی محال بات نہیں ہوگی، کیونکہ یہ تو تعریف اور دروغ گوئی کے خوگر ہو چکے ہیں، لیکن مہر حال ہم ان کے خلاف دلیل قائم کریں گے اور پوچھیں گے کہ کیا توراہ کے اندر یہ مذکور نہیں کہ حضرت ابراہیم نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو فاران میں ٹھہرایا تھا۔ پھر آخر وہ مقام فاران کہاں ہے، جہاں اللہ کا ظہور ہوا اور وہ نبی کون ہیں جن کے اوپر مسیح کے بعد کتاب نازل ہوئی اور وہ کون سا دین ہے جو اسلام کی طرح مشرق و مغرب میں غالب ہوا۔

بعض علماء اسلام کا کہنا ہے کہ ساحر شام کے اندر ایک پہاڑ کا نام ہے، جہاں سے حضرت مسیح صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا، اس کے جانب قرعہ بیت لہم ہے، جہاں حضرت مسیح پیدا ہوئے۔ جسے آج ساحریری کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اور وہاں جو پہاڑ ہے ان کو بھی ساحریر کہا جاتا ہے۔

توراہ میں مذکور ہے کہ نبی مسیح ساحریری میں آباد تھے اور اللہ نے حضرت موسیٰ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ان کو تکلیف نہ پہنچائیں۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توراہ کے اس بیان میں تینوں پہاڑوں کا ذکر موجود ہے۔

حراء مکہ کا سب سے بلند پہاڑ ہے، یہیں نزولِ وحی کی ابتداء ہوئی اور اس کے اطراف میں بہت سے پہاڑ ہیں۔ اس مقام کو آج تک فاران کہا جاتا ہے اور مکہ اور طور سینا کے درمیان جو آبادی ہے اس کو بیابان فاران کہا جاتا ہے اور کوئی بھی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا ہے کہ ان مقامات میں کوئی کتاب نازل ہوئی ہے یا کسی نبی کا ظہور ہوا ہے۔

ہذا یہ بات متعین ہو گئی کہ جہاں فاران سے ظہور کا مطلب درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی رسالت ہی کی پیشین گوئی ہے۔ اس طرح اللہ نے قیامت میں تینوں نبیوں کے ذمے کو با ترتیب ذکر کیا ہے پہلے توڑا پھر انجیل پھر قرآن کا تذکرہ، اور یہی تینوں کتابیں سرچشمہ ہدایت ہیں۔

توڑا کے لئے نمودار ہونے کا لفظ استعمال کیا ہے، اور انجیل کے لئے چمکنے کا لفظ استعمال کیا ہے اور قرآن کے لئے ظہور کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ان تینوں لفظوں کے لانے میں ایک حکمت ہے وہ یہ کہ توڑا کا نزول طلوع فجر کی مانند ہے اس لئے اس کے لئے نمودار کا لفظ استعمال کیا اور انجیل کا نزول سورج کو چمکنے کی طرح ہے۔ اس لئے اس کی تہنئی چھوٹنے کا لفظ استعمال کیا۔ اور قرآن کا نزول چونکہ سورج کے بلندی پر چمکنے کے مانند ہے اس لئے اس کے لئے ظہور و طلوع کا لفظ استعمال کیا۔

قرآن کو فضیلت دینے کی وجہ یہ ہے کہ توڑا و انجیل کے مقابلے میں قرآن کے ذریعے خدا کے دین کو سب سے زیادہ ظہور حاصل ہوا اور ہدایت الہی کی تکمیل ہوئی، اس لئے اس کو نصف النہار میں چمکنے ہوئے سورج سے تشبیہ دی گئی ہے، اور اس کا نام سراجاً منیراً بھی رکھا گیا کیونکہ اس کی روشنی ہر جگہ اور ہر حالت میں انسان کے لئے ضروری ہے، اس کے مقابلے میں سورج کو سراجاً جاحلاً کہا گیا، کیونکہ اس کی فطرت ہر حالت میں نہیں پڑتی۔

ان تینوں مقاموں کا تذکرہ قرآن کریم میں اس طرح آیا ہے:-

وَالَّذِينَ وَالَّذِينَ تَوَاتَرًا ۖ وَطُورٍ مِّبْلَیٰنِ ۗ
 وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِیْنِ ۗ

(التین - ۱ - ۳)

انجیر اور زیتون سے مراد ان پہلوؤں کے پیدا ہونے کی جگہ یعنی فلسطین اور اس کے اطراف کے علاقے ہیں۔ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔ اور انجیل کا نزول ہوا تھا۔

طور سینا سے مراد وہ پہاڑ ہے جہاں اللہ رب العالمین حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا، اور بلد امین سے مراد مکہ مکرمہ ہے، جو حضرت ابراہیم ان کے بیٹے اسماعیل اور حضرت ہاجرہ کا مسکن ہے

اسی کو فدان بھی کہتے ہیں۔

توراة کی پیشین گوئی میں بالترتیب تینوں نبوتوں کا تذکرہ زلمنے کے اقباس سے ہے اور یہاں دوسرے اور تیسرے کے اقباس سے ہر ایک کی قسم بالترتیب کھائی گئی ہے۔ اور چونکہ قرآن کا مرتبہ سب سے بلند ہے اس لئے اس کی قسم سب سے آخر میں کھائی گئی ہے۔ ابن قتیبہ اور دیگر علماء اسلام نے یہ مذکورہ باتیں ہی ہیں۔

توراة کے اندر ہے کہ ابراہیم نے وعدہ کیا اور اسماعیل کو عاجزہ کے حملے کو دیا اور کچھ روٹی پانی کا انتظام کر کے انھیں دیا اور حکم دیا کہ تم چل جاؤ چنانچہ وہ چل پڑیں اتفاق سے پانی ختم ہو گیا انھوں نے بچے کو ایک وزعت کے نیچے لٹا دیا اور خود اس کے برابر میں پتھر پھینکنے کی مقدار کی دوری پر جا بیٹھیں تاکہ وہ بچے کو مرنے سے بچا دیکھ سکیں اور زود سے رونے لگیں، بچے کی حجج اللہ نے سن ل اور فرشتے نے ان سے کہا کہ کھڑی ہو جاؤ اور بچے کو اٹھا لو اور خوب نگرانی سے اس کو اپنے پاس رکھو اس لئے کہ اس کے ذریعہ اللہ ایک بہت بڑی امت پیدا کرنے والا ہے اور اللہ نے ان کی آنکھ کھول دی، انھوں نے پانی کا چشمہ دکھیا اور بچے کو پانی پلایا، پھر اپنا مشیکزہ بھی بھرا۔ اس طرح اللہ کی مہربانی ہمیشہ بچے کے ساتھ رہی۔ یہاں تک کہ وہ بڑے ہو گئے اور یہاں باہر فاران میں سکونت پذیر ہو گئے۔ توراة کا یہ اقباس صاف صاف ظاہر کرتا ہے کہ حضرت اسماعیل فادی فدان میں پلے بڑھے اور وہیں مستقل قیام بھی آپ کا رہا اور یہی وہ مقام ہے جہاں وہ پیاس سے مر رہے تھے۔ لیکن اللہ نے ان کو پانی کے چشمے سے سیراب کیا۔ اور توراة کے علاوہ غیر متواتر سے یہ چیز ہائی جاتی ہے کہ حضرت اسماعیل مکہ ہی میں پلے بڑھے اور انھوں نے اپنے باپ حضرت ابراہیم کے ساتھ خاندان کعبہ کی تعمیر کی۔ اس لئے حتمی طور پر فاران سے مراد مکہ ہی ہے۔

اس قسم کی بشارت شیون کے کلام میں بھی ہے جس کی باتیں اور جس کا ترجمہ ان کے یہاں مقبول مانا

جاتا ہے۔ وہ بشارت یہ ہے۔

فاران سے اللہ کا ظہور ہوا اور اس کی تسبیح اور اس کے اتیوں کی تسبیح سے آسمان وزمین

بھر گئے۔

اور یہ دعوے کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ مرزین فاریاں میں کوئی ایسا شخص نمودار نہیں ہوا جس کی اور جس کے امت کی تیسری سے آسمان و زمین بھر گئے ہوں، کیونکہ قطعی طور پر یہ معلوم ہے کہ اس سرزمین میں حضرت عیسیٰ کا ظہور نہیں ہوا اور نہ ہی حضرت موسیٰ مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ کہہ طور پر اللہ رب العالمین ان سے ہم کلام ہوا تھا جو کہ مرزین فاریاں میں نہیں ہے اگرچہ کہہ اور طور کے درمیان جو آبادی ہے اس کو یہاں فاریاں کہا جاتا ہے لیکن توراہ کا نزول اس میں نہیں ہوا تھا پھر توراہ کی بشارت طور کے ساتھ اور انجیل کی بشارت سائبر کے ساتھ پہلے ہی دی جا چکی ہے، اس لئے لامحالہ یہاں فاریاں سے مراد قرآن کریم کا نازل ہے۔

اس کی تصدیق حقوق کے قول سے بھی ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا ظہور تین سے ہوا اور قدس کا ظہور جبال فاریاں سے ہوا، ساری زمین احمد مرسل کی تمہید و تقدیس سے یہ منور ہو گئی۔ اور وہ اپنے زور بانڈ سے روئے زمین کے تمام اقوام کے مالک بن گئے۔ اور ان کے (مجاہدین کے) گھوڑے سمندوں میں حفاظت خداوندی کے ساتھ تیرائے جائیں گے۔ اور بعض اہل کتاب نے کلام حقوق میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم عنقریب اپنی کمانوں کو تیرولنا سے بھرو گے اور تمہارے تیر تمہارے حکم سے خون امداد سے سیراب ہوں گے، یہاں آپ کے اسم ذات اور صفات دونوں کی تصریح ہے۔ اگر یہودیہ دعویٰ کریں کہ وہ نبی محمدؐ عربی نہیں ہیں تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ احمد کون ہے جن کی حمد و ثناء سے تمام روئے زمین چھوٹی اور جو جبال فاریاں سے ظاہر ہوئے اور تمام روئے زمین اور رقاب اعم کے مالک بن گئے۔

فصل

تورہ کا یہ بیان نقل کیا جا چکا ہے کہ حضرت ہاجرہ جب سارے جدا ہوئیں تو فرشتہ ان کے سامنے نمودار ہوا اور ان سے دریافت کرنے لگا کہ ہاجرہ کہاں سے آئی ہو اور کہاں جانے کا ارادہ ہے حضرت ہاجرہ نے صورت حال بیان کر دیا فرشتے نے کہا کہ لوٹ جاؤ، تمہاری فریاد اللہ نے سن لی اب وہ تمہیں بے شمار اولاد دے گا اور غور سے سن لو کہ تو حاملہ ہوگی اور ایک بچہ جنم لے گی جس کا نام اسماعیل ہوگا، جس کی لوگ اطاعت کریں گے اور جس کا ہاتھ سب پر تر ہوگا۔

اس بشارت کے ناقلین کا کہنا ہے کہ یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بنو اسماعیل کو بنو اسحاق پر کبھی فضیلت حاصل نہیں ہوئی، کیونکہ نبوت اور کتاب بنو اسحاق ہی کے ہاتھ میں تھی۔ اہل یہ سلسلہ حضرت یعقوب اور یوسف سے لے کر حضرت عیسیٰ تک چلتا رہا۔ ابتداء میں وہ مصر میں حضرت یعقوب کے ساتھ حضرت یوسف کی بادشاہت میں رہے، پھر مصر سے نکلنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر کی امت میں رہے، حضرت موسیٰ کے بعد یوشع کا زمانہ آیا۔ یوشع کے بعد حضرت داؤد نبی ہوئے، داؤد کے بعد حضرت سلیمان انھیں میں نبی بنا کر بھیجے گئے، جن کو پوری دنیا کی بادشاہت حاصل تھی، پھر ان میں آخری نبی حضرت عیسیٰ ہوئے، حضرت عیسیٰ کے بعد ان پر زوال آنا شروع ہوا کیونکہ انھوں نے حضرت عیسیٰ کے نبوت کی تکذیب کی تھی جس کی بادشاہت میں ہمیشہ کے لئے ان پر ذلت کی مار پڑی اور بادشاہت چھین لی گئی اور دیگر قومیں ان پر مسلط کر دی گئیں۔ چنانچہ اہل فارس اور روم کے ظلم و ستم کا شکار ہوئے، لیکن ابھی تک اس طویل عرصے میں بنو اسماعیل کو بنو اسحاق اور دیگر اقوام پر فضیلت حاصل نہیں ہوئی تھی، پھر حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو بنو اسماعیل تمام اقوام عالم پر سبقت لے گئے ان کی بادشاہت تمام لوگوں میں غالب ہوئی۔ فارس و روم، ترک و دہلیم سب نے تسلیم خرم کر دیا۔

یہود و نصاریٰ بت پرست و صابئہ اور مجوس سب مغلوب ہو گئے اور توراہ کی یہ مشین گوئی پوری
جزی کر آپ کا ہاتھ تمام لوگوں کے اوپر ہو گا، اور یہ حالت آخری زمانے تک باقی رہے گی۔

یہود کا کہنا ہے کہ اس میں حضرت ہاجرہ کو ایک ایسے لڑکے کی بشارت دی جا رہی ہے جس کو بلا شہادت
سے نوازا جائے گا اور اس میں نبوت و رسالت کی بشارت نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بادشاہت کی دو قسمیں ہیں ایک تو مطلق بادشاہت ہے جس کا نبوت سے
کوئی تعلق نہیں، بلکہ اس کی بنیاد جبر و ظلم پر ہوتی ہے۔

اور ایک بادشاہت بذات خود نبوت ہے۔ ان دونوں قسموں میں پہلی قسم کی بادشاہت
بذات خود بری ہے اور دوسری قسم بذات خود احسن ہے، اور چونکہ بشارت اچھی چیزوں کی دی
جاتی ہے اس لئے یہاں پہلی قسم کی بادشاہت کی بشارت مراد نہیں ہو سکتی، خاص طور سے ایسا بادشاہ
جو بادشاہت کی پہلی قسم سے تعلق رکھتا ہو اور نبوت کا جھوٹا دعویٰ بھی کرے تو وہ خدا کے نزدیک
فلوقات میں سب سے برا ہو گا، اس لئے خدا اس کی بشارت کیوں دے گا بلکہ اس سے تو ایسے ہی
بچنے کی تلقین کرے گا جیسے کہ دجال کے فتنے سے بچنے کی تلقین ہے اور وہ تو نعت نمر، سنجا رب
اور تمام ظالم و جبار بادشاہوں سے بھی بدتر ہو گا۔ لہذا ایسے آدمی کی خبر بشارت نہیں ہو سکتی اور نہ
حضرت ہاجرہ اور ابراہیم کو اس سے خوشی ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی ان کے گریہ و زاری اور خشوع و حضور
کا بدلہ ہو سکتا ہے، جب کہ اللہ نے ان کی فریاد سن لی تھی اور ان کو اس مولود کے متعلق یہ بشارت سنائی
تھی کہ وہ اسے ایک عظیم مرتبے سے نوازے گا، اور اس کی نسل سے ایک بڑی امت وجود میں آئے گی۔

لہذا اگر بشارت کا مطلب یہی ہے جسے اہل کتاب سمجھتے ہیں تو یہ ایسے ہی خبر دینا ہو گا جیسے
حضرت ہاجرہ سے کہا گیا ہو کہ تم ایک جابر ظالم فاسق اولاد جنوگی جو تمام لوگوں پر جبراً و ظلماً حکومت
کرے گا، اللہ کے نزدیک نیک بندوں کو قتل کرے گا اور معصوموں کو قید کرے گا۔ باطل طریقے سے
لوگوں کا مال چھینے گا اور انبیاء کے دین کو بدل ڈالے گا۔ اللہ پر جھوٹی باتیں کہے گا اور جس شخص نے بشارت

کو اس پر عمل کیا اس نے اللہ پر سب سے بڑی بہتان طرازی کی۔

اور یہ طریقہ بہتان طراز افزاء پر دواز انبیاء کے قاتلین یہودیوں ہی کا ہو سکتا ہے جو اس طرح کی دروغ گوئی کے خوگر ہو چکے ہیں۔

زبور میں ہے۔

اللہ کی نئی اور تازہ تسبیح کرو۔ اسرائیل کو اپنے خالق پر خوش ہو جانا چاہئے اور صہیون والے گھروں پر۔ کیونکہ اللہ نے اپنے آخری پیغمبر کے لئے ان کی امت کو چن لیا ہے۔ اور ان کو نصرت و اعانت سے نواز ہے۔ اور ان کی بدولت صالحین کو کرامت و عزت کے ساتھ مضبوط و امانا کر دیا ہے۔ اس امت کے افراد خواجگاہوں میں اللہ کی تسبیح بیان کرتے رہیں گے، اور بلند آواز سے اس کی تحمیل جاری رکھیں گے، ان کے ہاتھوں میں دو دھاری تواریں ہوں گی، ان کے ہاتھوں اللہ ان لوگوں سے بدلہ لے گا، جو اس کی عبادت نہیں کرتے ہیں۔ وہ ایسے باغی قوموں کے بادشاہوں کو قید کریں گے، ان کے معزز لوگوں کو پٹیریاں پسنائیں گے۔ یہ صفات درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتیوں ہی پر صادق آتی ہیں۔ کیونکہ یہی وہ حضرات ہیں جو دن میں پانچ مرتبہ اپنی اذان میں بلند آواز سے اللہ کی تکبیر بیان کرتے ہیں اور یہی وہ حضرات ہیں کہ جب بلند جگہوں پر چڑھتے ہیں تو اللہ اکبر بلند آواز سے کہتے ہوئے چڑھتے ہیں، جیسے کہ حضرت جابر کی روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب بلندی پر چڑھتے تو اللہ کی تکبیر بیان کرتے اور جب نیچے اترتے تو سبحان اللہ کہتے، چنانچہ نماز میں بھی یہی حالت رکھی گئی ہے۔

یہی وہ حضرات ہیں جو اذان کے علاوہ عید الفطر عید الاضحیٰ عشرہ ذی الحجہ اور ایام منیٰ میں ہر نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر بیان کرتے ہیں۔

بخاری شریف میں حضرت عمر بن الخطاب سے روایت آئی ہے کہ وہ منیٰ میں اتنی زور سے تکبیر کہتے کہ تمام مسجد والے سن لیتے اور وہ بھی تکبیر کہنا شروع کر دیتے، پھر ان لوگوں کی آواز بازار تک پہنچ جاتی

اور اہل بازار بھی تکبیر کہنا شروع کر دیتے یہاں تک کہ پورا مٹی تکبیر کی آواز سے گونج اٹھتا۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر عشرہ ذی الحجہ میں جب بازار کی طرف نکلتے تو تکبیر کہتے ہوئے جلتے۔ ان کی تکبیر سن کر دوسرے لوگ بھی تکبیر کہنے لگتے یہی وہ آہتی ہیں جو قربانیاں کرتے ہوئے کنکریاں مارتے ہوئے صفا و مردہ کی سنی کرتے ہوئے، حجر اسود کو چومتے ہوئے اور نمازوں کے بعد بھی تکبیر کہتے رہتے ہیں۔ یہ وصف حد حقیقت مومنوں کے علاوہ کسی امت کے اندر نہیں پائی جاتی۔

کیونکہ یہودیوں کو بجل بجا کر اٹھا کرتے ہیں اور نصاریٰ ناقوس بجا کر۔ البتہ صرف مسلمان ہی بلند آواز سے اذان میں تکبیر کہتے ہیں۔

حضرت داؤد نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ان کے ہاتھوں میں دو دھاری تلواریں ہوں گی، اس سے مراد وہ عربی تلواریں ہیں جن کے ذریعے صحابہ کرام نے تمام ممالک فتح کئے اور جو آج تک مشہور ہے۔

اسی طرح حضرت داؤد نے فرمایا کہ وہ اپنی خواجگا ہوں میں اللہ کی تسبیح جاری رکھیں گے۔ بعینہی ہی صفت اللہ رب العالمین نے مومنین کی بتلائی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے :

مومن وہ لوگ ہیں جو کھڑے بیٹھے پہلو
کے بل ہر حالت میں اللہ کی تکبیر بیان کرتے
تَعْبُدُوا وَعَلَىٰ حُبِّهِمْ
الذین ینذکروا اللہ قیامًا و
مُعومًا
(ال عمران - ۱۹۱)

یہ بشارت نصاریٰ پر ہرگز صادق نہیں ہو سکتی، کیونکہ اولاً نہ تو وہ بلند آواز سے اللہ کی بڑائی بیان کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے ہاتھوں میں تلوار اٹھانا اچھا سمجھتے ہیں، بلکہ اس کے برعکس تلوار کے ذریعہ کفار سے قتال محبوب سمجھتے ہیں۔ اور یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کو نفرت دلاتے ہیں کہ یہ تلوار سے مروا دیتے ہیں، انھیں یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ سے پہلے حضرت موسیٰ ان کے بعد یوشع بن نون ان کے بعد داؤد و سلیمان اور ہبت سے نبیوں نے کفار سے قتال کیا ہے۔ اور ان تمام حضرات سے پہلے ان کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نے بھی کفار سے قتال کیا ہے۔

ایک جگہ حضرت داؤد نے فرمایا۔

اسی بنا پر تمہارے لئے اللہ نے ہمیشہ کے لئے برکت دے رکھی ہے، پس اے جبار تلوار لٹکا لو۔

اس لئے کہ تمہاری عزت و عظمت اور شرائع و احکام کا اجراء تمہارے زور و بازو کے ساتھ وابستہ ہے، تم ظلمت کے شہسوار ہو۔ اور خدا کی تسبیح بیان کرنے والے ہو۔ تمہارا فرشتہ اور تمہاری شریعت رعب و دہرے والی ہے اور تمہارے تیر تیز کئے ہوئے ہیں اور اقوام عالم تمہارے سامنے تعظیم مانگنے والی ہیں۔

پس کون ہے تلوار کا لٹکانے والا سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، وہ کون سی امت ہے جن کے سامنے تمام قومیں سرنگوں ہوں، آپ کی امت کے علاوہ، وہ کون ہے جس کے احکام و شرائع اس بیعت و شوکت سے وابستہ ہیں وہ صرف اور صرف وہی نبی ہیں جن کا مخالفوں کے لئے صرف یہ پیغام ہوتا تھا کہ اسلام قبول کر کے ہمارے بھائی بن جاؤ۔ یا جزیہ دے کر رعایا بن جاؤ اور یا پھر تلوار کے ساتھ فیصلہ ہوگا۔

بیشک یہی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے اندر بیان فرمائی ہے۔

فصرت بالرعب مسيرة شهر
میری آمد تقریباً ایک مہینے کی مسافت تک رعب
و دہرے دے کر کی گئی ہے۔

حضرت داؤد کے بیان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کے پاس فرشتہ کئے گا اور آپ کی شریعت ایک مستقل شریعت ہوگی۔

یہاں حضرت داؤد کا آپ کو جبار کہہ کر خطاب کرنے کا مقصد دو حقیقتوں پر اشارہ کرتا تھا کہ آپ اللہ کے دشمنوں کو ناکوں پنے چہرے میں لگا اور ان پر غالب ہوں گے آپ کی طاقت ایک بڑی طاقت ہوگی، آپ کمزور اور مغلوب نہیں ہوں گے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے لئے رحمت بھی تھے اور ان کے مقابلے میں زبردست جنگ جو بھی تھے۔ آپ کے صحابہ کفار کے لئے سخت گیر تھے لیکن آپس میں رحیم تھے۔ مومنوں کے لئے منکر الزمان تھے

اور کفار کے لئے بارعب تھے۔

بعض خلاف ان ذلیل مغلوب متکبرین کے، جو اللہ کے دشمنوں کے لئے تو نرم خو ہیں لیکن حق کے قبول کرنے سے سرکشی اور تکبر کرتے ہیں۔

ایک دوسرے فرورد اور میں ہے۔

ان الله سبحانه اظهر من صهيون
الشرق مصيرون (یعنی عرب سے) ایک قابل تعریف
اکلیلًا مضموحًا
اکلیل کا ظہور کیا۔

لفظ اکلیل عجم کی حکومت اور امامت کی طرف اشارہ ہے، اور فرورد سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ زبور کے ایک اور باب میں یوں منقول ہے کہ

آنے والے نبی کی بادشاہت ایک سمندر سے دوسرے سمندر تک، دیاؤں سے لے کر زمین کے کناروں تک ہوگی، اس کے سامنے تمام اہل حجاز گھٹنا ٹیک دیں گے اس کے دشمن خاک بوسی کریں گے۔ فارس کے بادشاہ اس کے سامنے تسلیم خم کریں گے، تمام اہلین و فرما بزرگوار بن جائیں گی، جماع و پریشانی حال کر دو اور بے سہارا لوگوں کو زبردستوں اور ظالموں کے خیر استبداد سے نجات دلانے گا۔ اور ان کے ساتھ زنی برتنے گا، اور اس پر ہرقت درود بھیجی جائے گی، اور برکت کی دھاکا جلائے گی۔

ان صفات کو دیکھنے کے بعد عقل سے کام لینے والا آدمی جس نے امور مملکت اور امور نبوت نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتیوں کی سیرت کا گہرا مطالعہ کیا ہوگا، اس کے سامنے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ اس سے مراد درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتی ہی ہیں، اور حضرت مسیحی علیہ السلام یا کوئی دوسرے نبی اس سے مراد نہیں ہو سکتے، کیونکہ درحقیقت آپ ہی کی بادشاہت بحر روم سے بحر فارس تک اور دریائے حیحوں و سجوں سے لے کر مغرب میں زمین کے کنارے تک پہنچ گئی تھی جس کی خوشین کوئی آپ نے ان الفاظ میں کی تھی کہ میرے لئے پوری زمین سیٹ دی گئی ہے، چنانچہ میں نے اس کے مشرقی اور مغربی حصے کو دیکھا اور غریب میرے امتیوں کی بادشاہت اس حصے تک پہنچنے کی جہاں تک مجھے زمین سیٹ کر

دکھائی گئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول حضرت عیسیٰ کے قول کے کس قدر موافق ہے۔

اس کے علاوہ حضرت داؤد کے بیان کردہ تمام صفات آپ پر صادق ہوئیں۔ آپ ہی کی ذات وہ ذات ہے جس پر پانچوں نمازوں میں اور اس کے علاوہ تمام اوقات میں برابر درود بھیجی جاتی ہے، جس کے لئے مسلسل برکت کی دعائیں کی جاتی ہیں۔ جن کے سامنے پورا جزیرہ عرب ہی نہیں بلکہ جزیرہ اندلس جزیرہ قبرص اور دریائے دجلہ اور فرات کے درمیان واقع تمام اہل جزائر نے گھٹنے ٹیک دیئے، جس کا کلمہ تمام شاہان فارس کو بھی پڑھنا پڑا، یہاں تک کہ بحر اسلام قبول کرنے یا جزیرا طرک کرنے کے سامنے کوئی چارہ نہ رہا۔

آپ کی ہدایت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ حضرت داؤد نے بشارت میں اہل فارس کی اطاعت کو خاص کر دیا تھا چنانچہ وہی معاملہ آپ کے ساتھ پیش آیا، تمام شاہان فارس نے تو تسلیم خم کر دیا تھا لیکن ان کے مقابلے میں شاہان روم میں بہت سے لوگوں نے نہ اسلام قبول کیا اور نہ ہی انھیں جزیرہ دینا پڑا لیکن بہر حال جس نے بھی آپ اور آپ کے ائمہوں کا نام اور تذکرہ سنا وہ تو آپ پر ایمان لے آیا یا آپ سے مصالحت کر لی یا آپ کے ساتھ رہ کر منافق کا رول ادا کیا۔ یا آپ سے ہمیشہ مخالف رہا۔ آپ ہی نے کروڑوں کوفالوں کے بچے سے نجات دلایا۔

یہ مذکورہ صفات حضرت مسیح پر کبھی چسپاں نہیں ہو سکتیں کیونکہ انھیں نہ تو ایسا ظہر اپنی زندگی میں حاصل ہوا اور نہ آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد آپ کے قبضے کو حاصل ہوا اور نہ ہی وہ مقامات ان کی سلطنت کے قلمرو میں داخل ہونے جن کا تذکرہ کیا گیا ہے، پھر ان پر دن رات (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح) درود بھی بھیجا نہیں جاتا۔

دوسرے حوزوں میں ہے۔

تمام اہل باد یہ خوش ہو جائیں گے اور قیاد کی سرزمین رواج دینے والی ہو جائے گی (یعنی تمام باتیں

تیسرے راجح ہوں گی) کھجور اور خاروں میں رہنے والے باشندے خدا کی تسبیح و تحمید پہاڑ کی چوٹیوں سے بلند کریں گے، اور اس کی تسبیح فضا میں بکھریں گے۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علاوہ کون اہل بادیاہ میں، اور سوائے حضرت اسماعیل کے ایک صاحبزادے اور حضور کے بھائی کے علاوہ قیزار کس کا نام ہے۔ اور اہل عرب کے علاوہ پہاڑ اور چوٹیوں پر رہنے والے کون لوگ ہیں، اور کس کا ذکر آپ کے علاوہ ہمیشہ کے لئے باقی ہے۔ ناممکن ہے ناممکن ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور بھی ہو جس پر یہ صفات صادق آئیں۔

ایک دوسرے مزبور داؤد میں ہے
ہمارے رہنے عمود کی تعظیم کی۔
دوسری جگہ ہے۔

ہمارا وجود قدوس ہے اور محمد نے پوری روئے زمین کو خوشی سے ڈھانپ لیا۔
ان دونوں پیشین گوئیوں میں حضرت داؤد نے آپ کے نام اور شہر کی مراحت کر دی ہے۔ آپ ہی کے ذکر اور کلمے نے پوری روئے زمین کو ڈھانپ لیا۔

نہاں میں ہے کہ اللہ رب العالمین نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا:-
کہ تمہارا ایک لڑکا پیدا ہو گا جس کے لئے لوگ باپ ٹھہرائیں گے اور میرے لئے بیٹا ٹھہرائیں گے۔
حضرت داؤد نے عرض کیا کہ اے اللہ تو سنت کا قائم کرنے والا بھیج، تاکہ لوگ جان لیں کہ وہ لڑکا بشری ہے۔
یہ درحقیقت حضرت عیسیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کی پیشین گوئی کئی صدیوں پہلے دی جا رہی ہے اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لئے حضرت داؤد دعا کر رہے ہیں تاکہ آپ کے ذریعہ حضرت مسیح کی یہ حقیقت لوگوں کے سامنے واضح ہو جائے کہ وہ محض ایک انسان ہیں، انسان ہی کے بیٹے ہیں، وہ خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہو سکتے۔

چنانچہ اللہ رب العالمین نے امت کے ہادی غم کی برائیوں کو دور کرنے والے آخری

نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ فرمایا، آپ نے حضرت عیسیٰ کی پوری حقیقت لوگوں کے سامنے بیان کر دی اور یہ واضح کر دیا کہ وہ محض اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور آپ نے غلو پسند نفساویٰ اور بہتان پرداز یہود کے خیالات کو باطل ٹھہرایا۔

صحف شیعاطیہ السلام میں ہے۔

• مجھ سے کہا گیا کہ کھڑے ہو کر مشاہدہ کرو اور بتلاؤ کیا نظر آتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں دو سواروں کو آتے ہوئے دیکھتا ہوں، ان میں سے ایک گدھے پر سوار ہے اور دوسرا اونٹ پر۔ ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہہ رہا ہے کہ بال کے بت اندیا میں گر گئے۔

صاحب عمار سے مراد حضرت عیسیٰ ہیں، جس پر مسلمان اور نصاریٰ سب متفق ہیں تو صاحب جہل سے مراد لامحالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے کیونکہ آپ اونٹ کی سواری کرنے میں اس سے زیادہ مشہور ہیں جتنا کہ حضرت عیسیٰ گدھے کی سواری کرنے میں مشہور ہیں، اور آپ ہی کی ذات سے بال کے تمام بت ڈھارسے گئے، جلا گئے اس سرزمین میں حضرت ابراہیم کے زمانے سے لے کر پشت محمدی تک برابر بت کی پوجا ہوتی رہی ہے اس دوران حضرت عیسیٰ کے ہاتھوں وہاں کی بت پرستی قطعا ختم نہیں ہوئی تھی، بلکہ آپ ہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے اس فریضے کو انجام دیا، لہذا اس سے حضرت عیسیٰ مراد نہیں ہو سکتے۔

صحف شیعاطیہ السلام میں ہے۔ اے مکہ کی زمین تو ذرا اپنی نگاہ چاروں طرف دھڑا اور اپنی رونق کو دیکھتے ہوئے خوش ہو جا۔ کیونکہ اللہ تمہاری طرف سمندر کے خزانے لایع کرے گا۔ اور بڑی تعداد میں لوگ فوج و فوج تمہارے پاس آج کرنے کے لئے آئیں گے، اور قطار در قطار آنے والے اونٹوں سے یہ سرزمین اس قدر بھر جائے گی کہ تنگ ہو جائے گی، اور مدین کے مینڈھے تمہاری جانب ہانک کر لائے جائیں گے اور اہل سبا تمہارے پاس آئیں گے اور قحطان کی بحریاں یہاں لائی جائیں گی اور بنی قریظہ خانمان کے لوگ تیری خدمت کریں گے۔

یعنی بنت بن اسماعیل کی اولاد کا آدمی خانہ کعبہ کا متولی ہوگا۔ نبی کریم کی بعثت سے یہ تمام مصفات

کہ مکرمہ کو حاصل ہو گئیں، سمندر کے خزانے اس کی طرف اٹے گئے۔ بڑی تعداد میں لوگ وہاں جا کرنے کی غرض سے آئے، خداں کی بکریاں قربانی کے لئے لائی گئیں، بار بار دعویٰ قربانی اور سواری کے اوتھوں کی کثرت اور قطار در قطار آمد سے وہاں کی سرزمین تنگ ہو گئی اور اہل سبا یعنی یمن کے لوگ بھی یہاں آئے۔ مکرمہ کے متعلق صحف شعیبا میں ایک جگہ ہے۔

• میں نے اپنے نفس پر ایسے ہی قسم کھا رکھی ہے، جیسے کہ حضرت نوح کے زمانے میں زمین کو طوفان میں غرق کرنے کی قسم کھا رکھی تھی، یہ کہ میں تجھ پر ندامت نہیں ہوں گا، اور نہ تجھے چھوڑوں گا، پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتے ہیں۔ قطعاً زمین لوٹ ہو سکتے ہیں۔ لیکن میرے انعامات و احسانات تجھ سے زائل نہیں ہو سکتے۔

اے مسکین و مضطرب مکہ اب تیرے اوپر خوبصورت پہنچ رہی ہیں گے۔ تو جو اہرات سے مزین کی جلتے گی۔ تیرا چہت اور دروازہ تو میں اور مردے آرام کی جگہ لے گا، تجھ پر کوئی ظلم نہیں کرے گا، لہذا خوف نہ کھا، اولاد کمزور و بے بس نہیں رہے گی لہذا مجھ و ناتوانی کا احساس ختم کر دے، جو کبھی ہتھیار بنانے والے بنائیں وہ تجھ پر اثر انداز نہیں ہوں گے اور جو کبھی زبان و لہجہ تیرا مقابل کرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوگی تو اس پر غالب آئے گی۔ اور اللہ تعالیٰ تیرا ایک نیا نام رکھے گا۔

(چنانچہ اللہ نے اس کا نام بیت الحرام رکھا) پس تو بلند ہو جا اور خوب چمک کیونکہ تیرا نور اور خدا داد و قار کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اپنی آنکھوں سے اپنے ارد گرد و ذرا دیکھ کر کس طرح لوگ اکٹھا ہیں۔ اور تیری اولاد تیرے پاس حاضری کے لئے جمع ہو رہی ہے اور تیرے بیٹے بیٹیاں سویبے سویبے تیرے پاس پہنچنے ہی والے ہیں۔ اس وقت تو خوش اور تروتازہ ہو جاؤ گی، تیرے دشمن تجھ سے خوف کھائیں گے۔ اور تیرا دل کشادہ ہو جائے گا، اور قیدار کی تمام بکریاں تیرے پاس اکٹھا ہو جائیں گی۔ اور نونباوت کے سردار تیری خدمت کریں گے :

نباوت سے بنت بن اسماعیل کی اولاد مران میں اور قیدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا اور نبت

بن اسماعیل کے جھائی ہیں، مزید یہ بھی کہا کہ تیرا دروازہ دن رات کھلا رہے گا اور کبھی بند نہ ہوگا۔ تجھے لوگ قبلہ بنائیں گے اور تو مدینۃ العرب (خدا کا شہر) کے نام سے موسوم کی جائے گی۔
ایک جگہ مکہ ہی کے متعلق حضرت اشعیا کا یہ قول مذکور ہے۔

پہل اور جھوم جھوم جائے بانجھ جس نے ابھی کوئی لڑکا نہیں بنا اور نہ حاملہ ہوئی اور بیچ بیان کر اور خوش ہو جا کیونکہ تیرے اہل و عیال میرے اہل سے زیادہ ہوں گے۔ یعنی اہل بیت المقدس کی نسبت اہل بیت اللہؑ نادم ہوں گے۔ مکہ مکرمہ کو ایک ایسی عورت کے ساتھ تشبیہ دی گئی جو عاقر و عقیم ہو اور کسی بچے کو نہ جنم دیا ہو۔ اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرف حضرت اسماعیل شرف نبوت کے ساتھ مشرف ہوئے تھے۔ (جب کہ وہ بنائیاں کعبہ اور مکہ مکرمہ میں داخل ہیں) اس میں بانجھ سے مراد بیت المقدس نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو انبیاء کا گھر ہے اور نزول وحی کا محل و مرکز ہے۔ لہذا اسے عقیم عورت سے تشبیہ دینے کی کوئی وجہ جواز نہیں ہو سکتی۔

ایک جگہ مکہ مکرمہ کے متعلق اشعیا کا یہ قول ہے۔

میں اس بادیرہ کو لبنان کی کرامت اور کتر مال کی شادابی بخشوں گا۔ ان دونوں مقاموں سے مراد شام و بیت المقدس ہیں، جہاں انبیاء کو وحی سے نوازا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں انھیں کرامت وانی بخشوں گی کی طرح اس بادیرہ کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر اور فریضہ نبی کی وجہ سے برکت و رحمت سے نوازاؤں گا۔
اس میں یہ بھی ہے کہ اس بادیرہ میں چشمے ٹھوسیں گے اور سیراب کرنے والے نالے ندیاں پہنے لگیں گی خشک چھیل اور پیالے سے مہر پانی اور چشموں سے بھر لوں ہوں گے اور یہ جگہ جگ کا مقام و محل ہوگا، حرم کی راہ پر اہم و اقوام کی نجاستوں اور غلامتوں کا گذر نہیں ہو سکتا اور نہ حرم کی قدر و منزلت سے بے خبر لوگوں کا نہ اس میں دوسرے ہوں گے نہ شیر، اس پر صرف مسکین و غلصین کا گذر ہوگا۔

ایک جگہ اس میں ہے کہ

بیشک بھڑ اور اونٹ اس کے اندر ایک ساتھ چریں گے۔

یہ درحقیقت سرزمین مکہ کی اس خصوصیت کی طرف اشارہ ہے جو اللہ نے اس کو تمام جگہوں کے مقابلے میں مہمن و محفوظ بنایا ہے، اور اس کو بلد امین کہا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا مَّحْرَمًا
وَمَا يَتَخَفَتِ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ
کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ایک مہمن حرم
بنایا ہے جب کہ لوگوں کو اس کے آس پاس کی جگہوں
میں اچکا جاتا ہے۔ (العنکبوت - ۶۷)

اور اللہ نے اس کو زندوں پر ایک نعمت و احسان شمار کیا ہے، ارشاد ہے۔

لَا يَلْبِغُ قُرَيْشٌ إِلَّا لِفِيهِمْ رَحْمَةً
الشَّيْئَاءِ وَالصَّيْفِ فَلْيَعْبُدُوا
رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ
مِن جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِنَ تَخَوُّفٍ
چونکہ قریش مانوس ہو کے یعنی جاٹے اور گری کے
سفروں سے مانوس بلذات ان کو چاہئے کہ اس گھر
کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک سے بچا کر
کھانے کو دیا، اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔
(قریش)

ایک جگہ صحف اشعیا میں آپ کا نام صراحتاً آیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اے محمد میں نے تمہارا نام سراپا حمد بنا دیا ہے اے رب کے برگزیدہ اور پاکیزہ تمہارا نام ابر سے بڑھ

ہے۔ کیا صراحتاً آپ کا نام مل جانے کے بعد کہ رو اور سنت زور حضرت کو اب بھی چوں و چرا کرنے کی گنجائش ہے۔
اشعیا کا یہ قول کہ تیرا نام ابر سے بڑھ ہے بالکل حضرت داؤد کے اس قول کی طرح ہے جو انہوں نے آپ
کے متعلق کہا تھا کہ آپ کا نام سوریج کے وجود سے پہلے ہے۔

ایک جگہ صحف اشعیا میں جبرائیل کے متعلق یہ بیان آیا ہے۔

اللہ رب العالمین نے فرمایا، میں مہمن یعنی بیت اللہ میں ایک باعزت گوشے کے اندر ایک عظیم الشان
پتھر نصب کرنے والا ہوں، پس جو زمین ہو وہ ہم سے عجلت نہ طلب کرے میں شاہقول اور میزان کی طرح

عدل قائم کروں گا۔ وہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے جو جھوٹ ہی پر فریفتہ رہیں گے۔

مصحفوں سے اہل کتاب مکہ مراد لیتے ہیں، اور پھر سے مراد حجر اسود ہے، جس کی کرامت یہ ہے کہ بادشاہ اور عوام سب اسے چومتے ہیں۔ اور چونکہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتیوں کے لئے خاص کیا گیا ہے۔

ایک جگہ اسی میں ہے۔

غریب دیہات و شہر قیذار کے حملات سے بھر جائیں گے۔ جو ہر وقت تیسع میں مشغول رہیں گے پہاڑوں کی چوٹیوں سے نندا کا نام بلند کریں گے، وہی لوگ ہیں جو اللہ کی عزت اور تکرم اس کے شایان شان کریں گے اور اس کی تیسع و تقدیس کو مجرب نہیں پھیلائیں گے۔

مزید اس میں یہ ہے: "میں تمام امتوں کے لئے دور سے ایک علم و نشان قائم کروں گا اور انہیں زمین کے اطراف و اکناف سے نمادی جائے گی پس وہ جلدی کرتے ہوئے آئیں گے۔"

بنو قیذار سے مراد اہل عرب ہیں، کیونکہ تمام لوگوں کے نزدیک قیذار حضرت اسماعیل کے لڑکے ہیں اور وہ علم میں کے بلند کرنے کا وہ اللہ نے کیا ہے اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے، اور لوگوں کو اطراف و اکناف ارض سے نمادینے کا مطلب انہیں حج بیت اللہ کے لئے بلانا ہے، چنانچہ وہ ٹہری صرت کے ساتھ آئیں گے یہی بیت اللہ شہر العالمین نے قرآن میں اس طرح بیان کیا ہے۔

وَأَذِّنْ لِلْحَجِّ لِلنَّاسِ بِالْبَيْتِ الْحَرَامِ يَا قَوْمِ
بِحَجَّتِهِمْ عَلَىٰ كُلِّ صَامِرٍ بِرِثَاتِهِمْ
مِنْ كُلِّ قَبْضَةٍ عَيْبَتِي ۗ

(الحج - ۲۷)

ایک جگہ ہے۔

میں بادشاہ کے چلنے کی جگہ سے ایسی قوم کو بھیجوں گا جو مشرق سے گروہ درگروہ لیکے کہتے ہوئے آئیں گے۔

اور جن کی کثرت ذرہ ہائے خاک کے مانند ہوگی۔ اور وہ آدمی کی طرح ہوں گے جو اپنے پاؤں سے ترمٹی روزنہ بنا لے گا۔ یا اس سے مراد باد مہما مشرق کی طرف سے ہلتی ہے۔ اللہ نے وہاں سے ایک مشرقی قوم بھی جو پکار پر لبیک کہتے ہوئے آئی، جس کی کثرت ذرہ ہائے خاک کے مانند تھی۔

اور مٹی روزنہ والے کی مثال دیکھیں ان کی طوافِ وسعی میں تیز رفتاری مراد ہے، یا اس سے مراد دور دراز سے آنے والے لوگ ہیں۔ جن کے پاؤں زیادہ چلنے سے تھک چکے ہوں گے۔ ایک جگہ اسی صحف اشعیا میں ہے۔

وہ میرا بندہ خاص ہے اور پسندیدہ جو میری مسرت اور خوشی ہے۔ اس پر میں اپنا روح مخصوص نازل کروں گا، یا اس میں یہ ہے کہ میں اس پر وحی نازل کروں گا، جس سے لوگوں میں میرا عدل ظاہر ہوگا۔ وہ لوگوں کو مختلف دینوں میں کرے گا۔ وہ قہقہہ مار کر نہیں ہنسنے گا، اور نہ ہی اس کی آواز بانڈوں میں سنی جائیگی اندھی آنکھوں کو نور عطا کرے گا، حق کے استمداد سے بہرے کانوں کو قوت سماعت عطا کرے گا اور مردہ طوں کو حیات و زندگی دوام سے مشرف کرے گا۔ میں اسے جو بخشوں گا وہ کسی کو نہیں دوں گا۔ نہ وہ کمزور ہوگا اور نہ مغلوب۔ نہ خواہشات نفس کی طرف مائل ہوگا، اس کی آواز بازار میں نہیں سنی جائے گی تو واضح اختیار کرنے والوں کے لئے نرم خور ہوگا، غرض کہ وہ اللہ کا ایسا اور ہے جس کو کج بھلا نہ جاسکے گا۔ اور نہ ان کا مقابلہ کیا جاسکے گا۔

یہاں تک کہ زمین میں میری جنت قائم ہو جائے گی اور جہالتِ دلائی کا غند منقطع ہو جائے گا یہ صفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کس کے اندر پائی جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان صفات کو کوئی بھی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی پر منطبق نہیں کر سکتا۔ بلکہ یہ صفت آپ کے امتیوں کے اندر قیامت تک باقی رکھی گئی ہے۔ اور ان کے علاوہ کسی دوسری امت کو چیز حاصل نہیں ہوئی۔

مثلاً یہاں آپ کو میرا بندہ کہہ کر خطاب کیا گیا چنانچہ قرآن میں بھی آپ کو مستند جگہ میرا بندہ کہا گیا ہے اور خداوند تعالیٰ ہے۔

اگر تم اس چرنے کے بارے میں شک کرتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے۔

نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا۔ تاکہ سارے جہاں والوں کے لئے حیرت کر دینے والا ہو۔

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا
عَلَىٰ عَبْدِنَا (البقرة - ۲۳)
تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ
عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ
مُذْتَبِرًا (الفرقان - ۱)
سورہ بن میں ہے۔

اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کو پکارتے کے لئے کھڑا ہوا۔

وَإِنَّهُ لَمَقَامٌ رَبِّكَ
يَوْمَ يُنَادِي الْمَلَائِكَةَ
سُجِّنِي لِمَنْ شِئْتِ
وَيُنَادِي السَّمْعَانَ
الْمُتَّبِعَ (الجن - ۱۹)
سورہ بنی اسرائیل میں ہے۔

پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو

سُجِّنِي لِمَنْ شِئْتِ
وَيُنَادِي السَّمْعَانَ
الْمُتَّبِعَ (الاسراء - ۱)

اسی طرح اس مشین گوئی میں اللہ نے آپ کو (خیرتی ورضا نفسی) اپنا پسندیدہ اور برگزیدہ کہا ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے بالکل مطابق ہے، آپ نے فرمایا اللہ نے اولاد اسماعیل میں کنازہ کو منتخب کیا اور کنزہ سے قریش کو منتخب کیا اور قریش سے بنو ہاشم کو منتخب کیا اور بنو ہاشم سے مجھے منتخب کیا۔

اسی طرح اس مشین گوئی میں ہے کہ وہ قبیلہ مار کر نہیں ہنسے گا، یہ قول حضرت عائشہ کی اس حدیث کے بالکل موافق ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ کے حلق کا کوئی اظہار ہو جو، بلکہ آپ صرف مسکراتے تھے:

کیونکہ زیادہ ہنسی روحانی ہلکا پن اور عقل کی دلیل ہے۔ اس کے مقابلے میں مسکراہٹ آدمی کے

حسنِ اخلاق اور کمالِ ادراک کو ظاہر کرتی ہے۔

البتہ گذشتہ بعض کتابوں میں آپ کی صفت جو یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ بہت زیادہ ہنسنے والے ہوں گے، تو اس سے مراد یہ ہے کہ آپ جائز طریقے سے جہاں ہنسنے کا مقام ہوگا وہاں ہنسنے لگے بھی، اور جہاں مسکرانے کا مقام ہوگا وہاں مسکراہٹ سے کام لیں گے، کیونکہ مطلق ہنسی چھوڑ دینا کبرِ غرور، بد خلقی اور نخوت کی علامت ہے اور زیادہ ہنسی آدمی کی کم ظرفی ناقصِ اعقلی اور ہلکا پن ظاہر کرتی ہے، اس لئے آپ اعدال کا راستہ پاندے ہوئے دونوں طریقے موقع و محل دیکھ کر استعمال کرتے۔ (لیکن آپ کا ہنسنہا بھی ہمہم کے قریب ہوتا تھا)

اسی طرح اس پیشین گوئی میں ہے کہ میں اس پر اپنی روح نازل کروں گا، یہ ان قرآنی آیتوں کے بالکل

مطابق ہے:

اسی طرح ہم نے تمہاری جانب اپنے حکم سے روح
کی وحی کی

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحَنَا
مِنْ أَمْرِنَا (الشوریٰ - ۵۲)
دوسری جگہ ہے :

اور فرشتے اللہ کے حکم سے وحی لیکر اس بندے پر
اترتے ہیں جس کو وہ چاہتا ہے تاکہ لوگوں کو ڈرانے
کے لیے سو اونی میوونیس، لہذا وہ مجھ ہی سے ڈریں

يُنزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ
عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لَا أَنْ
أَنْذِرُوا إِنَّ اللَّهَ لَأَنَّفَ الْكُونِ
(النحل - ۲)

ایک جگہ ہے :

وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے
اپنے حکم سے وحی نازل کرتا ہے تاکہ وہ قیامت
کے دن سے لوگوں کو ڈرانے

يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ
مِنْ عِبَادِهِ لِيُنذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ
(غافر - ۱۵)

ان آیات میں وہی کو روح کہا گیا ہے کیونکہ دونوں کی آرزو تازگی اور روح کی باآیدگی اسی سے حاصل ہوتی ہے جیسے کہ اعلان کی زندگی اربعہ کی بقا پر منحصر ہوتی ہے۔

اسی طرح اس پیشین گوئی میں یہ منکر ہے کہ اس سے میرا عمل امتوں میں ظاہر ہوگا، یہ قول اس آیت کریمہ کے مطابق ہے۔

پس اس لئے آپ ان کو دعوت دیں اور ثابت قدم
نہیں جیسے کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور ان کے
خواہشات کی اتباع نہ کریں، اور کہہ دیجئے کہ میں اس
پر ایمان لایا جو اللہ نے کتاب نازل کی ہے اور
مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان صلہ قائم کروں

فَلْيَذُوقُوا ذَٰلِكَ ۗ وَسْتَقِيمُ كَمَا
أُمِرْتُ ۗ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ وَ
قُلْ إِنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِنَ
الْقُرْآنِ ۗ وَالْمُرُوتُ لِأَعْدَائِكُمْ
(الشوری - ۱۵)

دوسری جگہ اہل کتاب کے بارے میں ہے۔

اے نبی اگر اہل کتاب آپ کے پاس آئیں تو ان کے
درمیان فیصلہ کیجئے، یا ان سے اعراض کیجئے، اگر آپ
نے ان سے اعراض کیا تو یہ آپ کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا
سکتے، اور اگر آپ کو فیصلہ کرنا ہے تو ان کے درمیان صلہ
کے ساتھ فیصلہ کریں۔

فَإِنْ جَاءَ مُؤْمِنٌ مِّنْكُمْ
أَوْ عَصِیْتَ عَنْهُمْ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ
فَلَنْ يَغْفِرَ لَكَ شَيْئًا وَإِنْ حَكَمْتَ
فَأَحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ
(المائدہ - ۴۲)

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ نبی لوگوں کو مختلف وصیتیں کرے گا۔ یہ قول ان آیات کے موافق

تمہارے لئے وہی دین شروع کیا جس کی وصیت
نوح کو کی تھی اور جس پر میری وحی ہم نے تمہاری
جانب کی اور جس پر میری وصیت ہم نے ابراہیم پر کی

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ
نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا
بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ

اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَّبِعُوا فِئْتِمًا
اور دینی کو کی تھی وہ یہ ہے کہ دین کو قائم کرو اور اس
(الشوریٰ - ۱۳)

سورہ انعام میں اللہ رب العالمین نے آیت کریمہ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّيَ عَلَيْكُمْ
سے لے کر فَتَقَرَّقْ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَهٰذَا لَلْاٰمْرُ الَّذِي تُمْتَلِقُونَ تک مسلسل دہائیوں کی ہیں
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سے مراد وہ جہد ہے جو آپ نے اپنی امت سے لیا۔ یعنی یہ کہ وہ اللہ
سے ڈریں اسی کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اللہ کے جیسے ہوئے دین حق اور ہدایت
کو مغضوبی سے تمام لیں۔ اللہ پر نیز اس کی کتابوں رسولوں اور ملائکہ پر ایمان لائیں، قیامت کے دن کا اقرار
کریں۔ وغیرہ۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ اس کی آواز سنی نہیں جلتیگی۔ یعنی بلند آواز سے نہیں چننے گا، جیسے
کہ فریضہ لوگ چننے ہیں۔ بلکہ اس کی آواز نرم اور آہستہ ہوگی (چنانچہ آپ کی یہی نصیحت تھی)۔
اسی طرح ہے کہ اندھی آنکھوں کا پردہ کھول دے گا۔ بہرے کانوں کو سننے دینا دے گا اور مردہ
دلوں کو زندہ کر دے گا۔

یہاں بتانا مقصود ہے کہ چونکہ وہ نبی ہدایت کے مینوں بند راستے آئندہ کان اور دل کو کھول دے گا
اس لئے اس کی دعوت سے کچھ لوگ مکمل فائدہ اٹھائیں گے جس سے علم و ہدایت کے مراتب کی تکمیل ہو جائیگی
اور ان کے مقابلے میں بد نصیب اندھے بہرے گئے جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں وہ اس خدا کی بارش کے
پھینٹوں سے محروم رہ جائیں گے۔

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اندھی آنکھوں کو بینائی عطا کی، جس سے اللہ کی معرفت ان
حاصل ہوئی، بہرے کانوں کے پردے کھول دیئے۔ جس سے انھوں نے اللہ کے متعلق نبیوں کے بیانات
سنے، مردہ دلوں میں جان پیدا کر دی، جس سے انھوں نے اللہ کے بارے میں سوچا سمجھا اور پھر اپنے قول
و عمل اور عقائد میں خدا کی خوشنودی کو اس طرح مد نظر رکھا کہ اس کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے رہے

اور اسی کے ہو کر رہے۔ اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ میں اس کو ایسی چیزوں سے نوازوں گا جو کسی کو نہیں دوں گا۔ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے موافق ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے وہ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی تھیں اس کی تصدیق فرشتوں کی زبانی آپ نے خواب میں سنی تھی انہوں نے آپ کے بلے میں مثال بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس نبی کو ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو اس سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی تھیں، ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ اس کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔

اس کے علاوہ آپ کی بہت سی خصوصیتیں ہیں، مثلاً آپ کو پوری روئے زمین کا نبی بنا کر بھجوا گیا جب کہ ہر نبی کو مخصوص قوم و قبیلہ اور علاقے کی طرف مبعوث کیا گیا، آپ کی ذات پر ترسیل رسل کا اختتام ہوا، آپ پر ایسا قرآن نازل ہوا جس کے مش آسمان سے کوئی کتاب نازل نہیں کی گئی، وہ آپ کے دل پر محفوظ و متوشکل میں نازل ہوا۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے خود لی، آپ کو ایک ماہ کی مسافت تک رعب دبدبہ سے کر منصور و غاب کیا گیا۔

نماز میں آپ کے ایتوں کی صفیں آسمان میں فرشتوں کی صفوں کے مانند بنائی گئیں، آپ اور آپ کے ایتوں کے لئے پوری روئے زمین قابل نماز اور قابل طہارت بنائی گئی، آپ کو ساتویں آسمان پر لے جایا گیا جہاں آپ نے اسی چیزیں دیکھیں جنہیں آپ سے پہلے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ تمام بیوں پر آپ کا مرتبہ بلند کیا گیا، آپ نبی آدم کے سردار بنائے گئے، آپ کی دھرت زمین کے مشرقی اور مغربی کونے تک پہنچی، آپ کے متبعین کی تعداد حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کے متبعین سے زیادہ ہے۔

جنت میں دولت آپ کے اتنی ہی ہوں گے۔ آپ کو وسیلہ اور مقام عموم کے ساتھ فضیلت و برتری عطا فرمائی جس پر تمام متقدمین و متاخرین رشک کرتے ہے۔ آپ کو قیامت کے دن شفاعت ظلی کا اختیار دیا گیا، جب کہ حضرت آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام جیسے طبل القدر انبیاء اس سے عزم ہوں گے، اللہ نے آپ کے ذریعہ ہی توحیح پسندوں کو ایسی رحمت بخشی اور باطل و باطل پسندوں کو ایسی سزا دی

جو آپ سے پہلے کسی نبی کے ہاتھوں نہیں دی گئی تھی۔ آپ کو جو علم، بہادری، صبر، دنیا سے بھرتی اور آخرت کی رغبت نیز عبادت قلبیہ اور محارف الہیہ سے نوازا گیا، وہ آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیا گیا تھا۔

آپ اور آپ کے امتیوں کی نیکیاں دس گنی سے سات سو گنی تک اور اس سے بھی زیادہ کر دی گئیں، آپ

کے امتیوں سے خطا و نسیان کو دور گزر کر دیا گیا آپ پر خود اللہ نے اور اس کے فرشتوں نے درود و سلام بھیجا

اور لوگوں کو بھی آپ پر درود و سلام بھیجے مہمکم دیا، اللہ نے آپ کا نام اپنے نام کے ساتھ جوڑ دیا۔ چنانچہ

خطبہ تشہد اور اذان میں جب بھی اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو آپ کا بھی ذکر ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر کسی شخص نے

ان حالتوں میں آپ کے لئے اللہ کا بندہ اور رسول ہونے کا اقرار نہیں کیا تو نہ اس کی اذان درست

ہوگی، اور نہ ہی اس کا خطبہ اور تشہد صحیح ہوگا۔ اسی طرح آپ کی شریعت کے ہوتے ہوئے متقدمین اور متاخرین

میلے کسی کے دین و شریعت کے اتباع کرنے کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ جنت کا حصول صرف آپ کی اتباع اور

اقتداء پر منحصر کیا اور حمد کا جہنم آپ کے ہاتھ میں دیا، جس کے نیچے قیامت کے دن اکہم اور تمام انبیاء ہوں گے۔

آپ ہی سب سے پہلے شافع و مشفق ہیں۔ آپ ہی سب سے پہلے

جنت میں داخل ہوں گے۔ اور آپ ہی کی شفاعت سے تمام متقدمین و متاخرین جنت میں داخل ہوں گے، آپ

کو اللہ کی جانب سے یقین و ایمان، صبر و استقامت کی جو قوت احکام الہی کے نافذ کرنے میں جو عزیمت اس

کی رضامندی اور قبولیت کی جو نعمت کھلے پھیرے ہر حال میں اس کی اطاعت اور خوشنودی کے حصول کے

لئے سر تسلیم خم کر دینے کا جو جذبہ حاصل تھا وہ کسی نبی کو نہیں ملا

غرض کہ جس نے بھی دنیا کے حالات گذشتہ انبیاء اور ان کے امتیوں کی سیرت کا مطالعہ کیا ہوگا، اس

کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ بالکل نہیں ہے، بلکہ حقیقت اس سے بھی

زیادہ ہے۔

اور جب قیامت آئے گی تو لوگوں کے سامنے ان چیزوں کی حقیقت پوری طرح واضح ہو جائے گی، پھر

وہ ایسی چیزیں دیکھیں گے۔ جن کو نہ کسی اکھ نے دیکھا ہوگا نہ کسی کان نے سنا ہوگا، اور نہ ہی کسی آدمی کے

دل میں اس کا خیال پیدا ہوا تو گا۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ کمزور اور مغلوب نہیں ہوگا۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بالکل یہی حالت تھی آپ نے اللہ کے مقابلے میں کبھی کمزوری نہیں دکھائی، آپ تنہا بھی ثابت قدم رہتے اور اپنی قلیل جماعت کو لے کر بھی بڑے سے بڑے لشکر کے مقابلے میں جے رہتے، آپ کی دیرری و بہادری کا اندازہ جنگ احد کے واقعے سے ہو سکتا ہے جب کہ آپ کے بیشتر صحابہ مقتول اور زخمی ہو گئے تھے لیکن آپ اس وقت بھی ثابت قدم رہے اور خود زخمی ہونے کے باوجود بھی مجھے ہٹنے کے بجائے اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے کے لئے دوسرے دن دشمن کا پھیا کرنے نکل گئے، جس سے آپ کے دشمنوں پر آپ کا رعب جم گیا اور وہ کمزور مسلمانوں کے مقابلے میں کثرت تعداد رکھنے کے باوجود ناکام و نامراد لوٹ گئے۔

جنگ خین کا واقعہ بھی آپ کی بہادری پامردی اور جوانمردی کی شہادت دیتا ہے، جب کہ دشمن کے تیروں سے مسلمان منتشر ہو گئے تھے، لیکن آپ بمشکل دس آدمیوں کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ کفار ہزاروں کی تعداد میں آپ کو گھیرے ہوئے تھے، لیکن آپ اپنی بہادری کا مظاہرہ اچھل اچھل کر ان الفاظ میں کر رہے تھے۔

انا النبی لا کذب + انا ابن عبد المطلب

میں بھوٹا مافی نہیں ہوں میں عبد المطلب ہی ہوں۔

پھر آپ نے ایک مٹھی مٹی لی اور ان کے چہروں پر پھینک دیا جس سے وہ شکست خوردہ ہو کر بھاگے، آپ کی سیرت اور غزوات کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے زیادہ بہادر، ثابت قدم، اور مہربان کرنے والا کوئی دنیا میں پیدا نہ ہوا۔ یہاں تک کہ آپ کے صحابہ جو تمام قوموں میں سب سے بہادر تھے وہ بھی گھمسان کی طرانی میں پچنے اور کترالے لگتے لیکن آپ اس حالت میں بھی دشمن کے سب سے قریب ہوتے، اور ان کے مقابلے میں بھاگنے کے بجائے ثابت قدم رہتے۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ خواہشات نفس کی طرف مائل نہیں ہوگا۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہو و لعب سے بہت دور رہتے تھے۔ آپ کا ہر کام انتہائی جدوجہد مستقل مزاجی اور عزم پر مبنی ہوتا۔ آپ کی ہر مجلس حیاہ و شرافت، علم و ایمان، وقار و سنجیدگی کی مجلس ہوتی۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ اس کی آفاذ بازار میں نہیں سنی جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام طالبین دنیا کی طرح بازار میں بیچ بیچ کر دنیا کی طلب و حرص نہیں کرے گا۔ اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ تواضع اختیار کرنے والوں کے لئے منکسر المزاج اور نرم خو ہوگا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا جس نے بھی مطالعہ کیا ہوگا اس نے چھوٹے بڑے مسکین بیوہ آزاد غلام ہر ایک کے سامنے سب سے منکسر المزاج اور تواضع آپ ہی کو پایا ہوگا۔ آپ ان کے سامنے زمین پر بیٹھ جاتے ان کی دعوت قبول فرماتے، ان کی باتیں سنتے ان کی ضرورتوں کو پوری کرنے کے لئے ان کے ساتھ جاتے، اور ایسے شخص سے ان کا حق دلاتے جس سے مطالبہ کرنا ان کے بس میں نہ ہوتا، آپ اپنا جوتا اور کپڑا خود ستے۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ ایسا اللہ کا نور ہوگا جس کو نبی بھایا جاسکے گا، یہ مغلوب کیسا جاسکے گا، یہاں تک کہ زمین کے اندر اللہ کی حجت قائم ہو جائے گی اور اس کے ذریعہ لاعلمی کا خلد منقطع ہو جائے گا۔

آپ کی یہی حالت قرآن کریم کی ان آیتوں میں بھی بیان کی گئی ہے۔

يُرِيدُ ذُنُوبًا أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ
وَيَأْتِي اللَّهَ إِلَّا أَنْ يَتَّعَزَّوْا وَرَأَوْا
كُرْهُ الْكَافِرِينَ

یہ کفار اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا پورا پھیلانے کے خواہ کافروں کو

یہ کتابھی ناگوار ہو۔

(التوبة - ۳۲)

اسی طرح ایک جگہ ہے۔

لے نبی ہم نے تم کو بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت
دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر اللہ کی اجابت
سے ان کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن
چراغ بنا کر۔

تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نور اور کتابین
آپسوں ملی۔ اللہ اس کے ذریعے اس شخص کو سیدھے
راستے کی ہدایت دے گا، جس نے اس کی خوشنودی
تلاش کی۔

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب
سے روشن دلیل آگئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایسی
روشنی بھیجی ہے، جو تمہیں صاف صاف راستہ دکھائے
والی ہے۔

پس جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور اس
کی حمایت و مدد کی اور اس نور کی اتباع
کی جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا
وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۚ قَدْ آتَيْنَا
إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ سِرًا جَامِبًا مُبِينًا
(الاحزاب - ۴۵-۴۶)

ایک جگہ ہے :-

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ
مُبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ
رِضْوَانَهُ مَسْجِلًا إِلَى السَّلَامِ
(المائدة - ۱۶)

ایک جگہ ہے :-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ
مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا
مُبِينًا (النساء - ۱۷۵)

اسی طرح ہے

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَدَّرُوا وَوَجَّهُوا
وَأَتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ
أَنْزِلَ مَعَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ
(الاعراف - ۱۵۷)

اس طرح کی مثالیں قرآن میں بہت سی ہیں۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ اس نبی کے آنے سے غدر منقطع ہو جائے گا اور حجت قائم ہو جائیگی

بعینہ یہی باتیں قرآن میں ہیں :-

رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا
يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ مُّبَدَّلَةٌ

الرُّسُلِ (النساء - ۱۶۵)

فَالْمَلِئِقَاتِ ذِكْرًا لَّعَلَّكُمْ تَزْلَمُونَ

(المرسلت - ۶۰۵)

ایسے رسول جو خوشخبری دینے والے ہیں اور دُعا
والے ہیں تاکہ لوگوں کے لئے رسولوں کے آہلئے
کے بعد اللہ کے سامنے حجت کرنے کا موقع نہ رہے۔
(قسم ہے ان ہواؤں کی) جو پھر زمین میں خدا کی یاد ڈالی تیں
غدر کے طور پر یا دُعا دنانے کے طور پر۔

یہی مفہوم ان دونوں آیتوں میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

اور کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر اپنے اعمال کی بدولت
کوئی مصیبت آجائے تو وہ کہیں کرے پروردگار
تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم
تیری آیات کی پیروی کرتے اور اہل ایمان میں سے
ہو جاتے۔

وَلَوْلَا أَنْ تُصِيبَهُمْ مُصِيبَةٌ مِّمَّا
قَدَّمَتْ آيِدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا

لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ

آيَاتِكَ وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

(القصص - ۴۷)

اب تم نہیں کہہ سکتے کہ کتاب تو ہم سے پہلے کے دور
کو دی گئی تھی اور ہم کو کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کیا پڑھے پڑھتا
تھے اور اب تم یہ یہاں نہیں کہہ سکتے کہ اگر ہم پر کتاب
نازل کی گئی ہوتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ
ثابت ہوتے، تمہارے پاس تمہارے رب کی
طرف سے ہدایت اور رحمت آگئی ہے۔

أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنزِلَ الْكِتَابُ عَلَيَّ

مَّا هُنَّ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا

عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَعَفْرَلِينَ أَوْ تَقُولُوا

لَوْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَكُنَّا هُدًى

مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ

رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ

(الانعام - ۱۵۷-۱۵۸)

غرض کہ بیوں کی آمد سے مخلوق کے اوپر خدا کی حجت قائم ہو چکی اور ان کا عذر منقطع ہو گیا، اب اگر کسی شخص کے پاس ان کی دعوت پہنچ چکی ہے، لیکن اس کے باوجود بھی اگر اس نے مخالفت کی ہے، تو اس کے لئے قیامت کے دن عذر کی گنجائش نہیں رہے گی اور نہ ہی اس کا عذر مقبول ہوگا۔

یہ بشارت صحیح بخاری میں مذکور اس حدیث کے موافق ہے جس میں ہے کہ عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے تو راۃ میں مذکور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے متعلق پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ آپ تو راۃ میں بھی بعض ایسی صفات کے ساتھ موصوف ہیں جو قرآن کریم میں موجود ہیں۔

اسے نبی ہم نے آپ کو گواہ بنا کر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، آپ ہونوں کے لئے پناہ اور لمبا واویلی ہیں، آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔

میں نے آپ کو متوکل کے نام سے موسوم فرمایا، آپ نہ سخت کلام ہیں اور نہ سنگ دل، اور نہ بانڈوں میں خود و شنب کرنے والے ہیں، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے ہیں، بلکہ غصہ و درگزر سے کام لیتے ہوئے بھلائی کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے اس رسول کریم کو اس وقت دنیا سے نہیں اٹھائے گا جب تک کہ ان کی بدولت کبر و امت کو درست نہیں کر دے گا، میں ان کے ذریعہ اندھی آنکھوں کو بینا کروں گا، بہرے کاؤں کو شنوا بناؤں گا، اور غفلت کے پردے میں پٹے ہوئے دلوں کو علم و حکمت کا گہوارہ بناؤں گا تاکہ وہ جوڑان باطلہ سے بیزار ہو کر لا الہ الا اللہ کا نعرہ بلند کریں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو کا یہ فرمانا کہ یہ مذکورہ چیزیں تو راۃ میں موجود ہیں اس سے وہ مخصوص تو راۃ مراد نہیں جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی تھی، بلکہ تو راۃ داخیل ذبور و قرآن ہو گی جو یہی مخصوص کتاب ملاویا جاتا ہے اور کبھی جنس کتب سماویہ مراد لیا جاتا ہے۔

چنانچہ کبھی قرآن کہہ کر ذبور مراد لیا جاتا ہے اور تو راۃ کہہ کر قرآن مراد لیا جاتا ہے اسی طرح کبھی انجیل کہہ کر قرآن مراد لیا جاتا ہے۔ جیسے کہ اس حدیث کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کہہ کر ذبور

مراد لیا ہے :

حضرت داؤد پر قرآن تخیف کر دیا گیا چنانچہ
ان تسرج «ابتدا الی ان یزکبھا»
یقرأ القرآن

اسی طرح توراہ کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو بشارات اللہ نے دی ہے، اس کے

الفاظ یہ ہیں :

بنی اسرائیل کے لئے میں انہیں کے بھائیوں میں سے ایک نبی برپا کروں گا اور اس پر موسیٰ کی طرح
توراہ نازل کروں گا ۔

یہاں توراہ کہہ کر قرآن مراد لیا گیا ہے ۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کی صفات جو اگلی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں ۔
ان کے الفاظ یہ ہیں ۔

انا جعلہم فی صدورہم
ان کے اناجیل ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گے ۔

یہاں بھی انجیل کہہ کر قرآن مراد لیا ہے ۔

غرض کہ عبد اللہ بن عمرو سے لوگوں کا سوال یا تو توراہ جمعینہ میں مذکور آپ کی صفات کے متعلق تھا
یا جنس کتب سماویہ میں ، لیکن بہر حال دونوں صورتوں میں ان کا جواب عام تھا ، صرف مخصوص توراہ موسیٰ
میں مذکور صفات کے ذکر پر انہوں نے اکتفا نہیں کیا ۔ کیونکہ یہ مذکورہ چیزیں توراہ کے اندر نہیں ہیں ، بلکہ اشیا
کی کتاب میں جن کا بیان گذر چکا ہے ، اور اس کا ایک دوسرا ترجمہ بھی لوگوں نے کیا ہے ، جس میں کچھ
مزید چیزیں ہیں ، وہ ترجمہ یہ ہے ۔

وہ میرا ایسا بندہ اور رسول ہے جس کی وجہ سے میری ذات خوش ہو گئی ہے ، میں اس پر اپنی وحی نازل
کروں گا ، جس سے امتوں میں میرا عدل ظاہر ہوگا اور وہ لوگوں کو دیتیں کرے گا ، وہ قبہ ہمارے نہیں ہنسنے گا

اور نہ ہی اس کی آواز بازار میں سنی جائے گی، اندھی آنکھوں کو نورِ جبروت عطا کرے گا، بہرے کانوں کو حق کے لئے قوتِ سماعت عطا کرے گا، اور مردہ دلوں کو زندہ کرے گا، میں اس کو جو چیزیں دوں گا وہ کسی کو نہیں دوں گا، وہ اللہ کی حمد انوکھے انداز و اسلوب میں کرے گا، وزمین کے انتہائی ساحلِ سمندر کے قریب ظہور فرما ہوگا، جس کی آمد سے تمام اہل مہرِ خوش ہو جائیں گے۔ ان کی امت بلند مقام پر چڑھتے ہوئے لا الہ الا اللہ کا نغمہ ادا کریں گی، اور مکانِ رفیع پر اللہ کا نعرہ بلند کرنے والے ہوں گے۔ وہ ضعیف و ناتواں نہیں ہوگا اور نہ مغلوب، نہ ہی خواہشاتِ نفس کی طرف مائل ہوگا، وہ مشغوبے بصلحاء و انبیاء کو خواہ وہ تعصبِ قسم سے بھی ضعیف کیوں نہ ہوں ذلیل و رسوا نہیں کرے گا، بلکہ وہ غلصہ و صدقین کو قوی و توانا بنائے گا، وہ عاجز کرنے والوں کو تواضع اختیار کرنے والوں کے لئے مجاہدِ مادی ہوگا۔ وہ اللہ کا ایسا نور ہوگا جس کو بھایا نہ جاسکے گا اور نہ اس کا مقابلہ کیا جاسکے گا، اس کی سلطنت اس کے کندھے پر ہوگی۔

مشغخ یہ مکرم کے وزن پر عربی لفظ ہے جو عربی میں لفظ و معنی "محمد" کے مشابہ ہے، جیسے کہ لفظ "مؤذوموذ" معنی کے مشابہ ہے، چونکہ عربی زبان کا یہ لفظ "حاء" اور "عحاء" کے درمیان ہے اور اس کا ف فتح اور ضم کے درمیان ہے اس لئے اس کی ادائیگی اہل عرب کے لئے دشوار ہے، لیکن کوئی بھی عالم اس لفظ کے محمد کے مشابہت ہونے میں شک نہیں کر سکتا۔

ابو محمد ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ مشغخ یقیناً محمد ہی ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ وہ الحمد للہ کی جگہ کہتے ہیں "سبحا لہا۔ لہذا جب شطح بمعنی حمد ہے۔ تو مشغخ بمعنی محمد ہے۔

علاوہ ازیں جن صفاتِ نبوت کا وہ اقرار کرتے ہیں اور جن کی موجودگی ایک نبی کے اندر ضروری قرار دیتے ہیں، وہ ساری کی ساری بلائیں و زیادتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات، احوال و افعال زمانہ نبوت و ہجرت نیز شریعت میں پوری طرح پائے جاتی ہیں: لہذا اگر ان کا موصوف و مصداق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں تو ہمیں بتائیں کہ ان صفات کا مالک کون سا نبی ہے، ان وہ مقدس نبی ہے جس کی سلطنت اس کے کندھے پر تھی،

درحقیقت اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جن کی سلطنت یعنی مہرنبوت چکور کے
 بطن سے کی طرح گندھے پر بدبھی گئی۔ لیکن تعجب ہے ان لوگوں پر جو حق کے سمجھنے کے بعد اندھے اور گمراہ بن
 جاتے ہیں پتہ ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يُجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ
 مِنْ نُّورٍ (النور - ۲۰)

جس کو اللہ روشنی نہ دے اس کو روشنی نہیں
 مل سکتی۔

غرض کہ ابن کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کمال زمان سعادت مقام ولادت اور آپ
 کے ائمہ کی صفات کو اچھی طرح جانتے ہیں، ان کے صفحات میں یہ تمام چیزیں موجود ہیں، جن کی وہ تلاوت کرتے
 ہیں اور لوگوں کو سکھاتے ہیں۔ نہ ان چیزوں کا انکار ان کے ظالم کرتے ہیں اور نہ جاہل ہی، لیکن اس کے
 باوجود وہ ہٹ دھرمی کی بنا پر آپ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ابھی تک اس نبی کا ظہور
 نہیں ہوا جس کی صفات ہماری کتابوں میں مذکور ہیں، لیکن غنقریب اس کا ظہور ہونے والا ہے اس وقت ہم
 اس کی تباہ کریں گے۔ ابن اسحق نے عبداللہ بن عباس کی یہ روایت نقل کی ہے آپ بیان کرتے ہیں کہ
 یہود مدینہ اوس و خزرج کے خلاف جنگ لڑتے ہوئے آپ کی بعثت سے قبل آپ کے ساتھ توسل کرتے
 اور آپ کے نام کا وسیلہ دے کر اللہ رب العالمین سے فتح و نصرت کی التجا کرتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے
 آپ کو عرب میں مبعوث فرمایا تو کفر و انکار کے دہے ہوئے، اور پہلے جو کچھ کہتے تھے اس سے مخوف ہوئے
 تب ساد بن جبل، بشر بن براہون معرور اور داؤد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم نے ان سے کہا کہ اے گروہ یہود
 خدا سے ڈرو، اور اسلام لے آؤ، تم تو ان کے نام اقدس کے وسیلہ سے ہمارے خلاف دعائیں کرتے تھے
 جب ہم مشرک تھے، اور ہمیں ان کے مبعوث ہونے کی خبریں دیتے تھے اور ان کی مخصوص صفات و علامات
 بیان کرتے تھے۔

اس پر سلام بن مسلم نے کہا یہ وہ نہیں ہیں جن کا مذکورہ ہم تمہارے سامنے کیا کرتے تھے یہ تو ہمارے سامنے
 کوئی ایسی چیز نہیں پیش کرتے جس کو جان کر ہم ان کی نبوت کا اعتراف کریں، تب اللہ رب العالمین نے ابھی

مکذوب کہتے ہوئے یہ آیت کریمہ نازل کی ..

وَمَا تَوْأَمِنُ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى
الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ أَتَاكَ هُمُ
مَاعَزَ فُؤَادِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

(البقرة - ۸۹)

اس سے قبل ان کا حال یہ تھا کہ وہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کفار کے خلاف تو مسل
حاصل کرتے ہوئے مدد کی درخواست کرتے تھے مگر جب
ان کی جانی پہچانی، ہستی امن کے پاس آگئی تو انکی نبوت
کا انکار کر بیٹھے، پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کر کرنے والوں پر

عالم بن عمرو بن قتادہ انصاری اس آیت کا شان نزول اپنی قوم کے کچھ آدمیوں سے بیان کرتے
ہیں کہ ہمارے اسلام کا موجب و باعث اللہ کی رحمت اور ہدایت کے ساتھ ساتھ یہ ہووے سے ہوئے
واقعات اور تفصیلات میں، ہم تو مشرک اور بت پرست تھے اور وہ اہل کتاب، ان کے پاس جو علم تھا
وہ ہمارے پاس نہیں تھا، ہمارے اور ان کے درمیان جیسا لڑائی ہوتی رہی جب ہم ان کو نقصان پہنچاتے
جو انہیں شدت سے محسوس ہوتا تو وہ کہتے کہ ایک نبی کے بعوث ہونے کا زمانہ قریب آ گیا ہے، ہم ان کی اتباع
کریں گے اور ان کے ساتھ مل کر تمہیں ماد و دارم کی طرح نیست و نابود کروں گے۔ یہی بات ہم بار بار ان سے
سنا کرتے تھے، لیکن جب اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بعوث کیا تو ہم نے فورا آپ کی
دعوت پر لبیک کہا اور اس چیز کو پہچان لیا جس کا وعدہ وہ ہیں دیتے تھے، چنانچہ ایمان لانے میں ہم نے
سبقت کی اور انہوں نے آپ کا انکار کر دیا، لہذا یہ آیت کریمہ میں دونوں فرقوں کے متعلق نازل ہوئی
صحف شعیبا میں مذکور ہے۔

میں اپنے حبیب اور بیٹے احمد کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت
کا تذکرہ صحف شعیبا میں جتنا مذکور ہے وہ کسی بھی چیز نبوت میں نہیں، حضرت شعیبانے آپ اور آپ کے امتوں
کے ذکر و اوصاف کو خوب بیان کیا، کھلے پیچھے آپ کی نبوت کا اعلان کرتے رہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے
کہ اللہ کے نزدیک آپ کا کیا مرتبہ اور مقام ہے۔

دوسری جگہ ہے۔

میں نے زمین کے کنارے سے محمدؐ کی آواز سنی ہے۔

۱۔

یہاں ملاحظہ فرمائیے کہ نام کا تذکرہ پایا جاتا ہے، اب ہم اہل کتاب سے پوچھتے ہیں کہ ذرا بتاؤ کہ حضورؐ کے علاوہ وہ کون سے نبیؐ گزرے ہیں جن کے نام و صفات سیرت و کردار میزان کے اقیوں کی صفات و احوال کا تذکرہ انبیاء نے اس طرح سے بیان کیا ہے۔

حضرت جبرئیلؑ کی کتاب میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ظہور میں سے اور قدوس کا ظہور جبال فاراں سے ہوا، محمدؐ کی توتو تازیگی اور شاہ دہلی سے آسمان منور ہو گیا اور ان کی تمجید و تقدیس سے ساری زمین منور ہو گئی۔ ان کی جگہ گاہٹ نور کے مثل پھیل گئی۔ ان کے شہر کی عزت کے ساتھ نگرانی کی جلائی گئی، موت ان کے سامنے چلے گی۔ شکاری پرندے ان کے لشکر کے پیچھے چلیں گے، وہ زمین کو ہموار کرنا شروع کریں گے تو قدیم پہاڑ اور بلند ٹیلے بھی ان کے سامنے جھک جائیں گے اور عاجز و پست ہو جائیں گے۔ مدین کی فصیل بل جائیں گی۔ اور تمام پرانے اور نئے لوگوں کے قبضے میں آجائیں گے۔

اس میں یہ بھی ہے، تمہارا رعب و دبدبہ دریاؤں اور سمندروں میں بھی ہوگا، تم گھوڑوں پر سوار ہو گے، اور مستقیموں کے سوار لوگوں سے سبقت لے جاؤ گے، تم مغرب اپنے کمانوں کو تیروں سے بھول گے اور تمہارے تیر تمہارے حکم سے خون اعلاء سے سیراب ہونگے، تم کو پہاڑ نے دیکھا تو اس پر خوف طاری ہو گیا، سیلاب کے دھارے تم سے مر گئے، اور مھاری اونٹوں کے گلے دونوں پاؤں خوف سے اٹھ گئے (مہاری سے مراد مہرہ بن حیدان کی طرف منسوب اونٹ میں جو تیز رفتاری میں بے مثال اور بے نظیر مانے جاتے ہیں) تمام لشکر تیرے نیزوں کی پیک کے تحت ہوں گے، جو زمین پر ظہر حاصل کریں گے اور تمام اتوں کو روند ڈالیں گے، اس نے کہ تمہارا ظہور اپنی امت کو بچانے کے لئے ہوا ہے۔

پس اگر کوئی شخص اس واضح بشارت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر منطبق ہونے سے

انکار کرتا ہے۔ تو وہ یقیناً دن ہی کے اندر سورج کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے، اور سمندروں کو ڈھانپنے کی کوشش کرتا ہے۔

اس کی یہ بات کیسے تسلیم کی جاسکتی ہے، جب کہ ایسے واضح صفات بیان کی گئی ہیں جن کو دیکھ کر صاحب بعیرت فوراً آپ کی شخصیت کی تعین کر دے گا، یہاں تک کہ نام کی بھی دو مرتبہ تصریح کر دی ہے تاکہ حیرت زدہ لوگوں کا شبہ بالکل دور ہو جائے، اور آپ کے امتیوں کی قوت کا تذکرہ بھی ان الفاظ میں کرنا گیا ہے کہ موت ان کے سامنے چلے گی، اور شکاری پرندے ان کے پیچھے چلیں گے۔ یہ صفات صرف اور صرف آپ ہی کی ذات پر منطبق ہوتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی اگر وہ یہ دعویٰ کریں کہ وہ نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں، تو ان کی مثال ایسے ہوگی جیسے کہ وہ دریا کو اس کے اہل جاری ہونے کی جگہ سے دوری طرف موڑنا چاہتے ہیں، اور اس کے آخری سرے سے اسے بننے سے روکنا چاہتے ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ صفات محمد عربیؐ پر منطبق نہیں ہوتی ہیں تو آپ کے علاوہ وہ کون نبی ہے، جس کی حمد سے پوری زمین زمین بھر گئی، اور وہ کون نبی ہیں، جن کے اتنی نمازیں، خطبے میں نماز کے بعد کھلے چھپے ہر حال میں اللہ کی حمد کیا کرتے ہیں اور وہ کس کے امتی ہیں، جن کو کثرت حمد کی بنا پر حمدین کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ وہ کون نبی ہیں جن کا چہرہ سورج اور چاند کے مثل منور اور روشن رہا ہے۔ وہ کون ہیں جن کے سامنے موت چلتی تھی اور جن کے پیچھے شکاری پرندے ہولیتے تھے، کیونکہ انھیں کال یقین ہوتا تھا کہ اب کفار کی شامت آنے والی ہے اور وہ ذبح کئے جانے والے ہیں۔ وہ کون نبی ہیں، جن کے سامنے پہاڑ اور ٹیلے سب پست ہو گئے، وہ کون ہیں جنہوں نے مشرکین و کافریں کو پامال کر دیا، اور ظالم کو اپنے قبضہ میں کر لیا، وہ کون ہیں جن کی نبوت سے لوگوں کی بلا شاہی ختم ہو گئی اور جنہوں نے امت کو شرک و کفر جہالت و ظلمت سے چھٹکا ما د لایا۔

حضرت حزقیل کی کتاب میں یہ بیان مذکور ہے کہ انہوں نے یہودیوں کے سامنے امت محمدیہ کے اوصاف بیان کر کے انھیں یہ دھمکی دی کہ اللہ ان کو تمہارے اوپر غالب کرنے گا، اور ان میں ایک نبی بھیجے گا جس پر

کتاب نازل ہوگی، ان کو تمہاری گردنوں کا مالک بنا دے گا، وہ تم پر حق کے ساتھ غالب آئیں گے، اور تمہیں ذلیل و رسوا کریں گے۔ بنو قیدار کے آدمی جماعت کی شکل میں نکلیں گے ان کے ساتھ فرشتے سفید گھوڑوں پر سوار ہوں گے، اور تمہارے اوپر حملہ کر کے تمہیں واصل جہنم کریں گے۔

ذرا بتاؤ کہ نبی کریم کے علاوہ وہ کون تھی جن کو اللہ نے یہودیوں پر غالب کیا اور جن کے ہاتھوں ان پر ذلت کی مار پڑی، اور مقہور و مغلوب ہوئے، بنو اسماعیل کے علاوہ وہ کون بنو قیدار ہیں، جو اپنے نبی کے ساتھ ایک بڑی تعداد میں ہنگ کے لئے نکلے ہیں، اور جن کی مدد جنگ بدر، احزاب، حنین کی طرح سفید گھوڑوں پر سوار فرشتوں کو بھیج کر کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ ان کے چاروں طرف شدید حملہ سے ۳۱۳ چھٹے مسلمان ایک ہزار ہتھیار بند چلتے ہوئے عرب کے شہ سواروں پر غالب آئے اور ان کو مقتول اسیر یا شکست خوردہ بنا کر چھوڑا۔ حضرت دینار علیہ السلام کی کتاب میں یہ بشارت مذکور ہے جس میں آپ کے نام کا ذکر ہوا تھا کیا گیا ہے۔

”اے محمد تم مغرب اپنی کمالوں کو تیروں سے بھر لو گے اور تمہارے تیر تمہارے حکم سے خون امداد سے سیراب ہوں گے“

کتاب دینال میں ایک قصہ بھی مذکور ہے کہ نبوت نضر شاہ بابل نے ایک پریشان کن خواب دیکھا اور خواب دیکھ کر بھول گیا، فانیاں علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ وہ خواب بتلایا گیا، چنانچہ انہوں نے بادشاہ کو اس کے متعلق خبر دی اور اس کی تادیب بھی بتلانی

انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ تو نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک عورت تیرے سامنے کھڑی ہے جس کا سر خالص سونے کا ہے اور دونوں کلاٹیاں چاندی کی ہیں، اور اس کا پیٹ اور ران تانبے کے ہیں۔ اور ہنڈلیاں لوہے کی ہیں اور اس کے پاؤں ٹھیکری کے ہیں، اور تو اس عجیب و غریب عورت کو دیکھ کر حیران ہے یکایک ایک پتھر نکلا اور اس نے اس عورتی کو کوٹنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ریڑھ ریڑھ کر دیا، اور وہ سب سے کے بلند ہو گیا، پھر سوا سے اڑا کر لے گئی یہاں تک کہ اس کا پتہ نہ مل سکا اور

وہ پتھر جس نے اس صورت کو نکالیا، ایک بڑا انسان بن گیا جس سے زمین بھر گئی، اے بادشاہو بھی وہ پتھر ہے جسے تو نے دیکھا ہے۔

بخت نصر نے خواب کا اقرار کیا، اور اس کی تائید دریافت کی حضرت دانیال علیہ السلام نے اس کی تائید یہ بیان کی کہ اس خواب میں یکے بعد دیگرے پانچ سلطنتوں کی طرف اشارہ ہے، سونے کے سے بابل کا بادشاہ مراد ہے، اذیری سلطنت سونے کے مانند ہے اور تیرے بعد ایک اور سلطنت آئے گی۔ جو تیرے لڑکے کی ہوگی، وہ چاندی کے مانند ہوگی، اس کے بعد ایک اور سلطنت آئے گی جو تانبے کے مانند ہوگی، پہلا ایک جو تختی سلطنت آئے گی جو لہے کے مانند مضبوط ہوگی۔ پھر ایک پانچویں سلطنت آئے گی جس کے پاؤں ٹھیکری کے ہوں گے یعنی اس سلطنت میں ضعف و اضطراب ہوگا اور وہ پتھر جو ت کو ٹھکڑے ٹھکڑے کر دے گا، اس سے مراد ایک نبی ہے جس کو اللہ رب العالمین ایک قوی شریعت دے کر مبعوث فرمائے گا۔ جو دنیا کی تمام سلطنتوں اور امتوں کو پیس کر رکھ دے گا۔ اور وہ اور اس کے متبعین پوری روئے زمین پر چھب جائیں گے۔ اور اس کی بادشاہت قیامت تک باقی رہے گی، یہ تمہارے خواب کی تعبیر ہے۔ یہ پیشین گوئی درحقیقت نبی کریم کے علاوہ کسی پر صادق نہیں آتی ہے۔ آپ ہی ایک قوی شریعت کے ساتھ مبعوث کئے گئے، آپ ہی نے دنیا کی تمام سلطنتوں اور امتوں کو پیس کر رکھ دیا، آپ ہی کے متبعین سے پوری روئے زمین بھر گئی، آپ ہی کی بادشاہت قیامت تک رہے گی۔ اور یہود و نصاریٰ و صابئہ اور بت پرستوں کے سلطنت کی طرح کبھی زائل نہیں ہوگی۔

ایک جگہ حضرت دانیال علیہ السلام کا قول ہے کہ میں نے اللہ رب العالمین کے سامنے یہ دریافت کرنے کے لئے گریہ و زاری کی کہ مجھے بنو اسرائیل کے متعلق جو پیر میں ہونے والی ہیں اس سے باخبر کر دے کہ کیا اللہ ان کی توبہ قبول کرے گا۔ اور ان کے اندر نبیوں کو مبعوث فرمائے گا یا یہ نعمت ان سے چھین کر غیر کے ہاتھ میں دے دے گا۔ اتنے میں میرے سامنے تو یہ صورت جو ان آدمی کی شکل میں ایک فرشتہ نمودار ہوا، اور کہنے لگا کہ اے دانیال تم پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بنو اسرائیل نے میری سرکشی

کر کے اور میرے علاوہ غیر کی پوجا کر کے مجھے غضب آلود کر دیا ہے، وہ جاننے کے باوجود بھی جہالت کے راستے پر چل پڑے اور سچائی کے ظاہر ہونے کے بعد بھی کذب کا طریقہ انھوں نے اختیار کیا، اس لئے میں نے ان کے اوپر بخت نعر کو مسلط کر دیا، جس نے یحمران کا سفایا کر دیا، ان کے مردوں کو قتل کر دیا، ان کی اولاد کو قتل کر لیا ان کی مسجدوں کو ڈھا دیا اور ان کی کتابوں کو جلا دیا۔ لہذا بعد میں آنے والے بھی ان کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کریں گے، کیونکہ میں ان سے راضی نہیں ہوں، اور نہ ان کی غلطیوں کو درگزر کروں گا، بلکہ وہ میرے غضب میں ہمیشہ رہیں گے، یہاں تک کہ میں عیسیٰ بن مریم کو بھیجوں گا۔ اس وقت ان کے اوپر ذلت اور ناراہنگی کی مہر لگا دی جائے گی۔

اور ذلت و ذکبت سے دوچار ہوتے نہیں گے، یہاں تک بنو اسماعیل میں ایک نبی مبعوث کروں گا۔ جس کی بشارت میں نے ہاجرہ کو فرشتے کے ذریعے دی تھی، میں اس نبی پر وہی کروں گا، اور اسماء کا مسلم دوں گا، تقویٰ سے انھیں مزین کروں گا، برویگی ان کا طرز عمل اور شعار ہوگا، تقویٰ پر ہیزان کا ضمیر ہوگا، صدق و وفا ان کی طبیعت و فطرت ہوگی۔ اعتدال و میاں روی ان کی سیرت ہوگی، رشد و ہدایت ان کی سنت ہوگی، میں ان پر ایک ایسی کتاب نازل کروں گا جو اپنے پہلے کے کتابوں کی تصدیق کرے گی اور ان کے بہت سے احکام کو منسوخ کر دے گی، میں ان کو اپنے پاس بلاؤں گا۔ وہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک چڑھتے ہوئے آئیں گے، یہاں تک کہ مجھ سے قریب آجائیں گے میں ان پر سلامتی بھیجوں گا، اور ان پر وہی کروں گا، پھر ان کو اپنے بندوں تک خوشی بخوشی لوٹا دوں گا ان کو جس چیز کا بھی امین بنایا جائے گا اس کی حفاظت کریں گے جس چیز کا حکم دیا جائے گا۔ اس میں سب سے ہوں گے لوگوں کو میری وحدانیت کی طرف زرم لگیں اور موعظہ حسنہ کے ساتھ دعوت دیں گے۔ وہ سخت کلام اور سنگ دل نہیں ہوں گے۔ نہ بازاروں میں شور کریں گے، وہ اس شخص کے لئے سخت ہوں گے جس نے ان کی مخالفت کی، اپنی قوم کو میری توحید اور میری عبادت کی طرف بلائیں گے اور نشانیموں کی خبر دیں گے۔ ان کی قوم کے لوگ انھیں جھٹلائیں گے اور تکلیف دیں گے۔ اس طرح حضرت دانیال نے رسول اللہ ﷺ

کے متعلق فرشتے کے بیان کردہ تمام باتوں کی وضاحت کر دی، یہاں تک کہ آخری زمانہ میں آپ کے اقوال کی حالت اور دنیا کے فنا ہونے کا بھی تذکرہ کر دیا۔ یہ بشارت یہود و نصاریٰ کے سامنے موجود ہے جس کی وہ تلاوت کرتے رہتے ہیں، لیکن اس کے باوجود بھی کہتے ہیں کہ ابھی اس نبی کا ظہور نہیں ہوا ہے۔

ابوالعالیہ کا بیان ہے کہ جب مسلمانوں نے تشریح فرج کیا تو حضرت دانیال علیہ السلام کو مردہ پایا اور ان کے پاس ایک کتاب بھی دستیاب ہوئی، ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ میں نے اس صحیفہ کو پڑھا، اس کے اخراجات محمدیہ کے صفات و اخبار، سیرت و طرز کلام بیان کئے گئے تھے، ان کی لاش باہر پائی جانے کی وجہ یہ تھی کہ اس علاقہ کے لوگ جب قحط سالی میں مبتلا ہوتے تو ان کی قبر کھود کر انھیں نکال لیتے، پھر ان کے اوپر بارش کا نزول ہونے لگا۔ اس کی اطلاع حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حضرت عمر بن خطاب کے پاس لکھ کر بھیجا تو حضرت عمر نے اس کا جواب دیا کہ تم دن میں تیرے قبر کھود ڈالو پھر رات میں ان کو ایک قبر میں دفن کر دو تاکہ لوگ اس سے فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔

حضرت کعب اخبار سے منقول ہے کہ تورات میں آپ کی صفات اس طرح مذکور ہیں۔

(یہ یاد رہے کہ تورات سے مراد مخصوص تورات نہیں، بلکہ عام تورات مراد ہے۔)

احمد میرے قصوں اور برگزیدہ بندے ہیں، وہ سخت کلام اور دشنام طراز نہیں ہیں، اور نہ سخت دل اور بے رحم، نہ با اعداؤں میں شور و شغب کرنے والے، نہ جہی کا بدلہ بدی سے دینے والے بلکہ غفور و گذر سے کام لینے والے ہیں۔ اس حبیب کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے، اور مقام ہجرت (طابا) مدینہ منورہ اور دارالسلطنت شام ہے، ان کی امت بہت زیادہ حمد و ثنا کرنے والی ہوگی، ہر بندے پر پڑھتے وقت وہ نعرہ کبیر بلند کریں گے، اور ہر نشیب میں اترتے وقت تسبیح و تحمید سبحان اللہ میں گے، اپنے اطراف یعنی ہاتھ اور پاؤں منہ اور سر پر وضو کرنے والے ہوں گے، ان کے تہ بند ان کی نصف پنڈلیوں تک ہوں گے۔ (نماز کے اوقات معلوم کرنے کے لئے) ہر وقت سورج کا خیال رکھیں گے، ان کا وزن صفائف میں میرے نام کو بلند کرنے والا ہوگا، ان کی صفیں میلان کا انداز میں اور نماز میں ایک جسی ہونگی، رات میں وضو کی

عبادت کریں گے اور دن میں شیر کی طرح دشمن پر حملہ کریں گے، ذکر الہی میں مشغول ہونے کی وجہ سے ان کی آواز شہد کی مکھڑوں کی بھنبھناہٹ کی طرح معلوم ہوگی، جو ہی نماز کا وقت آئے گا، نماز ادا کریں گے اگرچہ خس و خاشاک کے ڈھیروں ہی برکیوں نہ ہوں۔

ابن ابوالزناد نے عبد الرحمن بن عمارت بن عمر بن حفص کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے جو عبد الرحمن بن عمارت کہتے ہیں کہ عمر بن حفص جو بڑے اچھے لوگوں میں سے تھے انھوں نے بتلایا کہ میرے باپ دانا کے بچے پاس ایک درق تھا جو زمانہ جاہلیت سے ان کی وراثت میں چلا آ رہا تھا اس میں یہ لکھا تھا

آغاز اللہ کے نام سے ہے۔ اور اس کا فرمان حق ہے اور مخالفین کا قول تباہی و بربادی میں ہے یہ ذکر اسلامت کہے جو آخری زمانہ میں پیدا ہوگی، وہ اپنی نصف پٹیلیوں تک تہ بند باندھیں گے اپنے اعضاء و اطراف کو وضو میں دھوئیں گے، اپنے دشمنوں پر حملہ کرنے کے لئے سمندروں میں بھی کود پڑیں گے ان میں نماز پڑھنے کا معمول ہوگا، اگر قوم نوح میں وہ معمول ہوتا تو طوفان سے ہلاک نہ کی جاتی، اگر قوم ثمود میں اس پر عمل ہوتا، تو وہ بھی شدید آواز سے تباہ نہ کئے جلتے۔

حضرت شیخانے عرب کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

اصحاب نبی تمام امتوں کو ایسے پامال کریں گے۔ جیسے کہ بیل کھلیان میں بھوسہ بناتے ہیں۔ اور کفار عرب و مشرکین پر بلائیں نازل ہوں گی۔ اور سونہی ہونی لٹو اوروں سے، چلہ چڑھی کمانوں سے اور جنگ کی شدت و سختی سے بھاگ نکلیں گے۔

یہاں حقیقت حضرت شیخانے بدر، حنین وغیرہ جنگوں کا تذکرہ کیا ہے، جس میں اصحاب رسول

کو فتح و غلبہ حاصل ہوا۔ اور کفار، مشرکین، ہزیمت و شکست سے دوچار ہوئے۔

یوحنا کی انجیل میں ہے کہ مسیح نے حواریوں سے کہا، جس نے مجھے ناما ض کیا اس نے رب کو نافرمان کیا اور اگر میں ان کے سامنے یہ پیغام نہ رکھتا تو ان کا کوئی گناہ نہیں ہوتا لیکن انہوں نے اس

کی تکفیر کی پس ضروری ہے کہ وہ کلمہ پورا ہو کر رہے جو ناموس میں ہے، اس لئے کہ انھوں نے بدسلوکی کر کے مجھے نامافز گردیا ہے۔ لیکن جب ۱۰ البختنا، آئے گا جس کو اللہ تمہاری جانب بھیجے گا تو وہ میرے لئے گواہی دے گا اور تم بھی گواہی دینا اس لئے کہ تم میرے ساتھ پہلے سے رہے ہو۔ یہ قول میں تم سے اس لئے کہہ رہا ہوں تاکہ اس کے آجانے کے بعد تم شک نہ کرو۔

لفظ ۱۰ البختنا، سریانی ہے اس کی تفسیر رومی زبان میں بارقلیطہ سے کی جاتی ہے اور ہرانی زبان میں بارقلیطہ کے معنی، حماد، عمود، حمد کے ہیں۔

انجیل میں ایک جگہ ہے۔

حضرت مسیح نے یہود سے کہا، کہ تم کہتے ہو کہ ہم نے انبیاء کے قتل پر اپنے آباء کی موافقت دیکھی نہیں کی ہے، لہذا تم اپنے باپ کے ناپ و تول کو پورا کرو۔ اے از دھسا سانپ کی اولاد جہنم کے عذاب سے تم کیسے نجات پاؤ گے، عنقریب میں تمہاری جانب انبیاء اور علماء کو بھیجوں گا۔ تم ان میں سے بعض کو قتل کر گے بعض کو سولی دو گے اور بعض پر کوڑے برسائے گے اور انہیں ایک شہر سے دوسرے شہر تلاش کرتے پھرو گے تاکہ تمہارے اوپر مومنوں کا خون پورا ہو جائے جو بائبل صالح کے خون سے لے کر حضرت زکریا کے خون تک زمین میں بہایا گیا ہے، جن کو تم نے قربان گاہ کے پاس قتل کیا ہے۔

مؤلف اور یہودی کے درمیان ایک مناظرہ کا بیان

مصر کے اندر مجھ سے اور یہود کے ایک بڑے عالم سے مناظرہ ہوا، میں نے دوران مناظرہ اس سے کہا کہ تم نے محمدؐ کی تکذیب کر کے اللہ رب العالمین پر بڑی سخت و دست باتیں کہی ہیں، انہیں یہ بات بڑی عجیب لگی اور کہنے لگے کہ آپ جیسے لوگ ایسی باتیں کہتے ہیں، میں نے کہا اچھا ذرا اس کی تفصیل سنو۔ جب تم محمدؐ کو اللہ کا رسول ماننے کے بجائے ایک جاہل بادشاہ مانتے ہو، جن کی تلوار سے لوگوں پر بظلم ہو ہے۔ وہ ۲۳ برس تک مسلسل یہ دعویٰ کرتے رہے کہ میں تمام لوگوں کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ وہ میرے اوپر بڑی بڑی احکام نازل کرتا ہے، اس نے فلاں چیز کرنے کا میں حکم دیا ہے، اور فلاں چیز کے کرنے سے منع کیا ہے۔ وہ میری مدد کرتا ہے۔ حالانکہ یہ تمام چیزیں (تمہارے کہنے کے مطابق) غلط تھیں۔ پھر وہ مستقل طور سے نبیاء کے دین کو بدلنے ان کی امتوں سے مخالفت کرنے ان کی شہوتوں کو منسوخ کرنے میں کوشاں رہے، اب ذرا یہ بتاؤ کہ تمام چیزیں اللہ رب العالمین کو معلوم تھیں کہ نہیں۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ تمام چیزیں اللہ رب العالمین کو معلوم نہیں تھیں تو تم نے اللہ رب العالمین کی ذات پر بیعت کرنا جہات کا الزام لگایا کیونکہ اللہ تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے۔ اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ تمام چیزیں اللہ کو معلوم تھیں اور جو کچھ ہو رہا تھا اسے وہ دیکھ رہا تھا تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ اس کے منع کرنے پر قادر تھا یا نہیں اگر تم کہتے ہو کہ وہ روکنے پر قادر نہیں تھا، تو تم نے اللہ کو عاجز بنا لیا، جب کہ اس کی ربوبیت کے یہ چیز منافی ہے اور اگر وہ روکنے پر قادر تھا لیکن روکنے کے بجائے اس کو مزید غلبہ دیتا رہا، اس کی مدد کرتا رہا، اس کے کلمہ کو بلند کرتا رہا، اس کی دعاؤں کو سنتا رہا، دشمنوں پر فتح دیتا رہا، اس کے ہاتھ سے مختلف عبرت کا ظہور کرتا رہا۔ تو یہ اس کی جانب سے ظلم ہوا۔ کیونکہ تمہارے کہنے کے مطابق وہ ایک ظالم کی مدد کر رہا تھا لہذا اگر تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا سمجھ رہے ہو تو اللہ کو بھی ظالم ماننا پڑے گا۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے کہ

اللہ کی ذات پاک ہے۔ اس بات سے کہ وہ کسی کا ذہب بھترکی بنا کر دے بلکہ وہ تو سچے نبی تھے، جن کی اتباع میں کامیابی و فلاح ہے، میں نے ان سے کہا کہ تم کیوں نہیں ان کے دین میں داخل ہو جے ہو۔ اس نے کہا کہ وہ نبی تو ایسوں کے پاس بھیجے گئے تھے جن کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی، ہمدے پاس تو کتاب موجود ہے، جن کی اتباع ہمارے لئے کافی ہے، میں نے کہا کہ اب تم پوری طرح بارگئے کیونکہ خاص و عام تمام لوگ یہ جانتے ہیں کہ اس نبی کا پیغام ہے تمہارے میں تمام لوگوں کا رسول ہوں، اور جس نے میری اتباع نہیں کی، وہ کافرا و کفری ہے پھر اس نے یہود و نصاریٰ سے قتال بھی کیا، بلکہ جو دیکہ وہ اہل کتاب تھے، لہذا تم اس کی رسالت کو صحیح مانتے ہو تو اس نے جن باتوں کی خبر دی ہے، اس کو سچی سمجھنا، بس اس سے کوئی جواب نہ بن سکا، اور خاموش ہو گیا۔

ایک اور منظرہ کا بیان جو اسی طرح بلاد مغرب میں چند مسلمان علماء اور یہودیوں کے درمیان ہوا۔ مسلمان نے یہودی عالم سے کہا کہ تمہارے تورات میں خودیہ مذکور ہے کہ میں بنی اسرائیل میں انھیں کے بھائیوں میں سے تیرے مثل ایک نبی برہا کروں گا، اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا، جو اس کی نافرمانی کرے گا میں اس سے ہلاکوں گا۔ یہودی نے کہا کہ اس سے یوشع بن نون مراد میں۔ مسلمان نے کہا کہ یوشع بن نون کسی طرح مراد نہیں ہو سکتے، کیونکہ اولاً تورات میں ہے کہ حضرت موسیٰ کے مثل بنی اسرائیل میں کوئی نبی نہیں ہوا، اور یہاں موسیٰ علیہ السلام سے کہا جا رہا ہے کہ وہ نبی تیرے مثل ہو گا، اس لئے بنی اسرائیل کے نبی اس سے مراد نہیں ہو سکتے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ نبی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہو گا اور بنی اسرائیل کے بھائی یا تو اہل عرب ہیں یا اہل روم، اہل عرب سے مراد بنو اسماعیل ہیں، اور اہل روم سے مراد بنو ابراہیم ہیں، پیشین گوئی میں اہل روم مراد نہیں ہو سکتے، کیونکہ ان میں کوئی نبی نہیں پیدا ہوا، جن کا زمانہ حضرت موسیٰ سے پہلے ہے اس لئے توراہ کی نشارت بنو اسماعیل ہی کے حق میں ہے، جو حقیقت میں بنو اسرائیل کے بھائی ہیں، کیونکہ اللہ رب العالمین نے تورات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے

میں فرمایا ہے کہ وہ اپنا خیمہ اپنے بھائی کے شہر کے بیچ میں رکھیں گے، یہاں بھائی سے مراد بنو اسرائیل ہیں اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کی بشارت ہے، جنہوں نے اپنا خیمہ اور اپنی بادشاہت بنو اسرائیل کے وسط ملک شام میں رکھلا اور یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ آپ کی پیشین گوئی میں یہ بھی ہے کہ ان کی بادشاہت شام میں ہوگی۔

یہودی مظلّم نے کہا کہ تمہارے قرآن میں ہے

وَاللّٰی مَدٰیْنِیْنَ اَخَاهُمْ مُّشْعَبِیًّا

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا

(الاحراف - ۸۵)

اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔

وَاللّٰی عَادِ اَخَاهُمْ هُوْدًا

(ہود - ۵۰)

اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔

وَاللّٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا

(الاحراف - ۷۳)

اور عرب کہتے ہیں کہ اے بنو تمیم کے بھائی، جس سے وہ انہیں میں ایک فرد مراد لیتے ہیں، لہذا اسی طرح یہاں بھی بنو اسرائیل کے بھائی سے مراد انہیں میں کا ایک فرد ہے۔

مسلمان عالم نے کہا کہ دونوں میں فرق ظاہر ہے کیونکہ یہ کہنا کسی صورت میں درست نہیں ہو سکتا کہ بنو اسرائیل سے مراد بنو اسرائیل کے بھائی ہیں، بنو تمیم، بنو تمیم کے بھائی ہیں، بنو ہاشم بنو ہاشم کے بھائی ہیں۔

بلکہ یہ ساری دنیا کی نفی کے خلاف ہے۔ البتہ معاملہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ زید بنو تمیم کا بھائی ہے، اور ہود قوم عاد کے بھائی ہیں، اور صالح قوم ثمود کے بھائی ہیں۔ یعنی اسی قوم کے ایک فرد ہیں، اور نسب کے اعتبار سے ان کے بھائی ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ قوم عاد، قحطیاد کے بھائی ہیں اور ثمود ثمود کے بھائی ہیں، اور اصحاب مدین اصحاب مدین کے بھائی ہیں، اسی طرح یہ کہنا کہ بنو اسرائیل

نبی اسرائیل کے بھائی ہیں، صریح ناذانی اور جہالت ہے۔ یہودی عالم نے کہا کہ ان مشین گونی میں یہ مذکور ہے کہ وہ نبی بنو اسرائیل کے لئے برپا ہو گا۔ اور محمد تو اہل عرب کے لئے بنا کر بھیجے گئے تھے۔ بنو اسرائیل کے لئے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے لہذا معلوم ہوا کہ مشین گونی کے سخی محمد نہیں ہیں، بلکہ کوئی دوسرے ہیں۔ جو نبی اسرائیل کے لئے خاص طور سے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

مسلمان عالم نے کہا کہ یہ دراصل آپ کی سچائی کی ڈیڑھا ہے، کیونکہ آپ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں عرب و عجم اور تمام اہل کتاب اور پھر اہل کتاب کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور تورات میں اللہ نے بنو اسرائیل کے لئے اس نبی کے برپا کرنے کا ذکر اس لئے کیا تاکہ وہ یہ گمان نہ کر سکیں کہ یہ نبی صرف اہل عرب اور ایوں کے لئے خاص ہیں۔ اور ہم اہل کتاب ہیں۔ اس لئے وہ ہمارے لئے نہیں ہیں۔ بلکہ آپ ان کے بھی نبی ہیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

لَقَدْ رَفَعْنَا قُرْبَانًا أَنتَ لَمْ تَكُن تَعْلَمُ
مِن قَبْلِكَ (القصص - ۲۶)

تاکہ آپ ایسی قوم کو ڈراؤں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا۔

یہاں بھی آپ کی قوم کو خاص کر دیا، لیکن یہ نہیں کہا ہے کہ آپ ان کے علاوہ کے لئے نذیر نہیں ہیں اور آپ نے بھی کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ میں صرف اہل عرب کے لئے بھیجا گیا ہوں، تاکہ ان کے لئے آپ کا یہ قول حجت بن سکے۔ بلکہ آپ نے تو علی الاعلان ہر خاص و عام کے سامنے یہ کہا کہ میں تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

یہودی عالم نے کہا کہ ہاں اس بات کا اعتراف تو ہمارے تمام اسلاف نے کیا ہے، لیکن عیسویہ (جو اب عیسیٰ مسیح بن یحییٰ بن ابیہانی کی طرف منسوب ہے) فرقے کا صرف اعتقاد ہے کہ آپ صرف اہل عرب کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ لیکن ہم ان کی باتیں نہیں کہتے ہیں۔ پھر وہ یہودی عالم اپنے ایک ساتھی سے کہنے لگا کہ ہم لوگ تو یہودی مذہب کے پیرو ہیں۔ اور خدا کی قسم اس عربی سے نجات پانے کا کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا، سوائے اس کے کہ ہم اس کو برا بھلا کہنے سے خاموش ہو جائیں۔

طبقات میں محمد بن سعد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے حضرت کعب احبار سے دریافت کیا کہ تورات میں اوصاف محمدی کسی طرح بیان فرمائے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ان کی جانے پیدائش مکہ مکرمہ ہے، اور مقام ہجرت مدینہ منورہ اور دارالسلطنت ملک شام ہے۔ اللہ کے یہ رسول نہ فحش گو ہیں نہ بازاروں میں شور و شغب کرنے والے نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے، بلکہ عفو و درگزر کرنے والے ہیں۔

امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی نے حضرت کعب کی یہ روایت نقل کی ہے کہ تورات میں مکتوب و مسطور ہے کہ محمدؐ نہ سخت کلام ہیں، اور نہ سخت دل نہ بازاروں میں شور و شغب کرنے والے ہیں نہ بدی کا بدلہ بدی سے دینے والے بلکہ عفو و درگزر سے کام لینے والے ہیں، ان کی امت بہت زیادہ حمد و ثنا کرنے والی ہوگی۔ یہ بلندی پر چڑھتے وقت غم و کیر بلند کریں گے اور بر نشیب میں آتے وقت، وہ تمجید و تسبیح بجلائیں گے۔ ان کے تہبند ان کی نصف پٹلیوں تک ہوں گے اپنے اطراف یعنی ہاتھ پاؤں منہ اور سر پر وضو کرنے والے ہوں گے ان کا موزن نفاؤں میں میرا نام بلند کرنے والا ہوگا، ان کی صفیں میدان کارزار میں اور غار میں ایک طرح ہوں گی رات کی تاریکیوں میں ذکر خداوندی میں مشغول و منہمک ہونے کی وجہ سے ان کی ریشلی آواز شہد کی مکھیوں کی جھبناہٹ کی طرح معلوم ہوگی، ان کی جانے ولادت مکہ مکرمہ ہے، اور مقام ہجرت مدینہ منورہ ہے۔ اور دارالسلطنت شام ہے۔

دارمی نے دوسری سند سے کعب احبار کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تورات کے حصہ اول میں آپ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ محمد میرے پسندیدہ بندے ہیں۔ وہ نہ درشت کلام ہیں نہ سنگ دل، نہ بازاروں میں شور و شغب کرنے والے ہیں، نہ بدی کا بدلہ بدی سے دینے والے ہیں، بلکہ وہ پیکر عفو و مغفرت ہیں۔ ان کا مقام ولادت مکہ مکرمہ ہے۔ محل ہجرت مدینہ منورہ ہے اور دارالسلطنت ملک شام ہے۔

اور حصہ ثانی میں یوں بیان کیا گیا ہے محمدؐ رسول خدا ہیں۔ ان کی امت اللہ کی بہت زیادہ

محمدؐ دُعا کرنے والی ہے۔ وہ ہر منزل و مقام میں حمد و ثناء بجا لائیں گے اور ہر بلندی پر پڑھتے وقت لنگر کہہ کر حضرت خالق کا اظہار کریں گے (نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کے لئے) ہر وقت سورن کا خیال رکھیں گے اور جو ہی نماز کا وقت آئے گا نماز ادا کریں گے۔ اگرچہ خسر و خفاشک کے ڈھیروں ہی پر کیوں نہ ہوں۔ اپنی چادروں کو نصف پتہ ٹیوں تک رکھیں گے، اپنے اطراف کا وضو کریں گے، ذکر الہی میں ان کے الفاظ مات کو فضلے آسمانی میں یوں سنائی دیں گے جیسے کہ شہد کی مکھیوں کی بھینٹا ہٹ۔

ابو سعید نے کہا کہ یہود بنو قریظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اپنی کتابوں میں پڑھتے تھے۔ اور اپنی اولاد کو آپ کی صفات اور اسماء بتلاتے تھے اور یہ بھی بتلاتے تھے کہ ان کا مقام ہجرت یہی ہے۔ بسلا سکن مدینہ منورہ ہے۔ لیکن آپ کا ظہور ہوا تو احد کی آگ میں جل گئے اور اعتراف حق سے نجات و انکار کر دیا۔

ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے والد محترم مالک بن سنانؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک دن بنی عبدالمطلب کے پاس آیا تاکہ ان سے بات چیت کروں اور ان دنوں ہم باہمی صلہ مصفا کی کہہ جنگ کو روکے ہوئے تھے۔ تو میں نے یوشع بن یوشعؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس نبی کریمؐ کا زمانہ ظہور اور ولادت قریباً آچکا ہے، جن کو احمد کے نام سے پکارا جائے گا، جو مردم کہتے ظہور پذیر ہوں گے، اس سے خلیفہ بن عبدالمطلب نے بطور مذاق کہا، اس نبی کی ہفت کیا ہوگی، تو اس نے کہا کہ وہ حد میا نہ قد ہوں گے نہ بہت طویل اور نہ بہت کوتاہ قامت ان کی آنکھوں میں باریک سرخ دھاریاں ہوں گی وہ چادر اور ٹھیں گے اور گدھے کی سواری کریں گے اور یہ شہر (مدینہ) ان کا مقام ہجرت ہوگا۔

حضرت مالک بن سنان فرماتے ہیں۔ میں اپنی قوم بنی خدرہ کی طرف لوٹا، اور میں ان دنوں یوشع بن یوشع کی باتوں پر تعجب کا اظہار کرتا تھا، تو میں نے ایک دوسرے آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تمہارے خیال میں صرف یوشع یہ بیان کرتا ہے۔ یہ تو شریک کے تمام یہودی کہتے ہیں۔ ابو سعید فرماتے ہیں، میرے باپ مالک بن سنان نے فرمایا کہ میں گھر سے نکلا اور بنو قریظہ کے پاس آیا تو ان سب نے دوران گفتگو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا اس پر زبیر بن باطلانے کہا وہ سرخ ستارہ جو صرف نبی کے ظہور و ولادت کے وقت ہی طلوع ہوتا ہے۔ وہ طلوع ہو چکا ہے اوداب سوائے امد کے اور کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں ہے اور یہ (مدینہ منورہ) ان کا دانا ہجرت ہے۔

ابوسید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہؐ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو میرے باپ نے آپ سے زبیر بن باطلان کی بات عرض کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر زبیر اودان کے قریبی ایمان لے آئے، تو سارے یہودی ایمان لے آئیں گے کیونکہ وہ سب ان کے تابع ہیں۔

محمد بن مسلمہ فرماتے ہیں کہ بنی عبد الاشہل میں صرف ایک یہودی شخص تھا، جس کو یوشع کہلاتا تھا، میں نے اس کو پختہ مانہ طفولیت میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم پر اس نبی کے ظہور کا وقت کہو پوچھا جو اس گھر یعنی بیت اللہ کی طرف سے ظہور فرمائیں گے اور بیت اللہ کی طرف اشارہ کیا، تم میں سے جو بھی ان کو پائے تو فرودان کی تصدیق کرے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسوٹ ہوئے تو ہم مشرف باسلام ہو گئے، مگر وہی یہودی ہمارے درمیان موجود ہونے کے باوجود اسلام سے مشرف نہ ہوا اور حسد و بغض سے کام لیتے ہوئے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں جاگرا۔

عبد بن خزیمہ بن ثابت کہتے ہیں کہ اوس و خزیمہ میں ابو عامر راہب سے بڑھ کر غم کی (قبل از ہجرت) تعریف کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ یہود کا دوست تھا اور ان سے دین و مذہب کے متعلق دریافت کرتا رہتا تھا پھر وہ اس سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و علامات بیان کرتے تھے، اور یہ بھی بتلاتے تھے کہ یہ مدینہ ان کا دانا ہجرت ہے، پھر وہ تیمار کے یہودیوں کے پاس گیا، تو انہوں نے بھی یہی بتلایا پھر وہ شام کی طرف گیا اور نصاریٰ سے دریافت کیا، تو انہوں نے بھی یہی بتلایا، پھر وہ شام کی طرف گیا اور نصاریٰ سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی رسول اللہ کی علامات و نشانیاں بتلائی اور انہوں نے بھی آپ کا دانا ہجرت یثرب بتلایا، ابو عامر راہب وہاں سے لوٹا، تو لاہبوں کی طرح زہر کی گداز بنے لگا اور کھردلا لباس پہننا شروع کیا اور یہ کہا کہ میں ملت حنیفیہ اور دین ابراہیم پر ہوں، اونی آخر الزماں

کے ظہور کا انتظار کر رہا ہوں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں ظہور ہوا تو آپ کی خدمت میں وہ حاضر نہ ہوا اور اسی روش پر قائم رہا، پھر جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو حسد و عناد اور منافقت سے کام لیا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا آپ کس چیز کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں آپ نے فرمایا دین حق اور ملت حنیفیہ ابراہیمیہ کے ساتھ، اس نے کہا کہ تم خالص ملت براہمی پر نہیں بلکہ اس کو خلط ملط کرنے والے ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو اس کو اختلاف و اقتباس شکوک و شبہات سے منزہ اور روشن طریقے سے پیش کرنے والا ہوں۔ وہ صفات و علامات (تیرے ذہن سے کیونکر نکل گئیں) جو ہر وہ نصاریٰ کے علماء اور جہانے تھے بتلائی تھیں، اس نے کہا کہ تم وہ نہیں ہو۔ جس کی صفات انہوں نے بیان کی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بھوٹ بولتے ہو، اس نے کہا میں نے بھوٹی بات نہیں کہی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھوٹے کو اللہ تعالیٰ ویرانوں میں تنہائی کی موت مارے اس نے کہا آمین۔

پھر وہ مکہ مکرمہ کی طرف لوٹا اور قریش کے ساتھ مل کر ان کا دین اپنالیا اور سابقہ دین چھوڑ دیا پھر جب اہل طائف نے اسلام قبول کر لیا تو وہ شام کی طرف چلا گیا۔ اور دین تنہائی میں مسافرت کی حالت میں مرا۔

منیرہ بن شیبہ فرماتے ہیں کہ میں مقوقس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی مرسل ہیں اور اگر آپ رومیوں اور قبلیوں پر چڑھائی کریں گے تو وہ آپ کے مذہب و ملت کی اتباع کریں گے۔ حضرت منیرہ فرماتے ہیں کہ میں اسکندریہ میں قیام پذیر رہا وہاں کے ہر عہد میں داخل ہوا اور ان عبادت گاہوں کے اندر موجود تمام علماء سے دریافت کیا کہ وہ محمد کے کون سے اوصاف ہی کہتا ہوں اور صحیفوں میں پاتے ہیں۔ ایک قبلی عالم ابوحنس والے کینے کا سب سے بڑا عالم مانا ہاتا تھا لوگ اس کے پاس اپنے مریض لاتے وہ ان کے لئے دعا کرتا، میں نے اس سے زیادہ تشویر و حضور کے ساتھ کسی کو

نمازیں ادا کرتے نہیں دیکھا، میں نے اس سے کہا کہ مجھے بتاؤ کہ انبیاء کرام میں سے کسی کا ظہور ہونا ابھی باقی ہے، اس نے کہا، ہاں آخری نبی ابھی ظہور فرما ہوں گے۔ ان کے اور حضرت عیسیٰ کے درمیان کوئی فیثی نہیں ہیں۔ وہ ایسے نبی ہیں کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے ہمیں ان کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ وہ نبی ابھی ہوں گے، نام نامی ان کا احمد ہے نہ زیادہ طویل القامت میں نہ بالکل کوتاہ۔ ان کی آنکھوں میں ہلکے سرخ دھاریاں ہیں نہ بالکل سفید ہیں اور نہ خالص گندم گوں اپنے سردارِ وارثی کا بال بڑھائیں گے موٹے کمر سے کپڑے استعمال کریں گے، اور قلیل ترین خوراک پر کفایت و قنوت فرمائیں گے، ان کی تلوار ہر وقت ان کے کندھے پر ہوگی اور انھیں اس امر کی کوئی پروا نہیں ہوگی کہ میری ٹڈ پھیٹ کس سے ہو رہی ہے، وہ خود قتال و جہاد میں شریک ہوں گے، اور ان کے یار۔ جاں نثانوں پر اپنی جانوں کو قربان کر دیں گے آپ ان کے نزدیک اپنی اولاد اور آباء سے بھی زیادہ محبوب ہوں گے۔ ایسی زمینیں ان کا ظہور ہوگا، جہاں خدا داد و رزق زیادہ ہوں گے اور ایک حرم (مکہ مکرمہ) سے دوسرے حرم (مدینہ منورہ) کی طرف منتقل ہوں گے اور ایسی زمین کی طرف ہجرت کریں گے جس میں چٹان ہوگا، اور گھوڑیں نیز دین ابراہیم علیہ السلام پر کاربند ہوں گے، وہ اپنا تہبند نصف پنڈلیوں تک باندھیں گے، وخنو کریں گے، اور ایسے مخصوص کمالات کے ساتھ متنازعے جائیں گے جو دوسرے انبیاء کو حاصل نہیں ہوں گے ان سے قبل ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوا تھا۔ اور وہ تمام لوگوں کی طرف بھیجے جائیں گے۔ ان کے لئے تمام روئے زمین جائے نماز اور موجب طہارت بنا دی گئی ہے۔ جہاں کہیں نماز کا وقت ہوگا تیمم کر لیں گے اور نماز ادا کر سکیں گے۔ اور ان سے قبل مبعوث ہونے والے پر یہ پابندی عائد تھی کہ وہ صرف اپنی عبادت گاہوں ہی میں نماز ادا کر سکتے تھے۔

طبرانی نے یہ روایت کی ہے کہ زید بن عرار و رقیہ بن نوفل دینِ حق کی تلاش اور معلومات حاصل کرنے کے لئے نکلے، یہاں تک کہ موصل میں ایک راہب کے پاس پہنچے، اس نے حضرت زید سے دو پائے کیا تم کہاں سے آئے ہو۔ انھوں نے کہا ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ بیت اللہ سے اس نے کہا کس امر کی

تلاش ہے۔ انھوں نے کہا دین حق کی اس نے کہا گھر واپس جاؤ، کیونکہ تم جس دین بروحق کی تلاش کر رہے ہو، وہ مغرب تمہارے علاقے میں ظاہر ہو جائے گا پھر وہ یہ کہے ہوئے واپس ہوئے لیکن حقا حقا تعبداً اور قفاً سے دین بروحق تیرے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ تجھ پر کاربند ہو کر یہ کہ اللہ کے فضل سے بندے بندے بنیں گے اور عزت گزار نظام۔

ابن قتیب نے کتاب الاطلام میں یہ روایت نقل کی ہے کہ خلیفہ ابن عبیدہ المنقری نے کہا میں نے محمد بن عدی سے دریافت کیا، تجھے تیرے باپ نے محمد کے نام سے کون موسوم کیا (جب کہ یہ نام پہلے سے معروف و مروج نہیں تھا) اس نے کہا کہ میں نے یہی سوال اپنے باپ سے کیا تھا، انھوں نے کہا کہ ہم بنی جمہ کے چانا آدی گھر سے نکلے ایک میں تھا، اور دوسرا عجاج بن دارم، تیسرا زید بن عمرو بن ریسہ جو تھا اسامہ بن مالک بن حنظلہ، ہم ابن عبیدہ غسانی سے ملنے کا ارادہ رکھتے تھے، جب ہم شام میں پہنچے تو ایک تالاب پر اتارے جس کا ارد گرد چنچہ شہوٹے درخت تھے اور اس کے قریب میں ایک عبادت خانہ تھا جس میں ایک راہب موجود تھا اس نے ہماری طرف دیکھا اور کہا تمہاری بولی اس علاقہ اور شہر کی نہیں ہے، ہم نے کہا واقعی ہم اہل بیروت اور مسافر ہم قوم نصر سے تعلق رکھتے ہیں، اس نے کہا تبدیلہ نفر کی دو شاخوں میں کون سی شاخ سے تعلق رکھتے ہو، ہم نے کہا خندق سے اس نے کہا آگاہ رہو ابھی تمہارے درمیان ایک نبی مبعوث ہونے والے میں لہذا جلدی ان کی بازگاہ میں داخل ہو جاؤ، اس سے اپنا نصیب حصہ حاصل کرو، سیٹی راہ پالوگے، بیشک وہ خاتم النبیین ہیں اور ان کا نام محمد ہے جب ہم ابن عبیدہ کے پاس سے لوٹے اور گھر پہنچے تو ہم چاروں کے نرینہ اولاد پیدا ہوئی، اور ہر ایک نے اپنے لڑکے کا نام محمد رکھا (کہہ سکتا ہے کہ وہ ہماری بیٹا ہو اور نہانا مقدر جاگ اٹھے)

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن سعد کی یہ روایت نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کینڑہ میں داخل ہوئے وہاں یہود کا گھرن لگا ہوا تھا ایک یہودی ان کے سامنے توالت پڑھ رہا تھا جب اس میں آپ کی نصت و صفات لکھی گئی تھیں تو وہ سب چپ ہو گئے اس کینڑہ کے ایک گوشہ میں ایک مریض آدمی بھی

بیٹھا تھا۔ جب آپ نے فرمایا کیا بات ہے تم کیوں رک گئے ہو، اس میں نے کہا یہ نبی آخر الزماں کی تعریف پر مہوئے ہیں، تو رک گئے ہیں۔ حتیٰ کہ سر میں گھٹنوں کے بل پلٹا ہوا آیا، تورات کو اپنے ہاتھ میں لیا اس کی تلاوت کی اور حضور کی نعمت و صفات کی تلاوت کی، عرض کیا کہ یہ ہے۔ آپ کی صفت و ثناء اور آپ کی امت کے حامد و محاسن، اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے اور بیشک آپ اللہ کے برحق رسول ہیں، پھر اس کی روح قفسِ عنقریب سے پرواز کر گئی، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے صحابہ اپنے اس بھائی کو دفن کرو۔

حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ جب تیج مدینہ طیبہ میں آیا اور وادیِ قناتہ کے کنارے اترا تو طماہیچ کے پاس آدمی بھیجا اور کہا کہ میں اس شہر کو خراب و برباد کرنا چاہتا ہوں، تاکہ یہودیت یہاں بڑے پختے اور بڑی محاطہ فقط وین عرب کی طرف لوٹ آئے تو اس سے شمال یہودی جوان سب میں سب سے بڑا عالم تھا، کہنے لگا۔ لے بادشاہ اس شہر کی طرف اولاد اسمعیل میں پیدا ہونے والے پیغمبرِ مہرت کریں گے جن کا مقامِ جلالت مکہ مکرمہ ہے۔ اور یہ شہر ان کا دارالہجرت ہے، اور تو جس مقام پر اس وقت موجود ہے۔ یہاں ظہیم قتال ہوگا اور لوگ ہلاک قدمی ہوں گے۔ کچھ اس نبی کے اصحاب اور کچھ ان کے اعداء و مخالفین تیج نے پوچھا تو ان کے ساتھ قتال کون کرے گا۔ جبکہ تقول ہمارے وہ نبی ہوں گے، تو یہودی عالم نے جواب دیا کہ اس قوم کے کفار دشمن، ان پر حملہ آور ہو کر یہاں آئیں گے اور قتال کریں گے۔ تیج نے پوچھا، جب ان سے قتال کیا جائے گا تو اس کا انجام کیا ہوگا اور کس کا پٹلا بھاری ہوگا، اس نے کہا کبھی ان کے حق میں اور کبھی ان کے خلاف اور اس مقام میں جہاں تو موجود ہے ان کے اصحاب و جہاں نثار اس طرح شہید کئے جائیں گے کہ اس قسم کا قتل کبھی ان پر وارد نہیں ہوا ہوگا، انجام کار ظہر و فتح انہیں کی ہوگی حتیٰ کہ پھر کوئی ان سے نزار و اختلاف کی جرات نہ کر سکے گا۔

تینے دریافت کیا ان کے اوصاف و علامات کیا ہیں، اس یہودی عالم نے کہا، وہ درمیانہ دست ہوں گے، زہبت و داز قد اور زہبت قامت، ان کی آنکھوں میں سوخ دھار یاں ہونگی، اونٹ پر سواری فرمائیں گے، اور سادہ کھردری چادر استعمال فرمائیں گے ان کی تلوار ان کے کندھے پر ہوگی، وہ اس امر کی پروہ

نہیں کریں گے کہ ان کا مقابلہ مخالف کون ہے، خواہ حقیقی بھائی ہو یا چچا زاد بھائی ہو یا چچا ہوسنی کہ ان کا دینا و مذہب غالب ہو کر رہے گا، تبیح نے جب یہ تفصیلات سنی تو کہا پھر اس شہر کا تباہ کرنا میرے بس سے باہر ہے اور نہ ہی یہ مناسب ہے کہ اس کی خرابی میرے ہاتھوں ہو، پھر وہ میں کی طرف لوٹ گیا۔

عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ تبیح نے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت نبوت کا اعتراف و اقرار نہ کر لیا، دنیا سے رخصت نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ بڑا شرب اس کو خبر و اطلاع دیتے تھے اور یقیناً تبیح حالت اسلام میں دنیا سے رخصت ہوا۔

حضرت جعفر بیان کرتے ہیں کہ زبیر بن ابی طالب جو سب یہود سے زیادہ صاحب علم و بصیرت تھا اس نے کہا کہ میں نے ایک صحیفہ دیکھا جو میرا باپ مجھ سے چھپاتا تھا۔ اس میں احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس طرح تھا وہ نبی ہیں جو خار دار درختوں والے علاقہ میں ظہور فرما ہوں گے اور ان کی فلاں فلاں علامات ہیں پھر زبیر بن ابی طالب لوگوں کو اس صحیفے کے مندرجات بیان کیا کرتا تھا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی ہجرت نہیں ہوئے تھے۔ جو ہی اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ میں ظہور فرما ہونا سنا تو اس صحیفے کو مٹا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و صفات کو چھپانا شروع کر دیا اور کہنے لگا کہ یہ وہ نبی موعود نہیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ بنو قریظہ و بنو نضیر اور فدک وغیر کے یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کمال کو قبل از بعثت جانتے تھے اور یہ بھی ان کو معلوم تھا کہ آپ کا مقام ہجرت مدینہ منورہ ہے۔ جب آپ کی ولادت ہوئی تب بھی علماء یہود نے اطلاع تسلیم کیا اور بشارت دی کہ آج رات محمدؐ ہی پیدا ہو گئے، اور یہ ستارہ جو ان کی علامت طادت ہے۔ طلوع ہو چکا ہے۔ جب آپ نے دعوی نبوت فرمایا تو انہوں نے اس امر کا اعلان بھی کیا کہ انہوں نے اب دعوی نبوت کیا ہے اور ان کے اعلان نبوت کی نشانی و علامت اس ستارہ کا طلوع ہے۔ مگر اس قدر معرفت تامہ کے حصول اور بارہا اقرار و اعتراف اور لوگوں کے سامنے آپ کی توصیف و تعریف کرنے کے باوجود محض عناد کی بنا پر انہوں نے انکار کر دیا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی مکہ شریف میں سکونت پذیر ہو گیا جو کہ وہاں مختلف اشیاء کی تجارت کرتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شب ولادت آئی تو قریش کی ایک مجلس میں آکر کہنے لگا کہ تمہارے یہاں آج رات کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا میں تو معلوم نہیں ہے اس نے کہا اے گروہ قریش دیکھو اور میری اس بات کو اچھی طرح یاد کر لو، جو میں بیان کرنے والا ہوں۔ آج کی رات اس امت کا نبی رسل پیدا ہوا ہے۔ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان سیاہی مائل گوشت پارہ ہے جس میں چند بال ہیں۔

قوم قریش کے وہ افراد جو اس مجلس میں بیٹھے تھے تیزی سے اٹھے اور وہ اس کی بات پر متعجب و حیران تھے، مگر جا کر اپنے گھر والوں سے بات کی تو ان میں سے بعض کو بتلایا گیا کہ آج رات عبد اللہ بن مطلب کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے، اور ان کا نام محمد رکھا ہے۔

وہ قریشی اس یہودی کے پاس آئے اور کہا میں معلوم ہوا ہے کہ ہم میں ایک بچہ کی پیدائش ہوئی ہے اس نے کہا کہ میرے بتلانے سے قبل یا اس کے بعد انہوں نے کہا اس سے قبل اور اس کا نام احمد ہے، اس نے کہا مجھے بھی وہاں لے چلو، وہ قریش اس کے ساتھ لے کر چلے، حتیٰ کہ حضرت آمنہ کے پاس پہنچے، حضرت آمنہ نے آپ کو انہیں دکھلایا، یہودی نے اپنی بیان کردہ علامت آپ کے اندر (یعنی کندھوں کے درمیان سیاہی مائل گوشت جس پر چند بال تھے) دیکھی پھر اس پر غشی طاری ہو گئی، جب ہوش میں آیا تو لوگوں نے ماجرا دریافت کیا۔ اس نے کہا نبوت اور آسمانی کتاب بنو اسرائیل کے ہاتھ سے نکل گئی، عرب نبوت و رسالت کے ساتھ بہرہ ور ہو گئے۔ اے جہالت قریش، کیا تم اس خبر سے خوش ہوئے کہ نہیں، آگاہ رہو، بخدا وہ تمہیں ان بلندیوں تک پہنچائیں گے جن کی خبر مشرق و مغرب تک پھیلے گی۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود کے دارالندیس میں تشریف لانے اور فرمایا، میرے پاس وہ شخص لاؤ جو تم میں سب سے زیادہ صاحب علم ہوا انہوں نے کہا ایسا شخص

عبداللہ بن مسعود یا ہے۔ رسول اللہ نے اس سے تلخ دلیلی میں بات کی اور اس کو اس کے دین یہودیت کا اور اللہ تعالیٰ کے مخصوص انعامات کا من و سلویٰ کھلانے کا اور بادلوں کے ذریعہ سایہ کرنے اور وحی کی کلفت سے بچانے کا واسطہ دے کر پوچھا کہ تو میری نبوت پر یقین رکھتا ہے کہ نہیں اس نے کہا بخدا میں یقین رکھتا ہوں، اور قوم یہود بھی وہ جانتی ہے، جو میں قلبی طور پر جانتا ہوں، اور آپ کے اوصاف و صفات ان کی کتاب میں صاف صاف بیان کر دیئے گئے ہیں، لیکن حسد و عقائد کی وجہ سے زبانی اعتراف نہیں کرتے آپ نے فرمایا، پھر تو کیوں نہیں مجھ پر جان و دل سے ایمان لے آتا، اس نے کہا کہ میں اپنی قوم کی مخالفت کرنا پسند نہیں کرتا، ہو سکتا ہے کہ وہ عقرب تمہاری اتباع کریں اور مسلمان ہو جائیں تو میں بھی اسلام لے آؤں گا۔

حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ میں یہود کے پاس درس تورات کے وقت میں آتا تھا میں تورات کی قرآن مجید سے موافقت پر حیران ہوتا، انہوں نے کہا، اسے عترم سے بڑھ کر میں کوئی شخص محبوب و پسندیدہ نہیں ہے، کیونکہ تم ہمارے پاس آتے ہو اور درس سنتے ہو، حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں صرف اس لئے آیا ہوں کہ تورات کے ذریعہ قرآن مجید کی تائید و تصدیق سن کر سرور حاصل کروں میں ایک دن ان کے پاس موجود تھا، اتفاق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزرا ہوا، انہوں نے کہا یہ میں تمہارے رسول، تو میں نے کہا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اور اس کتاب کی جو تم پر نازل کی گئی کیا تم یقیناً مہلتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول رحتی ہیں۔ ان کے نہیں اور سزا دینے کہا کہ اب انہوں نے اللہ کے نام کی قسم دی ہے۔ لہذا ان کو سچی باتیں بگاڑ تو انہوں نے کہا تو ہمارا بڑا رئیس اور فاضل ہے لہذا تو ہی بتلا اس نے کہا سچی بات یہی ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں، میں نے کہا کہ پھر تمہیں ہلاکت اور گمراہی میں کس نے ڈالا ہے۔ جب تم یقین رکھتے ہو کہ وہ سچے رسول ہیں۔ تو اتباع کیوں نہیں کرتے۔

انہوں نے کہا ملائکہ میں سے بعض ہمارے دشمن ہیں اور بعض دوست، دشمن تو ہمارا جبریل ہے۔

جو کہ غلاب و عقاب نازل کرنے والا ہے۔ اور دوست ہمارا میکائیل ہے۔ جو کہ راحت و رحمت کا مالک ہے میں نے کہا، میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ جبیل علیہ السلام کے لئے یہ حلال و جائز نہیں کہ میکائیل علیہ السلام کے دوستوں سے عداوت رکھیں اور نہ میکائیل علیہ السلام کے شایان شان ہے کہ حضرت جبیل علیہ السلام کے دشمنوں سے صلح کریں اور دوستی قائم کریں۔

پھر میں اٹھ کھڑا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سامنے سے تشریف لاتے ہوئے ملے اور فرمایا کیا میں تجھے وہ آیت نہ پڑھاؤں جو ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھ پر نازل ہوئی ہے۔

پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَاتَّكَبَرْنَا عَلَيْهِ عَلَىٰ قَلْبِكَ يَا ذُنُوبَ اللَّهِ
(البقرة - ۹۷)

اے نبی کریم آپ فرمادیں کہ جو جبیل علیہ السلام کا دشمن بننا ہے (وہ ان کا نہیں بلکہ اللہ کا دشمن ہے) کیونکہ انھوں نے تو کلام مجید کو آپ کے دل پر لقمہ تھامنے کا امرے نازل کیا ہے۔

میں نے عرض کیا خدا کی قسم میں تو آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہورہا ہوں تاکہ میوہ کی بات آپ سے عرض کروں، لیکن اللہ نے تو آپ کو پہلے ہی بتلادیا ہے۔ حضرت مٹھ فرماتے ہیں کہ میں نے ان واقعات کے بعد اپنے آپ کو دین اسلام کے معاملہ میں پتھر سے بھی زیادہ سخت پایا۔

حضرت عمرو بن عبسہ سے مروی ہے کہ زمانہ قبل اسلام میں اپنی قوم کے معبودوں سے نیراہ ہو گیا اور اس امر کا یقین کر لیا کہ یہ باطل محض ہیں۔ میری قوم پتھروں کی پوجا کرتی ہے۔ جو نہ ہی نفع دیتے ہیں اور نہ ہی نقصان، میں ایک اہل کتاب سے ملا اور افضل ترین دین کے متعلق دریافت کیا اس نے بتلایا کہ مکہ مکرمہ سے ایک شخص ظہور پذیر ہوگا، جو اپنی قوم کے معبودوں کی مخالفت کرے گا اور سب سے افضل بن جائے گا اور جب تمہیں ان کے مبعوث ہونے کی خبر ملے تو ان کی اتباع کرنا۔

(اس بات کے کان میں پڑنے کے بعد) میرا اور کوئی کام ہی نہ تھا ماسوا کہ مکرمہ کا راہ پر چلنے کے

میں وہاں آتا اور لوگوں سے پوچھتا کہ کیا وہاں کوئی نئی بات، کوئی نیا واقعہ ہوا ہے۔ جواب نفی میں ملتا میں پھر واپس چلا جاتا، سوار آتے دکھائی دیتے ان کی راہ پر رکھڑا رہتا اور دریافت کرتا کہ مکہ سے آنے والو، کوئی نئی خبر کوئی نیا واقعہ، وہ بھی نفی میں جواب دیتے یوں ہی سوچ میں بیٹھا تھا کہ ناگاہ ایک سوار کا میرے قریب سے گزر ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا، کہاں سے آ رہے ہو، اس نے کہا کہ مکہ سے، میں نے کہا وہاں کوئی نیا امر واقعہ پذیر ہوا ہے۔ اس نے کہا، ہاں، ایک آدمی نے اپنی قوم کے معبودات سے اعلان برأت کر کے انھیں ایک اور دین کی دعوت دے رکھی ہے۔ میں نے کہا یہی میرا مقصود مطلوب ہے، جس کا ملوں سے انتظار ہے، پھر میں سواری پر بیٹھا اور تیزی سے دوڑتا ہوا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور مشرف باسلام ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نجران کے نغماریوں میں سے اٹھ علماء و فضلاء بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئے، جن میں سید و عاقب نام والے دو شخص بھی تھے، جنھوں نے آپؐ کی صداقت نبوت پر بحث تھیں کی، تو اللہ نے ان کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل کی۔

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ آبْنَاءَنَا وَ
 آبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ
 وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ
 فَنَجْعَلْ لَكُمْ عَلَى الْكُذِبِ بَيِّنًا

آپ فرما دیجئے آؤ ہم اور تم خود بھی آ جاؤ اور
 اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور عدا سے
 دعا کریں جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت

(ال عمران - ۶۱)

جب انہوں نے مباہلہ کا نام سنا تو تین دن تک کی مہلت طلب کی اس دوران بنو نضیر بنو زریقہ اور بنو قریظہ نے قبائل یہود کے ساتھ صلح و مشورہ کیا ان سب نے متفقہ طور پر کہا کہ صلح کرو اور مباہلہ مت کرو کیونکہ یہ وہ نبی ہے جن کا ذکر ہم تو مات و انجیل میں پاتے ہیں، چنانچہ انھوں نے آپ سے درخواست کی کہ ہم مباہلہ نہیں کریں گے، بلکہ ہم رعایا بن کر رہیں گے اور ہزار صلہ و پوشاک صرف کرنا

اور ہزار ہی رجب میں اور اس کے علاوہ کچھ درجہ بھی ہم بطور جزیرہ ادا کریں گے۔
حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب میں سے کافی لوگ اس نعمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت
سے قبل آپ پر ایمان لے آئے۔ اور جب آپ مبعوث ہوئے تو کفر و عناد کی ماہ پر چل پڑے، انہیں کے
تعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:۔

فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ
أَكْفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ
(آل عمران - ۱۰۶)

اور وہ لوگ جن کے چہرے کفر و نفاق کی وجہ سے
سیاہ ہو گئے ہیں، کیا تم ہی وہ ہو جنہوں نے ایمان
لا کر پھر کفر کیا، لہذا اپنے کفر کی وجہ سے عذاب
چکھو

حدیث سہل مولیٰ عثمانہ الزمرانی

سہل مولیٰ عثمانہ کہتے ہیں کہ میں نصرانی تھا اور یتیم تھا، میرا چچا میری کفالت کرتا تھا، اور وہ انجیل
پڑھا کرتا تھا، میں نے چچا والا مصحف اٹھایا اور پڑھنے لگا، دوران قرأت ایک ورق ایسا آیا جو بہت
موٹا تھا اور مجھے اس کی موٹائی عجیب سی لگی، غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں جوڑ ہے اور دو ورق
باہم چپکا دیئے گئے ہیں اس کو کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو بیانی صفوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی صفات مرقوم ہیں اور وہ مضمون یہ تھا۔

وہ نہ کوتاہ قامت ہوں گے اور نہ ہی طویل القامت، سفید (سرخ نال) ان کے دونوں کندھوں
کے درمیان مہر نبوت ہے۔ بیٹھے وقت اعتبار والی سورت کو عام طور پر اختیار کریں گے، صدقہ کمال
نہیں کھائیں گے گدھے اور اونٹ کی سواری کریں گے بحری خود دہیں گے اور بیونگی قبض استعمال
کریں گے اولاد اسماعیل سے ہوں گے، ان کا نام احمد ہوگا، وہ فرماتے ہیں میرا چچا آیا اور کتاب کا ورق
کھلا ہوا دیکھا تو مجھے زد و کوب کیا اور کہا تجھے یہ ورق کھولنے کی کیا فرض تھی، میں نے کہا اس میں حمد
کی تریف تھی اس نے کہا وہ ابھی مبعوث نہیں ہوئے۔

وہب بن منبہ سے منقول ہے اللہ رب العالمین نے حضرت شیخا کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میں ایک نبی بھیجے والا ہوں جن کی بدولت بہرے کانوں کو شنوا بناؤں گا، اور غفلت و جہالت کے پردوں میں بند دلوں کو علم و حکمت کی معرفت کے لئے کھول دوں گا، سکینت و وقار ان کا لباس ہوگا، رونق و شگفتگی ان کا طرز عمل اور شہار ہوگا۔ تقویٰ و پرہیزگاری ان کا ضمیر ہوگا، حکمت و دانائی ان کا مطمح فکر و فہم ہوگی، صدق و صفا ان کی طبیعت و فطرت ہوگی، عفو و درگزر اور سہجائی ان کا خلق ہوگا، عدل و انصاف ان کی سیرت ہوگی، حق و صدق ان کی شریعت ہوگی، رشد و ہدایت ان کی رہنمائی ہوگی، ملت اسلام ان کی ملت ہوگی، ان کا نام مقدس احمد ہوگا، انہیں کے ذریعہ گمراہی کے بعد ہدایت کا نور لوگوں تک پہنچاؤں گا اور جہالت کے بعد علم و حکمت سے لوگوں کو مال مال کروں گا اور اہل حق کی قلت کے بعد ان کو کثرت میں تبدیل کروں گا۔ پھٹے دلوں کو ملاؤں گا، جو دور میں انہیں قریب کروں گا، جن کے دلوں میں عداوت و دشمنی ہے، انہیں ان کے ذریعہ الفت و محبت میں تبدیل کروں گا۔

مختلف الخیال اور متضاد نظریات کی حامل اہم واقوام کو متحد و متفق کروں گا، ان کی امت کو سب سے بہترین امت بناؤں گا وہ اوقات نماز معلوم کرنے کے لئے سورج کا خاص طور پر خیال رکھیں گے مبارک ہے ان مقدس دلوں کے لئے جو ان نعمتوں سے لاف مال کئے گئے ہیں۔

عثمان بن عبد الرحمن سے مروی ہے کہ شام کے زہاری میں سے ایک شخص مکہ مکرمہ حاضر ہوا، وہ چند عورتوں کے پاس سے گذرا، جو عید کے موقع پر جمع تھیں، ان کے شوہر اپنے بعض امور کی انجام دہی کے سلسلہ میں غائب تھے اس نے عورتوں سے کہا اے قریشی عورتو! تمہارے قبیلہ و قوم میں مقرب ایک نبی ظہور فرما ہونے والا ہے۔ جن کا نام احمد ہوگا تم میں سے جو نیک بخت ان کی بیوی بننے کا شرف حاصل کر سکے، وہ ضرور بن جائے۔ حضرت خدیجہ نے اس کی بات کو یاد رکھا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کو اختیار کیا۔

حدیث و ہب عن الزبوز

وہب بن منبہ نے حضرت داؤد کا یہ قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا، کہ اللہ نے حضرت داؤد کی طرف یہ وحی کی کہ اے داؤد تمہارے بعد ایک نبی آئے گا، جس کا نام احمد اور محمد ہوگا۔ جو صادق اور سزاوار ہوگا، میں اس پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا اور وہ نہ مجھ سے ناراض ہوگا، میں نے اس کے اگلے اور کچھ اگلے گناہ معاف کر دیئے ہیں، قبل اس کے کہ وہ میری ناراضی کرے اس کی امت رحم کی ہوئی ہے۔ میں نے اس کو نوافل سے نوازا ہے۔ جس سے اگلے انبیاء کو نوازا تھا۔ اس کے اوپر کچھ فرائض عائد کئے ہیں۔ جو اگلے انبیاء پر فرض کئے گئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن میرے پاس اسی حالت میں آئیں گے کہ ان کے نورا انبیاء کے نور کے مانند ہوں گے اور یہ اس بنا پر ہے کہ میں نے ان کے اوپر ہر نماز کے وقت وضو کے ذریعہ طہارت فرض کیا ہے، جیسے کہ اگلے انبیاء پر فرض کیا تھا۔ ان کو میں نے غسل جنابت کا حکم دیا ہے جیسے کہ اگلے انبیاء کو دیا تھا، اے داؤد میں نے محمد اور ان کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے۔ میں نے ان کو پھر نصیحتیں دی ہیں، جو ان سے پہلے کسی امت کو نہیں دی گئی، ان سے غلطاد نسیان پر مواخذہ نہیں کروں گا اور ہر گناہ جو انہوں نے بلا ارادہ کیا ہے معافی طلب کرنے کے بعد میں انہیں معاف کروں گا، اور آخرت کے حصول کے لئے بڑی جو بھی پسندیدہ چیز وہ اللہ کے راستہ میں پیش کریں گے، میں اس سے کئی گنا اور اس سے افضل نعمت دینے میں ان کے لئے جلدی کروں گا۔ اور ان کے لئے میرے پاس بطور ذخیرہ اس سے کئی گنا اور زیادہ افضل نعمتیں ہیں۔ جب وہ مصائب پر صبر کریں گے اور "انا لله وانا الیہ راجعون" پڑھیں گے تو میں ان کو رحمت و ہدایت سے نوازون گا۔ اگر وہ مجھ سے دعا کریں گے، تو ان کی دعا قبول کروں گا۔

اے داؤد محمد کی امت سے جس شخص نے مجھ سے ملاقات اس حالت میں کی کہ وہ سچے دل سے میری وحدانیت کی گواہی دے رہا ہے۔ تو وہ میرے ساتھ میری جنت اور رحمت کی جگہ میں ہوگا، اور جس شخص نے مجھ سے اس حالت میں ملاقات کی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر رہا ہے۔ ان کے

پیمانہ کو بھٹلا رہا ہے، میری کتاب کا مذاق ڈار رہا ہے میں اس کی قبر میں جب وہ زندہ کیا جائے گا اس پر عذاب نازل کروں گا۔ اور فرشتے اس کے چہرہ اور دہر پر ماریں گے، پھر جہنم کے نچلے طبقہ میں اسے ڈال دوں گا۔

حضرت دانیالؑ کی قبر میں پائے گئے پتھر کی خبر

مطرف بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں تستر کی فتح میں ابو موسیٰ اشعری کے ساتھ تھا، مقام سوین میں ہمیں حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر ملی، وہاں کے لوگوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب قحط سالی میں مبتلا ہوتے، تو ان کو قبر سے نکال لیتے اور ان کے ذریعہ پانی کی دعا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ایک عبارت کندہ ملی جس کے پڑھنے کے لئے نعیم نامی چیرہ کے ایک نصرانی شخص کو بلایا گیا، اس نے وہ عبارت پڑھی اس کے نیچے لکھا ہوا تھا۔

جس نے دین اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کیا وہ دین اس سے قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں گھانا پانے والوں میں سے ہوگا۔

وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا
فَكَانَ يُقْبَلُ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْأَخِرَةِ
مِنَ الْغَاسِقِينَ
(دال عمران - ۸۵)

یہ سن کر اس دن بیابیس علماء نصاریٰ ایمان لائے۔ یہ حضرت عمرؓ کی خلافت کا واقعہ ہے۔

—

فصل

روایتوں میں امیر بن مہلت کے بارے میں مذکور ہے کہ اس نے آسمانی کتابوں میں ایک نبی کے مبعوث ہونے کی خبر پڑھی، چنانچہ وہ اس صلح میں کہ میں ہی نبی بنایا جاؤں گا، ٹماٹ کا لباس پہن کر خود عبادت کرنے لگا لوگوں سے حضرت ابراہیم اور ان کی ملت حنیفی کا تذکرہ خوب کرتا، شراب اور بت پرستی اس نے ترک کر دی اور دین کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگا۔ لیکن جب اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، تو اس سے لوگوں نے کہا جس چیز کی تمہیں تلاش تھی، اور جس کی بشارت دیتے تھے وہ یہی نبی ہیں۔ تو اس کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی کیونکہ نبی بننے کی اس کی جو دیرینہ خواہش تھی۔ وہ پوری نہیں ہوئی تھی، چنانچہ اس نے آپ کی نبوت سے انکار کر دیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَاسْأَلُكُمْ عَلَيْهِمُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
 آیت ان کے اوپر اس شخص کی خبر تلاوت کیجئے جس کو
 اِبْتِئَانًا فَنَسَلَخْ مِنْهَا فَاتَّبَعَهُ
 ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں، وہ آیتوں سے نکل
 الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْعٰوِيْنَ
 کھڑا ہوا تو شیطان نے اس کا پیچھا کیا اور وہ گمراہ
 (الاعراف - ۱۷۵)

لوگوں میں سے ہو گیا۔

یہی وہ امین ہیں ابی مہلت جو پہلے یہ کہا کرتا تھا۔

کل دین یوم القیامۃ عند اللہ الا دین الحنیفیۃ زور

اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن دین حنیف کے علاوہ تمام ادیان باطل ہوں گے۔

ایک اور روایت ہے کہ امیر بن ابی مہلت کو دین کی تلاش تھی۔ اور خود نبی بننے کی صلح کرتا تھا ایک مرتبہ

شام کا سفر کیا، تو راستہ میں ایک کینسہ سے اس کا گزر ہوا۔ اس کے ساتھ قریش اور غیر قریش میں سے عرب کے چند آدمی اور تھے، امیر نے کہا کہ ذرا میرا آپ لوگ انتظار کریں مجھے اس کینسہ میں ایک ضرورت سے

جانا ہے۔ چنانچہ وہ کنیسہ میں داخل ہوا، پھر لوگوں کے پاس آیا وہ غمگین اور نڈھال تھا اور بے تماشہ گر پڑا۔ لوگ اس کے پاس ٹھہرے رہے، یہاں تک کہ غم کی یہ کیفیت اس سے دور ہوگئی، پھر آگے بڑھے اور اپنی نذر دلوں کو بولی کیا، جب واپس ہوئے تو اس کنیسہ سے پھر ان کا گذر ہوا، اس نے پھر کہا کہ ذرا آپ لوگ میرا انتظار کریں۔ میں اس کنیسہ میں جا رہا ہوں، چنانچہ اس کے اندر گیا اور کئی دیر سے لٹا اس مرتبہ اس کی حالت پہلی مرتبہ سے زیادہ بری تھی۔

ابوسفیان بن حرب نے کہا کہ میں تمہاری صحبت سے تنگ آ گیا ہوں، اس نے کہا مجھے چھوڑ دو کیونکہ مجھے اپنی آخرت کی فکر ہے۔ یہاں ایک راہب نے مجھے خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بعد چھ زلزلے آئینگے چنانچہ پانچ گندھکے ہیں اور ایک باقی ہے میں اس امید پر نکلا تھا کہ میں نبی ہوں گا، لیکن مجھے خوف لاحق ہوا کہ میری امیدوں پر پانی نہ پھولے اس لئے مجھے وہ غم لاحق ہو گیا تھا جو تم لوگوں نے دیکھا، پھر لڑتے ہوئے بھی میں نے اس سے ملاقات کی تو اس نے مجھے خبر دیا کہ وہ زلزلہ تو آچکا اور عرب کے ایک نبی کی بعثت ہو چکی، چنانچہ میری امید خاک میں مل گئی اور بالکل بالواس اور نڈھال ہو گیا اس لئے تم مجھے رنجیدہ اور غمگین دیکھتے ہو۔

امام زہری نے بیان کیا ہے کہ امیر ایک سفر میں شام کی طرف نکلا، لوگوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ امیر نے ایک شخص کی طرف قصد کیا اور ٹیلے پر چڑھ گیا، وہاں سے ایک کنیسہ نظر آیا پھر وہ وہاں سے کنیسہ تک پہنچ گیا، وہاں اسے ایک بزرگ آدمی ملا، اس نے امیر کو دیکھتے ہی کہا کہ تمہارا بھیا کیا جا رہا ہے۔ وہ فحش تھا اسے پاس کس جانب سے نمودار ہوتی ہے امیر نے کہا بائیں جانب سے۔ اس بزرگ آدمی نے کہا کہ وہ کون سا لباس زیادہ پسند کرتا ہے۔ جس کو تم پہن کر اس سے ملاقات کرو، اس نے کہا کالا لباس اس شخص نے کہا کہ امید تھی کہ تم عرب کے نبی ہو لیکن حقیقت میں نہیں ہو کیونکہ یہ جن ہے جو تمہارے پاس آتا ہے فرشتہ نہیں ہے۔ کیونکہ عرب کے جو نبی ہوں گے ان کے پاس فرشتہ دائیں جانب سے نمودار ہوگا۔ اور ملاقات کے وقت نبی کے لئے سفید لباس زیادہ پسند کرے گا۔

اہم زہری کہتے ہیں کہ امیر حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابوبکر، خبر بالکل پوشیدہ ہے کیا آپ کچھ محسوس کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے کہا نہیں خدا کی قسم۔

اس نے کہا میں نے اس کے متعلق یہ معلومات حاصل کی ہے کہ وہ اسی سال نمودار ہوگا۔

عمر بن شیبہ، خالد بن زید سے امیر بن ابی الصلت کا یہی قصہ بیان کرتے ہیں جس میں یہ زیادتی بھی ہے کہ امیر جب راہب کے پاس سے نکلا تو بالکل بو بھل اور تھکا ماند لگتا تھا، ابوسفیان نے اس سے پوچھا کہ آخر کیا بات ہے کہ تم اس طرح پریشان نظر آتے ہو اس نے کہا بالکل ٹھیک ہوں مجھے ذہن بتاؤ کہ عتبہ بن ربیعہ کی عمر کتنی ہے ابوسفیان نے اس کی عمر بتادی، اس نے پوچھا اچھا اس کے مال کے متعلق بتاؤ، ابوسفیان نے اس کے مال کا بھی تذکرہ کیا اس نے کہا کہ تم نے اس کو گرا دیا ابوسفیان نے کہا کہ نہیں میں نے اس کو بلذکر دیا، امیر نے کہا کہ (جس نبی کے متعلق مجھے بتایا گیا ہے) وہ نہ تو بوڑھا ہوگا اور نہ مال دار۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ راہب نے اسے ناامید کر دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ وہ پیغمبر قریش سے

ہوں گے۔

ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اور امیر بن ابی صلت تجارت کے لئے یک قافلہ میں شام کی طرف نکلے، جب بھی دوران سفر ہم کہیں پڑاؤ ڈالتے، تو وہ اپنے سامان سے ایک میخہ نکال کر ہمیں سنانے لگتا۔ ہم اس طرح سفر کے منازل طے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ نضاری کے ایک دیہات میں پہنچے انہوں نے امیر کو دیکھ کر پہچان لیا، اور اس کے سامنے تہہ پیش کیا، اور پھر وہ ان کے ساتھ ان کی جگہ میں گیا، دوپہر کے وقت واپس آیا۔ تو اس نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر پھینک دیئے۔ اور روئے سیاہ رنگ کے کپڑے نکال کر پہن لئے، پھر مجھ سے کہا اے ابوسفیان، کیا تم نضاری کے ایک ایسے عالم کی ملاقات میں کوئی کچھ سی رکھتے ہو، جس پر دریافت علم ختم ہے، جو چاہو۔ اس سے پوچھو، اور ہر سوال کا تسلی بخش جواب حاصل کرو۔ ابوسفیان نے کہا مجھے تو اس کی ملاقات کا کوئی شوق نہیں ہے، وہ اکیلا چل دیا اور رات گئے واپس آیا، اس نے کپڑے اتار پھینکے، پھر بستر دراز ہو گیا، مگر خدا کی قسم نہ اسے نیند آئی اور نہ ہی اٹھا، بلکہ جس تک کہ ٹیس بدلا رہا، صبح ہوئی تو انتہائی نڈھال اور غمگین و پریشانی کی حالت میں اٹھا، نہ اس نے ہم سے کلام کیا۔ اور نہ ہی ہم نے اس سے۔ ہم نے دو رات سفر کیا، مگر اسی رنج و الم میں مبتلا تھا، پھر میں نے ہی اس سے کلام کرنا شروع کیا اور کہا کہ اس امر کے اندر موجب رنج و الم کوئی چیز میں نے نہیں دیکھی، جس کو لے کر تو اپنے نسرانی عالم کے پاس سے واپس لوٹا ہے۔ اس نے کہا میرا رنج و الم صرف اپنے انجام اور آخری ٹھکانہ کی وجہ سے ہے، میں نے اس سے کہا کہ تیرا اور کوئی ٹھکانہ اور جگہ بازگشت ہے۔ اس نے کہا بخدا میں ضرور مردوں گا اور مجھ سے اعمال و افعال کا حساب لیا جائے گا، میں نے اس سے کہا کیا تو میری پناہ و امان قبول کرتا ہے اس نے کہا کس بنا پر اور کس امر کی پناہ، میں نے کہا اس امر کی کہ تو مرنے کے بعد نہ تو اٹھایا جائے گا، اور نہ تجھ سے حساب لیا جائے گا۔ وہ منہ پڑا اور کہنے لگا، بخدا تم ضرور مرنے کے بعد زندہ کر کے قبروں سے اٹھائے جاؤ گے۔ اور حساب کے لئے اللہ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے، پھر وہ ایک گروہ (اہل طاعت کا) جنت میں ہوگا، اور ایک گروہ (اہل معصیت کا) جہنم میں ہوگا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ پھر تو کس جماعت میں ہے، تجھے تیرے علم نے کیا بتایا ہے، اس نے کہا

یہ بات تو اسے نہ اپنے متعلق معلوم ہے۔ اور نہ میرے متعلق معلوم ہے، ہم نے وہ رات اسی حالت میں گزاری، وہ ہماری جہالت پر تعجب کرتا تھا۔ اور ہم بزمِ غمِ خویش اس کی خلافِ عقل بات پر ہنستے رہے الغرض سفر کرتے کرتے غوطہ دشتی میں جا پہنچے، اپنا سامان بچا اور دو ماہ وہیں قیام کیا، وہاں سے کوچ کیا تو پھر نصاریٰ کے ایک گاؤں میں آئے، جب انہوں نے امیرہ کو دیکھا تو اس کے ارد گرد جمع ہو گئے اور ہدایا و سخاوت پیش کئے وہ بھی ان کے ساتھ مسجد میں چلا گیا، حتیٰ کہ دو پہر کو واپس ہوا، اپنے دونوں سیاہ کپڑے پہن کر پھر چلا گیا، اور کہیں رات گئے واپس آیا، اس نے اپنے کپڑے اتار پھینکے، اور خود بھی دھرام سے بستر پر گر پڑا۔ خدا کی قسم پھر وہ رات بھر نہیں سویا اور نہ اٹھا، صبح کو انتہائی پژمردگی اور ٹھیکنی کی حالت میں اٹھا۔ نہ ہم سے اس نے کوئی کلام کیا اور نہ ہی ہم نے اس کو پوچھا، ہم نے چند راتیں سفر کیں پھر اس نے کلام کیا اور مجھ سے کہا، اے صخر (ابوسفیان) مجھے علی بن ربیعہ کے متعلق بتلائیے کہ کیا وہ درہم کاٹا اور ظلم و زیادتیوں سے گریز کرتا ہے۔ میں نے کہا بخدا وہ ان امور سے شائبہ ہے، پھر اس نے پوچھا، کیا وہ مہلہ رچی کرتا ہے اور اس کا حکم بھی دیتا ہے، میں نے کہا بالکل، اس نے دریافت کیا کہ وہ نجیب الافرن ہے اور اپنے قبیلہ میں افضل و اعلیٰ، میں نے کہا ہاں، اس نے پھر پوچھا، قریش میں اس سے کوئی شرف و فضیلت میں بڑا ہے، میں نے کہا واللہ ہرگز نہیں، اس نے کہا کیا وہ محتاج و فقیر ہے، میں نے کہا نہیں وہ تو بڑا مالدار آدمی ہے، اس نے دریافت کیا، اس کی عمر کہاں تک پہنچی ہے، میں نے کہا ستر کے قریب ہے، اس نے کہا تو پھر عمر اور مال اللہ نے اس کو ناپا کر دیا اور میوب بنا دیا، میں نے کہا واللہ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ یہی وہ چیزیں تو اس کے فضل و شرف کا موجب ہیں، اس نے کہا ہاں دنیاوی طور پر تو یوں ہی ہے۔

پھر تفصیل بیان کرتے ہوئے اس نے کہا، تو نے جب مجھے دیکھا کہ میں نصرانی عالم کے پاس گیا تو میں نے اس سے اس پتھر کے متعلق دریافت کیا، جس کا شدت سے انتظار کیا جا رہا ہے، تو اس نے مجھے بتایا کہ وہ عرب سے ہوں گے، اور اس گھر کے پڑوس سے ہوں گے جس کی عرب حج و زیارت کرتے ہیں۔

میں نے کہا ہمارے یہاں ہی وہ گھر ہے، جس کا ج کیا جاتا ہے، تو اس نے کہا وہ ہستی تمہاری برادری اور پڑوسی قوم قریش سے ہے نہ کہ تم سے، تو مجھے وہ غم و اندوہ لاحق ہوا، جو کبھی نہیں ہوا تھا کیونکہ میرے ہاتھ سے دنیا و آخرت کی کامیابی نکل گئی، کیونکہ یہ امید کر رہا تھا کہ میں ہی وہ نبی ہوں گا۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ پھر اس ہستی کے صفات کو بیان کرو، اس نے کہا کہ وہ وقت اعلان نبوت، جوانی و حلقی مرحولے ہوں گے۔ ابتدائی حالت ان کی یہ ہوگی کہ بد اعمالیوں اور ظلم و تعدی سے گریز کرنے والے ہوں گے، صلہ رتی خود بھی کریں گے اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دیں گے۔ وہ فضیلت کی طرف سے بھی عظیم المرتبت ہوں گے اور آباء و اجداد کی طرف سے بھی۔ اپنی قوم میں انتہائی عزت و عظمت کے مالک، ان کے لشکر میں عام طور پر ملاک ہوں گے میں نے پوچھا ان کی علامت ظہور کیا ہے،

اس نے بتلایا کہ سزمین شام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھانے جانے کے بعد سے اب تک اسی زلزلے آئے ہیں۔ اور ہر ایک میں عظیم ابتلاء و آزمائش تھی اور ابھی ایک ایسا زلزلہ باقی ہے جو سارے شام کو اپنی پلیٹ میں لے لے گا۔ اس کے بعد اس نبی کا ظہور ہوگا۔

میں نے کہا جو کچھ تو نے بیان کیا، یہ تو بالکل غلط اور باطل ہے، اگر اللہ کو نبی بھیجنا ہے تو اعمالہ عمر رسیدہ اور شریف آدمی کو بھیجے گا، امیر نے کہا، جس ذات اقدس کی قسم کھانی جاتی ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں، میں نے جو کچھ کہا ہے وہ حقیقت ہے۔

ہم وہاں سے چلے، حتیٰ کہ جب کہ شریف اور ہماری قیام گاہ میں صرف دو دن کی مسافت تھی، ہمیں پیچھے سے ایک سوار آگیا، اس نے یہ خبر دی کہ تمہارے آنے کے بعد شام کو ایک عظیم زلزلے نے اپنی پلیٹ میں لے لیا اور اہل شام کو تباہ کر دیا، اور انھیں عظیم مصائب میں مبتلا کر دیا۔

امیر لولا ابوسفیان کی خیال ہے، میری بات درست ہے یا نہیں، میں نے کہا بخدا میرا گمان بھی یہی ہے، کہ تیرے عالم نے تجھے صحیح اطلاع دی ہے۔

کہ کمرہ پونچنے کے بعد چند روز قیام کیا اور میں پھر تجارت کے لئے مبشر ہلا گیا پانچ ماہ وہاں قیام کیا،

واپس ہوا تو لوگ مجھ سے ملنے اور دعا و سلام کرنے آئے، اور سب سے آخر میں محمد تشریف لائے اس وقت میری بیوی ہندہ اپنے بچوں کو کھیل کود میں مصروف رکھے ہوئے تھی، آپ نے سلام کیا، خوش آمدید کہا اور مجھ سے سفر اور وہی کی تفصیلات دریافت کی، اور پھر تشریف لے گئے، میں نے دل میں سوچا، یہ جو ان بھی عجیب ہے، قریش کے ہر فرد کا سامان تجارت میرے پاس تھا، ان سب نے ان کے متعلق اور قیمت فروخت کے متعلق دریافت کیا اور ان کا سامان بھی میرے پاس تھا، اور یہ ان سے زیادہ مالدار بھی نہیں ہے، مگر انھوں نے اس کے متعلق بات ہی نہیں کی۔

ہندہ بولی تمہیں ان کی شان معلوم نہیں ہے، میں نے گہرا کر پوچھا اس کی شان کیا ہے، اس نے کہا، وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں، پھر مجھے نصاریٰ کی بات یاد آگئی اور میں منگیں ہو گیا، مگر مکہ سے نکلا اور طائف پہنچا، امیہ سے ملاقات کی اور دریافت کیا کہ نصاریٰ والی بات یاد ہے، بولا ہاں یاد ہے میں نے کہا پھر تو وہ پوری ہو گئی، اس نے پوچھا وہ کون ہیں، میں نے جواب دیا وہ محمد بن عبد اللہ ہیں، پھر سنتے ہی اس کو پسینہ چھوٹ گیا، میں نے کہا کہ اس ہستی کی شان و صفت تو وہی ہے جو تجھ کو معلوم ہو چکیں، تو پھر ان سے دور کیوں ہے۔

اس نے کہا کہ میں ثقیف کے علاوہ کسی قوم میں پیدا ہونے والے رسول کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں، امام ترمذی اور دوسرے لوگوں نے بحیرہ راہب کا قصہ اس طرح ذکر کیا ہے کہ ابو طالب قریش کے چند لوگوں کے ساتھ شام کی طرف تجارت کے لئے نکلے، آپ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی نکلے، جب وہ راہب کے قریب پہنچ گئے، تو اپنے کباؤں سے اتر لے بیٹھے، وہ راہب اپنے عبادت خانہ سے ان کی طرف نکل کر آیا، حالانکہ وہ اس سے پہلے ان کی آمد پر کبھی بھی اس طرح نہیں نکلتا تھا، اور نہ متوجہ ہوتا تھا، وہ اپنے کباؤں سے اتر رہے تھے، اور وہ ان کے درمیان آکر لوگوں کو غور سے دیکھ رہا تھا جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا یہ سید العالمین ہیں، یہ رسول رب العالمین ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ یہ سن کر قریش کے

چند بڑے لوگوں نے اس سے کہا، تجھے کیسے معلوم اس نے کہا جب تم گھاٹی سے نمودار ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ہر ذرت اور ہر پتھر ان کو سجدہ کر رہا ہے، اور وہ اللہ کے علاوہ صرف نبی کی ذات کے لٹیمی سجدہ ریز ہوتے ہیں اور میں ان کو حاکم نبوت کی بنا پر پہچانتا ہوں، جو کندھے والی پتلی بڑی کے نیچے سب کے مانند ابھرا ہوا گوشت پارہ ہے۔

پھر واپس جا کر اہل قافلہ کے لئے کھانا تیار کیا اور اس کو اٹھا کر ان کی قیام گاہ میں لایا، آپ اس وقت اونٹوں کو چرانے گئے تھے۔ بحیرہ نے کہا، ان کو بلاؤ، جب آپ تشریف لارہے تھے۔ تو بادل آپ پر سایہ کئے ہوئے تھا، جب آپ قوم کے قریب پہنچے تو وہ ایک سایہ دار ذرت کے نیچے جمع ہو چکے تھے اور کوئی سایہ دار جگہ باقی نہ بچی تھی۔ جب آپ تشریف لائے تو سایہ آپ کی طرف جھک گیا۔ راہب نے کہا دیکھو سایہ ان کی طرف مائل ہو گیا ہے وہ وہیں کھڑا تھا اور قوم کو قسمیں اور واسطہ دے رہا تھا کہ ان کو روٹیوں کی طرف مت لے جاؤ کیونکہ وہ جب ان کو دیکھیں گے تو ان کے کتب سابقہ میں مندرج ہفتات و علامات کی وجہ سے پہچان لیں گے اور ان کو شہید کر ڈالیں گے۔ ابھی وہ اپنی بات چیت ہماری رکھے ہوئے تھے کہ سامنے سے اہل شام کے سات آدمی دکھائی دیئے۔ راہب نے ان کا استقبال کیا اور کہنے لگا، کیسے آنا ہوا انھوں نے کہا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ پیغمبر آخر الزماں اس ماہ میں اس علاقہ میں آئیں گے لہذا شام کے ہر راہ پر آدمی مقرر کر دیئے گئے ہیں اور ہمیں ان کے متعلق پتہ چلا تو ہمیں اس راہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اس نے پوچھا تمہارے پیچھے کوئی ایسا شخص بھی ہے جو تم سے عقل و فہم میں بہتر ہو، انھوں نے کہا نہیں، تو راہب نے کہا مجھے یہ بتلاؤ کہ جس امر کو اللہ رب العزت کرنا چاہے اور اس کی تکمیل کا عزم منہم کرے۔ اس کو کوئی ٹال سکتا ہے، انھوں نے کہا نہیں، اور پھر اس راہب سے بیعت کی، اور اس کے پاس ٹھہر گئے، وہ راہب قریش کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا میں تمہیں قسم دیجو پوچھتا ہوں، ان کا ولی و سرپرست کون ہے، لوگوں نے کہا ابو طالب، پھر اس نے ان لوگوں کو قسمیں دے دیکر آپ کو وہیں سے واپس کر دیا۔

اس قصہ کو داؤد بن حصین نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابوطالب پہلی دفعہ شام کی طرف برفض تجارت تشریف لینگے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اس وقت آپ کی عمر بارہ سال تھی، جب ان سواروں کا قافلہ بمرہ پہنچا تو وہاں ایک صومعہ کے پاس پڑاؤ ڈالا، اس میں ایک رابعد رہتا تھا، جس کا نام بحیرہ تھا۔ علماء نصاریٰ بھی اس صومعہ کے یکے بعد دیگرے وارث اس کتاب کے ذریعہ بنائے جلاتے تھے۔ جس کا وہ درس دیتے تھے۔ پہلے بھی یہ لوگ وہاں سے بکثرت گذرتے تھے، مگر اس نے کہی ان کی طرف التفات نہیں کیا تھا۔ اور اس دفعہ صومعہ کے قریب ہی قیام کیا جہاں پہلے قیام کرتے تھے۔ اس نے ان کے لئے کھانا تیار کیا اور انہیں مدعو کیا اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب یہ قافلہ اس کے سامنے آیا تو دیکھا کہ بادل تمام لوگوں کو چھوڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ لگن ہے اور جب اہل قافلہ درخت کے نیچے اترے، تو وہ بادل درخت کے اوپر کھڑا رہا۔ اور اس کو اپنے سایہ میں لے لیا پھر درخت کی شاخیں آپ پر جھک گئیں اور درخت کے نیچے پوری طرح سایہ ہو گیا۔ جب بحیرہ نے یہ عجیب منظر دیکھا، تو صومعہ سے نیچے اترتا اور درختوں پر کھڑا ہو کر قوم کو دعوت طعام دی، اور کہنے لگا اے قوم قریش میں نے تمہارے لئے کھانا تیار کیا ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تم سبھی اس میں شرکت کرو اور کوئی چھوٹا یا بڑا آزاد یا غلام مجھے نہ رہ جائے۔ اور مجھے امید ہے کہ تم میری دعوت قبول کر کے اعزازِ اکرام سے مجھے نوازو گے۔ قافلہ میں سے ایک شخص نے کہا اے بحیرہ آج کوئی خاص وجہ ہے ورنہ ہم ملتان یہاں قیام کرتے رہے اور کوچ کرتے رہے۔ تو نے کبھی آج تک پوچھا بھی نہیں تھا بحیرہ نے کہا میں تمہیں اس عزت و اکرام کا حق دار سمجھتا ہوں یہ خدمت سرانجام دینا چاہتا ہوں، سبھی لوگ دعوت میں شریک ہوئے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نوخیزی اور نو عمری کی وجہ سے وہیں ساڑھو سامان کی دیکھ بھال میں مصروف رہے۔

جب بحیرہ نے ان لوگوں کو دیکھا اور وہ علامت نہ دیکھی، جس نے اسے دعوت پر مجبور کیا تھا یعنی اہل قافلہ میں سے ایک شخص پر بادل کا سایہ لگن ہونا، تو اس نے پھر غور کے ساتھ دیکھنا شروع کیا

گر بادل ان میں سے کسی پر سایہ فلکن نظر نہ آیا۔ بلکہ اس نے دیکھا کہ وہ پیچھے کھڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ فلکن ہے۔ بحیرہ نے کہا اسے معشر قریش، تم میں سے کسی کو بھی میری دعوت سے الگ تھلک نہیں رہنا چاہئے انہوں نے کہا اور کوئی شخص پیچھے تو نہیں رہ گیا ہے البتہ ایک نوخیز بچہ رہ گیا ہے، جو سازو سامان کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔ وہ کہنے لگا اس کو بھی بلاؤ تاکہ میری دعوت میں شرکت کرے یہ کتنی بری بات ہے کہ تم سارے لوگ شرکت کرو اور ایک شخص الگ تھلک رہے۔ حالانکہ وہ بھی تمہیں لوگوں میں سے ہے۔

سب نے کہا بخدا وہ ہم سب میں نسب کے لحاظ سے افضل و اعلیٰ ہیں اور ابوطالب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ ان کے بھتیجے ہیں۔ اور عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہیں۔ عمار بن عبدالمطلب لمبے ہمارے لئے واقعی شرم کی بات ہے کہ حضرت عبدالمطلب کا فرزند پیچھے رہے وہ اٹھ کر گئے اور آپ کو اٹھا کر لے آئے، اور دسترخوان پر بٹھارایا، وہ ہادل آپ کے اوپر سایہ کرتے ہوئے آ رہا تھا۔ بحیرہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے غور و اہتمام کے ساتھ دیکھنے لگا اور وہ جہانی ملاقات جو آپ کی اپنے یہاں کتب آسمانی میں لکھا ہوا پاتا تھا، اس کو تلاش کرتا رہا، جب سارے لوگ کھانا کھا کر چلے گئے، تو راہب اٹھ کر آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے بچے میں تمہیں قریش کے معبودات لات و عزنی کا واسطہ دے کر پلا بھتا ہوں۔ لہذا جو کچھ پوچھوں صاف صاف بتلانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے لات و عزنی کا واسطہ اور قسم نہ دو۔ میں ان سے زیادہ کسی شی کو مبغوض و ناپسند نہیں سمجھتا۔

راہب نے کہا آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ اور اس کے نام اقدس کی قسم، میں جو کچھ پوچھوں ضرور بتاؤں گا، آپ نے فرمایا ہاں اب جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔ پھر جو اس نے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا، اور وہ سب کتب سابقہ کی پیشین گوئیوں کے مطابق تھا۔ پھر اس نے آپ کی آنکھوں کے درمیان غور سے دیکھا۔ پھر دونوں کندھوں کے درمیان علامت نبوت کو دیکھا اور اسے اسی حالت اور جگہ پر موجود پایا، جس طرح ان کی کتابوں میں مرقوم تھا۔ پھر خاتم نبوت کو بوسہ دیا۔

قریش نے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راہب کے نزدیک بڑا قدوم تہ ہے۔ اور ادھر ابوطالب راہب کا طرز عمل دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اندیشوں میں گہر گئے۔ راہب نے پوچھا یہ بچہ تمہارے رشتہ میں کیا لگتا ہے۔ ابوطالب نے کہا۔ بیٹا، اس نے کہا نہیں بیٹا تو نہیں، اور نہ ہی اس کی یہ شان ہے کہ اس کے باپ زندہ ہوں، اس وقت انہوں نے کہا، یہ میرے بھتیجے ہیں، راہب نے پوچھا، ان کے باپ کو کیا ہوا ابوطالب نے کہا کہ یہ اپنی ماں کے پیٹ ہی میں تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا، اس نے پوچھا اور ان کی والدہ، انہوں نے جواب دیا۔ وہ بھی تھوڑا عرصہ ہوا اس دنیا سے چل بسیں، راہب نے کہا تم نے سچ کہا ہے۔ اپنے اس بھتیجے کو لے کر واپس اپنے شہر چلے جاؤ اور یہود سے ان کو محفوظ رکھنا۔ اگر یہود کو ان کے متعلق وہ چیزیں معلوم ہو گئیں، جو کچھ میں نے جانا ہے۔ تو ایذا رسانی میں ہر ممکن کوشش کریں گے یقین جانو تمہارے اس بھتیجے کی عظیم شان ظاہر ہونے والی ہے، ہمیں یہ باتیں اپنی کتابوں سے معلوم ہوئی ہیں۔ اور جان لو میں نے اپنا حق نصیحت ادا کر دیا۔

جب یہ لوگ تجارت کے کاروبار سے فراغ ہوئے تو ابوطالب آپ کو لے کر فوزا وطن واپس ہونے پر ہند یہودیوں نے آپ کو دیکھا اور ان صحفات و علامات کو دیکھ کر سچ جان لیا، اور اہانک و اراکے آپ کو نغمہ کرنے کی کوشش کی بصرہ کے پاس جا کر آپ کے متعلق بات چیت کی۔ تو اس نے ان کو اس ناپاک ارادہ سے سخت منع کیا اور ان سے پوچھنے لگا کہ کیا واقعی ان کے اندر وہی کتب منزلہ میں مذکور صفیں پاتے ہو، انہوں نے کہا، ہاں، اس نے کہا پھر تم ان کو شہید نہیں کر سکتے۔ یہ سن کر وہ اس برے ارادہ سے باز آ گئے، اور اس کی رلنے سے اتفاق کیا۔ ابوطالب آپ کو صبح سالم واپس لے آئے اور اس کے بعد کچھ بھی آپ کو ساتھ لے کر شام کی طرف نہیں گئے کہ کہیں آپ کو تکلیف نہ پہنچ جائے۔

قیصر روم ہرقل کی خبر

حاکم اور تہمتی کی روایت ہے کہ ہشام بن عاص بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور ایک دوسرے قریشی کو حضرت ابوبکر صدیق نے ہرقل قیصر روم کی طرف بھیجا تاکہ اسے اسلام کی دعوت دیں، ہم مدینہ منورہ سے نکلے اور غوطہ دمشق میں جبل بن ابیہم کے پاس پہنچے اس کو دیکھا کہ اپنے تخت و تاج پر بیٹھا ہوا ہے اس نے ہمارے پاس ایک قاصد بھیجا۔ تاکہ ہم اس سے بات کریں۔ ہم نے کہا خدا کی قسم ہم قاصد سے ہرگز بات نہیں کریں گے۔ ہمیں بادشاہ کے پاس بھیجا گیا ہے۔ اگر اس نے بات کرنے کی اجازت دی تو بات کریں گے، ورنہ قاصد سے ہم بات نہیں کریں گے۔ قاصد جبکہ کے پاس گیا اور اس کو ان لوگوں کی باتیں بتائیں، پھر ہمیں اس نے بات کرنے کی اجازت دی چنانچہ ہشام بن عاص نے اس سے بات کرنا شروع کیا اور اسے اسلام کی دعوت دی، اس نے سیاہ کپڑے پہن رکھے تھے۔ حضرت عاصم نے اس سے پوچھا کہ یہ سیاہ کپڑے تم نے کیوں پہن رکھا ہے۔ اس نے کہا ہم نے یہ سیاہ لباس اس نذر کے تحت پہنا ہے کہ جب تک تمہیں اپنے علاقہ شام سے باہر نہیں نکال دوں گا یہ لباس نہیں اتاروں گا۔ ہم نے کہا اپنے اہل مجلس کو ذرا استنبھال اور ہمارے ساتھ تعرض سے انھیں روک رکھ خدا کی قسم ہم شام کا علاقہ تجھ سے اور تیرے ملک اعظم سے چھین کر دیں گے۔ کیونکہ اس کی خبر ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ اس نے کہا نہیں تم شام کے فاتحین نہیں ہو۔ شام کے فاتحین وہ لوگ ہیں۔ جو دن کو روزہ رکھیں گے اور رات میں افطار کریں گے۔ پھر اس نے دریافت کیا کہ تمہارا روزہ کیسا ہے، ہم نے کیفیت بیان کی اس کو بتائی اسے سن کر اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ جبل بن ابیہم نے ہم سے کہا، اٹھو، اور ہمیں بادشاہ اعظم کی طرف ایک قاصد کے ساتھ جانے کا حکم دیا، ہم وہاں سے نکلے۔ جب شہر سے قریب پہنچے۔ تو اس قاصد نے ہم سے کہا کہ تم ان سواروں کو لے کر بادشاہ کے شہر میں نہ جاؤ، اگر پسند کرو، تو تمہارے لئے ترکی گھوڑے

اور بڑھ گیا کرتے ہیں۔ ہم نے کہا ہمیں ان چیزوں کی ضرورت نہیں، بلکہ جس پر سوار ہیں اسی پر بیٹھ کر بادشاہ کے پاس جائیں گے۔ اس نے بادشاہ کے پاس اطلاع بھیجی کہ یہ لوگ قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ہم اڈیشیوں پر سوار تو اریں لنگائے ہوئے بالاخانے تک پہنچ گئے اور اپنی سوار یوں کو بٹھایا۔ وہ ہماری طرف دیکھ رہا تھا، ہم نے کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہمیں یہ کلمہ کہنے کے بعد یوں لگا کہ اس کا بالاخانہ یوں لرز رہا ہے، جیسے کہ کھجور کا خوشہ ہوا کے تھپڑوں سے۔ بادشاہ نے ہماری جانب آدمی بھیج کر کہلویا کہ تمہیں یہ سنا نہیں کہ اپنا دین میرے یہاں اس طرح ظاہر کرو، پھر ہمیں اندر داخل ہونے کا حکم دیا جب ہم داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بستر پر بیٹھا ہوا ہے۔ اور روم کے پادری اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے ہیں اور اس کی مجلس کے ارد گرد جتنی چیزیں ہیں، سبھی سرخ ہیں، اور وہ خود بخوبی لباس پہنے ہوئے ہے۔ جب ہم اس کے قریب پہنچے تو وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ تم مجھ سے اگر اس طریقہ کے مطابق سلام کرتے جو تم میں رائج تھی، تو کون سی چیز تمہیں مانع ہوتی، وہ فصیح عربی بولنے پر قادر تھا، ہم نے کہا ہمارا تحیہ و سلام تیرے لئے درست نہیں ہے اور تحیہ و سلام کا جو طریقہ تمہارے یہاں ہے، وہ ہماری شریعت میں حلال نہیں ہے اس نے کہا تمہارا یا ہم تحیہ و سلام کیا ہے، ہم نے کہا السلام علیکم، اس نے کہا کہ تم اپنے بادشاہ کو سلام کیسے کرتے ہو، میں نے کہا وہی بدیہ سلام ان کو بھی پیش کرتے ہیں، اس نے کہا کہ وہ تمہارے سلام کا جواب کیا دیتے ہیں، میں نے کہا یہی چیز وہ بھی کہتے ہیں، اس نے کہا، تمہارے نزدیک سب سے عظمت والا کلام کون سا ہے۔ ہم نے کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر جب ہم نے یہ کلمہ کہا تو اللہ ہی حقیقت بہتر جانتا ہے بالاخانہ کی چھت لرزنے لگی اور وہ سراٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگا، اس نے کہا کہ یہ کلمہ جب تم نے کہا تو ایسا لگا کہ بالاخانہ لرز گیا ہے کیا جب بھی یہ کلمہ تم اپنے گھروں میں کہتے ہو۔ تو تمہارا گھر لرز جاتا ہے۔ ہم نے کہا نہیں، ایسا تو ہم تمہارے پاس ہی دیکھتے ہیں۔ اس نے کہا، میں نے سمجھا تھا کہ جب بھی تم یہ کلمہ کہتے ہو گے تو تمہارے اوپر ہر چیز لرز جاتی ہوگی، اب میری آدمی بادشاہت تکلی گئی، ہم نے کہا کیوں اس نے کہا کہ اس کلمہ کی شان تو اس سے زیادہ بڑی ہے۔ کہ ایسا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے

کہ یہ نبوت کا معاملہ نہ ہو، بلکہ لوگوں کا حیلہ ہو، پھر اس نے ہم سے کچھ چیزیں دریافت کیں۔ ہم نے اس کا جواب دیا، اس نے پوچھا تمہاری ناز اور روزہ کی کیا کیفیت ہوتی ہے، ہم نے اس کو نماز روزہ کی حالت بتلائی، پھر اس نے کہا کھڑے ہو جاؤ، ہم کھڑے ہو گئے، اس نے ہمارے لئے خوب خاطر مدارات کرنے اور بہترین رہائش کا بندوبست کرنے کا حکم دیا تین دن ہم وہاں ٹھہرے رہے۔ ایک رات اس نے ہمیں بلوایا، اور ہم سے دو باہ اپنی باتیں کہنے کے لئے کہا، ہم نے اپنی گفتگو دہرا دی، ہم کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے قریب ہی ایک بہت بڑا سنہرہ صندوق تھا، جو عظیم منزل اور مکان کی طرح معلوم ہوتا تھا اور اس میں چھوٹے چھوٹے گھر تھے اور ان گھروں میں دروازے تھے، اس نے ایک گھر کا دروازہ کھولا۔ اور اس سے ایک سیاہ لٹھی نکلنا لگا اور پھیلا دیا، اس میں ایک سرخ رنگ کی تصویر بنی ہوئی تھی، اور اس میں ایک ایسے شخص کی تصویر تھی، جس کی ٹری بڑی آنکھیں تھیں، اور چوڑا خوب بڑے تھے، اس کے مثل بے گردن کا آدمی میں نے کسی کو نہیں دیکھا، اس کی داڑھی نہیں تھی، البتہ اس کے ایسے دو خوبصورت ناخن تھے، جو کسی کو نہیں دینے عجب تھے۔ اس نے کہا کیا تم اس آدمی کو پہچانتے ہو، ہم نے کہا نہیں، اس نے کہا یہ آدم علیہ السلام ہیں ان کے جسم پر بہت زیادہ بال تھے۔

پھر دوسرا دروازہ کھولا اور ایک سیاہ لٹھی نکلنا لگا، جس کے اندر ایک سفید تصویر تھی، کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ایک ایسے شخص کی تصویر ہے جس کے بال بڑے گھٹا گھریا، آنکھیں سرخ دھاری دار تھیں نیز جسم خوب موٹا تھا اور داڑھی بڑی خوبصورت تھی، اس نے دریافت کیا کیا انھیں جانتے ہو، ہم نے کہا نہیں اس نے کہا کہ یہ لوح علیہ السلام کی تصویر ہے۔ پھر ایک اور دروازہ کھولا، جس سے سیاہ رنگ کا لٹھی نکلنا لگا، اس پر سفید رنگ کی تصویر بنی ہوئی تھی، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک ایسے آدمی کی تصویر ہے جو خالص سفید رنگ، خوبصورت آنکھوں والا، کشادہ پیشانی، بھرا ہوا چہرہ اور سفید داڑھی والا آدمی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ وہ مسک رہا ہے۔ اس نے پوچھا کیا تم اسے پہچانتے ہو، ہم نے کہا نہیں، اس نے کہا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں، پھر اس نے ایک دروازہ کھولا اور لٹھی کا ایک ٹکڑا نکلنا لگا، اس پر ایک سفید تصویر

جی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کس کی تصویر ہے، ہم نے کہا ہاں، یہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس نے کہا بخدا یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ واللہ اعلم اس کا مقصد کیا تھا، وہ ایک بار اٹھا اور پھر بیٹھ گیا اور کہنے لگا، خدا کی قسم، کیا یہ تمہارے نبی ہیں، ہم نے کہا ہاں، یہی ہمارے نبی ہیں، گو ایک ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں، پھر تھوڑی دیر کر کہ وہ اسی تصویر کو دیکھتا رہا اور کہنے لگا کہ یہ دروازہ تو آخری تھا، اور حضرت نوح والی تصویر اور اس تصویر کے درمیان بہت سی تصویریں تھیں۔ لیکن میں نے اس بنا پر اس کے دکھانے میں جلدی کی تاکہ تمہاری رائے معلوم کروں، پھر اس نے ایک دوسرا دروازہ کھولا، اور اس سے کالے رنگ کا ایک بٹھی لٹکا نکالا۔ اس پر ایک ایسے شخص کی تصویر تھی، جس کا رنگ گندم گوں تھا، اور اس کی عالی ظرفی ظاہر تھی، اس کے بال گنگرے بالے تھے، آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، نگاہیں تیز تھیں۔ حالت ایک دوسرے کے ساتھ بڑی مضبوطی سے جٹے ہوئے تھے۔ دونوں ہونٹ ذرا سکرٹے ہوئے تھے۔ اور تھوڑے چٹھے ہوئے تھے معلوم ہوتا تھا کہ غصہ میں ہیں۔

اس نے پوچھا، کیا تم جانتے ہو، یہ کس کی تصویر ہے۔ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ موسیٰ بن عمران ہیں، ان کے پہلو میں ایک دوسری تصویر تھی جو ان کے مشابہ تھی۔ البتہ اس آدمی کے سر میں تیل ملا ہوا تھا بیٹھائی کشادہ تھی، اور اس کے دونوں آنکھوں کی نظر ایک دوسرے کی طرف مائل تھی، اس نے پوچھا، کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو، ہم نے کہا نہیں، اس نے کہا یہ ہارون علیہ السلام ہیں، پھر ایک اور دروازہ کھولا، اور ایک سفید رنگ کا ریشمی ٹکڑا نکالا، وہ ایک ایسے آدمی کی تصویر تھی، جو سیدھے بالوں والے اور درمیانہ قد کے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ غصہ میں ہیں، اس نے کہا کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو، ہم نے کہا نہیں، اس نے کہا یہ لوط علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھولا اور ریشم کا ایک سفید ٹکڑا نکالا۔ اس میں ایک ایسے شخص کی تصویر بنی ہوئی تھی جس کا رنگ سفید سرخی مائل تھا، بلند بانسہ اور تنگ نتھنوں والی ناک تھی۔ تھوڑی داڑھی والا تھا، اور چہرہ خوبصورت تھا۔ اس نے پوچھا، کیا تم اس تصویر کو پہچانتے ہو، ہم نے کہا نہیں، اس نے کہا یہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں، پھر دوسرا دروازہ کھولا، اور اس سے

ایک سفید ریشم کا ٹکڑا نکالا۔ جس میں حضرت اسحاق کے مثل ایک تصویر تھی، البتہ ان کا پچھلا ہونٹ الگ تھا اس نے پوچھا اس شخص کو پہچانتے ہو، ہم نے کہا نہیں، اس نے کہا یہ یعقوب علیہ السلام ہیں، پھر ایک اور دروازہ کھولا اور اس سے سیاہ رنگ کا ریشمی ٹکڑا نکالا جس کے اندر ایک ایسے آدمی کی تصویر بنی ہوئی تھی جس کا چہرہ بڑا خوبصورت اور سفید تھا، بند بانسہ اور تنگ نغٹوں والی ناک تھی، قد و قامت مناسب تھا، اس کا چہرہ نورانی تھا اور خشوع و خضوع کی علامت پائی جاتی تھی جو سرخ مائل تھی، اس نے پوچھا کیا تم اسے پہچانتے ہو، ہم نے کہا نہیں، اس نے کہا یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، پھر دوسرا دروازہ کھولا اور ایک سفید رنگ کا ریشمی ٹکڑا نکالا جس میں آدم علیہ السلام کے مثل ایک آدمی کی شکل تھی، اور اس کا چہرہ سورج کے مانند تھا، اس نے پوچھا کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو، ہم نے کہا نہیں، اس نے کہا یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دوسرا دروازہ کھولا اور اس سے سفید رنگ کا ریشمی ٹکڑا نکالا جس میں ایک ایسے آدمی کی تصویر تھی جو سرخ رنگ کا تھا اور اس کی پنڈلیاں سفید تھیں، آنکھیں تنگ تھی، پیٹ بھاری تھا، قد متوسط تھا اور تلوار لکائے ہوئے تھے، اس نے پوچھا کیا تم اس کو پہچانتے ہو، ہم نے لاطمی ظاہر کی، اس نے کہا یہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں، پھر ایک دروازہ کھولا، اور اس سے ایک سفید رنگ کا ریشمی ٹکڑا نکالا جس میں ایک ایسے آدمی کی تصویر تھی جس کے چوڑے خوب بڑے تھے، دیکھیں لمبی تھیں اور گھوڑے پر سوار تھا اس نے پوچھا کیا تم اسے پہچانتے ہو، ہم نے لاطمی ظاہر کی، اس نے کہا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں، پھر دوسرا دروازہ کھولا، اس سے ایک کالا ریشم کا ٹکڑا نکالا جس میں ایک سفید تصویر تھی، غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ ایک نوجوان شخص ہے جس کی داڑھی انتہائی سیاہ اور بال ٹائم ہیں، چہرہ اور آنکھیں خوبصورت ہیں اس نے پوچھا کیا تم اس آدمی کو پہچانتے ہو، ہم نے کہا نہیں، اس نے کہا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، ہم نے اس سے پوچھا کہ یہ تصویریں تمہیں کہاں سے ملیں، ہمیں یہ یقین ہو گیا کہ یہ تصویریں بالکل انبیاء کی صورتوں کے مطابق ہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر بھی ہمیں عینہ آپ کی شکل و صورت کے مثل نظر آتی ہے۔ اس نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ رب العالمین سے التجا کی تھی کہ انھیں اپنی اولاد میں پیدا

ہونے والے سہی کی صورت دکھا دیا جائے، چنانچہ اللہ نے ان کی تصویریں حضرت آدم کے حملے کر دیا۔ ذوالقرنین نے انہیں حضرت آدم علیہ السلام کے خزاں میں غروب شمس کے مقام پر پایا۔ پھر وانیال علیہ السلام تک یہ تصویریں پہنچ گئیں۔

پھر کہنے لگا، خدا کی قسم، میرا دل اپنے ملک سے باہر جانے پر بخوشی آمادہ ہو گیا ہے۔ اور اس بات پر راضی ہو گیا ہے کہ میں تم میں سے ایک زور آور اور مضبوط شخص کا غلام بنوں، یہاں تک کہ اسی حالت میں میرا انتقال بھی ہو، پھر اس نے ہمیں بہت ہی اچھا انعام و عطیہ دیا اور رخصت کر دیا، جب ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس واپس ہوئے اور ہرقل کے متعلق تمام باتوں کو بتایا تو وہ رو پڑے اور فریاد لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی دہتر ہی کا ارادہ فرماتا تو وہ ضرور اسلام لے آتا۔

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق وہ بیانات تھے، جو مسلمانوں نے علماء اہل کتاب اور ان کے عوام کی زبانی سنی تھیں، اس سے پہلے اہل کتاب کی کتابوں میں مذکور آپ کی نبوت کی پیشین گوئیوں بیان کی گئیں تھیں، جس سے ان کے خلف جت قائم ہو گئی تھی۔ پھر ان کے علماء کے اعتراف و اقرار کے بیان سے آپ کی نبوت کی مزید توثیق ہو گئی، وہ یا تو ان کے معزز و مکرم لوگوں میں سے تھے۔ یا وہ لوگ جو دنیا سے بے رغبت، مال و دولت سے مستغنی ہو کر ایمان کو اختیار کر چکے تھے اور باطل کو ٹھکرا چکے تھے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے علماء آپ کو اچھی طرح پہچانتے تھے۔ البتہ جاہلوں کو اس کا علم نہیں تھا۔

اگلی کتابوں میں آپ کی بعثت کی بشارت کی چار دلیلیں

جن کا یہود و نصاریٰ نے غرور و تکبر کی بنا پر انکار کیا ہے !

۱ دعویٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت اگلی کتابوں میں موجود ہے، چار طریقوں سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱) پہلی دلیل یہ کہ مرعنا خود ان کی کتابوں میں آپ کی نبوت کی بشارت موجود ہے جس کے خدا تعالیٰ نے ہمیشہ کے ہاں چھپے ہیں۔

(۲) دوسری دلیل یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی یقین کے ساتھ دعویٰ کرتے تھے کہ تم اپنی کتابوں میں میرے متعلق پوری تفصیل لکھی ہوئی پاتے ہو اور میں وہی نبی ہوں جس کی بشارت تمہاری کتابوں میں دی گئی ہے اور تم مجھ پر مہر چھپاتے ہو۔ اگر بالفرض آپ کی نبوت کی بشارتیں ان کتابوں میں مذکور نہ ہوتیں تو علماء یہود برطانیہ کی تردید کرتے اور یہ کہہ کر آپ کے سہسبعین کو نفرت دلاتے کہ یہ ایسی چیزیں بیان کرتے ہیں جس کا کوئی وجود ہماری کتابوں میں نہیں ہے۔ یہاں تک کہ آپ کی تکذیب کرنے میں زمین و آسمان سر ہر اٹھا لیتے، جس سے آپ کا دعویٰ خود آپ کے خلاف موجب تکذیب و تکفیر بنتا۔ چہ جائیکہ اس سے آپ کے نبوت کی تائید ہوتی۔ لہذا یہود و نصاریٰ کا اس دعوے پر مخالفوں رہنا اور تردید نہ کرنا ہی آپ کی صداقت پر دلیل ہے۔

(۳) تیسری دلیل یہ کہ یہود و نصاریٰ خود اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ ان کی کتابوں میں ایک ایسے عظیم الشان نبی کی بشارت دی گئی ہے جو آخری زمانہ میں مبعوث ہوگا، اور جن کی یہ صفات ہوں گی لیکن جب آپ تشریف لائے تو مسلمانوں نے آپ کی تصدیق کی اور نور ایمان سے منور ہو گئے اور ظالم یہود کی ایک جماعت نے آپ کو چھپانے کے باوجود بھی بنفس و محمد کی بنا پر نبی مہنہ سے انکار کر دیا، اور کہنے لگے کہ ابھی تک ان کا ظہور نہیں ہوا، لیکن پھر کئی نیک علماء حق کی ایک بڑی جماعت مشرف باسلام ہوئی۔

اور نصاریٰ توراہ اور اس کے بعد کی کتابوں میں مذکور پیشین گوئیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر منطبق کرنے کی کوشش کرنے لگے، اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض پیشین گوئیاں حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں تھیں لیکن بعض پیشین گوئیاں ایسی ہیں، جو حضرت مسیح پر کبھی منطبق نہیں ہو سکتیں۔

اسی طرح انھوں نے حضرت عیسیٰ السلام کی پیشین گوئیوں کو، ان کے حواریوں پر منطبق کرنے کی ہر ممکن طریقہ سے کوشش کی۔ اور جب کسی پیشین گوئی کے منطبق کرنے سے عاجز رہے تو تحریف کرنے لگے یا اس سے خاموش رہے اور کہنے لگے کہ ہمیں معلوم نہیں اس سے مراد کون ہے۔

(۴) چوتھی دلیل یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ ایمان لائے، انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ آپ کے متعلق ہماری کتابوں میں پیشین گوئیاں واضح طور پر موجود ہیں، جیسے کہ کعب اجارہ، عبداللہ بن سلام وغیرہ

چنانچہ اہل کتاب میں ایمان لانے والے سبھی ایک زمانہ ایک شہر کے نہیں تھے۔ بلکہ الگ الگ زمانہ اور شہر کے رہنے والے تھے۔ لیکن پھر بھی لفظی اتفاق کے ساتھ انھوں نے آپ کی صفات کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر مسلمانوں کو یہ باتیں انھیں کی زبانی معلوم ہوئیں، چنانچہ انھوں نے اس پر آمنا و صدقنا کہا۔ لہذا صرف تنہا یہی دلیل قطعی طور پر ثابت کرتی ہے کہ آپ کے متعلق پیشین گوئی اگلی کتابوں میں موجود ہے۔ خواہ تمام اہل کتاب اس کا اعتراف کریں یا نہ کریں، حالانکہ اہل کتاب بھی بشارت کی تصدیق کرتے ہیں، لیکن اس کے مراد کی تعبیر میں تاویل و تحریف سے کام لیتے ہیں۔

توریت میں تحریف اور انبیاء پر یہودیوں کی بہتان طرازی کا بیان

توراة کے ۱۳ حرفوں کے بدلنے پر ۷۰ ہنوں کا اجتماع

ایک جماعت کا کہنا ہے کہ توراة و انجیل میں تحریف بالکل نہیں ہوئی ہے۔ لیکن وہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ توراة کے تیرہ حرفوں کو بدلنے کے لئے ۷۰ کاہن جمع ہوئے تھے۔

دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ تورات اور انجیل میں یہودیوں نے بہت سے الفاظ مختلف مغراض کے تحت رد و بدل کئے ہیں، اور تمام جگہوں کے مقابلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پشیمانیوں کو بڑے پیمانے پر بدلنے کی کوشش کی ہے، لیکن چونکہ آپ کے متعلق بشارتیں اتنی زیادہ تھیں کہ وہ تمام کو بدلنا یا چھپانا نہ سکے۔ پھر جن مقامات میں تبدیلی کرنے یا چھپانے سے وہ عاجز رہے، انہیں کے ذریعہ ان کے مزید کتمان علم اور تحریف و تبدیل کا اندازہ ہوا جس سے انہیں رسوائی مٹانی پڑی۔

مخوض انبیاء کے قائل اور ان پر بہتان طرازی یہودیوں کی جانب اگر اس بات کو منسوب کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و علامات کو چھپانے اور رد و بدل کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھا ہے۔ تو یہ ان کی جانب سے کوئی محال بات نہیں ہے، کیونکہ یہ تو اس کے خوگر ہو چکے ہیں، انہوں نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی یہی طریقہ اپنایا تھا کہ آپ کے متعلق ان کی کتابوں میں اگلے انبیاء کی جو بشارتیں تھیں اس کو چھپایا گیا تھا اور متفقہ طور پر ان کی تکذیب کے دوپے ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ خود آپ کی ذات اور حضرت مریم پر بڑی بڑی بہتان طرازی کی تھی۔ لہذا جب ان کی یہ حالت ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے چھپانے میں انہیں کون ہی جھگ ہو سکتی؟ بلکہ آپ کی صفات کے چھپانے کی تو انہوں نے بدرجہ اولیٰ کوشش کی ہوگی۔ کیونکہ آپ کی ذات سے انہیں زبردست تکلیفیں پہنچتی تھی۔ انہیں قتل

کیا گیا، قیدی بنایا گیا۔ ان کے اموال مال غیرت بنائے گئے۔ انھیں جلاوطن کیا گیا۔ ظاہر بات ہے کہ انھوں نے آپ کی صفات کے چھپانے کی خود ہی کوشش نہیں کی تھی، بلکہ اپنی اولاد کو بھی اس کی وصیت کر دی ہوگی۔ ان کی یہی وہ نصلت ہے جس پر اللہ نے بار بار ان کو لعن لعن کیا ہے، تعجب کی بات یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تورات بنی اسرائیل کے پورے عہد سلطنت میں تنہا سب سے بڑے کاہن اہلاروی کے پاس تھی۔ اور یہودی اس کا بھی اقرار کرتے تھے کہ تورات کے تیرہ حرفوں کو بدلنے کے لئے ستر کاہن جن ہوئے تھے یہ واقعہ حضرت مسیح کے بعد عہد قیامہ میں ہوا تھا۔ جنھوں نے زبردست طریقے سے یہودیوں کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا تھا۔ ان کی پوری مملکت چھین لی تھی، حتیٰ کہ ان کے بلو شاہوں کا نام و نشان مٹ گیا، ان کا کوئی بادشاہ نہ تھا، جو ایسے نازک وقت میں ان کی مدد کرتا اور جس سے وہ خوف کھاتے، لہذا جو لوگ ایک جگہ اللہ کی کتاب میں تبدیلی کر سکتے ہیں وہ دوسرے مقامات پر بھی تبدیلی کر سکتے ہیں۔

یہود اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ سامرنے تورات کے متعدد مقامات میں تبدیلی کی ہے اور سامرہ بھی اسی چیز کا دعویٰ یہودیوں کے خلاف کرتے ہیں۔

اور انجیل کی حقیقت یہ ہے کہ وہ چار آدمیوں کی تصنیف کردہ چار مختلف کتابیں ہیں۔ وہ چار اشخاص ہیں۔ یوحنا، متی، مرقس، لوقا

لہذا اس میں تحریف و تبدیل ناگزیر ہے۔ البتہ جو بشارتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہاں بیان کی گئی ہیں وہ ان کی تغیر و تحریف سے محفوظ ہیں، اور اللہ نے انھیں یہ موقع نہیں دیا کہ اس کے اندر تحریف و تبدیل کر سکیں۔ اگرچہ ان پیشین گوئیوں کو انھوں نے عوام الناس اور طبعین سے ایک حد تک چھپائے رکھا۔

تورات کا جو نسخہ یہودیوں کے یہاں پایا جاتا ہے۔ وہ تحریف و تبدیل کا شکار ہے اور اس میں اس قدر غلط اور بے سرو ہا باتیں ہیں جو حضرت موسیٰ پر نازل کردہ تورات کی باتیں کبھی نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ ہی کسی بھی نبی کی طرف ایسی باتوں کو کوئی ماقول منسوب کر سکتا ہے، مثال کے طور پر تورات میں حضرت لوط علیہ السلام

کے بارے میں ہے کہ وہ شہر سے نکلے اور ایک پہاڑ کے کھوہ میں سکونت پذیر ہوئے، آپ کے ساتھ آپ کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ چھوٹی لڑکی نے بڑی لڑکی سے کہا، ہمارے باپ بوڑھے ہو چکے ہیں لہذا ہمیں ان کے پاس سلا دو تاکہ ان سے ہماری کوئی منسل پیدا ہو، چنانچہ آپ کے ساتھ پہلے بڑی لڑکی سوئی، پھر چھوٹی لڑکی، دوسری رات بھی انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر دونوں حاملہ ہو گئیں ان میں سے ایک کے بچے کا نام مواب تھا اور دوسرے کے بچے کا نام عمون تھا۔

کیا حضرت لوط علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ نے ان سے آخری عمر میں ایسے گھناؤنے فعل کا ارتکاب کرایا تھا، پھر اس کا تذکرہ تمام لوگوں سے کر رہا ہے۔ دوسری جگہ ہے کہ اللہ رب العالمین حضرت موسیٰ کے لئے طور پر روشن ہوا، اور ان سے ایک لمبی گفتگو کرنے کے بعد فرمانے لگا کہ تم اپنے ہاتھ کو اپنی گود میں داخل کرو، جب اسے نکالو گے تو وہ بالکل سفید برص کی بیماری کا شکار ہوگا۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے روشن نہیں ہوا تھا، بلکہ اس نے انہیں صرف یہ حکم دیا تھا کہ اپنی قوم کو یہ معجزہ دکھا دو کہ اپنے ہاتھ کو پہلے اپنے گریبان میں ڈالو پھر جب اسے نکالو گے تو وہ بغیر برص کی بیماری کے بالکل سفید چمکتا ہوا دکھائی دے گا۔

ایک جگہ ہے کہ ہارون نے مومنوں کا پھر ڈھال کر بنایا، چونکہ سلمیٰ کا نام ہارون تھا، اس لئے ان کا کہنا صحیح ہے: لیکن انہوں نے ہارون کہہ کر لوگوں کو دھوکے میں ڈالنے کی کوشش کی ہے، تاکہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون کو سمجھ لیں۔

ایک جگہ ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اپنے پہلے بیٹے حضرت اسحق کو ذبح کر دو۔ یہ ان کی غایت دلچسپی اور کتاب اللہ میں زیادتی ہے، کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے لڑکے تھے۔ ذکرت حضرت اسحق، بلکہ حضرت اسحق بڑھاپے کی حالت میں قربانی کے واقعے کے بعد پیدا ہوئے۔

ایک جگہ ہے کہ اللہ نے دیکھا کہ زمین میں انسان بڑا فساد مچائے ہوئے ہے۔ وہ ان کو پیدا کر کے پھینک دیا۔ وہ کہنے لگا کہ میں زمین پاکے جانے والے انسانوں اور گریلوں مکوڑوں نیز نساء میں اڑنے والی چڑھیوں کو ہلک کر دوں گا۔ کیونکہ ان کو پیدا کر کے میں بہت شرمندہ ہوں۔

ایک جگہ ہے کہ اللہ رب العزت کی حضرت یعقوب سے کشتی ہوئی تو حضرت یعقوب نے اسے زمین پر چلک دیا۔

ایک جگہ ہے کہ حضرت یعقوب کے بیٹے یہود نے اپنے بڑے لڑکے کی شادی ایک عورت سے کی جس کا نام تارا تھا۔ وہ لڑکا عورت کے دہریں ولی کرتا تھا۔ اللہ کو یہ بات ناپسند تھی جس کی وجہ سے اس نے تارا کو ہرگز اس کو موت دے دی۔ پھر یہود نے اپنے دوسرے لڑکے سے اس کی شادی کر دی، وہ لڑکا اس عورت سے جب جماع کرتا تو مٹی زمین پر گرتا، کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اس عورت سے جو پہلا بچہ پیدا ہوگا، وہ اس کے بھائی کی طرف منسوب ہوگا۔ اللہ کو اس کا یہ فعل سخت ناگوار گذرا، چنانچہ اس نے اس کو بھی مار ڈالا۔ پھر یہود اپنے اس عورت کو حکم دیا کہ تم اپنے باپ کے یہاں اس وقت تک پڑی رہو۔ جب تک کہ میرا لڑکا سن شعور تک پہنچ جائے اور بالغ ہو جائے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد یہود کی بیوی کا انتقال ہو گیا، یہود ایک دن اپنے گھر میں ایک بکری کاٹنے کے لئے گیا۔ جب تارا کو یہ خبر پہنچی۔ تو وہ زانیہ عورت کا لباس پہن کر اس کے راستے میں بیٹھ گئی۔ جب یہود اس کے پاس سے گذرا، تو اس نے اس کو زانیہ عورت سمجھا۔ پھر اس کو زنا پر آمادہ کیا، اس عورت نے اس سے اجرت کا مطالبہ کیا۔ یہود نے بکری کا ایک پہلا بچہ اسے دینے کا وعدہ کیا اور اس کے پاس اپنی لاشی اور انگوٹھی پھینک دیا، پھر تارا کی جس سے اس عورت کو حمل ہوا، پھر اسی ولد الزنا لڑکے کی نسل سے حضرت داؤد علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

اس طرح انھوں نے حضرت داؤد کو ولد الزنا کہا ہے۔ پھر داؤد اور تمام انبیاء کرام کو حضرت لوط کے انھیں دونوں لڑکوں کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور مزید یہ کہ ان باتوں کو تورات کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

کیا یہ وہی کلام ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں پر نازل کرتا ہے، اس کو دیکھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ تورات میں تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اب انھوں نے اللہ اور اس کے انبیاء پر جو بہتان طرازی اور افتراء پر دازی کی ہے۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

اللہ کے بارے میں انھوں نے کہا کہ وہ آسمان و زمین پیدا کرنے کے بعد ساتویں دن آرام کرنے لگا، اس پر ان کی تکذیب کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسْنَاهُنَّ لَيَالِي (ق - ۳۸)

اور ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا، اور ہمیں تھکاوٹ نہیں پہنچی ہے۔

اسی طرح انہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے، ہم غنی ہیں۔

انھوں نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

يَدُ اللَّهِ مَخْلُوعَةٌ غَلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَكُنُوا بِسْمَاقٍ أَوْ قَبَلٍ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ (المائدة - ۶۴)

یہ یہود کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے بلکہ انھیں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، اور ان پر لعنت بھیگی گئی ہے، جو وہ ایسی باتیں کہہ رہے ہیں بلکہ

اس کے دونوں ہاتھ تو کھلے ہوئے ہیں۔

ایک جگہ قرآن نے ان کی افتراء پر دازی کا انکشاف اس طرح کیا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عَمِدُ الْعِلْمِ أَلَّا تَأْتِيَهُمُ لِنَسْوَطٍ حَقِّي يَا تِينًا يَبْرُتَانِ تَأْكُلُهُ السَّارَةُ

یہودی کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم سے اس بات کا عہد لیا ہے کہ ہم اس وقت تک کسی نبی پر ایمان نہ لائیں، جب تک کہ وہ ہمارے پاس کوئی ایسی قرآنی پیش نہ کرے جس کو آگ جلا کر شرف قبولیت بخشے۔

(ال عمران - ۱۸۳)

ایک دوسری جگہ ہے۔

لَنْ نَقْسِمَ النَّارَ إِلَّا آيَاتِنَا مَا نَعْدُوهُ
 ہم کو آگ نہیں تکلیف پہنچائے گی مگر چند دنوں
 (البقرۃ - ۸۰) تک

ان کی خدا پر افراء پر دازی کی یہ مثالیں قرآن سے ہمیش کی گئی ہیں۔ اب توراہ میں مذکور ان کی
 اللہ پر اور اس کے رسولوں پر گڑھی ہوئی باتیں ملاحظہ ہوں۔ ایک جگہ کہتے ہیں کہ:
 اللہ طرفان کو دیکھ کر اس قدر رویا کہ اس کی دونوں آنکھیں آشوب زدہ ہو گئیں اور فرشتوں نے
 اس کی عبادت کی۔

دوسری جگہ ہے:

اللہ تعالیٰ آدم کو پیدا کر کے سخت شرمندہ ہوا۔

لوط علیہ السلام کے بارے میں ایک جگہ مذکور ہے کہ انھوں نے اپنے دونوں بچوں سے زنا کیا
 ان سے دولاڑ کے پیدا ہوئے۔ جن کی طرف وہ تمام انبیاء کو منسوب کرتے ہیں۔ یہود اپنی نماز میں بعض دعا
 کے اندر یہ کہتے ہیں۔ اے رب تو نیند سے بیدار ہو جا۔ تو کتنا سونے گا۔ اس طرح وہ اللہ سے مرگو شمی کہتے
 ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم خدا کی تعریف کر رہے ہیں اور اس کو عار دلا رہے ہیں تاکہ وہ غفلت کی حالت
 سے متنبہ ہو جائے اور اپنی غفلت فوراً ظاہر کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔

یہود کے بعض اکابر نے اسلام قبول کر لینے کے بعد یہ بیان دیا کہ نماز میں یہ جملہ جب یہود کہتے ہیں
 تو ان کے روٹے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔

درحقیقت یہ ایسی بات بھی ہے کہ اللہ پر اس کا زبردست اثر ہو، اور اس کی شان جلال بھرنا اٹھے۔
 ایک جگہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کے چند مشائخ کے ساتھ پہاڑ پر چڑھے پھر ان تمام
 لوگوں نے اللہ کو کھلا کھلا اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس کے دونوں پاؤں کے نیچے ایک کرسی تھی، جس کی شکل
 بلور کے شکل کی تھی۔

دوسری جگہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو فساد مچاتے ہوئے اور

برائی کرتے ہوئے دیکھا۔ تو انسان کی تخمین پر اسے ندامت ہوئی اور زمین میں ان کا وجود اس پر شاق گذرا۔ ایک جگہ ہے اللہ تعالیٰ اسرائیل کے اوپر شاذل کو بادشاہ بنا کر سخت نادم ہوا۔ ایک جگہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی سے نکلے، تو انہوں نے ایک قربان گاہ تعمیر کیا اور اس میں اللہ کے لئے چاند قربانیاں پیش کیں۔ اللہ کے ناک میں پچی ہوئی چیزوں کا بو پہنچا۔ تو وہ کہنے لگا کہ اب میں انسانوں کی وجہ سے زمین کو لعنت میں دو بارہ مبتلا نہیں کروں گا، کیونکہ انسان کے دل پر غرابی و بربادی کی مہر لگادی گئی ہے لہذا اب میں اس طرح تمام حیوان کو نہیں ہلاک کروں گا۔

تورات کے بدلنے کا سبب

اہل کتاب کے جو مجلس القدر علماء اسلام میں داخل ہوئے۔ انہوں نے یہ بیان دیا ہے کہ یہ تمام خرافات اور کفریات توراہ موسوی میں نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ یہودیوں نے اس کے بدلنے کا قصد کیا تھا۔ البتہ ہم توراہ کے بدلنے کا سبب لوگوں کے سامنے بیان کر دیتے ہیں جس سے اس کی حقیقت لوگوں کے سامنے خود واضح ہو جائے گی۔ یہ بات تمام یہودی علماء جانتے ہیں کہ توراہ کا جو نسخہ ان کے یہاں رائج ہے، وہ عین موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی ہوئی تورات نہیں ہے، کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو بنو اسرائیل کی تحریفات اور اس کی تاویلات بیان کرنے میں گروہ درگروہ بیٹے کا شدید خطرہ تھا، اسی لئے آپ نے اس کو اپنے ہی خاندان بنو لاوی کے سپرد کر دیا، اس کی دلیل تورات کی یہ عبارت ہے۔

موسیٰ نے اس تورات کو لکھا اور اس کو بنو لاوی کے امہ کے حوالہ کر دیا۔ اور بنو ہارون یہودیوں کے قاضی اور حکام تھے۔ اس لئے کہ امامت اور قرآنی نیر بیت المقدس کی خدمت انھیں کے سپرد تھی، اور موسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل کے سامنے توراہ کی صرف آدمی سورۃ ظاہر کی تھی، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے اس سورۃ کے بارے میں کہا کہ یہ سورۃ میرے لئے بنی اسرائیل کے خلاف گواہی ہوگی، اس لئے اس سورۃ کو

ان کی اولاد کے منہ سے نہ بھولو۔

اور بقیہ تورات کو حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کی اولاد کے حوالہ کر دیا تھا۔ تاکہ وہ لوگوں کی تعریف و تبدیل سے محفوظ رہے۔ اس لئے اولاد ہارون حقیقت میں تورات کو پہچانتے تھے اور اس کے اکثر حصوں کو انھوں نے یاد کر لیا تھا۔ لیکن بخت نصر کو جب بیت المقدس پر غلبہ حاصل ہوا تو اس نے ان تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔ اور یہودیوں کے ہیکل کو جلا دیا۔ ان ائمہ میں کسی نے بھی تورات یاد نہیں کیا تھا۔ بلکہ ہر ایک نے چند فصلیں یاد کی تھیں۔

بخت نصر کے اس حملہ سے جب ہیکل برباد ہو گیا، یہودی سلطنت خاک میں مل گئی، ان کی جمیعت ختم ہو گئی تو اس کا احساس عزیز نامی ایک شخص کو ہوا، اور اس نے توراہ کو ضائع ہوتے ہوئے دیکھا چنانچہ اس نے اپنی یادداشت سے اور بعض کاہنوں کی زبانی چند فصلوں کو سن کر توراہ کو جمع کرنا شروع کیا، اسے جموٹ سے خوب مزین کیا، اس لئے یہودیوں نے عزیز کی تعظیم میں خوب مبارکباد کیا ہے جس کا تذکرہ اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے یہاں تک کہ وہ کہتے ہیں کہ اس کی قبر پر روشنی ابھی تک ظاہر ہوتی ہے جو عراق کے نالوں کے آس پاس ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس نے ان کے لئے کتاب عینا کر کے ان کے دین کی حفاظت کی ہے، اس لئے یہ تورات جو ان کے ہاتھوں میں موجود ہے درحقیقت عزیز کی کتاب ہے، جس میں اس نے حضرت موسیٰ کے تورات کی باتیں بھی ذکر کی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی ذات اس کی صفات وغیرہ کے متعلق ایسی ایسی من گڑھت اور خرافات باتیں کہی ہیں، جس سے اس کی کیدگی اور جہالت کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ اللہ کی ذات ان خرافات سے بالکل منزہ اور مرہب ہے۔ اس آدمی کو یہود و نصاریٰ کا زور و اوراق کے نام سے جانتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ نبی تھا اور قرآن کی یہ آیت اسی کے بارے میں نازل ہوئی۔

یہاں پر اس شخص کو دیکھو جس کا گزرا ایک
 ایسی بستی پر ہوا جو اپنی بچتوں پر اونڈلی گری پڑی تھی

اَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ
 خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُغِي

هٰذِهِ اٰيَاتُ اللّٰهِ بِعَمَلِ مَوْتِيْمَاهَا ۚ فَاَمَّا كُمْ
 اللّٰهُ يَاقَوْمَ عَادِ كَرِهْتُمْ بَعْتَهُ
 (البقرۃ - ۲۵۹)

اس نے کہا: یہ آبادی جو ہلاک ہو چکی ہے، اسے اللہ کس طرح
 دوبارہ زندگی بخشے گا، اس پر اللہ نے اسکی روح قبض کر لی
 اور سو برس تک مردہ پڑھا رہا، پھر اللہ نے اسے دوبارہ زندگی بخشی۔

لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تورات ان کے توراہ میں مذکورہ خرافات سے بالکل منزہ
 و پر ہے۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ کی نماز ان کی نماز سے بالکل مختلف ہے، کیونکہ وہ اپنی نمازیں یہ دعا کرتے
 ہیں، اے ہمارے باپ تو تمام روئے زمین کا بادشاہ بن جا، تاکہ ہر ذی روح یہ کہنے لگے کہ اسرائیل کا
 مجبور تمام روئے زمین کا بادشاہ ہے، وہ یہ بھی نمازیں کہتے ہیں کہ عنقریب بادشاہت اللہ کو ہوگی
 اس دن اللہ ایک ہوگا اور اس کا نام ایک ہوگا۔

ان کے اس دعا کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور اس کی وحدانیت
 اس وقت تک ظاہر نہیں ہوگی، جب تک کہ بنی اسرائیل کی حکومت قائم نہ ہو جائے۔ اور جب تک
 حکومت دوسروں کے ہاتھ میں ہے۔ اس وقت تک اللہ کی ذات گوشہ گنہامی میں ہے۔ اس کی وحدانیت
 مشکوک ہے اور اس کی بادشاہت مطعون ہے۔

کیا ایسی نماز موسیٰ اور ہارون جیسے جلیل القدر پیغمبر کی ہو سکتی ہے، ہرگز نہیں۔

یہود کا مسیح برحق کا انکار کرنا اور ضلال و گمراہ مسیح کا انتظار کرنا

مسیح اور ان کے اصحاب کا ان یہودیوں کی بری طرح قتل کرنے کا بیان

یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو اپنی کتاب میں ماننے سے اسی طرح انکار کر رہے ہیں جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انہوں نے انکار کیا تھا، حالانکہ مرثا حضرت مسیح کا نام ان کی کتاب میں مذکور تھا، جیسے کہ تورات کی اس عبارت سے پتہ چلتا ہے۔

”آل یہود سے بادشاہت نائی نہیں ہوگی اور حاکم انہیں میں کا ہوگا۔ یہاں تک کہ مسیح آجائیں اور درحقیقت بادشاہت انہیں کے ہاتھ میں آتی، لیکن جب حضرت عیسیٰ کا ظہور ہوا، تو انہوں نے ان کی تکذیب کی، ان پر اور حضرت مسیح پر بڑی بڑی بہتان طرازی کی، جس کے نتیجے میں بادشاہت ان سے چھین لی گئی۔ اور اللہ نے ان پر عذاب مسلط کر دیا۔“

دوسری جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ طور سیناء سے نمودار ہوا اور سایہ سے اس کی روشنی چھوٹی اور جبال فاراں سے اس کا ظہور ہوا۔

ہم ان سے یہ پوچھتے ہیں کہ حضرت مسیح کے علاوہ وہ کون ہے جس کی نبوت سایہ سے چکی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہود اس گمان میں ہیں کہ اولاد داؤد میں سے ایک شخص نمودار ہوگا جس کی دعاؤں سے تمام امتیں ہلاک ہو جائیں گی، اور صرف یہود روئے زمین پر باقی رہ جائیں گے، ان کے یہاں یہی شخص مسیح موعود ہے، جس کا وہ شدت سے انتظار کر رہے ہیں، اور اس مسیح کذاب کے ظہور کی ہمتیں یہ بتلاتے ہیں کہ اس وقت بھڑیا اور بکر ایک ساتھ بیٹھیں گے اور گانے اور بھیریا ایک ساتھ چریں گے اور شیر گانے کی طرح بھوسا کھائے گا۔ چنانچہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشت ہوئی، تو انہوں نے

ان کی نبوت کا انکار کر دیا اور اس مسیح کذاب کے انتظار میں دیکھ رہے ہیں کہ شریک مجوسہ کھاتا ہے ان کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ یہ مسیح جب نمودار ہوگا، تو سارے یہودیوں کو بیت المقدس میں جنم کرے گا، اور حکومت یہودیوں کے ہاتھ میں ہوگی، اور صرف وہی دنیا میں باقی بچیں گے، اور موت ان کے مضبوط پہلوؤں سے ایک لمبی مدت تک کے لئے روک دی جائے گی، لیکن وہ حقیقت میں مسیح برحق کے بجائے مسیح کذاب کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور یہ اسی کے لشکر اور تبع ہیں اور اسی کے زمانہ میں یہودیوں کو ظلم و سلطنت ملے گی، پھر جب مسیح برحق کا ظہور ہوگا، تو وہ اور ان کے ساتھی مل کر اس مسیح کذاب اور اس کے متبعین کو بری طرح قتل کریں گے۔ یہاں تک کہ یہود درخت اور پتھر کے پیچھے چھپیں گے تو وہ دوزخ اور پتھر پکاریں گے کہ اے مسلمان یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے، اے تو قتل کر دے پھر جب ان مغضوبین اور صلیب پرستوں سے رونے زمین پاک ہو جائے گی، اس وقت حضرت اشعیا کے بیان کے مطابق بھیڑیا اور مینڈھیا ایک ساتھ بیٹھیں گے، گائے اور بھیڑیا ایک ساتھ چریں گے، شیر مجوسہ کھائے گا، اور عالم میں امن برپا ہو کر رہے گا، عینہ اسی معنی و مفہوم میں نبی کی حدیث ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آئیں گے، تو وہ مسیح دجال کو قتل کریں گے، اس کے بعد یاجوج و ماجوج نکلیں گے، ان کو بھی وہ قتل کریں گے، پھر دنیا میں صرف امن ہی امن باقی رہ جائے گا۔ یہاں تک کہ بھیڑیا اور بکری ایک ساتھ چریں گے، اور سانپ اور درندے انسان کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

غرض کہ مسلمان یہود و نصاریٰ سبھی مسیح کا انتظار کر رہے ہیں، لیکن یہودیوں کا مسیح دجال ہے اور نصاریٰ کے مسیح کی کوئی حقیقت نہیں، اس لئے کہ وہ جس مسیح کا انتظار کر رہے ہیں وہ خدا اور خدا کا بیٹا ہے۔ لوگوں کو پیدا کرنے والا اور مارنے والا ہے۔ آسمان و زمین کا بادشاہ ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اتنا بے بس ہے کہ یہودیوں نے پتھر کو سولی دے دی اس پر کیلیں نصب کیں، اس کا ٹٹوں سے تاج پوشی کی، اس کو ٹانچے سے زرد کو بکریا، لیکن وہ کچھ نہیں کر سکا۔

اور مسلمان جس مسیح کا انتظار کر رہے ہیں، وہ اللہ کا بندہ اور رسول ہے، اس کے کلمے اور

روح ہیں، اور نبی ہونے کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں۔ جو اللہ کا دین اور اس کی توحید غالب کریں گے۔ اپنے دشمن صلیب پرستوں کا قتل عام کریں گے، جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر ان کو اور ان کی ماں کو مجبور بنا لیا ہے۔ وہ اپنے دشمن یہودیوں کا بھی صفایا کریں گے جنہوں نے ان پر اور ان کی ماں پر بڑی بڑی بہتان طرزیاں کی ہیں۔ وہ دمشق میں مشرقی کنارے پر نازل ہوں گے اپنے دونوں ہاتھوں کو دو فرشتوں کے کندھے پر رکھے رہیں گے۔ لوگ انہیں آسمان سے اترتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ آپ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق فیصلہ کریں گے، ظالموں، فاجروں اور خائنوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا جو حصہ ضائع کر دیا ہوگا، اسے نافذ کریں گے، ان کے زمانہ میں تمام ملتیں مٹ جائیں گی، اور صرف اسی ملت اسلام کا بول بالا ہوگا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمام انبیاء کی ملت ہے اور جس کو چھوڑ کر دیگر ملت کا اپنانے والا آخرت میں خسارہ پانے والا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پائیں وہ میرا سلام ان تک پہنچادیں، ان کے نزول کا زمانہ، نزول کی حالت و کیفیت، نزول کا مقام سب کچھ اس قدر واضح طور پر بیان کر دیا ہے کہ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے ان کی پوری تصویر آگئی ہے۔ یہ ہیں مسلمانوں کے منتظر جو منسوب یہود، گمراہ نصاریٰ اور روافض کے منتظر سے بالکل مختلف ہیں، اور جب اس ہستی کا ظہور ہوگا تو ان گمراہ منسوب لوگوں کی آنکھیں کھل جائیں گی اور وہ جان لیں گے کہ آپ نہ تو یوسف بنجار کے بیٹے ہیں۔ نہ ولد الزنا ہیں، نہ ماہر طبیب ہیں۔ اور نہ ہی جھوٹے حاد و دگر ہیں نہ ہی آپ کو سولی دی گئی تھی نہ کیلیں نصب کی گئی تھیں، نہ طمانچہ مارا گیا تھا اور نہ قتل کئے گئے تھے۔ نہ خدا کا نہ خدا کے بیٹے ہیں، بلکہ ابن البشر ہیں اور اللہ کے بندہ اور رسول ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی بشدت دینے والے ہیں اور آپ کی شریعت کا حکم دینے والے ہیں، یہود و نصاریٰ اور بت پرستوں کے دشمن ہیں، اور مومنین اسلام کے دوست، کیونکہ انہوں نے ان کو اور ان کی

ماں کو یہود و نصاریٰ کی تمام ہمتان طرازوں سے منزہ کیا ہے، نیز اللہ کی ذات کو بھی بت پرستوں کی افراط پر دانی سے منزہ کیا ہے۔

یہود نے معانی و مفہوم کو بدلنے کے ساتھ ساتھ تورات کے الفاظ میں بھی تحریف و تبدیل کیا ہے۔ ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ضیا کے تمام تورات کے نسخوں میں تبدیلی ہوئی ہے۔ اور کوئی بھی مسلمان ایسی بات نہیں کہہ سکتا، کیونکہ پوری دنیا میں موجود ہر ایک تورات کے متعلق کسی کو علم نہیں، اس لئے ان میں ایسے نسخے بھی ہو سکتے ہیں، جو تحریفات سے محفوظ ہوں، لیکن بہر حال بعض نسخے جو منظر عام پر آئے ہیں، ان کے الفاظ میں تغیر و تبدل سے کام لیا گیا ہے۔ مثلاً عازرا اور اراق نے جو تورات لکھی ہے اس کے بارے میں قیامت ہو چکے کہ یہ حضرت موسیٰ پر نازل کی ہوئی تورات نہیں ہے، اور اس کے اندر ایسی بے سرو پا اور لادینی باتیں ہیں، جو خدا کا کلام نہیں ہو سکتیں بلکہ اس کی گڑھی ہوئی باتیں ہیں۔

انجیل میں باہم تناقض کا بیان

انجیل چار ہیں، جس کو چار شخصوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تصنیف کی ہیں ان میں قرس اور لوقا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تک نہیں ہے، صرف یوحنا اور متی نے آپ کو دیکھا ہے، یہ انجیل حضرت عیسیٰ کی انجیل سے مختلف ہیں، ان میں باہمی، پیشی اور بہت سے امور میں تناقض پایا جاتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ ہے کہ حضرت عیسیٰ نے کہا، اگر میں اپنے نفس کے لئے گواہی دوں، تو میری گواہی غیر مقبول ہے لیکن میرے علاوہ دوسرا شخص میرے لئے گواہی دے گا۔

دوسری جگہ ہے کہ اگر میں اپنے نفس کے لئے گواہی دوں تو میری گواہی سچی ہے، کیونکہ میں زیادہ بہتر جانتا ہوں کہ میں کہاں سے آیا ہوں اور کہا جاؤں گا، ایک جگہ ہے کہ جب انھیں یہ محسوس ہوا کہ یہودی ان پر حملہ کر دیں گے تو وہ گھر گئے اور کہنے لگے اب میں گھر گیا ہوں، پس میں کیا کہوں، ہائے میرے باپ تم کو اس وقت سے بچا، اور جب سولی پر چڑھنے لگے تو بڑے زور سے چیخنے لگے، اے میرے یہود تو نے

کیوں مجھے ان کے حوالہ کر دیا .

دوسری طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح نے اپنے بندوں پر رحم کرنے کے لئے خود کو یہودیوں کے حوالہ کر دیا تھا تاکہ وہ انہیں سولی دے دیں اور قتل کر دیں، اور ان کی یہ قربانی ان کے بندوں کی خطاؤں کا فدیہ بن جائے۔ اس طرح انہوں نے حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء کرام کو ابلیس کے خلاف جیلہ کر کے جہنم سے بچالیا، کیا جو دنیا کا جمود ہو گا وہ اس معیبت سے گھبرائے گا، اور جب اس نے خود اپنے لئے اسے پسند کیا ہے تو سلامتی کس چیز کی مانگ رہا ہے۔ اور جب خود اپنے نفس کو اس نے حوالہ کر دیا ہے پھر اس کا باپ جو خدا اور قادر مطلق ہے، وہ کیسا باپ ہے جو قدرت رکھنے کے باوجود اس کو نجات نہیں دلاتا ہے اور صلیب پر ستوں کو ہلاک نہیں کرتا ہے۔ یا وہ عاجز اور یہودیوں کے ہاتھوں ظلم کا مارا ہوا رہا ہے۔ جو مدد کرنے پر قادر نہیں ہے۔

ایک جگہ انجیل میں ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح سے کہا کہ تم اپنے مسیح ہونے پر دلیل فراہم کرو انہوں نے کہا، تم بیت المقدس کو گرا دو، میں اس کو تین دن میں بنا دوں گا، انہوں نے کہا کہ جس عمارت کی تیرہ سو پینتالیس برس لگے ہیں اس کو صرف تین دن میں تم بنا دو گے۔

دوسری جگہ ہے کہ یہودیوں کو جب حضرت عیسیٰ پر غلبہ حاصل ہوا۔ تو وہ ان کو اٹھا کر عامل قیصر کے قلعہ میں لائے، اس نے ان کے خلاف اس بات کی گواہی طلب کی کہ دو جھوٹے گواہ اس کے پاس آگئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ وہ کہتا ہے کہ میں بیت المقدس کو صرف تین دن میں بنا دینے پر قادر ہوں۔

تجب ہے اس تضاد بیانی پر کہ ایک جگہ تو اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مجزہ بتاتے ہیں دوسری جگہ کہتے ہیں کہ اس چیز کے بیان کرنے والے دو جھوٹے آدمی تھے۔

لوقا کی انجیل میں ایک جگہ ہے کہ حضرت مسیح نے اپنے دو شاگردوں سے کہا کہ تمہارے سامنے جو قلعہ ہے اس میں داخل ہو جاؤ۔ وہاں ایک گدھے کا بچہ بندھا ہوا ہے، جس پر کسی نے سواری نہیں کی ہے، پہلے اس کو سجدہ کر دو اور پھر اسے کھول کر میرے پاس لے آؤ،

یہی واقعہ تھی کی انجیل میں ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت مسیح نے کہا کہ اس قلعہ میں ایک گڑھی ہے جس پر خوب سواہی کی گئی ہے۔ اسے میرے پاس لے آؤ۔

ایک جگہ ہے کہ حضرت مسیح نے کہا کہ یہ نہ سمجھو کہ میں دنیا والوں کے درمیان صلح کرانے آیا ہوں، بلکہ میں ان کے درمیان پھوٹ ڈالنے آیا ہوں، تاکہ باپ اور اس کے بیٹے کے درمیان، ماں اور اس کی بیٹی کے درمیان اختلاف پیدا کر دوں، یہاں تک کہ آدمی کا دشمن خود اس کے گھر والے ہو جائیں۔

دوسری جگہ ہے کہ میں اس لئے آیا ہوں تاکہ تمہاری نیکیاں خوب زیادہ ہو جائیں۔ اور میں لوگوں

کے درمیان صلح کروں۔

ایک جگہ ہے کہ حضرت مسیح نے کہا کہ جو شخص تمہارے دائیں گال پر طمانچہ مارے، اس کے لئے بائیں

گال بھی پیش کر دو۔

دوسری جگہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا کہ اے شیعوں کی جماعت کے سردار، تیری بھلائی ہو،

میں کہتا ہوں کہ تم ابن الجرمو، اور اسی عمر پر میری بیعت ہوگی، جب میں اسے زمین میں کھولوں گا وہ آسمان

میں بھی کھلی رہے گی، اور جب میں اسے زمین میں ہاندھ دوں گا۔ وہ آسمان میں بھی بندھی رہے گی

پھر اس میں چند سطروں کے بعد یہ مذکور ہے؟ اے شیطان تو چلا جا، اور تعارض نہ کر کیونکہ تو جاہل ہے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک جاہل شیطان کی آسمان میں اطاعت کی جائے، ایک جگہ مٹی کے انجیل میں ہے

کہ عورتوں نے بھی کے مثل نہیں بنا۔

یوحنا کی انجیل میں ہے کہ یہودیوں نے حضرت یحییٰ کے پاس ان کے متعلق معلومات حاصل

کرنے کے لئے کچھ لوگوں کو بھیجا، انہوں نے جا کر ان سے دریافت کیا کہ تو کون ہے، کیا تو مسیح ہے، انہوں

نے کہا نہیں، انہوں نے کہا کیا تو ایسا ہے انہوں نے کہا نہیں، انہوں نے کہا کیا تو نبی ہے، انہوں نے

جواب دیا نہیں، انہوں نے کہا پھر تو کون ہے ذرا ہمیں بتا، انہوں نے کہا میں بیابان میں ایک پکارنے والے

کی آواز ہوں۔

حضرت یحییٰ کے متعلق ان کے یہ بیانات ہیں حالانکہ کسی نبی کے لئے جائز نہیں کہ حضرت یحییٰ کی نبوت کا انکار کرے اگر کوئی ان کی نبوت کا انکار کر رہا ہے تو وہ بھٹوٹا ہے۔

تعب کی بات یہ ہے کہ حضرت یسح کے متعلق متی کے انجیل میں ہے کہ وہ یوسف نجد کے بیٹے ہیں ان کا نسب نامہ اس نے حضرت ابراہیم تک ملا لیا ہے اور یسح میں ۳۹ آباء کا نام لیا ہے۔

اور لوگ نے بھی اپنے انجیل میں حضرت یسح کو یوسف بنجار کا بیٹا کہا اور ان کا نسب نامہ حضرت ابراہیم تک ملا ہے لیکن حضرت یسح اور حضرت ابراہیم کے درمیان پچاس سے زائد آباء کے نام گنائے ہیں غرض کہ انہوں نے حضرت یسح کی حقیقت بیان کرنے میں اس قدر تضاد بیانی سے کام لیا ہے کہ کسی ان کو مکمل اذہانتے ہیں کبھی خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور کبھی یوسف بنجار کا بیٹا مانتے ہیں۔

یہود و نصاریٰ کی موافقت سے بعض نسخوں کے بدلنے کا امکان

انا جیل کے جو اقتباسات بیان کئے گئے ہیں، ان کے بیان کرنے سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ انا جیل میں باہم کس طرح تضاد باتیں پائی جاتی ہیں، جو اس بات پر کھلم کھلا شہادت دے رہی ہیں کہ ان کے اندر ضرور تحریف ہوئی ہے، کیونکہ خدا کے کلام میں اسی طرح تضاد بیانی ممکن نہیں، لہذا ثابت ہوا کہ یہ باتیں کچھ لوگوں کی گڑھی ہوئی ہیں۔

غرض کہ تورات و انجیل اور زبور کے جو نسخے آج یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں میں ہیں، وہ تحریفاً سے مامون و محفوظ نہیں ہیں۔

یہ دعوے کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ تورات و انجیل کے نسخوں کو یہود و نصاریٰ کے علماء نے ہمیشہ ان کے عوام الناس سے چھپانے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے وہ نسخے صرف علماء کے طبقہ میں محدود رہے اور بقیہ عوام الناس اس سے محروم رہے، اس لئے اگر ایک محدود طبقہ کے لوگ اس کے بدلنے میں

اتفاق کرنے ہوں تو یہ مجال نہیں بالکل میں ممکن ہے۔ جس کا علم عوام الناس کو قطعاً نہیں ہوا ہوگا، پھر قرآن مجید کی طرح لوگوں کے سینوں میں یہ کتاب میں محفوظ نہیں تھیں، جس کے ذریعہ مصاحف سے تحریفیات کو دودھ پانی کی طرح الگ کر دیتے۔

پھر ایسی قوم جو حق پوشی کی خوگر ہو چکی ہو اور ان کے تحریفیات کی زندہ مثالیں منظر عام پر آچکی ہوں، ان کے لئے یہ فعل محال کیسے ہو سکتا ہے۔ انہیں یہودیوں نے تو حضرت عیسیٰ کی نبوت کو چھین لیا تھا، آپ کے متعلق بشارتوں کا انکار کیا تھا۔ ان میں تحریف کیا تھا۔ اور پھر ان گراھی ہوئی باتوں کو اس طرح لوگوں میں شائع کیا کہ مشرقی کنارے سے لے کر مغربی کنارے تک ان کے تمام لوگ ہمان گئے اور مستحق طور پر آپ کی نبوت کا انکار کر بیٹھے، آپ کو ساحر کہنے لگے، آپ کو ولد الزنا کہنے لگے، اور انجمنائی بُری بہتان طرازی آپ پر کرنے لگے، حالانکہ انہوں نے آپ کو پہچان لیا تھا، آپ کے اندر وہ تمام صفات و کمالات انہوں نے دیکھے، جو ایک نبی کے اندر ہوتی ہیں۔

یہی وہ یہود ہیں جنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی بیٹیوں سے زنا کرنے کی تہمت لگائی جن سے نوح بلتہ دو بچے پیدا ہوئے۔ اور تمام یہودیوں میں یہ بات مشہور ہو گئی۔

یہی وہ یہود ہیں جنہوں نے اللہ کے بارے میں یہ بہتان طرازی کی کہ وہ طوفان نوح کے بعد اپنے اس فعل پر اس قدر پشیمان ہوا کہ رونے لگا اور انگلیوں کے پور کاٹنے لگا۔

اور نوح باللہ حضرت یعقوب سے اس کی کشتی ہوئی تو حضرت یعقوب نے اس کو شکست دے دی اور نوح باللہ وہ سو جاتا ہے۔ پھر اللہ سے یہ لوگ اپنی نیند سے بیدار ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں تاکہ ان کی فریادوں کو سنے، اور یہ صرف چند یہودی نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ تمام دنیا کے یہودی اپنی نمازیں ایسے ہی خدا کو مخاطب کر کے دھا کرتے ہیں۔

یہی وہ یہود ہیں جنہوں نے متفق طور پر اپنی سلطنت مٹ جانے کے بعد نمازیں ایسی دعائیں گراہیں، جو نہ حضرت موسیٰ سے ثابت ہیں، اور نہ ان کے کسی حقیقی پروردگار سے۔

شفا وہ اپنی نمازیں کہتے ہیں کہ اے اللہ تو ہماری آزادی کے لئے خوب بڑا بھگ بجا کر اعلان کرنے اور ہم تمام کو زمین کے چاروں قطرے سمیٹ کر بیت المقدس میں لایا کر، تو پاک ہے، اے قوم اسرائیل کی پرانگی کو جمع کرنے والے، ہم میں سے پہلے لوگوں کی طرح دوبارہ حاکم پیدا کرے اور ہماری سیرت و خصالت پہلے کی طرح کر کے، ہمارے زمانے میں مقام بیت المقدس یوروشلم کو تو درست کر دے اور ہم کو اس کے تعمیر کرنے کا اعزاز عطا کر، تو پاک ہے اے یوروشلم کے بننے والے، اسی طرح انھوں نے محرم کے عشرہ اول میں اپنی نمازوں میں ایک نماز دعا کرنے پر اتفاق کر رکھا ہے، جو بیان کیا جا چکا ہے۔

یہی وہ یہود ہیں جنھوں نے چند روز کے گڑھنے پر اتفاق کر رکھا ہے، مثلاً بیت المقدس کے جلانے جلنے کے دن کا روزہ، صوم حصا، صوم کدلیا، صوم صلب ہامان، اور اپنی اس تحریف و زیادتی پر دیدہ دلبریا سے انھوں نے اقرار بھی کیا ہے۔ اور نص تورات کی صراحتاً مخالفت کی ہے۔ کیونکہ اس میں ہے، اے بنو اسرائیل جس چیز کی میں تم سے وصیت کرتا ہوں، اس میں خدا کی زیادتی کی نہ کرنا۔ لیکن اس کے باوجود بھی بالاتفاق انھوں نے کی زیادتی کی۔

یہی وہ یہود ہیں جنھوں نے بالاتفاق فریضت رجم کو زانیوں نے سوخ قرار دے دیا اور نص تورات کی صراحتاً مخالفت کی۔

یہی وہ یہود ہیں جنھوں نے اللہ کی شریعت کو فسوخ مان کر دین یہودیت کو اختیار کر لیا، جس کی تکذیب توراہ اور تمام انبیاء کرتے ہیں۔

یہی وہ یہود ہیں جو اللہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ طوفان نوح کے بعد اپنے اس فعل پر نادم و پشیمان ہوا اور انسان کو پیدا کر کے پھنسانے لگا، جیسے کہ نصاریٰ اللہ کے لئے بیوی ميثا مانتے ہیں، حالانکہ اپنے راہبوں کو اس سے منسزہ قرار دیتے ہیں۔

یہی وہ یہود ہیں جو متفقہ طور پر یہ کہتے ہیں کہ ایک زمانہ آنے گا کہ بادشاہت یہودیوں کے ہاتھ میں ہوگی، تمام ملتیں ست جائیں گی، اور دنیا کے تمام لوگ یہودیت کے پیرو ہوں گے اور تمام لوگوں پر ان کا

فلسفہ ہوگا۔

یہی وہ یہودی ہیں جنہوں نے بالاتفاق چننا احکام کو چھوڑ کر بقیہ خدا کے تمام احکام کو باطل کرنے کی کوشش کی ہے جس کا اعتراف وہ خود کرتے ہیں، بلکہ یہی وہ بنیادی سبب ہے جس کی بنا پر ان کو حکومت و سلطنت سے برطرف کر کے دنیا میں لایمپروفیٹ ممالک کی سرزادی کی گئی ہے۔

لہذا وہ قوم جو انبیاء کی قاتل مکرو فریب میں باہر بہتان طراز و افتراء پر داز اور احکام شرعیہ کا مستغنیہ ہو اس کے لئے کیونکر محال اور غیر ممکن ہو سکتا ہے کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق توراة میں مذکور پیشین گوئیوں اور صفات و علامات میں تغیر و تبدل نہیں کیا ہوگا، بلکہ یہ تو یقین ممکن ہے اور جب اتنی بڑی بڑی بہتان طرازیوں پر ان کا اتفاق ہو سکتا ہے تو آپ کے صفات کے بدلنے اور چھپانے پر ان کا اتفاق کر لینا کوئی عیرالعقول بات نہیں۔

گمراہ صلیب پرست، بت پرست، خنزیر کی اولاد نصاریٰ کے متعلق بیان کیا جا چکا ہے کہ انہوں نے اللہ کو کس طرح گالیاں دی ہیں، اور کس طرح اس کو یہودیوں کے ہاتھوں ظلم کا شکار بتلایا ہے۔ اور ایسی ایسی خرافات اور لائسنی باتیں کہیں کہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ گدہوں اور چوپایوں سے بھی بدتر ہیں۔ وہ اگر اللہ کے بارے میں بہتان طرازی کر رہے ہیں، اس کے نبی اور ان کے تابعین سے دشمنی پر تلے ہوئے ہیں، شیطان کی حمایت کرتے ہیں، اور اس کی دوستی پر راضی ہیں، تو ایسا کر سکتے ہیں، اللہ تو بالکل بے نیاز اور ان کی بہتان طرازیوں سے پاک ہے۔

اس ہستی سے ہم دعا کرتے ہیں کہ ہمیں خالص اپنی عبادت کی توفیق دے اور ان صلیب پرستوں کے افعال سے بچائے رکھے۔ یہ یہود و نصاریٰ کے متعلق مختصر بیان تھا جو اہل کتاب ماننے جلتے ہیں۔ لہذا جو عیر اہل کتاب ہیں، ان کی کیا حالت ہوگی۔

سائل کا کہنا کہ حضرت عبداللہ بن سلام صحیح نسخہ کیوں نہیں لائے؟

سائل کا کہنا ہے کہ اگر تم مسلمان یہ کہتے ہو کہ عبداللہ بن سلام، کعب اجبار، وغیرہ نے ہم سے اس بات کی گواہی دی ہے کہ یہود نے تورات میں تحریف کی ہے تو وہ کیوں نہیں ہمارے خلاف اپنا صحیح نسخہ پیش کر سکتے۔

اس کا جواب ہم متعدد طریقے سے دیتے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ آپ کی نبوت پر گواہ صرف وہی صفات و علامات تھیں ہیں۔ جو اہل کتاب کی کتابوں میں موجود ہیں۔ بلکہ آپ کی نبوت مختلف طریقوں سے ثابت ہوتی ہے، انھیں منجملہ آیات و شواہد میں اہل کتاب کی کتابوں میں مذکور آپ کے صفات بھی ہیں، اور تمام دنیا کے لوگ تورات و انجیل میں مذکور آپ کے نبوت کی گواہی سن کر اور دیکھ کر ایمان نہیں لائے ہیں۔ بلکہ اکثر لوگوں کو توراہ کا بالکل علم نہیں ہے۔ حقیقت میں ان کے اسلام کا محرک کچھ اور آیات و شواہد ہیں، جس کا انہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا، پھر اہل کتاب کے یہاں مذکور آپ کا تذکرہ ان میں سے بعض کے لئے مزید ایمان کی تقویت کا باعث بنا۔

لیکن اکثر اہل عرب کا اسلام صرف انھیں شواہد کے جاننے پر موقوف نہیں ہے، جو اہل کتاب کے یہاں آپ کے متعلق پائے جاتے تھے۔ بلکہ چند لوگ تھے مثلاً انصار جنہوں نے اہل کتاب کی زبانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اور آپ کی صفات و علامات کا تذکرہ سن رکھا تھا، جس سے انھیں آپ کے پہچاننے میں زحمت نہیں ہوئی، اور فوراً ایمان لے آئے اور ان کے مقابلہ میں اللہ کے دشمن یہودیوں کا دم گھٹنے لگا، اور انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں، جن کے ظہور کی خبر ہم دیا کرتے تھے۔

غرضیکہ تمام انبیاء کے نبوت کو ثابت کرنے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ انبیاء سابقین نے اس نبی کے آمد کی پیشین گوئی کی ہو۔ اور اس آنے والے نبی کی نشانیاں لوگوں کو بتلائی ہوں بلکہ نبوت کا دار و مدار محض

علامات نبوت پر ہے۔ جو مختلف قسم کی ہو سکتی ہیں، لہذا نبوت کی کوئی بھی علامت دیکھنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا واجب ہے، خواہ آپ کے متعلق سابقین انبیاء نے بشدت زردی ہو۔

دوسری بات یہ کہ اگر کسی نبی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے یہ لازم مانا جائے کہ انبیاء سابقین نے اس

نبی کے آمد کی پیشین گوئی کی ہو (جیسا کہ یہود و نصاریٰ کا انبیاء خاتم ہے) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر انبیاء سابقین نے پیشین گوئیاں کی ہیں وہ بخاص دعاء تک پہنچ جائیں، لہذا اگر یہ مان لیا جائے کہ اہل کتاب کے ہاتھوں میں جو نسخہ ہے۔ ان میں آپ کے متعلق کوئی پیشین گوئی نہیں ہے، بلکہ ہو سکتا ہے کہ انبیاء سابقین نے آپ کے ظہور کی بشارتیں دی ہوں، لیکن نقل نہ کیا گیا ہو۔ یا ہو سکتا ہے ان نسخوں کے علاوہ جو یہودیوں کے ہاتھوں میں موجود ہیں دوسرے نسخوں میں اس کا ذکر ہو، کیونکہ وہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ دنیا کے اندر جتنے نسخے ہیں سب ان کے علم میں ہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ جن بعض نسخوں میں پیشین گوئی موجود ہو، ان سے اہل کتاب نے بشارتوں کو مٹا دیا ہو، یا بدل دیا ہو، پھر انہیں محرف نسخوں سے موجودہ نسخے نقل کئے گئے ہوں، اور یہ نسخے لوگوں میں اس قدر مشہور ہو چکے ہوں کہ اگلے نسخے لوگوں کی بھگاہول سے غفلت رہ گئے ہوں یہ تمام صورتیں ہو سکتی ہیں اور یہ اس قوم کی جانب سے کوئی خلاف توقع بات نہیں ہوگی۔ جو دین و شرائع میں اس طرح کی تحریف و تبدیل کا خوگر ہو چکی ہے۔

یہ تمام دلیلیں اس صورت میں دی جائیں گی جب آپ کے متعلق ان کی کتابوں میں کوئی پیشین گوئی نہ ہو۔

لیکن ہم نے ان پیشین گوئیوں کو بھی سامنے رکھ دیا ہے جو ان کے متعلق آپ کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں، جس کو دیکھنے کے بعد کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہونی چاہئے مگر ان کے جہلاء اور نا سمجھ لوگ اس میں تاویل کرتے رہیں۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ عبد اللہ بن سلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہودیوں کی موجودگی ہی میں کہا کہ آپ کا ذکر ان کی کتابوں میں موجود ہے۔ تو وہ یہودی تنہوں نے آپ کے متعلق یہ بیان دیا تھا کہ وہ سماج سے سردار اور سردار کے بیٹے ہیں، اور ہمارے بڑے عالم اور عالم کے بیٹے ہیں۔ وہی خور ان کو سب سے برا کہنے لگے۔ لہذا ان کا برا کہنا ان کی شہادت میں قاصر کبھی نہیں ہو سکتا، جیسے کہ کوئی شخص حاکم کے سامنے

کسی آدمی کے علول اور قابل اعتبار ہونے کا اقرار کرے اور اس کی گواہی پر راضی ہو پھر جب وہ آدمی اس شخص کے لئے گواہی دے تو فوراً اس کو بھڑکا اور کاذب کہنے لگے تو یہ اس کی شہادت میں قسح نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح کعب احبار سابقہ کتب انبیاء کے سب سے بڑے عالم تھے، انھوں نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق توراہ میں مذکور ایک ایک پیشین گوئی کو بالتفصیل مسلمان، یہود، نصاریٰ سب کے سامنے بیان کر دیا ہے۔ صحابہ نے تحقیق و تفتیش کے بعد یہ بیان دیا ہے کہ توراہ کی جو باتیں کعب احبار سے منقول ہوں، وہ سب سے زیادہ صحیح ہوتی ہیں، اور اہل کتاب میں جو ایمان لائے انھوں نے بھی ان کی مخالفت نہیں کی، بلکہ من و عن ان کی باتوں کو باقی رکھا۔

اور آج عبد اللہ بن سلام کی نیابت ہم کہتے ہیں ہم نے خود تمہاری کتابوں میں یہ بشارتیں دیکھی ہیں، جو ہمارے لئے تمہارے خلاف گواہ ہیں، لہذا اگر تم چہے ہو تو اپنی کتابوں کو سامنے لاؤ اور تلاوت کرو، ہم میں وہ لوگ بھی نہیں جن کو اللہ نے یہودیت کے بعد اسلام سے نوازا ہے، وہ تم سے مقابلہ کریں گے اور حق منوایں گے ورنہ تم گواہی دو کہ تم بھوٹے کافر سرکش و نافرمان ہو، جس کی گواہی اللہ اس کے رسول اور تمام مسلمانوں نے تمہارے خلاف دی ہے۔

تیسرا جواب ہے کہ اگر عبد اللہ بن سلام تم لوگوں کے سامنے کھڑا ایسا نسخہ پیش کر دیتے، جس میں ہر چیز واضح ہو جتے جب بھی تم دشمنی اور افراتفری پر رازی سے کام لے کر اس کی تاویلات و تخریجات کرنے لگتے، جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے سامنے وہ باتیں رکھیں جو تمہارے مزاج کے موافق نہیں تھیں، تو تم نے مہر احتساب دیا کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کی خبر ہم دیتے تھے، اس لئے ہم توراہ کے حکم کو چھوڑ کر نبی امی کی اتباع نہیں کریں گے، حالانکہ تمہارے بڑے اسلاف جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا، انھوں نے خود آپ کو پہچان کر اس بات کا اقرار کیا کہ آپ سچے نبی ہیں جن کے متعلق ان کی کتابوں میں پیشین گوئی آئی ہے، لیکن جب ان سے پوچھا گیا کہ پھر تم کیوں ایمان نہیں لے آتے

تو کھنے لگے کہ ہمیں اس بات کا خطرہ ہے کہ یہودی ہمیں قتل کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہی متعلق فرمایا ہے:

إِنَّا الْاٰذِنِيْنَ حَقَّقَتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَاتٍ
رَّبِّيْكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَتَوَجَّأَ قَوْمُهُ
كُلُّۙ اٰيَةٍ حَتّٰى يَدُوْا الْعَذَابَ
الْاٰخِرَ (يونس - ۹۹-۱۰۰)

میشک وہ لوگ جن کے اوپر تیرے رب کی جانب سے خطاب کا کلمہ جتنی ہو چکا ہے۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اگرچہ ان کے سامنے تمام نشانیاں آجائیں یہاں تک کہ وہ دردناک خطاب کو بھی دیکھنے لگیں۔

تمہارے سامنے تو ایسی ایسی نشانیاں ظاہر ہوئیں جو سابقین انبیاء کی بشارتوں سے کہیں زیادہ بڑی تھیں اور جن کو دیکھنے کے بعد دنیا کے کسی بشر کو حوں و چرا کرنے کی گنجائش نہیں ہونی چاہئے لیکن اس کے باوجود بھی تم سرکشی پر جمے رہے تو اگر تمہارے سامنے آسمان سے فرشتے اتر کر اور قروں سے حرفے نکل کر گواہی دیتے، تب بھی تم ایمان نہ لاتے بلکہ تمہاری حالت وہی ہوگی، جو اللہ رب العالمین نے تمہارے بارے میں کہہ دیا ہے۔

غرضیکہ تمہارے عقل مند اور نبض دھڑے بالآخر رہنے والے اسلاف نے بھی یہی طریقہ اپنا لیا ہے کہ بڑی بڑی نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی سرکشی پر جمے رہے اور ان کے بعد کے لوگوں نے بھی جیسے کہ ایک دوسرے کو دھت کر گئے ہوں۔ ارشاد خداوندی ہے:

كذٰلِكَ مَا آتٰى الْاٰذِنِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
مِّنْ وَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاجِدُوْا
مَبْعُوْثٍ ۗ اَتَوَا صَوَابِهِمْ بَلٰۤى هُمْ
قَوْمٌ كٰفِرُوْنَ ۝

(الذاریت - ۵۷-۵۸)

یوں ہی ہوتا رہا ہے، ان سے پہلے کی قوموں کے پاس بھی کوئی رسول ایسا نہیں آیا، جسے انہوں نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ ساحر ہے یا مجنون، کیا ان سب نے اس میں اس پر کوئی سمجھوتہ کر لیا ہے، نہیں بلکہ یہ سب سرکش لوگ ہیں۔

پہاڑوں کو دکھیں ان بشارتوں کو بالکل چھوڑ دیتا ہوں، جو سابقین انبیاء نے آپ کے متعلق دی ہیں تو کیا آپ سے ایسے معجزات و برائیں کا نظہور نہیں ہوا ہے، جو آپ کی صداقت کے لئے کافی ہو، ہم ان کا بھی تذکرہ

بطور حجت بد میں کریں گے، جس سے تمہارا غرر اور تمہاری حجت منقطع ہو جائے گی۔

سائل کا کہنا کہ تم نے ان دو بڑی امتوں کے متعلق یہ کہا ہے کہ ان کے ایمان کے مقابلے میں کفر اختیار کرنے کا محرک و سبب ریاست اور دولت کا طمع تھا تو عبد اللہ بن سلام اور ان کے اصحاب نے تو بعد از اہل اہل اسی غرض سے اسلام قبول کیا ہوگا، کیونکہ ان کی تعداد بہت کم تھی، اس کے مقابلے میں ایمان نہ لانے والوں کی تعداد ان سے کہیں زیادہ تھی، اس کا جواب متعدد طریقے سے ہے۔

جواب نمبر ۱۔ ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی اکثریت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت پر لیریک کہا تھا، اور ایمان نہ لانے والوں کی تعداد ان کے مقابلے میں کہیں کم تھی، مصر، شام، جزیرہ صومالیہ اور ان کے اطراف و مضافات اور اکثر بلاد مشرق و مغرب میں نصاریٰ کی آبادی تھی لیکن چند ہی دنوں کے بعد یہاں کی پوری آبادی مسلمانوں میں بدل گئی۔ اور تمام کے تمام لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے، یہی نہیں بلکہ بت پرست مشرکین اور آتش پرست عیسویوں جو شان و شوکت و کثرت میں یہود و نصاریٰ سے کسی طرح کم نہ تھے، ان کی اکثریت بھی حلقہ بعثت میں داخل ہو گئی ہے۔ صرف چند لوگ جن کے پاس اسلام کی دعوت نہیں پہنچی تھی، اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہے اور وہ مساندین جن کے پاس دعوت پہنچی، لیکن کفر پر جے رہے، وہ کبھی بزیہ نہ کر دلت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے۔

ہم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے کفر اختیار کرنے کا محرک، صرف سلطنت و دولت کا طمع نہیں تھا، بلکہ یہ بھی جملہ اسباب میں سے ایک سبب تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے اسباب بھی تھے مثلاً کسی نے حسد کی بنا پر اسلام قبول نہیں کیا، تو کسی نے تکبر کی بنا پر کسی کو شواہشات نفس نے روک رکھا، تو کسی کو باپ اداد کی حجت اور خوش خیالی نے، کسی کے لئے اپنے پانے دین کی حجت مانع ہوتی جس کا پھوڑنا ان کے اوپر ایسے ہی شاق گزرا، جیسے کہ انسان کے لئے اپنی فطرت و حصلت کا پھوڑنا شاق ہوتا ہے۔

اور خاص طور سے یہ سبب یعنی اپنے پانے ہم درویش اور نئی چیزوں کا اختیار کرنا، قوموں کی زندگی میں آتی ٹھن منزل ہے، جو اکثر لوگوں کو حق کے قبول کرنے سے روک دیتی ہے۔

اس کے علاوہ کچھ لوگوں کو انہی عقیدہ اور جہالت نے قبول حق سے باز رکھا۔ اور یہ ان کے سبب ہی متبصیح تھے۔ کچھ لوگوں کو کسی محبوب چیز کے فوت ہو جانے اور لوگوں کی طرف سے جو دوستی کے اندیشے نے روک رکھا۔ لہذا صرف ایک ہی سبب اس امت کے لئے قبول حق میں مانع نہیں ہوئی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ان سے پہلے تمام امتیں جن کی تعداد ان کے مقابلہ میں کہیں زیادہ تھی جن کی عقلیں زیادہ صائب اور درست تھیں، ہر ایک نے اندھا پن اور گمراہی پر ہدایت اور بصیرت کو ترجیح دی۔

اس لئے ان کے سلف بہت سے ہوئے یعنی تمام دنیا کے لوگ جنہوں نے ان سے پہلے اسلام قبول کیا۔ چوتھا جواب، عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی ایسے نازک حالات میں ایمان لائے جب کہ مسلمانوں کی طاقت کمزور تھی، اور ساری دنیا کے لوگ مسلمانوں کی دشمنی پر کمر بستہ تھے۔

ان کے مقابلہ میں اقتدار و حکومت سامان و افواج، اوفادہ و اختیار تمام چیزوں کے مالک یہود و مشرکین تھے جنہوں نے نبی کریم اور آپ کے صحابہ کے خلاف ان تمام ساز و سامان سے مسلح ہو کر دشمنی کی تھی زبردست ہم چلانی کہ وہ گھبراہٹ پورڈ کرندینہ منورہ پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ آپ کے صحابہ کو وہ تلاش کرتے رہتے اور ظلم و تعدی کا پہاڑ ٹوٹتے، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کے وہ اس قدر پیاسے تھے کہ جب گھر سے ہجرت کی نیت سے نکلے اور غار ثور میں پناہ گزیں ہوئے تو انہوں نے یہاں تک کر دیا کہ جو شخص بھی محمد کا سرویش کر دے گا، اس کو سواوٹ دیسے جائیں گے، آپ اس خوف کی حالت میں غار ثور میں رہے، پھر رفیق غار حضرت ابو بکر صدیق اور ان کے غلام عامر بن فیویہ کے ساتھ چپکے سے نکلے، اور راستہ بدل کر مدینہ منورہ تشریف لائے، مدینہ میں بھی مشرکین و یہودی کا غلبہ و اقتدار تھا۔ ایسے نازک حالات میں عبد اللہ بن سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ کے اندر طمانت نبوت دیکھ کر فرما مشرف باسلام ہو گئے، انہوں نے سرداری و دولت و اقتدار کی کوئی لاپٹ نہیں کی، یہود و مشرکین کی دشمنی کی کوئی پرواہ نہیں کی، حالانکہ آپ سمجھتے تھے کہ اسلام قبول کرنے سے ہماری سرداری چھین

لجائے گی، اسی لئے آپ نے نبی کریم کے سامنے اس بات کو بالکل واضح کر دیا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد میرا یا انجام ہونے والا ہے، لیکن میں اپنی سرداری اور ریاست کو اس اسلام پر نچھاور کرتا ہوں جو قرآن میں اور صبر و استقامت کا طالب ہے۔

چنانچہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ مجھے عمر کے اندر چھپادیں اور ان یہودیوں پر یہ ایمان ظاہر ہو جائے کہ ان کو میرے لئے میں چھپوں اور اللہ نے ان کو تمہارا کیا مرتبہ ہے۔ چنانچہ آپ نے ایسا کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ ہمارے بڑے عالم اور عالم کے بیٹے نیر سردار اور سردار کے بیٹے میں دانتے میں عبد اللہ بن سلامؓ نمودار ہوئے، اور انہوں نے حکام کھلانے کے سامنے کہا کہ میں گو اہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے برحق رسول ہیں، اور تم بھی آپ کو خوب اچھی طرح پہچانتے ہو، اتنا کہنا تھا کہ وہ آپ کو برا بھلا کہنے لگے اور فوراً ریاست و سرداری سے آپ کو برطرف کر دیا۔

لہذا اگر عبد اللہ بن سلام کو ایمان کے مقابلہ میں دولت و ریاست کی خواہش ہوتی، تو آپ بھی بقیہ یہود کی طرح اپنی سرداری کو چھپانے کے لئے اسلام کی دشمنی پر اٹھے رہتے اور یہود کے محبوب سردار بنے رہتے۔

یہ صرف عبد اللہ بن سلام کی حالت نہیں تھی بلکہ یہود کے جو لوگ بھی حلقہ اسلام میں اس وقت داخل ہوئے انہیں ان حالات کا مقابلہ کرنا پڑا اور جو لوگ اسلام نہیں لاسکے ان میں سے بعض نے اس بات کی مراحت کی کہ چونکہ میں یہود کی سرداری اور عزت و اکرام حاصل ہے، اور میں اندیشہ ہے کہ اسلام لانے کے بعد یہ سرداری ہم سے چھین لی جائے گی۔ اس لئے ہم اسلام نہیں قبول کر سکتے، اس کا تجربہ ہمیں اپنے زمانہ میں اس وقت ہوا، جب یہود کے بعض علماء سے مناظرہ کرنے کی کوہبت آئی پہلے میں نے ان کے سامنے کھائی کی دلیل پیش کی۔ جب وہ اسے ماننے پر مجبور ہو گئے اور کوئی جواب نہ بن سکا، تو میں نے اس سے تنہائی میں کہا کہ اب حق ظاہر ہو جانے کے بعد کیوں تم اسے نہیں ماننے ہو تو اس نے مجھے برہمستہ ہی جواب دیا کہ جب میں ان گد بولنے کے پاس آیا، تو انہوں نے ہماری سواری کے

کھڑے نیچے گلدار بکھر دیا اور اپنا مال، اپنی بیویاں انھوں نے ہمارے حوالے کر دیا کہ جس طرح میں ہوں تو ہوں
 کروں اور جس چیز کا میں نے ان کو حکم دیا، انھوں نے ہمانی نافرمانی نہیں کی، لہذا اگر میں اسلام لے آؤں
 تو بازاروں میں لوگوں سے بھیک مانگتا پھروں گا، کیونکہ میں نہ کوئی پیشہ جانتا ہوں، نہ ہی قرآن کا حافظ
 اور فقہ وغیرہ کا عالم ہوں۔ جس سے اپنی روزی حاصل کر سکوں۔ اس لئے کون اپنے لئے یہ پسند
 کرے گا۔ میں نے کہا ایسی بات نہیں ہوگی، جب تم اللہ کی رضا کے لئے اپنی خواہشات قربان کر دو گے
 تو اللہ تمہیں رسوا نہیں کرے گا، اور نہ تمہیں محتاج کرنے دے گا، اور اگر بالفرض تمہیں یہ چیزیں لاحق
 بھی ہوں، تو اس کا براغرض تمہیں اس شکل میں ملے گا کہ اللہ کی خوشنودی، جہنم سے نجات اور حق کا
 راستہ مل جائے گا۔ پھر تم ہمیشہ کے لئے کامیاب ہو جاؤ گے، اس نے کہاں ہاں، جب اللہ اجازت
 دے گا، اسی وقت ہم کامیاب ہوں گے، میں نے کہا تقدیر سے عمت نہیں پکڑی جاتی ہے، اگر تقدیر ہی
 کو حجت مانا جائے تو یہود بھی اپنی تقدیر سے عمت پکڑ سکتے ہیں، جو انھوں نے حضرت طیس کو چھٹلایا
 اور شکرین بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر کے یہ کہہ سکے۔ یہ کہ ہماری تقدیر میں یہی لکھا تھا
 اور خاص طور سے تم لوگ تو تقدیر کا انکار کرتے ہو تو پھر اس کے ذریعہ عمت کیسے پکڑتے ہو، اس نے
 کہا، ان تمام باتوں کو اب چھوڑیے اور زیادہ عمت نہ کیجئے۔

جواب نمبر ۵، تمہارا جواب خود تمہارے سوال میں موجود ہے۔ کیونکہ تم نے اس بات کا اعتراف کیا ہے
 کہ عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں کی تعداد ان کے مخالفین کے مقابلہ میں کہیں کم تھی، اور یہ بات بالکل
 متحقق ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی جماعت کی موافقت و مدد کرتا ہے، جو طاقت و در شان و شوکت اور بڑی
 تعداد کا مالک ہے، تو اس کے اندر اس کی کوئی نہ کوئی عرض ضرور پوشیدہ رہتی ہے، لیکن اگر ایسی جماعت
 کی موافقت و مدد کی جائے جو کمزور ہے بس ہو۔ تو یہ موافقت تمام دنیاوی اغراض سے بالاتر ہو کر کی جاتی
 ہے، لہذا معاندین کے حق میں غرض کا غمبھرا داعیہ پایا جاتا ہے اور عبد اللہ بن سلام وغیرہ کے اندر غرض کا کوئی بھی داعیہ
 نہیں پایا جاتا، بلکہ ان کی موافقت خاص لوجہ اللہ ہے، اور یہود سب غرض کے بندے ہیں۔

مسلمان نفع بخش اعمال و علوم میں تمام اتوں پر فوقیت رکھتے ہیں

سائل کا کہنا ہے کہ یہیں عبد اللہ بن سلام اور ان کے اصحاب کے بارے میں ایک شہید پیدا ہو رہا ہے۔ وہ یہ کہ تم مسلمان کہتے ہو کہ حلال و حرام اور امر و نہی کے متعلقہ ہماری شریعت کی بنیاد ان احادیث پر ہے جو عام صحابہ سے منقول ہیں، وہ صحابہ تمہارے نبی کی بعثت سے پہلے بالکل ان پڑھے تھے۔ پڑھنے لکھنے کا علم کا انھیں ذرا بھی ملکہ نہیں تھا۔ ان کے مقابلہ میں عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی تمہارے نبی کی بعثت سے پہلے بھی صاحب علم و بعیرت تھے اور بعد میں انھیں پڑھنے لکھنے میں خوب ہمارت حاصل تھی۔ اس لئے یہ لوگ زیادہ اولیٰ ہیں کہ حلال و حرام امر و نہی وغیرہ کے متعلق ان کی حدیثیں لی جائیں۔ حالانکہ ہم تمہیں اس کے برعکس دیکھتے ہیں۔ تم ان امیوں کی روایت تو لے لیتے ہو۔ اور ان فاضلوں کی روایت حلال و حرام امر و نہی وغیرہ کے متعلق بہت کم لیتے ہو۔ اور جو لیتے بھی ہوا سے ضعیف سمجھتے ہو۔ اس کا جواب مختلف طریقوں سے دیا جاسکتا ہے۔

جواب نمبر ۱ :- تمہارا یہ اعتراض بالکل بیجا ہے۔ کیونکہ حلال و حرام امر و نہی کے متعلق ہماری شریعت کی بنیاد صرف اس کتاب جمید پر ہے، جس کے آگے مجھے باطل کا گزر نہیں ہو سکتا اور جو اللہ رب العالمین کی جانب سے محمد پر نازل کی گئی ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جس نے مختلف اوجاس و طبائع اور مختلف علوم کے حامل تمام اقوام عالم کو چیلنج کیا کہ اس کے مثل کلام لے آئیں، جس سے ان کی صداقت اور کلام اللہ کے جھوٹے ہونے کا اندازہ ہو جائے، تو وہ عاجز رہے پھر انھیں چیلنج کیا گیا کہ اس کے مثل دس سو تیس ہی لے آئیں اس پر بھی وہ عاجز رہے پھر انھیں چیلنج کیا گیا کہ اس کے مثل ایک سورت ہی لے آئیں اس سے بھی وہ عاجز رہے۔ جب کہ وہ فصاحت و بلاغت زبان و قلم میں مشہور تھے، لیکن اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کسی کو جرأت نہیں ہوئی، حالانکہ وہ پوری طرح کو شمشک کرتے تھے، اور چاہتے تھے کہ کسی طرح

اس کی تکذیب کے لئے کوئی شوشہ نکل آئے تاکہ وہ پوری طرح لوگوں کو نفرت دلانیں، البتہ مسیلہ کذاب نے اس کے مقابلہ میں سورہ پیش کرنے کی کوشش کی بھی تو وہ اس قدر خرافات کا مجموعہ لایا، جو کسی پاگل اور بھونپی کا کلام ہو سکتا ہے۔ مثلاً اس نے یہ آیتیں گڑھیں (یا ضفدع بنت ضفدعین فخی کہا تنقین، لا الشارب تمنعین، ولا اللام تکدرین)

(اے میزہ لک جو دو مینڈھکوں کی بیٹی ہے، اپنے آپ کو پانی میں صاف سترا رکھ، جیسے کہ پہلے رکھا کرتی تھی، زکوٰۃ لاکرتی ہے، اور نہ پینے والے کو روکتی ہے، اسی طرح ایک بگ ہے۔

والطاحنات طحنا، والعاجنات عجنا، فالعابرات حبرا، اهلالة

وسمنا)

غرضیکہ مسلمانوں کے دین کی بنیاد اور حلال و حرام کا سین وہ کلام اللہ ہے جس سے بہتر کوئی کتاب نہیں اور جس میں ہر چیز کی تفصیل بیان ہے، اور جو دلوں کی بیماریوں کے لئے ہدایت و شفا ہے۔

جواب ۱۔ تم یہ کہتے ہو کہ مسلمانوں نے اپنے دین کی بنیاد ان صحابہ کی روایتوں پر رکھی ہے جو ان پڑھ اور امی تھے۔ یہ تمہاری بہت بڑی بیتان طرازی اور کذب بیانی ہے کیونکہ وہ ضرور امی تھے لیکن اس وقت جب تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نہیں ہوئی تھی۔ پھر جب آپ کی بعثت ہوئی، اللہ رب العظیم نے انھیں کتاب و حکمت کا علم دیا، یہاں تک کہ انھیں اقوام عالم پر علم و عمل، معارف الہیہ اور علوم نامور سے کھینچ کر فیض دیا، جن کا مقابلہ کوئی بھی امت نہیں کر سکتی ہے۔ اگر تمام امتوں کے علم و ہدایت مولف و بصیرت ایک طرف رکھ دیئے جائیں، تب بھی ان کے علم و ہدایت کے مقابلہ میں ان کی کوئی نسبت نہیں ہوگی۔ ہاں ہم یہ جانتے ہیں کہ بقیہ اقوام عالم دنیاوی علوم مثلاً علم حساب، علم ہندسہ، علم موسیقی، علم آٹ، علم جبرانیہ، علم میٹ، علم کیمیا، علم ذراعت، علم فزکس، علم سائنس و دیگر کے اعتبار سے ان سے زیادہ علم رکھتی تھیں، لیکن حقیقت میں یہ علوم چند روزہ ہادی زندگی کے لئے ہیں، اور حقیقی کامیابی اور فردی زندگی کے لئے کھانا نہ نہیں ہو سکتا، انہی کامیابی کا علم تو درحقیقت صرف صحابہ ہی کے

پاس تھا۔ مگر تم یہ کہتے ہو کہ انخروی علوم میں بھی وہ کوہے تھے، مثلاً اللہ کی ذات، اس کے اسما و صفات اس کے افعال و احکام، اس کی دین و شریعت کی تفصیل، پیامِ آخرت کی تفصیل، حیات و بعد الممات کی تفصیل نفس کی سعادت و شقاوت، دلوں کی ہستی اور اس کے اثرات کے متعلق انھیں علم نہیں تھا تو یہ قیامت و درجہ کا بہتان ہے۔ لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی ہدایت اظہر من الشمس تھی، تمہاری اس بہتان طرازی اور کذب بیانی سے غفلت نہیں رہے، تو پھر آپ کے صحابہ کیسے تمہاری اس الزام تراشی سے بچ سکے ہیں۔ اور کچھ نکتہ تم ان کے علم و فضیلت کا اعتراف کرو گے۔

لیکن ہم تمہاری یہ الزام تراشی کیسے تسلیم کریں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام کی عظمت سے سلیم الفطرت اور ان سے زیادہ ذہین دنیا میں کوئی نہیں تھا، ان کی ذہانت یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نئی نئی باتیں سنتے اور فوراً یاد کر لیتے اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے حلال ہوتے، دن، رات سفر و حضر ہر حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آسمانی خبریں ان تک پہنچتی رہیں، جو مختلف مضامین اور نئے نئے اسلوب بیان پر مشتمل ہوتیں، کبھی آخرت کا ذکر کبھی تخلیقِ عالم اور احوالِ ماضیہ کا بیان کبھی گذشتہ انبیاء و کرام کی سیرت اور ان کے ساتھ ان کی امتیوں کے برتاؤ کی تفصیل، کبھی عند اللہ ان کے وہ بات و مناظر کی وضاحت، کبھی ان کی تعداد اور کتابوں کا ذکر، کبھی ان کے دشمنوں پر عذاب اور توبہ کے انعامات کا تذکرہ، کبھی فرشتے اور ان کے انواع و اقسام اور ان کے کاموں کا ذکر، کبھی امورِ آخرت میں جنت و جہنم کی تفصیل، کبھی یومِ قیامت کی تفصیل، غرض کہ یہ کتاب حکیم تمام علومِ اولین و آخرین پر مشتمل تھی جس کے مش دنیا میں کوئی کتاب نہیں تھی، جن کا اعتراف حضرت یحییٰ نے بشارت دیتے ہوئے ان الفاظ میں کیا تھا۔

کہ وہ کتاب ایسی ہوگی کہ اللہ نے تمہارے لئے جو چیزیں بھی تیار کر رکھی ہیں۔ ان تمام کی خبر دے گی دوسری جگہ ہے کہ وہ کتاب جس میں حوادث و غیوب کی خبر دے گی، ایک جگہ ہے کہ وہ کتاب تمہیں ہر چیز سے سزا دے گی ایک جگہ ہے کہ وہ تمہارے لئے اسرار کو ظاہر کرے گی، اور ہر چیز کی تفسیر بیان کرے گی، میں تمہارے پاس امثال

لگایا ہوں، اور وہ تمہارے پاس تاویل بیان کرے گی،

دوسری جگہ ہے، مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے، مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے، لیکن جب سنی وہ سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام حق کی رہنمائی کرے گا، اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا، بلکہ جو کہنے سے گا، وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا، اور جو کچھ باپ کے لئے ہے تمہیں اس کے متعلق خبر دے گا۔

غرضیکہ اسی عظیم کتاب جس کا اقرار حضرت مسیح نے کیا تھا، کے یاد کرنے کی ذمہ داری صحابہ کرام نے اٹھائی، جو اس بات پر مبنی ثبوت ہے کہ وہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ ذہین تھے اور کوئی بھی امت ان کے علوم و معارف کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ان کی ذہانت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز ادا کی پھر منبر پر چڑھے اور صحابہ کرام کے سامنے ایک خطبہ دیا، یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا، پھر آپ منبر سے اترے، اور ظہر کی نماز ادا کی پھر منبر پر چڑھے اور خطبہ دینا شروع کیا، یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا پھر آپ منبر سے اترے اور عصر کی نماز ادا کی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد پھر خطبہ دینا شروع کیا، یہاں تک کہ مغرب کا وقت ہو گیا، اس خطبہ میں آپ نے قیامت تک واقع ہونے والی ہر چیز کے متعلق خبر دے دی۔ لیکن صحابہ کرام نے لفظ بلفظ آپ کی باتیں حفظ کر لیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ نے خطبہ دیا، جس میں تخلیق کی ابتداء سے لے کر جنت و جہنم کے دخول تک کی خبر دی، یہی نہیں بلکہ آپ ہر چیز کے متعلق اس طرح تفصیل کرتے کہ ایک یہودی نے حضرت سلمان سے کہا کہ تمہارے نبی تو تمہیں ہر چیز سکھاتے ہیں یہاں تک کہ پانچاؤں کرنے کے طریقے بھی، حضرت سلمان نے کہا ہاں ہاں تو ایسے ہی ہے، لیکن صحابہ کرام ان تمام باتوں کو من و عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھ کر اس طرح حفظ کیا ہے کہ دنیا کی کوئی قوم ان کے حافظہ اور ذہانت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

صحابہ کرام تمام لوگوں میں سب سے بڑے عالم اور افضل تھے اس لئے تمام
علماء ان کے شاگرد ہیں

کبار صحابہ اور ائمہ B بیان

عصر حاضر میں مسلمانوں کے درمیان جو مختلف قسم کے دینی علوم اتنے اعلیٰ و بہرہ گیر بیان پر بکھرے
ہمئے ہیں۔ وہ درحقیقت صحابہ کرام ہی کے اقوال و فتاویٰ سے ماخوذ و مستنبط ہیں۔ لہذا صحابہ کرام کے
بارے میں یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ ان پڑھ اور جاہل لوگ تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس جو ان میں بچے اور نوجوان تھے، ان کے علم نے پوری دنیا کو ڈھانپ دیا اور
میس ٹری کتابوں کے قریب ان کے صرف فتاویٰ ہوں گے۔

دہلم کے ایسے بکر بیکراں تھے جو کبھی خشک ہونے والا نہیں تھا، اور اگر ان کا علم تمام اہل دنیا
پر تقسیم کر دیا جاتا تو پوری دنیا کے لوگوں پر بھاری ہوتا، اور انھیں ڈھانپ لیتا، جب آپ حلال و حرام
اور فرائض کے متعلق احکام شرعیہ کو بیان کرنے لگے۔ تو سننے والے یہی کہتے کہ اس سے بہتر کوئی نہیں بیان
کر سکتا، جب قرآن کے معانی و مطالب بیان کرنے لگے۔ اور آگشتہ امتوں کے قصہ و اخبار بیان کرتے
تو سننے والے پھر یہی کہتے جب آپ عرب کے قبائل کا نسب نامہ اور ان کے اصول و فروع کا بیان شروع
کرتے تو سننے والے پھر یہی کہتے کہ ان سے بہتر کوئی شخص نہیں بیان کر سکتا۔

مجاہد کا قول ہے کہ علماء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں، اور قوادہ کہتے ہیں کہ آیت کریمہ (قِوٰی
الَّذِينَ أَوْكُوا أَعْلَمُوا الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكَ مِنَ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ) (السبا - ۶) میں صحابہ محمد
مراد ہیں۔

جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات قریب ہوئی تو آپ سے کہا گیا کہ کچھ وصیتیں کیجئے آپ نے فرمایا کہ علم اور ایمان اپنی جگہوں میں پائے جاتے ہیں، جو ان کو تلاش کرے گا، وہ چار آدمیوں کے پاس پائے گا، ایک تو عمریر ابو ورداء کے پاس، دوسرے سلمان فارسی کے پاس، تیسرے عبداللہ بن مسعود کے پاس اور چوتھے عبداللہ بن سلام کے پاس، اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ دس بنتی لوگوں میں سے ایک ہوں گے۔

ابو اسحق سبسی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ دنیا میں تین بڑے عالم ہیں، ایک شام میں ہیں اور ایک کوفہ میں اور ایک مدینہ میں، شام اور کوفہ والے، مدینہ والے کی طرف بہت سے مسائل میں رجوع کرتے ہیں، لیکن مدینہ کا عالم ان سے نہیں پوچھتا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب سے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے بارے میں کچھ بیان کیجئے، حضرت علیؑ نے پوچھا کس اصحابی کے بارے میں، لوگوں نے کہا حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں حضرت علیؑ بیان کرنے لگے کہ انھوں نے قرآن کی تعلیم حاصل کی، سنت کا علم حاصل کیا اور اس طرح ان کے بہت سے صفات بیان کئے، پھر لوگوں نے پوچھا کہ حضرت حفصہ کے بارے میں بیان کیجئے، حضرت علیؑ نے ان کے بارے میں کہا کہ وہ نبی کریمؐ کے اصحاب میں سب سے زیادہ منافقین کو پہچاننے والے تھے، لوگوں نے پھر پوچھا کہ حضرت ابو ذر کے بارے میں بیان کیجئے، انھوں نے کہا کہ لوگوں کے مددگار اور علم سے بھرے ہوئے آدمی تھے، پھر لوگوں نے پوچھا کہ حضرت عمار کے بارے میں بتائیے، انھوں نے کہا کہ وہ مومن آدمی تھے جو بہت زیادہ بھولتے تھے، جب یاد دلایا جاتا تو یاد کرتے، ان کے گوشت و خون میں خدا پر ایمان سرایت کئے ہوئے تھا، جینم کی آگ انھیں نہیں چھو سکتی، لوگوں نے کہا کہ حضرت ابو موسیٰ کے بارے میں بتائیے، انھوں نے کہا کہ وہ علم میں پوری طرح رہنے ہوئے تھے، لوگوں نے کہا کہ حضرت سلمان کے بارے میں خبر دیجئے، انھوں نے کہا کہ حضرت سلمان نے پہلے اہل بحد کے دونوں گلوں کو سیکھا تھا اور وہ علم کے ایسے سمندر تھے جو ختم ہونے والا نہیں تھا، ان کا شمار ہم اہل بیت میں کرتے تھے، لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین آپ

اپنے بارے میں بتائیے، حضرت علی نے کہا کیا تمہارا یہی مقصد تھا، جب میں سوال کرتا تو اس کا جواب مجھے دیا جاتا اور آپ خاموش رہتے تو میں سوال کر کے ابتداء کرتا۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے بالمشافہ گفتگو کیا، میں نے علم کا آخری درجہ اور انتہا ان میں سے چھ آدمیوں کے پاس پایا وہ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمر، زید بن ثابت، ابو الدرداء اور ابی بن کعب ہیں۔

مسروق کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ بیٹھنے کا اتفاق ہوا، وہ پانی سے بھرے جھیل کے مانند تھے، جھیل ایک سوار کو بھی سیراب کرتا ہے اور دو سواروں کو بھی اور دس سواروں کو بھی اور اگر پوری روئے زمین کے لوگ اس پر وارد ہوں تو ان کو بھی سیراب کر دے گا، اور عبداللہ بن مسعود انھیں جھیلوں میں سے تھے۔

یحییٰ بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتب سویا ہوا تھا، میرے پاس دو دھکا پیر لایا گیا، میں نے اس کا بعض حصہ پیا، پھر دیکھا کہ پانی کا پتھر میرے ناخن سے نکل رہا ہے، پھر اس کا بچا ہوا حصہ میں نے عمر کو دے دیا، لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول آپ نے اس کی تادین کیا کی آپ نے فرمایا اس سے علم مراد ہے

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ حضرت عمر علم کے دس حصوں میں نو حصے بزرگ مصلحتاً نہیں عبد اللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ اگر حضرت عمر کا علم ترازو کے ایک پلٹے میں رکھ دیا جائے اور پوری دنیا کے لوگوں کا علم دوسرے پلٹے میں تو حضرت عمر کا پلٹا بھاری ہوگا، حذیف بن یمان فرماتے ہیں کہ گویا کہ لوگوں کا علم حضرت عمر کے علم کے سامنے پتھر کے تپتے دیا ہوا ہے۔

شہابی کا کہنا ہے کہ اس امت کے قاضی چار حضرات ہیں، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوموسیٰؓ۔ قبیلہ بن جابر کہتے ہیں میں نے حضرت عمر سے زیادہ اللہ کی معرفت اس کی کتاب کا علم تفقہ رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت علی کا بیان ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے من کی طرف بھیجا، میں اس وقت کمر مٹھا اور ظلم قضا سے ناواقف تھا میں نے کہا کہ آپ مجھ ایسی قوم کے پاس بھیج رہے ہیں، جہاں نئی نئی چیزیں پیدا ہوں گی اور مجھے قضا کا علم نہیں، آپ نے میرے سینے پر مارا اور فرمایا کہ اللہ غریب تمہارا کلمہ کو ہدایت دے گا اور تمہاری زبان کو ثابت رکھے گا، حضرت علی کا بیان ہے کہ میں نے اس کے بعد دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کبھی شک نہیں کیا۔

سنگ بخاری میں عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چارہ ہاتھ اتفاق سے میرے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کا گذر ہوا، آپ نے مجھ سے فرمایا اے لڑکے کیا دودھ ہے، میں نے کہا ہاں، لیکن میں امین بنایا گیا ہوں، آپ نے فرمایا کیا کوئی ایسی بکری ہے جس سے کسی بڑے جھنڈی نکلا ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک بکری آپ کے پاس لایا، آپ نے اس کا تھن چھوا اور دودھ اتر آیا، پھر آپ نے اس کو ایک برتن میں دوہا اور خود پیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی پلایا، پھر آپ نے تھن سے کھما سکرھا، چنانچہ وہ سکر گیا، اس کے بعد میں آپ کے پاس پہنچا اور کہا اے اللہ کے رسول وہ قول آپ مجھ سے بھی نکھا دیجئے، آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا تمہارے اوپر اللہ رحم کرے تم ٹہرے ظلم اور ظلم ہو۔

عقبہ بن عامر نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن مسعود سے بڑھ کر شریعت محمدی کا عالم کسی کو نہیں دیکھا یہ سن کر حضرت ابو موسیٰ نے کہا کہ تم جو بات کہہ رہے ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس وقت بھی آپ کی باتیں سنتے تھے، جب ہم نہیں سنتے تھے، اور اس وقت بھی آپ کے پاس پہنچے رہتے، جب ہم نہیں پہنچتے۔

مسروق کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ جتنی سورتیں نازل ہوتی ہیں، میں سب کو جانتا ہوں کہ کس کے ہاتھ میں نازل ہوئی ہیں اور اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ کسی آدمی کے پاس اللہ کی کتاب کا علم مجھ سے زیادہ ہے، تو اگر اس کے پاس پہنچنا ممکن ہے تو میں ضرور پہنچوں گا۔

عبداللہ بن برید نے آیت کریمہ (سَحَقِيْ اِذَا خَرَجْتُ مِيْنَ هٰذِيْكَ قَالُوْا لِيْذِيْنَ
اُوْلُوْا الْعِلْمَ مَا خَافَا قَالُوْا نَفْسًا) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے مراد عبداللہ بن مسعود
(رحمہ اللہ) ہیں۔ مسروق کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ کو علم فراموشی میں مبتلا بھی تھیں۔

خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے صحابہ کو ان سے فراموشی کے متعلق سوال
کرتے دیکھا، حضرت ابو موسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ جب بھی ہم صحابہ محمدؐ پر کوئی مسئلہ سوار گزارتا، تو حضرت عائشہؓ
کی طرف رجوع کرتے اور اس کے متعلق ان کے پاس معلومات ہوجاتی۔

شہرین ہوشب کا بیان ہے کہ جب صحابہ محمدؐ آپس میں باتیں کرتے اور ان میں معاذ بن جبل
موجود ہوتے تو وہ خوف سے حضرت معاذ کو دیکھتے رہتے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ابوذرؓ ایسے برتن ہیں جو علم سے بھرے ہوئے ہیں، پھر اس کا بندھن
بانٹھ دیا گیا اور اس سے کوئی چیز نہیں نکل سکی۔ یہاں تک کہ وہ وفات پاگئے۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں مدینہ آیا تو زید بن ثابتؓ کو انہیں فی العلم میں پایا، ابوذرؓ کے پاس جب
حضرت عبداللہ بن مسعود کی موت کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اب ان کے بعد ان کے مثل کوئی نہیں رہ گیا۔
ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے بعض کو علم دیا جاتا ہے، لیکن علم و پرورداری نہیں دی جاتی، اور
شدا دین اوس کو علم اور علم دونوں سے نوازا گیا، جب زید بن ثابتؓ کا انتقال ہوا تو عبداللہ بن عباس
ان کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ دنیا سے عالم ایسے ہی اٹھتے رہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت ابن عباسؓ کو پنے سے قریب کیا۔ اور آپ کے لئے دعا کی کہ اے اللہ انہیں حکمت سکھا اور کتاب
کی تادیل کا علم دے۔

جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا انتقال ہوا تو عمر بن حفص نے کہا کہ اس امت کے سب سے بڑے عالم
کی وفات ہوگئی۔

عبید اللہ بن عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے بڑھ کر سنت کا عالم، اہمیت والے

کامل اور بالغ نظر رکھنے والا آدمی میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت عمرؓ ان سے کہتے کہ میرے پاس کچھ چھپے مسائل آگئے ہیں، ان مسائل کا حل تم ہی کرو۔ جب کہ حضرت عمرؓ کی نگاہ مسلمانوں کے لئے بڑی دور رس تھی، مسلمانوں کے معاملات میں جفاکش ہونے کے اعتبار سے بہت مشہور تھے۔

عطاء بن رباح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مجلس سے زیادہ موز کسی مجلس کو نہیں دیکھا، آپ سب سے بڑے فقیہ اور عالم تھے، آپ کی مجلس میں اصحاب فقہ بھی رہتے اور اصحاب قرآن بھی اور اصحاب شیعہ بھی، آپ ان سب کو ایک درسِ وادی میں لے جاتے اور حضرت عمرؓ بن خطابؓ اکابرین اصحاب کے ساتھ ان سے بھی دریافت کرتے۔ اللہ کے رسولؐ نے آپ کے لئے علم و تفقہ میں زیادتی کی دعا کی تھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ اگر حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہماری عربی پالیٹے تو ان کے علم کا دسواں حصہ بھی کوئی آدمی علم نہیں حاصل کر پاتا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ مجھ سے جس شخص نے بھی کسی مسئلہ کے متعلق دریافت کیا تو میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ آدمی فقیہ ہے یا غیر فقیہ۔

ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا، آپ نے فرمایا کہ سائلوں کی زبان اور عقول کے دل سے۔ آپ کو آپ کی کثرتِ علم کی بنا پر عجب کہا جاتا تھا۔

طاؤس کا بیان ہے کہ میں نے تقریباً پچاس اصحاب رسولؐ کو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان سے کوئی چیز بیان کی، تو انھوں نے مخالفت کی، لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے اس قول پر جے پے ادا ان کو قاضی بنا کر چھوڑا۔

اعمش کہتے ہیں کہ جب میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو دیکھا تو کہا کہ یہ سب سے زیادہ خوبصورت آدمی ہیں، جب انھوں نے بات کی تو میں نے کہا یہ سب سے زیادہ فصیح اللسان آدمی ہیں، پھر جب انھوں نے بیان کیا تو میں نے کہا یہ سب سے بڑے عالم ہیں، مجاہد کا بیان ہے کہ جب عبداللہ بن عباسؓ کسی چیز کی

تفسیر بیان کرتے تو میں ان کے چہرے پر نور دیکھتا۔

ابن سیرین نے کہا کہ صحابہ کرام یہ خیال کرتے تھے کہ ایک آدمی کے پاس جتنا علم ہے، اتنا تمام لوگوں کے پاس نہیں ہے۔

ابن عون کہتے ہیں کہ انھوں نے مجھے اس حال میں دیکھا گویا میں انکار کر رہا ہوں، پھر انھوں نے کہا کہ کیا ایسی بات نہیں کہ ابو بکر جو جانتے تھے، وہ تمام لوگ نہیں جانتے تھے، پھر عمر کے پاس جو علم تھا وہ تمام لوگوں کے پاس نہیں تھا۔

عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ اگر تمام قبائل عرب کا علم ایک پڑھے میں رکھ دیا جائے اور حضرت عمرؓ کا علم دوسرے پڑھے میں تو حضرت عمرؓ کا پڑا جھک جائے گا۔

اعلیٰ کہتے ہیں کہ لوگوں نے یہ بات ابراہیم سے کہی، ابراہیم نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود نے کہا ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے دس حصوں میں لو حصہ لے گئے۔

سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے کسی کو حضرت عمرؓ سے بڑا عالم نہیں سمجھتا ہوں۔

ضمی کہتے ہیں لوگوں کے قصاۃ چار ہیں، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ذرائع سنن، احکام، حلال و حرام اور تفسیر کے علم میں مقدم تھیں۔

عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ مجھے کبھی بھی کسی ایسے شخص کی مجلس نہیں ملی جو حضرت عائشہ سے بڑھ کر علم قصاۃ اور زمانہ جاہلیت کی تاریخ کا عالم ہو، ان سے زیادہ شعری روایت کرنے والا اور علم ذرائع و طب میں ماہر ہو۔

عطاء کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ تمام لوگوں میں سب سے بڑی عالمہ اور فقیہہ تھیں۔

اہم بخاری نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ سے آٹھ سو صحابی و تابعی نے علم کی

رولیت کی ہے۔ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اللہ رب العالمین نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تمام لوگوں میں بہتر پایا، پھر آپ کے صحابہ کے دلوں کو تمام لوگوں سے بہتر پایا، تو ان کو آپ کا وزیر بنا دیا گیا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اصحاب محمدؐ مراد ہیں۔

قُلْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰى عِيسٰى وَ اَلَّذِيْنَ اَخْطَا فِيْ (النحل - ۵۹)

کہہ دو کہ حمد اللہ کے لئے ہے، اور سلام اس کے ان بندوں پر جنہیں اس نے برگزیدہ کیا۔

ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جو شخص تمہیں سے کسی کے طریقے پر عمل کرنا چاہتا ہو، وہ ان لوگوں کے طریقے کو اپنانے جو مرچکے ہیں، اس لئے کہ جو لوگ زندہ ہیں، وہ فقہ سے مامون نہیں ہیں، وہ اصحاب محمدؐ ہی تھے۔ جن کے حل اس امت میں سب سے زیادہ نیک تھے، جن کا علم سب سے زیادہ بگرا تھا، جو سب سے کم تکلف کرتے تھے وہ ایسی قوم تھی، جس کو اللہ نے اپنے دین کی قیام کے لئے اور اپنے نبی کی محبت کے لئے چن لیا تھا، تو ان سے حق کو پہچانو۔ ان کی ہدایتوں کو پکڑو، اس لئے کہ وہ سیدھے راستے پر تھے۔

اللہ نے ان کی تعریف اس طرح کی ہے کہ ایسی تعریف کسی امت کی نہیں کی ہے جیسا کہ ارشاد ہے،

وَكَذٰلِكَ بَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شٰهَدًا عَلٰى النَّاسِ وَاَنْتُمْ اَلرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شٰهِيْدًا (البقرة - ۱۴۳)

اور اسی طرح ہم نے تم کو متوسط امت بنا دیا، تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تمہارے اوپر گواہ رہیں۔

دوسری جگہ ہے:

مَنْ تَرَىٰ خَيْرًا مِّنْ اُمَّةٍ اُخْبِرْتِ لِلنَّاسِ تَامِرًا مِّنْ بِالْمَعْرُوْفِ وَكَاشْفًا مِّنْ الْمُنْكَرِ وَتُوْمِيْنًا بِاللَّغْوِ

تم بہتر امت جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے تم انہیں بھلائی کا علم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

(ال عمران - ۱۱۰)

ایک جگہ ہے :

مَعْتَدًا وَمُتَوَلِّئًا اللَّهُ ذَا الَّذِي مَعَهُ
 آسَاءُ أَعْمَلُوا الْفَعَارِ رُحْمًا وَأَنْبَتُهُمْ
 كَرِيمًا رُحْمًا سَجْدًا يَتَّبِعُونَ فَمَنْ لَمْ
 يَمِنِ اللَّهُ وَرَفَعُوا أَسْبَابَهُمْ فَمَنْ
 وَجُوهُهُمْ مِنَ آثِرِ السُّجُودِ ذَلِكَ
 مَكَلَّمٌ عَلَى الثُّورِ وَمَا كَلَّمُ فِي
 الْإِنشِيلِ ثُمَّ كَرَّمَ نَحْوَهُ فَمَنْ لَمْ
 تَأْتِدْ فَاسْتَلْظَمَ فَاسْتَوَى عَلَى
 سَوْتٍ يُعْجِبُ الذَّرَّاحَ لِيَنْظُرَ بِهِ
 الْفَعَارَ وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا
 وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً
 وَأَجْرًا عَظِيمًا

(الفتح - ۲۹)

ایک جگہ ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ
 كُونُوا مَعَ الصَّالِحِينَ

(التوبة - ۱۱۸)

محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو ان کے ساتھ ہیں
 وہ کفار پر سنت اور آپس میں رحیم ہیں تم جب
 انہیں دیکھو گے تو رکوع و سجود اور اللہ کے فضل
 اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پانگے
 سجدے کے اثرات ان کے چہرہ پر موجود ہوں گے
 جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں، یہ ہے ان
 کی صفت توراہ میں اور انجیل میں ان کی مثال
 یوں دی گئی ہے، گویا ایک کھیتی ہے جس نے کوہن کالی
 پھر اس کو تقویت دی، پھر وہ گدرائی، پھر اپنے
 تھے پر کھڑی ہوئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی
 ہے تاکہ کفار اس کے پھلے پھولنے پر ملیں، اس
 گروہ کے لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک
 عمل کئے ہیں اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا
 وعدہ فرمایا ہے۔

یہ وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور
 پکے لوگوں سے ہو جاؤ۔

یہاں محمد اور آپ کے صحابہ مراد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حج حدیث ہے کہ آپ سے

بعض امتیوں کو خطاب کر کے فرمایا :-

تم بہترین امتیوں کی تکمیل کرنے والے ہو، جن میں سب سے افضل اور اعلیٰ تم ہی ہو، اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم ہو۔

اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے :

وَالشَّيْقُونَ الْأَذْكَونَ مِنَ الْمُهْجِرِينَ

فَالأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ

لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

(التوبة - ۱۱۰)

مہاجرین و انصاریں سے جو سابقین اولین ہیں، اور مجنوں نے ان کی اتباع کی احسان کے ساتھ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے جنت تیار کر رکھا ہے، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

امام مالک نے نافع سے روایت کی ہے کہ ابن عباس اور ابن عمر مجنوں کے آنے کے وقت لوگوں کے لئے راستہ میں بیٹھ جاتے۔ نافع کہتے ہیں کہ میں کسی دن حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھ جاتا اور کسی دن ابن عمر کے پاس، عبداللہ بن عباس سے جو بھی پوچھا جاتا، اس کا جواب اور فتویٰ دیتے اور ابن عمر اکثر باتوں کو ٹوٹا دیا کرتے تھے۔

مالک نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ معاذ بن جبل قیامت کے دن تاجِ نظر یا پتھر پھینکنے کی مقدار تک طلاؤ کے امام ہوں گے۔

مالک کا کہنا ہے کہ ابن عمر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساٹھ سال تک زندہ رہے۔ وہ لوگوں کو فوسم حج میں اور اس کے علاوہ میں فتویٰ دیتے اور آپ ائمہ دین میں سے تھے۔

حضرت عمر نے حضرت جریر سے فرمایا، اللہ تمہارے اوپر رحم کرے، تم جاہلیت میں سردار تھے اور اسلام میں فقیہ۔

عمر بن المنذر کا بیان ہے کہ عمران بن حصین سے انھیں بصرہ میں کوئی نہیں آیا، اور جابر بن عبد اللہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک حلقہ ہوتا، جن سے لوگ علم حاصل کرتے، درحقیقت آفاق عالم میں علم کی روشنی صحابہ کرام کے ذریعہ پھیلی انھوں نے ہی ملکوں کو جہاد سے فوج کیا اور دلوں کو علم و قرآن کے ذریعے اور پوری دنیا کو علم و حکمت سے جبر دیا اور آج کل کے لوگ حقیقت میں انھیں کے چھوڑے ہوئے علوم کی اتباع کرتے ہیں۔

امام شافعی نے اپنی کتاب "الرسالہ" کے اندر صحابہ کرام کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی بڑی تعریف کی ہے پھر فرمایا ہے کہ وہ علم اور اجتہاد، فتویٰ و فصل اور ہر اس امر میں ہم سے فوقیت رکھتے تھے جس سے علم حاصل ہوتا ہے، ان کے تمام جملے سے قابل تعریف ہیں اور ہانکا یا اول سے بہتر ہیں اور وہ لوگ جن سے ہم ماخوذ ہیں، اور ہمارے شہر میں جن سے روایت کی جاتی ہے اگر تمام صحابہ کے اقوال وہ نہ لیں تو انھیں ایک بھی سنت کاظم نہیں ہوگا، اور اگر بعض صحابہ کے اقوال تک نہ پہنچیں، تو انھیں بعض سنت کاظم نہیں ہو سکتا، اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ ہم ان تمام لوگوں کے اقوال سے نہیں بچ سکتے۔

امام شافعی مزید فرماتے ہیں کہ اللہ رب العالمین نے توراہ انجیل اور قرآن میں صحابہ کرام کی تعریف کی ہے اور نبی کریمؐ نے بھی ان کے وہ فضائل بیان کئے ہیں جو ان کے بعد کسی کو حاصل نہیں ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث پہنچ جائے تو ہم اسے سزا رکھوں پر رکھیں گے اور جب صحابہ کا قول ملے تو ہم ان کے قول کو اختیار کریں گے اور اس سے نہیں بچیں گے۔

ابن قاسم کہتے ہیں کہ میں نے مالک کو کچھ ہونے سنا کہ اصحاب رسول اللہ شام میں داخل ہوئے تو اہل کتاب کا ایک شخص انھیں دیکھ کر کہنے لگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ ساتھی جنھیں آروں سے چیر دیا گیا اور رسول دے دی گئی، وہ بھی ان سے زیادہ مجتہد نہیں تھے۔ خود صادق الصدوق صاحب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی الاطلاق صحابہ کے زمانہ کو منجبت سے بہترین زمانہ کہا ہے

جیسے کہ اللہ رب العالمین نے ان کے بارے میں مطلقاً خیر الائم ہونے کی گواہی دی ہے۔ ان کے علاوہ اور تلامیذ ہی ہیں جنہوں نے دنیا کو علم سے بھروایا۔ تمام علماء اسلام ان کے شاگرد اور سلسلہ سلسلہ شاگردوں کے شاگرد ہیں۔

ان کے پاس صحابہ کی بیان کی ہوئی جو چیزیں ہیں وہی سب سے بہتر ہیں۔ صحابہ کی فقہ نسب سے بہتر اور ان کی تفسیر سب سے اچھی مانی جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ کی ذات اس کی صفات و افعال و فتاویٰ و قدر کے باب میں صحابہ کے قول سب سے مقدم ہیں۔ اور جو شخص صحابہ کے بیانات اور انبیاء کے بیانات دونوں سے واقف ہو تو اسے انمانہ ہوا کہ درحقیقت صحابہ کی تفسیر اور ان کی بیان کی ہوئی جو چیز انبیاء کے قول کی تفسیر ہوتی ہے نیز اسی سے ماخوذ و مشتق ہوتی ہے اور تمام علوم نامہ جوامت کے اندر رائج ہیں وہ انہیں کے کلام سے ماخوذ و مستنبط ہیں۔ اور یہ علماء انہیں کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ جن کی تعریف اور فتاویٰ سے رونے زمین بھر گئی ہے۔

امام مالک کے فتاویٰ متعدد ہوئی ہوئی کتابوں میں جمع کئے گئے ہیں۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ کے بھی اسی طرح امام شافعی کی تعنیفات تئو کے گنگ بنگ ہیں۔ اسی طرح امام احمد کے فتاویٰ اور ان کی تعنیفات تقریباً سو بڑی کتابوں کی شکل میں ہیں۔ جن میں صرف فتاویٰ میں جلدوں میں ہمارے پاس موجود ہیں، اور ان کی اکثر تعنیفات کل کے کل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ و تابعین ہی سے ماخوذ ہیں۔

اور متاخرین میں امام ابن تیمیہ کو لے لیجئے جن کے فتاویٰ ان کے شاگردوں نے تیس جلدوں میں جمع کئے ہیں جن کو میں نے دیار معر میں دیکھا، اس کے علاوہ بھی انما اسلام کی اتنی تعنیفات ہیں جن کا شمار کرنا مشکل ہے۔ اور تمام کے تمام لوگ اول سے آخر تک صحابہ کے علم و فضل کا اقرار کرتے ہیں اور یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ان کا علم صحابہ کے مقابلے میں ایسے تھا ہے۔ جیسے کہ صحابہ کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں ہے۔ مروی ہے کہ کعب اجاب نے ایک یہودی عالم کو آہ و بچائیں مبتلا دیکھا، انہوں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سا امر لارا رہا ہے، اس نے کہا کوئی بات یاد آئی ہے جس سے یہ حالت طاری ہے

حضرت کعب نے کہا میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر میں تجھ سے وہ امر بیان کر دوں جو تجھے راز رہا ہے تو تو میری تصدیق کر دے گا اور حقیقت کا اعتراف کرے گا اس نے کہا ہاں، انھوں نے کہا میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تو نے اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتاب تورات میں دیکھا ہے کہ حضرت موسیٰ نے جب تورات کی تلاوت کی تو عرض کیا اے رب العالمین میں تورات میں ایسی امت کی نشاندہی پاتا ہوں جو سب امتوں سے سیرت و کردار میں بہتر ہوگی، اور ان کو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کیا جائے گا، جو نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منکر کریں گے۔ اور پچھلی سب کتابوں پر ایمان لائیں گے مگر وہ لوگوں سے قتال کریں گے حتیٰ کہ جہاں اور کو قتل کریں گے، انھیں میری امت بنا دے اللہ رب العالمین نے فرمایا اے موسیٰ وہ تو امت احمد ہیں۔

اس یہودی عالم نے کہا ہاں (میں نے یہ مضمون توراہ میں دیکھا ہے)

کعب اجمار نے فرمایا تجھے میں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تو نے تورات میں دیکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب توراہ پر نظر ڈالی تو عرض کیا اے اللہ میں ایسی امت کا یہاں تذکرہ پاتا ہوں جو بہت ہی حمد و ثنا بجالانے والے ہوں گے اور عبادت کا وقت معلوم کرنے کے لئے سورج کا خاص طور سے خیال رکھیں گے، منقب عداوت و حکومت پر فائز ہوں گے، جب کسی کام کا ارادہ کریں گے تو ہمیشہ خداوندی کو مد نظر رکھ کر کہیں گے، اگر اللہ نے چاہا تو ہم ایسا کریں گے ان کو تو میری امت بنا دے، اللہ رب العالمین نے فرمایا اے موسیٰ یہ تو امت احمد ہیں یہ یہودی عالم نے کہا ہاں، کعب اجمار نے پھر کسا میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا توراہ میں مرقوم نہیں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے توراہ کو دیکھا تو اللہ رب العالمین سے کہا کہ اے اللہ میں اس کا اندازہ ایسی امت کا حال دیکھ رہا ہوں کہ جب ان میں سے کوئی شخص بلندی پر چڑھے گا تو اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرے گا اور جب وادیوں میں اترے گا، تو احمدر اللہ پکڑے گا بلندی پر چڑھے گا تو اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرے گا اور جب وادیوں میں اترے گا، تو احمدر اللہ ان کے لئے نماز کی جگہ، جنابت سے طہارت حاصل کرنے والے ہوں گے، اور پانی دستیاب نہ ہونے پر

رونے زمین ان کے لئے پانی کی طرح موجب طہارت ہوگی، قیامت کے دن آثار و مضبوطی سے ان کے پہرے ہاتھ پاؤں منور ہوں گے۔ اے اللہ تو ان لوگوں کو میری امت بنا دے۔

اللہ رب العالمین نے فرمایا، اے موسیٰ وہ تو امت احمدی، یہودی عالم نے کہا ہاں میں نے یہ مضمون توراہ میں دیکھا ہے۔

حضرت کعب اجار نے پھر ان سے کہا کہ میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ اللہ کی نازل کردہ کتاب (توراہ) میں کون سے دیکھا ہے کہ حضرت موسیٰ نے تورات میں امت مروجہ کا حال ملاحظہ فرمایا تو عرض کیا اے رب امیں تورات میں ایسی امت کی شان دیکھتا ہوں جو رحم کی گئی ہے اور کبر و رعب ہے۔ کون سے ان کو کتاب کا ادارت بنا یا ہے اور ان کو اپنے نفس کے لئے نہیں لیا ہے۔ ان میں سے کچھ لوگ اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں، اور کچھ لوگ میاں روی اختیار کرنے والے ہیں، اور کچھ لوگ بھلائی میں سبقت کرنے والے ہیں۔ میں ان میں تمام لوگوں کو مروجہ دیکھتا ہوں، تو اے رب العالمین ان کو میری امت بنا دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ وہ احمدی ہے اس کے امتی ہیں، یہودی عالم نے کہا، ہاں۔

حضرت کعب نے پھر اس سے کہا کہ میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کیا کون سے تورات کے اندر اس امر کا مطالعہ کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں امت مروجہ کا تذکرہ دیکھا تو کہنے لگے، اے اللہ تعالیٰ میں تورات میں ایسی امت کا تذکرہ پاتا ہوں، جن کے مصحف ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گے، نماز میں صف بندی ایسے ہی کریں گے جیسے کہ ملائکہ آسمانوں میں کرتے ہیں مساجد میں ان کے الفاظ شہد کی ٹھیک لپا کی طرح محسوس ہوں گے، ان میں کوئی بھی آگ میں داخل نہیں ہوگا، اسو اس شخص کے جو تکبیروں سے اس طرح دور ہوگا جیسے نمازات پتھر پر لگنے سے، تو اے اللہ تو انہیں میری امت بنا دے، اللہ رب العالمین نے فرمایا اے موسیٰ، وہ امت احمدی ہے یہودی عالم نے کہا ہاں میں اس امر کو مانتا ہوں۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے اس فیور برکت اور فضل و شرف پر تعجب کیا، جس سے اللہ نے محمد اور آپ کی امت کو نوازا، تو کہا اے کاش میں بھی اصحاب محمد سے ہوتا تو اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تین آیات

نازل فرمائیں جن کے ذریعہ موسیٰ علیہ السلام کو رہنی کرنا مقصود تھا۔

پہلی آیت :-

اسے موسیٰ ہم نے ہمیں تمام لوگوں پر رسالت
دیکھائی کے لئے منتخب فرما کر فوجیت دے دی ہے
تو جو کچھ ہم نے حکایا ہے اسے لا اور کراؤ
میں شامل ہو جاؤ۔

يٰۤاَيُّهَا مٰوسٰى اِنِّىْ اصْطَفٰىنِكَ عَلٰى النَّاسِ
پروملىق و بى كلاوى لى فخذ
مَا اَمَرْتُكَ و لكنى مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝
(الاعراف - ۱۴۳)

دوسری آیت :-

اور موسیٰ علیہ السلام کی امت میں ایک ایسی
جماعت ہے جو حق کی طرف لوگوں کو بلاتی ہے
اور حق کے ساتھ حکم دیتی ہے۔

وَمِنْ قَوْمٍ مُّؤْمِنٍ اُمَّةٌ يّهْدُوْنَ
بِالْحَقِّ وَ يَبْعَثُوْنَ
(الاعراف - ۱۵۹)

تیسری آیت :-

ہم نے ان کے لئے الواح توراہ میں ہر چیز درج
فرمادی۔

وَ كَتَبْنَا لَهُ فِى الْاَوْحٰى مِنْ حَتٰى
شئى ۝ (الاعراف - ۱۴۵)

تو موسیٰ علیہ السلام پوری طرح راضی ہو گئے۔

یہ فصول بعض توراہ میں ہیں بعض صحف شعیب علیہ السلام میں یعنی دوسری آسمانی کتابوں میں اور
یہاں توراہ سے مراد صرف توراہ معلینہ نہیں ہے جو ان کے ہاتھوں میں موجود ہے، اللہ رب العالمین
نے حضرت موسیٰ کے لئے الواح توراہ میں ہر چیز کو بطور نصیحت مفصلاً بیان کر دی تھی، لیکن جب اسے توڑ
دیا گیا تو بہت سی چیزیں اٹھالی گئیں، اور بہت سی خیرکی باتیں باقی رہ گئیں، لہذا اگر ہل کتاب کو معلوم
نہ ہو تو ان کا نہ جانتا اس کی صحت نقل میں قادر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انبیاء علیہ السلام سے حاصل کردہ علوم
میں بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جس کو چند لوگ یا صرف ایک آدمی جانتا ہے، اور یہ امت یہود اپنے انبیاء کے

زمانہ ہی سے اس علم کے حادث تصور ہے ہی مقولہ میں مد ہے اور ہر لوگ اس کے منکر اور جاہل رہے ہیں۔
حضرت کعب احبار نے ایک آدمی کو کہتے سنا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ میدان قیامت میں
حساب کے لئے جمع کئے گئے ہیں۔ انبیاء علیہ السلام کو بلا یا گیا اور ہر نبی کے ساتھ ان کی امت بھی آئی۔
میں نے ہنسی کے ساتھ دعامت دیکھا اور ان کے ہر فریق کے لئے ایک نور جس کی روشنی میں وہ چلتے تھے
جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا یا گیا تو ان کے سر قدس اوپر ہوا نور کے ہر آل کی جگہ نور کی شامیں بلند
ہو رہی تھیں۔ اور آپ کے ہر مرتبہ کے لئے دو نور تھے۔ وہ اس کی روشنی میں چل رہے تھے۔

کعب احبار نے اس شخص سے پوچھا تمہیں یہ بات کس نے بتائی، اس نے کہا میں نے خواب میں دیکھا
کعب نے مزید اطمینان کے لئے کہا، تو نے یہ نظارہ خواب میں دیکھا ہے۔ اس نے کہا ہاں تو کعب احبار نے
کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، جو کہ تو نے دیکھا ہے۔ یہ نبی کریم، آپ کی امت اور
دوسرے انبیاء علیہم السلام اور ان کی امم کی صفات و کیفیات ہیں (جو توراہ میں منقول ہیں) گویا کہ تو نے
تورات سے ان صفات و کیفیات کی تلاوت کی ہے۔

بعض کتب قدیر میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا، اے اللہ کے روح، کیا اس امت
کے بعد بھی کوئی امت ہے، انہوں نے کہا ہاں، لوگوں نے کہا وہ کون سی امت ہے، آپ نے فرمایا امت احمد
لوگوں نے پوچھا امت احمد کون ہیں، آپ نے فرمایا وہ علماء حکماء اہل عبادت اور تقیاء ہیں۔ وہ فقہ و علم میں انبیاء
کے مانند ہیں، وہ اللہ کے تصور سے رزق پر راضی رہیں گے اور اللہ ان کے تصور سے غل پر راضی رہے گا،
ان کو جنت میں لالہ الا اللہ کی شہادت دینے سے داخل کرے گا، حضرت کعب فرماتے ہیں کہ اس امت کے
علماء، بنو اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں، اور اس کے متعلق ایک فروع حدیث بھی ہے، جس کی صحت کا سال
مجھے معلوم نہیں۔

ذرا متغضوب اور گمراہ اُمت اپنے علوم اور علماء کا جائزہ لیں

میں پوچھا ہوں کہ ختمِ ثلاثیت کے علم داروں، صلیب پرستوں، ملعونوں اور مفسدوں کو علم و فقہ میں کون سا حدک حاصل ہے جو ختم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحاب کو علم و فقہ سے گورا بتلاتے ہو جب کہ آپ کے صحاب اور ان کے شاگرد نبی سرزمین کے انبیاء کے مانند علم رکھتے ہیں اور ملعون و مفسد تہلکے تہلکے خدا کے نزدیک گدھے کے مانند ہیں۔ جو صرف کتابوں کا بولہ لادے ہوئے ہیں اور تم نے تو خدا کے بارے میں ایسی خرافات باتیں کی ہیں کہ دنیا کی کسی قوم نے ایسی گمراہی باتیں نہیں کیں۔

لہذا جب تم دنیا کی تمام برائیاں اور اذیتیں گراؤٹ کے پیکر ہو تو تمہاری یہ مجال کہ تم صحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد ان کو جاہل وان پٹھ بٹلاؤ، شرافت و تمیز عالم اور جاہل کے درمیان تو وہ کرے اور وہی شخص کر سکتا ہے جو تمہیں کام پر اور انہیں کے زمرے کا ہو۔

اور تم تو ایسے ہی ہو جیسے کہ کوئی غالی ہاتھ نہ تھا آدمی کسی ایسے شخص سے مقابلہ کر رہا ہو جو جھیاڑ سے لیس ہو، یا سیشہ کا گھر رکھنے والا آدمی پتھر کا قلعہ رکھنے والے شخص سے ٹکرائے، غرض کہ تم تو پوری دنیا میں سب سے بڑے جاہل ہو، تمہارے علوم کا سب سے بڑا سرمایہ۔ المشنا اور تلمود ہے جس میں صرف اللہ تعالیٰ پر اقرار و مرداری، موسیٰ علیہ السلام پر بہتان طرازی کی گئی ہے اور جس میں صرف اجاب سوہ اور علماء سوہ کی نت نئی گھسی ہوئی باتیں ہیں، جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں، تمہارا علم یہی ہے کہ اللہ کو انسانوں کی پیدائش پر ندامت ہوئی اور ان کا وجود ان پر سخت گندرا، اور طوفان نوح کے بعد اس سے متاثر ہو کر اس قدر رویا کہ اس کی آنکھیں پر آشوب ہو گئیں، یہاں تک کہ ملائکہ نے اس کو تسلی دی اور عبادت کی۔

ای طرح تمہارے مہائی است ضلال نصاریٰ کا علم یہ ہے کہ انہوں نے تمام شرائع انبیاء کو چھوڑ دیا

اور حضرت مسیح کی مخالفت کی، اپنے اجداد اور علماء کی باتیں اور اللہ رب العالمین پر ایسی بڑی بہتان چلائی
کیں کہ قریب تھا کہ آسمان وزمین پھٹ جائے اور پہاڑ ٹوٹے جاتے، اگر اللہ رب العالمین ان کو
نہ روکتا۔

ان کے علم نے انہیں تثلیث کا تصور دیا، صلیب پرستی اور بت پرستی پر اجماعاً یہاں تک کہ ان کے
ایک عالم نے کہا کہ ہاتھ جس نے حضرت آدم کی مٹی کا گارا بنایا، اس کو سولی پر لٹکایا گیا، اور اسی بالمشابہت
کو سولی پر تیر کا نشانہ بنایا گیا، جس کے ذریعے اس نے آسمانوں کو ناپا اور ایک عالم عتیقودس نے یہ
کہہ دیا کہ جس نے یہ نہیں کہا کہ حضرت مریم نوزہ اللہ اللہ کی والدہ تھیں وہ اللہ کی ولایت و دوستی سے غلط ہے

امت کے گناہ رسولوں اور ان کی رسالت میں قیاح نہیں ہو سکتے

سائل کا کہنا ہے کہ ہم مسلمان ہیں زیادہ برائی انہیں لوگوں کے اندر دیکھتے ہیں جو ان میں بڑے عالم
اور فقیر بنے جاتے ہیں، شکار، ناکاری، لواطت، خیانت، حسد و بغل، ظر و ظلم، فخر و کبر، تقویٰ ماہ
ایمان کی کمی، رحم و درود سے علی سب جبراً، دنیا کا حیریں، نیکیوں میں پیچھے اور سست رہنے والا
اور یہ برائیاں ایسی ہیں جو انسان کے اقوال کو ساقط اور اعتبار بنا دیتی ہیں۔ اس کا جواب متنوع
طریقوں سے ہے

پہلی بات یہ ہے کہ اگر رسول کے اتنی اور اتنا ع برائیاں کریں تو انبیاء علیہم السلام کیا کریں، ان کی کیا
غلطی ہے، کیا یہ چیز ان کی نبوت میں قیاح ہوگی، یا ان کی رسالت میں کچھ نقص پیدا کرے گی، اور یہ بتلاؤ کہ
انبیاء علیہم السلام کے علاوہ وہ کون ہے جو گناہوں اور خطاؤں سے مبرا اور منزه ہو اور اگر ان کے متبعین برائی
میں ملوث ہوں تو کیا اس نبی کی تکذیب جائز ہوگی، بلکہ یہ تو بہت بڑے گناہ کی بات ہوگی، اس کی مثال ایسے
ہی ہے جیسے کہ کسی مریض آدمی کو کسی نام طبیب نے کوئی ایسا نسخہ بتلایا، جس سے اس کو پوری طرح شفا

حاصل ہو جائے لیکن وہ مرض کہنے لگے کہ اگر تم طیب ہوتے تو فلاں فلاں شخص سوچنا کیوں ہوتے، کیا انبیاء
کما دپر یہ واجب ہے کہ تمام مریضوں کو شفاء دے دیں، یہاں تک کہ پوری دنیا میں کوئی مریض باقی نہ
رہ جائے کیا لوگوں نے ایسی کوئی نظمی رسول کے لئے ثابت کی ہے۔

موجود مسلمانوں کے گناہ یہ دو نصاریٰ کے بڑے گناہوں کے مقابلہ میں
ایسے ہیں جیسے کہ سمندر میں کوئی بدلوں پر پتھر یا ٹھوک پڑا ہو،

دوسرا جواب یہ ہے ذنوب و معاصی تمام امتوں کے درمیان مشترک چیزیں ہیں اور دنیا کے تمام انسانوں
میں خواہ عالم ہوں یا جاہل ناہم ہوں یا دنیا دار، امیڑوں یا مامور ہمیشہ سے پائی جاتی رہی ہیں، صرف اسی
امت کے لئے خاص نہیں ہیں، جس کی بنا پر ان کو سابقہ اعتبار قرار دیا جائے، اور ان کے نبی کی نبوت کو
جھٹک دیا جائے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ذنوب و معاصی کا ارتکاب ایمان بالرسول کی نفی نہیں کرتا ہے بلکہ بندہ گناہ
کے کہ بھی اسلام و ایمان کے دائرہ میں رہتا ہے اس سے خارج نہیں ہوتا، البتہ گناہ اس کے ایمان کی تکمیل
و اتمام میں قاصر ہوتا ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ بندہ جب سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں خواہ
اس کے گناہ آسمان کی بلندی تک اور زمین کے ذرات کے برابر کیوں نہ ہوں، اللہ رب العالمین کا ارشاد
ہے۔۔

قُلْ يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ
عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا حَرَّمَ اللَّهُ

اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے نفسوں پر
زیا تواریاں کی ہیں: اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو

اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا وَاِنَّهٗ
 هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ
 اللہ تمام گناہوں کو معاف کر دے گا، بیشک وہ
 معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

(الامر - ۵۲)

یہ آیت کریمہ تائبہ کے حق میں ہے فرض کی توبہ یا قبل گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

حدیث قدسیہ ہے کہ اے ایمان آدم اگر تیرے سامنے روئے زمین بھر غلطیاں لے کر حاضر ہوگا تو اگر
 تو نے کسی کو شرک نہیں ٹھہرایا ہے تو میں زمین بھر خشش لے کر حاضر ہوں گا۔

اس لئے اگر مسلمان توجہ پرست ہوں، تو ان کے گناہ بالکل معاف کئے جائیں گے اور اگر معاف
 نہ کئے گئے۔ پھر بھی وہ اپنے گناہوں کا نیا زہ بھگتے کے بعد جہنم سے نکلے جائیں گے، اس کے برخلاف
 مشرکین کفار کی تمام نیکیاں سابقہ الا اعتبار قرار دی جائیں گی اور کسی بھی نیکی کے بدلے وہ اللہ سے نجات
 حاصل کرنے کی امید نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان کا کوئی گناہ معاف کیا جائے گا۔

اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے :-

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهٖ و
 يَغْفِرُ مَا هَدَتْ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۝
 بیشک اللہ شرک کو نہیں معاف کرے گا اور اس
 کے علاوہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا۔

(النساء - ۴۸)

اسی طرح کفار و مشرکین کے حق میں اللہ رب العالمین نے فرمایا :-

وَقَدْ مَنَّاْ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ حَمَلٍ
 فَعَجَلْنَاهُ هَبْآءً مِّنْ عَفْوٍ
 اور ہم ان کے عمل کی طرف متوجہ ہوئے تو ان کو
 پر اگستہ غبار بنا دیا۔

(الفرقان - ۲۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب العالمین کسی مشرک کا عمل قبول نہیں کرے گا
 فرض کیے سے دل سے توبہ، خاص توحید جمع کی ہوئی نیکیاں اور وہ مصائب جو حکم کار کا باعث بنتے ہیں، اور

مومنین کے لئے حضور کی شفاعت وغیرہ ان کے گناہوں کو مٹا دیں گی، پھر اگر ان کے گناہ معاف نہ کئے گئے تو جہنم میں داخل ہونے کے بعد ان کی توحید ان کو جہنم سے نکال لے گی اس کے مقابلہ میں کفار و مشرکین کی تمام نیکیاں ضائع و برباد ہو جائیں گی، اور وہ بالکل تہی دست ہوں گے۔

یہودیوں کی قابلِ ندامت غلطیوں اور بُرائیوں کا بیان

میں اس مغرب اور بندگی اولادِ سبائل سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں مسلمانوں پر یہ اعتراض کہتے ہوئے شرم نہیں آتی ہے، حالانکہ تم مغضوب و دتونِ اسلاف کی اولاد ہو، جنہوں نے متعدد مرتبہ خدا کی ایسی نشانیاں دیکھیں کہ کسی امت کو دیکھنا نصیب نہیں ہوا لیکن پھر بھی سرکشی کرتے رہے، خدا نے ان کے لئے دریائے نیل کا پانی چھاڑ کر راستہ بنایا، اور فرعون سے نجات دلائی، لیکن اس کے باوجود بھی ابھی دنیا کے پانی سے ان کے پاؤں خشک بھی نہیں ہوئے تھے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہنے لگے۔

مَنْ مَوْسَىٰ اجْعَلْ لَنَا الْهَآكِمَا كَمَا كُنْهَمْ
 اے موسیٰ ان مشرکین کے بتوں کی طرح ہمارے لئے
 الٰهَةً قَالِ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ
 بھی سمجھو بنا دیجئے، حضرت موسیٰ نے کہا تم لوگ
 بالکل جاہل قوم ہو۔ (الاحرف - ۱۳۸)

لیکن حضرت موسیٰ کے اہکار پر انہیں تسلی بھی نہیں ہوئی، اور جیسے آپ کوہ طور پر ایک مقررہ مدت کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے پھڑپھڑانا کر پرستش شروع کر دی اور حضرت ہارون علیہ السلام ان کو روک نہ سکے۔

یہی تمہارے وہ اسلاف ہیں جنہوں نے بار بار نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی کئی مرتبہ حضرت موسیٰ اور ہارون کو رجم کرنے کا قصد کیا، حالانکہ وہی ان کے درمیان نازل ہو رہی تھی اور جب انہیں جیاد کی طرف بلایا گیا تو کہنے لگے۔

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا مَا
 هُمِّنَا مَا عَدُوًّا (المائدہ - ۲۴)

موسیٰ تم اور تمہارا رب جا کر لڑو۔ ہم لوگ
 یہیں بیٹھے رہیں گے اور نہیں جائیں گے۔
 اور موسیٰ علیہ السلام کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں، یہاں تک کہ ان کے بارے میں مشہور کر دیا کہ
 یہ بغیر غصہ والے ہیں، اسی بنا پر تنہا نہاتے ہیں۔

اللہ نے آپ کو ان کی بہتان طرازی سے منزه کرنا چاہا، چنانچہ آپ ایک دن غسل کر رہے تھے۔
 اور اپنا کپڑا نکال کر ایک پتھر پر رکھے ہوئے تھے، اتفاق سے وہ پتھر آپ کا کپڑا لے کر بھاگا آپ اس
 کے پیچھے ننگے دوڑے، اس وقت بنو اسرائیل نے آپ کی شرمگاہ دکھی اور اس کو سالم الخلفت پایا
 تمہارے اسلاف وہی لوگ ہیں جنہوں نے حضرت ہارون کے انتقال کے بعد حضرت موسیٰ پر یہ الزام لگایا
 کیا کہ ہارون کو موسیٰ ہی نے قتل کیا ہے، اور چھپا دیا ہے، پھر ملائکہ نے ان کا ابوت آسمان وزمین کے
 درمیان اٹھایا اس وقت انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور یقین کیا اور من و سلویٰ کے مقابلہ
 میں گوشت، پیاز، ہسن، اہد دال کھانے کے لئے مہر میں واپس آکر فلاحی کی زندگی پر راضی ہوئے
 اور میدان جنگ ہی میں دشمن کے سامنے اور حضرت موسیٰ کی موجودگی میں وہ اس قدر زنا کاری میں مبتلا
 ہوئے کہ کزور ہو گئے اور دشمن کو مغلوب کر کے وہی تمہارے اسلاف ہیں، جنہوں نے یوشع بن نون
 کے بدبت پرستی اپنائی اور سینچر کے دن عملیوں کے شکار کے لئے ایک نیا حیلہ نکالا، جس کے بدلے میں
 بندر بنا دیئے گئے۔

یہی وہ انبیاء کی قاتل جماعت ہے جنہوں نے ایک دن میں ستر بیویوں کو ناحق قتل کیا، جمع کے وقت
 اس جرم عظیم کا ارتکاب کیا، اور شام کو اپنے خرید و فروخت میں مشغول ہو گئے، اور ان کو ذرا بھی احساس
 نہ ہوا جیسے کہ انہوں نے بکریوں کو ذبح کیا ہے، یہاں تک کہ انہوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام آ
 آئے سے چیر دیا، یہی وہ لوگ ہیں جو بڑے گناہوں پر مہر رہے اور بہت سے احکام تو ماقہ کے
 بدلے پر متفق ہو گئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے اوپر اپنی بیٹیوں سے زنا کرنے کا الزام لگایا، اور

حضرت یوسف پر یہ الزام لگایا کہ وہ امراۃ غزیر سے زنا کاری پر آمادہ ہوئے اور بالکل تیار ہی تھے کہ دیوار بھٹی اور حضرت یعقوب کی تمثیلی نمودار ہوئی وہ اپنی انگلیوں کے پوروں کو کاٹ رہے تھے، یہ کیفیت دیکھ کر حضرت یوسف کھڑے ہو گئے اور بھلا گئے۔

تم انہیں مومنوں کی اولاد تو ہو، جنہوں نے اولاد سلیمان کے مقابلہ میں ایک ایسے شخص کی اطاعت کی جس نے ان کے لئے سونے کا وہ میٹھا تیار کیا، پھر وہ اس کی پرستش کرنے لگے، یہاں تک کہ اولاد سلیمان کے لتھار کرنے والے مومنوں اور ان کے درمیان زبردست جنگ ہوئی، جس میں ہزاروں لوگ قتل کئے گئے، کیا تمہیں اپنے آباء و اسلاف کے ان افعال پر ذرا بھی شرم نہیں آتی۔

اے میٹھا ہا اور گائے کی پوجا کرنے والا اور انبیاء کے قاتلو، جو تم مجاہد مومنوں کو ان کے گناہوں پر لعن و لعن کرنے چلے ہو، کہاں وہ ذریت جس کے آباء کی تلوار انبیاء کے خون سے رنگی ہوئی ہے اور کہاں وہ مجاہدین جن کی تلواروں سے کفار و مشرکین کے خون ٹپکتے ہیں۔

تم وہی ہو جو اپنی نمازوں میں یہ شرم ناک باتیں کہتے ہو۔ اے رب تو اپنی فیض سے بیدار ہو جا تو کتنا سوئے گا، اس طرح اس کی تعریف کرتے ہو اور طیش دلاتے ہو۔

تو کیا تمہیں ایسے مومنین کے عیوب پر لعن و لعن کرتے ہوئے شرم نہیں آتی جو اپنی نمازوں میں یہ کہتے ہیں تمام تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے جو رحمن و رحیم ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے، اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اگر مسلمانوں کے گناہ زمین کی کلکری، ریت اور مٹی نیز تمام ذمی روح کے برابر بھی ہو جائے، پھر بھی صرف ایک نبی کے قتل کے بدلہ اور تمہاری ان بہتان طرائقوں کے برابر گناہ نہیں پہنچے گا جو تم کہتے ہو کہ اللہ فقیر ہے ہم غنی ہیں، عزیز اللہ کے بیٹے ہیں۔ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔

اور تمہارا تو کہ اللہ طوفان نوح کے بعد اس قدر رویا کہ اس کی آنکھیں پر شوبہ ہو گئیں، یہاں تک کہ ملائکہ نے اس کو تسلی دی اور عبادت کی اور وہ افسوس سے اپنے انگلیوں کے پوروں کو کاٹنے لگا۔ وہ

انسانوں کو پیدا کر کے پھپھتاتے لگا اور ان کا وجود اس کے اوپر شاق گذرا جب اس نے ان کو معافی
دگناہ میں مبتلا دیکھا۔

اور سب سے بڑی بہتان طرازی یہ کہ ان تمام باتوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کردہ توہرات
کی طرف منسوب کرتے ہو۔

پس اگر مسلمانوں کے گناہ اتہا تک پہنچ جائیں، پھر بھی تمہارے مقابل میں ایسے ہی ہیں جیسے دریا
کے اندر کوئی بدبودار چیز یا تھوک پڑا ہو۔

تم اپنے اسلاف کا وہ کارنامہ کیوں مہلاتے ہو جو انھوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے مقابل میں
شادوں کے ساتھ مل کر لڑائی کی تیاری کی تھی، پھر جب وہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اطاعت کی طرف
لوٹے کہ ان کے وفود اور لشکر معذرت چاہنے لگے اور توبہ کی غرض سے حضرت داؤد علیہ السلام تک پہنچنے
اور سبقت کرنے میں جھگڑ رہے تھے اچانک اس وقت ایک شخص ان میں سے نکل گیا اور بلند آواز سے
کہنے لگا کہ نہ ہمیں داؤد کی اطاعت کرنی ہے اور نہ شادوں کی، اس لئے تمام بنو اسرائیل اپنے نیچے
میں چلے جائیں یہ کہنا تھا کہ تمام لوگ اپنے غیموں میں چلے گئے، پھر جب یہ آواز دینے والا شخص مارا
گیا تو تمام لشکر حضرت داؤد کی خدمت میں حاضر ہوئے، غرض کہ اس قوم کی مثال ایسے ہی ہے جیسے
کہ کینوں کو طبل بجا کر جمع کیا جائے اور پھر ڈنڈوں سے بھگایا جائے۔

یہود کا الگ الگ متفرق راستوں پر چلنا اور "علم الذباحتہ" کتاب کا گڑھنا

یوں تو یہودیت سے فرقوں میں بدل گئے، لیکن دو فرقوں میں عام طور پر سبھی یہود شامل ہیں۔ ایک فرقہ کا نام "قرالون" ہے۔ اور دوسرے کاربایوں، ان کے علماء اسلاف نے ان کے لئے دو کتابیں لکھیں ایک کا نام "المشنا" ہے جو تقریباً ۸۰۰ سو صفحات پر مشتمل ہے اور دوسری کتاب کا نام "تلمود" جس کی مقدار اور حجم تقریباً پانچ کے آدھے بوجھ کے برابر ہے۔ اس کے لکھنے والے صرف ایک ہی زمانے کے نہیں تھے، بلکہ نسلا بعد نسل یہ کتاب مختلف زبانوں میں لکھی جاتی رہی۔ یہاں تک کہ ان کے متاخرین نے دیکھا کہ اس کتاب کے اندر ہر زمانے میں زیادتی ہوتی رہتی ہے اور بعد کی زیادتیوں میں اور پہلے کی بہت سی چیزوں میں تضاد پایا جاتا ہے تو انھیں یہ اندیشہ ہوا کہ اگر زیادتی کا یہ دروازہ بند نہ کیا گیا تو بڑا نسلو برپا ہوگا، چنانچہ انھوں نے زیادتی کرنے سے اپنے فقہاء کو بالکل منع کر دیا اور اسے حرام ٹھہرایا، اس لئے یہ کتاب اسی حجم و مقدار میں مصور رہی، ان کتابوں میں ان کے فقہاء نے ان پر دیگر ملت کے متبعین کے کھانے کی چیزیں اور ان کا ذبیحہ حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ انھوں نے دیکھا کہ مسلسل ذلت و کتبت، غلامی و ظلمت کی زندگی گزارنے سے ان کا دین بالکل مٹ چکا ہے اور اپنی ملت کی شناخت کی خاطر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ان کو دیگر ملتوں کے افراد میں غلط ملط ہونے سے روکا جائے، ان سے صحاح اور ان کا ذبیحہ کھانے پر پابندی لگائی جائے، اور اپنے اس قول کی تائید کے لئے ایک گڑھی ہوئی دلیل انھوں نے یہ پیش کیا کہ اللہ نے ہم کو ایسا حکم دیا ہے اور یہ پابندیاں اس کی جانب سے ہیں۔

حالانکہ یہ خدا پر سر جھوٹا باندھنا ہے۔ کیونکہ تورات میں اللہ نے انھیں یفروں میں شادی کرنے سے اس لئے منع کیا تھا کہ کہیں وہ رنی بت پرست اور کافر یوں کی موافقت کرتے ہوئے بت پرستی

اور کفر پر آمادہ نہ ہو جائیں اور ان امتوں کا ذبیحہ کھانے سے منع کیا تھا، جو اللہ کا نام پھوڑ کر بتوں کے نام پر قربانیاں کرتے ہیں، البتہ جو ذبیحہ اللہ کے نام پر ہو، تو قوراقانہ ہرگز اس کے کھانے سے منع نہیں کیا ہے، بلکہ اس کے کھانے کا حکم دیا ہے، خواہ وہ ان کے غیر کا ذبیحہ ہو، اور موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے صرف بت پرستوں سے شادی کرنے پر پابندی لگائی ہے، اور بتوں کے نام پر جو ذبح کرتے ہیں صرف اسی کے کھانے سے منع کیا ہے۔

لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ قوراقانہ میں صرف بت پرستوں کے ذبیحے اور ان سے شادی کرنے سے منع کیا گیا ہے اور وہ بھی ایک خاص غرض و مقصد کو سامنے رکھ کر، وہ یہ کہ کہیں یہ لوگ کفار و مشرکین کے ساتھ پوری طرح خلط ملط ہو کر اپنے دین کو ترک نہ کریں اور ان کے مذہب کے علمبردار نہ بن جائیں۔

تو انھوں نے ایک دوسری کتاب گڑھی جس کا نام - ہلکت مشحیطاً - تھا، پھر علم الذبائح کے نام سے اس کی تفسیر لکھی، اور اس کے اندر اپنی ذلت و کتبت کی وجہ سے احساس کمتری میں مبتلا ہو کر اپنے اوپر طرح طرح کے قیود و پٹریاں عائد کر لیں اور مختلف قسم کی تفسیریں کی، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ہالے کے طرفینا کا کھانا حرام کیا گیا ہے۔

اور طرفینا کی تفسیر انھوں نے اس کے اندر مختلف طریقے سے بیان کی ہے، مثلاً یہ کہ آدمی پھوپھوٹے کے اندر چھونک کر ہو ابھرے، اور تھوڑی دیر رک کر دیکھے کہ کیا ہوا اس کے کسی سوراخ سے باہر نکل جاتی ہے یا نہیں، اگر ہوا باہر نکل جائے تو حرام ہے، اور اگر پھوپھوٹے کا بعض حصہ بعض سے ملا، اور چمکا ہو تو وہ بھی حرام ہے، اسی طرح ذبیحہ کے پیٹ میں ہاتھ ڈالے اور انگلیوں سے ٹٹول کر دیکھے کہ کیا دل پیٹھ سے یاد دونوں جانب کسی رگ سے ملا ہوا تو نہیں ہے، اگر ملا ہوا ہے تو خواہ وہ بال کی طرح باریک رگ ہی سے کیوں نہ ملا ہو حرام ہے۔

یہ ہے ان کے یہاں طرفینا کی تفسیر، جس کے معانی ان کے یہاں نجس و حرام چیز کے ہیں۔

حالانکہ طرفین کے معنی لغت میں فریسیہ کے ہیں، یعنی وہ شکار یا ذبیحہ جس کو شیر یا دوسرے درند پھاڑ ڈالیں جیسا کہ تورات میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جب خون میں رنگی ہوئی قمیص لے کر حضرت یعقوب کے پاس آئے تو انہوں نے کہا "طاروف طوراف یوسف" یعنی جنگلی جانوروں نے یوسف کو پھاڑ کر کھالیا۔

دوسری جگہ تورات میں ہے کہ صحرا میں پائے گئے فریستہ کو نہ کھاؤ بلکہ اس کو کتوں کے لئے ڈال دو لہذا معلوم ہوا کہ طرفاً توراہ میں فریستہ اور میتہ کو کہا گیا ہے، جس کو اس وقت ان کے اوپر حرام کیا گیا جب کہ وہ مقام تیرہ میں گوشت کھانے کے شدید خواہش مند تھے۔ لیکن بعد میں انہوں نے مختلف خرافات تفسیریں کیں اور کہنے لگے کہ جو ذبیحہ ان شرائط پر نہ ہو وہ ذبیحہ یعنی ظاہر ہے اور جو ان شرائط پر ہو وہ طرفیاف یعنی نجس و حرام ہے اور تورات کے مذکورہ عبارت کی ایک گراہی ہوئی تفسیر کرتے ہیں کہ جب تم کوئی جانور ذبح کرو اور اس کے اندر مذکورہ شرطیں نہ ملیں تو اس کو نہ کھاؤ بلکہ اس کو اپنے غیر ملت سے قیمت لے کر بیچ دو، اس طرح وہ کتوں سے مراد اپنے غیر ملت کے لوگوں کو لیتے ہیں۔ جن سے فریستہ کو بیچنے کا حکم دیتے ہیں، اور اس کی قیمت اپنے لئے حلال سمجھتے ہیں۔ یہ ہے ان کی تحریف اور ددوغ کوئی کا بیان جو انہوں نے اللہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کی۔ اسی لئے اللہ نے اس معاملہ میں قرآن کے اندر ان کی کذیبی اور فرمایا:

اللہ نے تمہیں جو حلال اور پاک روزی دی ہے اسے کھاؤ اور اللہ کی نعمتوں کا شکر یہ ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر مردار اور خون اور سوراہ گوشت اور غیر اللہ کے نام پر ذبیحہ کا کھانا حرام کیا ہے

فَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُكْفُرِينَ
تَكْفُرًا أَكْبَرًا رَضُوا
بِأَنفُسِهِمْ لِيُحَدِّثُوا
عَلَيْكُمْ كَلِمَةَ الْكُفْرِ
وَالسُّمُورِ وَالَّذِينَ
كَفَرُوا أَعْيُنُهُمْ
لِغَيْرِ اللَّهِ يَدْعُونَ
تَكْفُورًا أَكْبَرًا
(النحل ۱۱۳، ۱۱۵)

سورہ انفال میں ہے کہ "اے نبی! ان سے کہو کہ جو وحی میرے پاس آتی ہے، اس میں تو میں کوئی چیز لے کر نہیں پاتا ہوں جو کسی کھانے والے پر حرام ہو، الایہ کہ وہ مردار ہو اور بہایا ہوا خون ہو، یا سور کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے یا فسق ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر فربح کیا گیا ہو، پھر جو شخص مجھ کو کیمالت میں (کوئی چیز ان میں کھلے) بغیر اس کے کہ وہ نافرمانی کا ارادہ رکھتا ہو اور بغیر اس کے کہ وہ حد ضرورت سے تجاوز کرے، تو یقیناً تمہارا رب درگزر سے کام لینے والا اور رحم فرمانے والا ہے اور جن لوگوں نے یہودیت اختیار کی، ان پر ہم نے سب نافرمانی والے جانور حرام کر دیئے تھے اور لگائے اور بجزی کی چٹا بھی بجز اس کے جو ان کی پیٹھ یا ان کی آنتوں سے لگی ہوئی ہو، یا بڑی سے لگی بچائے۔ غرض کہ بعد کی یہی چار چیزیں ہیں جو ان پر مزید حرام کی گئی تھیں۔ سورہ نمل میں ہے :-

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا
عَلَيْكُمْ مِنْ قَبْلُ (النحل ۱۱۸)

وہ چیزیں خاص طور سے ہم نے یہودیوں کے لئے
حرام کی تھیں، جن کا ذکر اس سے پہلے ہم تم سے
کر چکے ہیں۔

غرضیکہ توراہ و قرآن کریم میں یہی مذکورہ چیزیں حرام کی گئی ہیں۔

جب قرآن یعنی اصحاب عیال اور بنیائین نے اصحاب تلمود کی ان دروغ گوئیوں اور تحریفیات کا مشاہدہ کیا اور اس کے علاوہ ان کو یہ بھی پکتے سنا کہ ان کے فقہاء جب اس طرح کے کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں، تو اللہ ان کی طرف آواز کے ساتھ یہ وحی کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں فلاں فقہ کی بات مان لو اور اس آواز کو وہ "بش قول" (جرحینے والی آواز) کہتے ہیں۔

تو انہوں نے ان خرافات و باطل کی مخالفت کی، ان کی باتیں لینے سے روگردانی کی اور عظیم الذمہ میں ان کی کتاب (انجیم) کے خرافات و اکاذیب کی بھرپور تردید کی، اور اسے لغو قرار دیا اور جن باطل پر انہوں نے پابندی عائد کی تھی، اس کو اپنے لئے حلال کیا، ان کے فقہاء نے بھی بہت سی کتابیں لکھیں، لیکن انہوں نے بھی اللہ پر جھوٹ باندھنے میں خوب سبانتہ آرائی کی تاخرین کی اس جماعت کو ہم صحابہ علیہم السلام

کہیں گے اور مستقرین کو اصحاب اقتضا و قیاسات .

ان میں دوسرے فرقے یعنی ربا نون ہی کی تعداد زیادہ ہے، جنہوں نے ہی اللہ پر جھوٹی باتیں گڑھی ہیں اور جن کا کہنا ہے کہ اللہ ہم تمام لوگوں کو کسی مسئلہ کی صحیح رہنمائی کرنے کی خاطر آواز کے ساتھ مخاطب کرتا ہے اور اس کی آواز کا نام ”بش قول“ ہے،

یہی وہ جماعت ہے جو یہودیوں میں سب سے زیادہ غیر اقوام کے لئے خطرناک اور سخت دشمن ہے۔ کیونکہ ان کی کتاب ”مخامیم“ نے ان کو اس گمان میں ڈال رکھا ہے کہ وہ تمام دنیا میں سب سے زیادہ افضل ہیں اور ان کے لئے وہی کھانا حلال ہے جو شرکاء کے مطابق ہو اور بقیہ تمام لوگ ان شروط سے ناواقف اور جاہل ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ دوسروں کو چوپانے کے بھی زیادہ حقیر سمجھتے ہیں۔ اور ان کے ذبیحے کو مردار سے بدتر مانتے ہیں اور ان کے مقابل میں ”قرلوان“ فرقہ کے اکثر بیشتر لوگ اسلام میں داخل ہو گئے، سوائے چند لوگوں کے، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے فقہاء کی کذب بیانی و اخترا پر داری سے خوب واقف تھے اور ان سے بدگمان ہو چکے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ظاہری چیزوں کو پکڑے رکھا اور تاویل و تخریفات سے گریز کرتے رہے۔

ان ربا نیوں نے ان قبو و سختیوں پر مزید سختیاں اور بیڑیاں یہودیوں پر جھرنکیں، جو اللہ نے بطور سزا ان پر مسلط کر دیا تھا، جس کے صرف دو مقاصد تھے، پہلایہ کہ غیر اقیوں کے مذاہب سے ان کا اختلاف بڑھ جائے، یہاں تک کہ وہ ان سے ملنا جلنا چھوڑ دیں، تاکہ اپنے مذہب پر پوری طرح باقی رہیں اور یہودیت سے نکلیں۔

دوسرا مقصد یہ تھا کہ مشرق و مغرب شمال و جنوب کے تمام گوشوں میں یہود بکھر دیئے جائیں گے جیسا کہ ارشاد باری ہے:-

وَقَطَعْنَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَّتًا

ہم نے ان کو زمین کے مختلف جماعتوں میں

بانٹ دیا .

(الاعراف - ۱۶۸)

یہود کے علماء و فقہاء کے بدترین جیلوں کا بیان

یہودیوں کی حالت یہ تھی کہ جب ان میں سے کسی جماعت کے پاس دور دراز سے کوئی آدمی آتا ہے اور ان کے دین میں خوب سختی کا اظہار اور حد درجہ کا احتیاط کرتا ہے تو وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت بڑا عالم ہے اور اگر وہ سختی کا اظہار نہ کرنے تو کہتے ہیں کہ یہ بہت کم علم و فہم کا آدمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی عالم ان کے یہاں آتا ہے تو ان پر خوب سختیاں کرتا ہے، مثلاً ان کا کھانا نہیں کھاتا، ان کی پھریاں دیکھتا ہے پھر کہتا ہے، کہ میں اپنے ہاتھ کا ذبیحہ کھاؤں گا اس میں فلاں چیز درست نہیں فلاں خرابی ہے، اس طرح وہ حیلہ کر کے اپنی فوقیت کا اظہار کرتا ہے جس سے یہود عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی وہ یہ کہتے ہیں کہ یہی سب سے بڑا عالم و فاضل ہے۔

اس کے مقابل میں اپنے پرانے رئیس کو حقیر سمجھنے لگتے ہیں اس کو جاہل اور نادان کہتے ہیں اس کی باتوں کو لینا چھوڑ دیتے ہیں اور اس آنے والے کی عزت و رتری ان کے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے، کیونکہ اس نے ان پر سختیاں کر کے اپنی شخصیت کا لوہا منوایا ہے۔ چنانچہ جب وہ رئیس اپنی عزت و وقار کو ان کے نزدیک مٹاتا اور کم ہوتا دیکھتا ہے تو وہ اس کی حفاظت کے لئے ایک نیا حیلہ اختیار کرتا ہے اور اس آنے والے جہان کی مدرسرائی میں طب اللسان جو جاتا ہے، وہ کہتا ہے اللہ آپ کے ثواب کو بڑھاتا آپ کے آنے سے تو اللہ نے اس دین کی عزت ناموس کو لوگوں کے دلوں میں راسخ کر دیا اور اس کی بنیاد کو مضبوط اور اس کی دیواروں کو مستحکم بنا دیا، ہمارے تمام اہل شہر کو مزین کر دیا اور اس جماعت کو سزائی عطا کی، یہ سن کر وہ آنے والا بہانہ محوش ہو جاتا ہے، اور اس رئیس کی خوب ان کے سامنے تعریف کرنے لگتا ہے اور لوگوں سے کہتا ہے کہ یہ تم میں سب سے بڑے توراہ کے عالم اور فقیہ ہیں۔ اس طرح اس کی عزت بحال ہوتی ہے اور جب ان میں آنے والا شخص کوئی پادری ہوتا ہے تو وہ عجیب و غریب حیلہ کرتا ہے اور

نئے نئے طریقے ایجاد کرتا ہے لیکن کوئی بھی شخص اس پر اعتراض نہیں کرتا، بلکہ تمام لوگ اس کے سامنے تسلیم
 خم کئے رہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ ان کا دودھ و خون بالکل چوس لیتا ہے، تمام دراہم ان سے سمیٹ
 لیتا ہے اور اگر کسی شخص نے اس پر لعن و لعن کیا تو وہ اس وقت صبر کر لیتا ہے، لیکن بعد میں ہمیشہ بدلہ
 لینے کے لئے موقع کی تلاش میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اگر اس کو کسی سینچر کے دن راستہ میں بیٹھا ہوا
 دیکھا، یا کسی مسلمان سے شراب و دودھ وغیرہ کا خرید و فروخت کرتے ہوئے پایا یا اس کے جانب سے
 "المشنا" اور تلمود کی کوئی حکم عدویٰ کرنے کی خبر ملی تو اس کو یہودیت سے بائیکاٹ کر دیتا ہے۔
 اور اس کے مال و عزت کو لوگوں کے لئے حلال کر دیتا ہے اور شہر میں چلنا پھرنا اس کا دشوار ہو جاتا ہے
 یہاں تک کہ وہ شخص پادری کے سامنے گھٹنہ ٹیک دیتا ہے۔ اور صلح و مصالحت پر مجبور ہو جاتا ہے، پھر
 وہ پادری یہودیوں سے اس کے متعلق کہتا ہے کہ فلاں شخص نے حق کی طرف رجوع کر لیا، اس لئے اب
 وہ یہودیوں میں شامل ہے یہ سن کر پھر وہ لوگ اس کی تعظیم و تکریم کرنے لگے ہیں۔

یہود کی شریعت یہ ہے کہ اپنے بھائی کی بیوہ سے شادی کرے

یا ذلت و رسوائی برداشت کرنے پر تیار ہے

یہود کے یہاں ایک گڑھا ہوا مسئلہ "البیبا و البجائوس" کے نام سے مشہور ہے، جس کو وہ تو مات کی طرف منسوب کرتے ہیں ہم اس کی تشریح قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک جگہ دو بھائی مقیم ہوں اور ان میں سے ایک انتقال کر جائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو تو میت کی بیوی فر کے ہاتھ میں نہیں دی جائے گی، بلکہ اس کا دیور خود اس سے شادی کرے گا اور اس سے جو پہلا بچہ پیدا ہوگا وہ بے اولاد مرنے والے بھائی کی طرف منسوب کیا جائے گا، اور اگر اس کے دیور نے شادی کرنے سے انکار کر دیا تو وہ عورت اپنے قوم کے سرداروں کے پاس شکایت لے کر جائے گی اور یہ کہے گی کہ میرے دیور نے اپنے بھائی کا نام بنی اسرائیل میں باقی رکھنے سے انکار کر دیا، اور میرا نکاح نہیں لوٹایا، پھر قوم کے سردار اس کو حاضر کریں اور اس کو روک کر یہ کہیں گے کہ تم اس بات کا اقرار کرو کہ میں نے اس سے نکاح نہیں کرنا چاہا، پھر عورت اس کے پاؤں سے جوتا نکالے گی، اس کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس کے چہرے پر تھوکے گی اور یہ کہے گی کہ جو شخص اپنے بھائی کا گھر نہیں آباد کرے گا، اس کے ساتھ یہی معاملہ کیا جائے گا، اس کے بعد وہ شخص مخلوع النسل (جس کا جوتا نکالا گیا) ہو کر لقب سے پکارا جائے گا، اور اس کے بیٹے بھی اسی برے لقب سے پکارے جائیں گے، اسی طرح وہ اس کو نکاح کے لئے مجبور کیا جائے گا، کیونکہ جب وہ اپنے اور عورت کے اس فرضیہ کو جانے لگا اور ساتھ ساتھ اس حکم عدوی کی سزا اور رسوائی سے واقف ہوگا، تو سوائے نکاح کرنے کے اس کے لئے کوئی چارہ نہ ہوگا اور شرم کھا کر مجبور ہو جائے گا لیکن اگر وہ زائد ہے اور اس سے نکاح کرنا پسند کرتا ہے، یہاں تک

پنچنے کے لئے ان تمام رسوائیوں کے برداشت کرنے پر بھی راضی ہے تو اس کو شادی کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا پھر اسی مسئلہ پر قیاس کر کے انھوں نے ایک اور فرع نکالا ہے جس کا حکم حد درجے کے ظلم پر مبنی ہے۔

وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس عورت کا دیوار حد درجہ اس عورت سے محبت کرتا ہے اور وہ عورت اس سے بے حد نفرت کرتی ہے تو جب وہ حاکم کے سامنے آئے گی تو اس کے ساتھ اس کو بھی مہمانسہر کیا جائے گا اور عورت سے کہا جائے گا کہ وہ یہ کہے کہ میرا دیوار اپنے بھائی کا نام اپنی اسرائیلیاں نہیں باقی لکھنا چاہتا ہے اور مجھ سے نکاح نہیں کرتا ہے، حالانکہ وہ زبردست اس عورت کا عاشق ہے لیکن اس پر یہ عرصہ ہی ہوتی بھونٹ بات لازم ہو جائے گی۔ اور یہ مان لیا جائے گا کہ عورت چاہتی تھی اور یہ نہیں چاہتا تھا پھر حاکم اس کو حکم دے گا تم کھڑے ہو کہو کہ میں نے اس سے نکاح نہیں کرنا چاہا، حالانکہ اس کی دیرینہ اور بڑی آرزو یہ تھی کہ اس سے شادی کرے، لیکن اس کو بھونٹ بولنے کا حکم دیں گے۔ پھر اسی کا جو تا اس کے پاؤں سے نکالا جائے گا اور زد و کوب نہیں کیا جائے گا، البتہ اس کے چہرے پر تھوکا جائے گا اور اس کے سامنے کہا جائے گا کہ بدلہ ہے ہر اس شخص کا جو اپنے بھائی کے گھر کو نہیں بنانے گا۔ اس طرح اس پر بھونٹ باندھ کر اس کو ذلت و رسوائی میں مبتلا کریں گے اس کو بھونٹ بولنے پر مجبور کریں گے، اس کے چہرے پر تھوکیں گے حالانکہ اس کا اپنا کوئی جرم نہیں۔ بلکہ فیہ کے جرم کی سزا وہ بھگت رہا ہے۔ جیسے کہ شاعر کا کہنا ہے۔

وجرم جرمہ سفہاء قوم وحل بغیر جارمہ العذاب

قوم کے کچھ تیر قوفوں نے غلطی کی اور عذاب دو مردوں پر نازل ہوا

لہذا جس مشغوب قوم کا یہ دین و شریعت ہو۔ اسے مسلمانوں کو برا بھلا کہتے ہوئے اور ان پر عیب لگاتے ہوئے شرم نہیں آتی۔

مختلف امتوں سجدوں کے بھائی بیہودوں کی رسوائی کا بیان

اور درحقیقت انھیں بنیادی سبب کی بنا پر ان کے دین و آثار مٹ گئے

اگر یہ منغوب امت کسی محال کام مثلاً کفر و ضلال کے مختلف قسموں پر متفق ہو جاتی ہے تو یہ کوئی توبہ کی بات نہیں ہے۔

کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی قوم کسی امت پر ظہر پاتی ہے اور ان کی حکومت چھین لیتی ہے تو آہستہ آہستہ اس امت کے صفاتی واقعات اور دین کے آثار و علامات پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور مٹ جاتے ہیں پھر اس امت کے اسلاف کے دین و طریقہ کی صحیح آگاہی دشوار ہو جاتی ہے، کیونکہ مسلسل حملے و تخریب کاری، آتش زنی اور جلا وطن کرنے کے بعد ہی کسی امت پر پوری طرح غلبہ حاصل کیا جاتا ہے اور اس کی حکومت کا زوال ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں اس امت کے دین کے رسوم، اس کی شریعت کے اصول و قواعد بالکل معدوم و مضمحل ہو جاتے ہیں اور خاص طور سے جو امت بہت پرانی ہو اور ہر زمانہ میں مختلف اقوام کا نشانہ بنتی آئی ہو اور ان کے ہاتھوں ذلت و کبت سے مسلسل دوچار رہی ہو، اس کا دین و غریب تو اور معدوم ہو جاتا ہے اور یہی حالت تو اس منغوب امت کا ہے جو اتنی پرانی ہو چکی ہے اور ابتداء سے لے کر آج تک شکست پر شکست کھاتی چلی آ رہی ہے، اور کندانین، کلدانین، بابلیں، اہل فارس و اہل یونان اور نصاریٰ تمام امتوں نے ان کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا ہے اور ہر ایک امت نے ان کے شہروں کو ویران کرنے ان کی کتابوں کو جھانے اور ان کا بھر قلع قمع کرنے کی کوشش کی ہے، یہاں تک کہ ان کا کوئی بھی شہر، قلعہ، شکر اور مستقل ٹھکانہ باقی نہیں رہ گیا، سوائے حجاز اور خیبر کے جہاں وہ باعزت زندگی گزار رہے تھے اور کچھ نصاریٰ اہل فارس کی پناہ میں تھے، لیکن اسلام نے ان کی رہی سہی طاقت کا بالکل خاتمہ کر دیا۔

ان کو مختلف موقعوں پر قتل کیا، قید کیا، جلا وطن کیا، یہاں تک کہ وہ اسلام کی رعایا بن کر رہ گئے، البتہ انہیں جو تکلیف نصاریٰ، اہل فارس، اور بت پرستوں سے پہنچی، وہ مسلمانوں سے کبھی نہیں پہنچی، اسی طرح ان کو جو مصیبتیں سرکش بادشاہوں کی طرف سے پہنچی وہ مسلمانوں کی جانب سے نہیں پہنچی، کیونکہ ان کے بادشاہوں نے تو ان کے ایک نبی کو تلاش کر کے قتل کر دیا اور ان کے دین کے ڈھانچے ہی کو بکسر بدل کر رکھ دیا، توراہ اور حضرت موسیٰ سے اپنا رشتہ منقطع کر کے بت پرستی رائج کی، بتوں کی تعظیم میں ہیکل اور گرجے کی تعمیر کروائی اس کے لئے خدمت گزار مقرر کئے اور مختلف رسم و رواج کو انہوں نے اپنے ظل سے لگایا۔

لہذا جب ان کے بادشاہوں نے خود ان کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کیا تو پھر ان کے دشمن ان سے کس قدر سخت دشمنی کا جذبہ رکھیں گے، مثلاً نصاریٰ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہونے حضرت عیسیٰ کو قتل کیا ہے ان کو سول دی ہے، ان کے چہرہ پر تھوکا ہے، کانٹے سے تاج پوشی کی ہے اور مختلف ذلت آمیز حرکتیں کی ہیں اسی طرح ان کے ساتھ اہل فارس اور کلدانیوں کے دشمنی کی کیا حالت ہوگی۔

یہودی اپنی نمازوں میں صرف گیرقوموں کو بدعا اور اللہ تعالیٰ پر

بہتان طرازی کرتے ہیں

فارس کے بہت سے بادشاہوں نے یہودیوں پر سختہ کرنے سے پابندی لگادی تھی، اور یہودیوں کو بے حقہ چھوڑا اور بہت سے بادشاہوں نے ان کو نماز پڑھنے سے روک دیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ یہودی اپنی نماز میں ان بادشاہوں کی سلطنت کی ہلاکت و بربادی کے لئے دعائیں کرتے تھے البتہ صرف بعض کفار کو استثنا کرتے تھے۔ جب بادشاہوں نے ان کی یہ حالت دیکھی تو ان پر نماز پڑھنے سے پابندی لگادی، پھر جب یہودیوں نے بادشاہوں کا یہ رویہ دیکھا تو انھوں نے "الخرانہ" کے نام سے اپنی نماز میں ایک اور دعا لکھی، اور اس کے مختلف رنگ و امان بنائے اور پھر اکٹھا ہو کر اس کو پڑھنے اور اپنے لگے، نماز اور خزانہ میں فرق یہ تھا کہ نماز تمہارا اور نبی الامان کے ادا کرتے اور خزانہ ایک ساتھ مل کر اور ماگ کے ساتھ پڑھتے پھر جب شاہاں فارس نے ان کو ناپسند کیا تو انھوں نے کہا کہ ہم صرف لگاتے ہیں، اور اپنے نفسوں پر زور کرتے ہیں، لہذا انھوں نے کوئی تعارض نہیں کیا، اور ان کو ایسا کرنے دیا پھر جب اسلام آیا تو اس کے سامنے میں اس کی زہمی گذارنے لگے اور اپنے کنیسوں میں نماز پڑھنے لگے، اس کے بعد یہ خزانہ ان کے یہاں خوشی اور حید کے موقع پر ایک سنت بن گیا اور نماز کے بدلے اس کو اختیار کر لیا گیا۔

تعب کی بات یہ ہے کہ یہودی اپنا تاریک ماضی اور انجام دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح ان کی حکومت و جماعت پھین کر ہمیشہ کے لئے اس دنیا میں انھیں لاموت فیہا ولا یحییٰ کی سزا دی جا رہی ہے، ان کے اسلاف کو احکام تو راجھوڑ دینے، انبیاء کے قتل کرنے، سبت کا احترام نہ کرنے کے نتیجے میں کس طرح

بنا دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی روزانہ وہ اپنی ہر نماز میں یہ دعا کرتے ہیں کہ ہم ہی زمانہ کے محبوب ہیں اس لئے اے ہمارے معبود اور باپ، تو ہم سے محبت کر، تو ہی ہم کو پہننے والا ہے۔ وہ اپنے نفسوں کو انگوٹھا کا خوشہ کہتے ہیں اور تمام لوگوں کو اس کا کانٹا، جو اس خوشہ کے ارگرد انگوٹھی کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ رب العالمین اکل داؤد میں ایک ایسا نبی بھیجے گا، جس کی دعا سے تمام امتیں ہلاک ہو جائیں گی اور صرف یہود باقی رہیں گے۔ وہ نبی مسیح موعود ہوں گے، یہی وہ معبود ہیں جو اپنی نماز میں یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نیند سے بیدار ہو جا، تو کتنا سونے گا، اس طرح وہ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اللہ شہ دلاتے ہیں۔

یہ ہے اس مضمون امت کی گمراہی اور اللہ اس کے نبیوں اور اس کے دین پر بہتان طرازی اور اقرا پر دازی کا بیان، جس سے زیادہ اب بیان نہیں کیا جاسکتا، اس کے علاوہ حرام خوری، سود خوری، رشوت خوری، دغا بازی، جیلہ سازی، دنیا طلبی، سنگ دلی، ذلت دروائی، ہوس پرستی، بہتان طرازی، اقرا پر دازی تو ان کا شیوہ بن چکا ہے۔

اور انھوں نے جن برائیوں کے ساتھ مسلمانوں پر عیب لگایا ہے، وہ ان تمام مسلمانوں کے اندر اولاً پائی نہیں جاتیں اور ان کے نبی ان کی کتاب اور دین و شریعت تو اس سے بالکل برا ہے، پھر جو لوگ گناہ کریں گے وہ خود اس کے ذمہ دار ہوں گے اور خدا کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔

نصاری کے دین کی بنیاد اللہ پر دشنام طرازی اور شرک بالذات پر قائم ہے

اگر گزرا، صلیب پرست، بت پرست، تصویر پرست نصاریٰ مسلمانوں پر عیب لگاتے ہیں تو کیا اس قوم کو شرم نہیں آتی، جس کے دین کی بنیاد ہی خرافات و فحویات پر ہے مثلاً ان کا اعتقاد ہے کہ اللہ رب عزت اپنے فرشتوں اور عظمت کی کرسی سے اتر کر ایک عورت کے شرمگاہ میں داخل ہو گیا، جو عورت کھاتی، پیتی، پیشاب پاناغہ کرتی ہے، حائلہ ہوتی ہے اس کے پیٹ میں اس نے نواہ کا وقتہ گزارا، جہاں پانچواں، پیشاب، بعض کے خون میں لوثا رہا، پھر ایک دور آیا کہ اس کی پیدائش ہوئی اور چار پائی پر پٹا رہنے لگا، اور جب جب رونما شروع کیا، ان کی ماں نے اپنی بھائی اس کے منہ میں ڈال دی، پھر ایک دور آیا کہ وہ بچوں کے ساتھ کتب خانے لگا، اس کے بعد وہ لہنگہ گھڑی آئی، جب کہ اس کے چہرہ پر مارا گیا اس کے سر پر پٹائی ہوئی۔ اس کے چہرہ پر تھوکا گیا، اس کے سر کی کانٹوں سے تاج پوشی کی گئی، اس کے ہاتھ میں بانس دی گئی تاکہ خوب اس کی رسوائی ہو، پھر اسے سولی پر چڑھایا گیا، اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے اور ان پر کیلیں نصب کی گئیں، پھر پھانسی دی گئی۔ وہ تکلیف سے چیخ رہا تھا اور لوگوں سے فریاد کر رہا تھا۔

ان کے نزدیک یہی وہ، سستی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے، جو روزی اور عین تقسیم کرتا ہے لیکن اس نے اپنے بندوں پر رحم کرنے کی غرض سے اپنے آپ کو دشمن کے حوالہ کر دیا تھا، تاکہ وہ اس کو خوب تکلیفیں دے لیں اور جہنم کے عذاب کے مستحق ہو جائیں اور اس کے بدلے انبیاء و رسل اور اولیاء و اہل بیت کے قیدے آزاد ہو جائیں، کیونکہ ان کے نزدیک حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت نوح اور تمام انبیاء کی رو میں جہنم میں ابلیس کی قیدی تھیں، مگر اللہ نے خود سے اپنے نفس کو سولی دلا کر اس کے بدلے ان کو آزاد کرادیا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گدھے کے مثل نصاریٰ کے اعتقاد کا بیان

نصاری حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ مسیح ابن اللہ کی ماں ہیں اور اللہ ان کا باپ ہے، حضرت مسیح صرف تمہا اس کے بیٹے ہیں، اور اللہ نے حضرت مریم کو تمام لوگوں میں اپنے لئے اور بچے کی پیدائش کے لئے چن لیا ہے، کیونکہ اگر وہ تمام عورتوں کی طرح سے ہوتیں تو بغیر کسی مرد کے تمہیں کے بچے پیدا نہ کرتیں، لیکن تمام عورتوں میں ان کا یہ خاص مقام دیا گیا کہ انہوں نے ابن اللہ کو جنم دیا، جو صرف تمہا اللہ کا بیٹا ہے، حضرت مریم اللہ کے بائیں جانب بیٹھتیں ہیں، اور حضرت عیسیٰ اس کے دائیں جانب، اور یہ لوگ حضرت مریم سے ہر قسم کی دعائیں کرتے ہیں، ان سے روزی مانگتے ہیں، درازی عمر کی دعا کرتے ہیں، گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں، تاکہ وہ اور حضرت عیسیٰ ان کے لئے سہارا اور جائے پناہ بن جائیں اور ان کے لئے اللہ سے سفارش کریں، وہ اپنی دعائیں کہتے ہیں، اے معبود کی ماں ہمارے لئے سفارش کر دیجئے، ان کا مرتبہ وہ فرشتوں اور تمام انبیاء و مرسلین سے بلند مانتے ہیں، اور خدا سے جو چیزیں مانگی جاتی ہیں وہ ان سے مانگتے ہیں یہاں تک کہ ان میں یقوتیہ نامی ایک فرقے کے لوگ ان سے اس طرح دعا کرتے ہیں لے مریم معبود کی ماں، تو ہمارے لئے سہارا اور جائے پناہ بن جا۔

نسطوریہ نامی فرقے کے لوگ کہتے ہیں اے مسیح کی ماں تو ہمارے لئے سہارا اور جائے پناہ بن جا، اور یقوتیہ فرقے سے کہتے ہیں کہ معبود کی ماں کہہ کر نہ پکارو، بلکہ مسیح کی ماں کہو، یقوتیہ نے انہیں جواب دیا کہ جب ہم اور تم دونوں انہیں معبود مانتے ہیں تو پھر معبود کی ماں کہنے میں کیا حرج ہے، بات وہی ہوئی، لیکن لگتا ایسا ہے کہ تم لوگوں نے مسلمانوں سے توحید کے معاملہ میں سمجھوتہ کر لیا ہے۔

یہ بہ شرم اور گندے لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ نے اپنے اور اپنے بیٹے کے لئے حضرت مریم کو پسند کر لیا اور ان سے ایسے ہی جماع کی جیسے کہ کوئی مرد اپنی بیوی سے کرتا ہے۔ نظام نے ان کے ان اقوال و معتقدات کو بیان کرنے کے بعد کہلے کہ یہ لوگ حضرت مریم سے اللہ جل جلالہ کرنے کی مراءت بھی ان لوگوں کے سامنے کر دیتے ہیں، جن پر اعتماد کرتے ہیں اور یہی ابن الاثیر نے بھی اپنی کتاب "المونہ" میں کہی ہے کہ وہ جل جلالہ کرنے ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

کیونکہ وہ یہ کہا کرتے ہیں کہ جو بچہ نہ پیدا کرے وہ بانجھ ہے اور بانجھ ہونا عیب ہے۔ غرض کہ جو بھی شخص ان کے اندر گھس کر ان کے ظاہر و باطن کا مشاہدہ کرے گا، وہ ان کی حقیقت اچھی طرح جان لے گا کہ کس طرح وہ کفر و شرک کرتے ہیں، اور خدا کو گالیاں دیتے ہیں، اسی لئے خلفاء راشدین میں سے کسی خلیفہ نے ان کے متعلق کہلے کہ ان کی خوب اہانت کرو اور ظلم نہ کرو، کیونکہ ان کی طرح اللہ کو کسی بشر نے گالی نہیں دی ہے۔

حدیث قدسی ہے کہ اللہ رب العالمین نے فرمایا۔ مجھ ابن آدم نے گالی دی ہے، حالانکہ یہ اس کے لئے مناسب نہیں، اور مجھے جھٹلایا ہے، حالانکہ یہ اس کے لئے مناسب نہیں، اس کو گالی دینا یہ ہے کہ وہ میرے لئے لڑکا مانتا ہے، حالانکہ میں اکیلا بے نیاز ہوں جس نے نہ کسی کو پیدا کیا اور نہ کسی کو پیدا کیا اور اس کا لکڑی ب کرنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ ہرگز نہیں پیدا کرے گا، حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے نسبت پہلے پیدا کرنے کے۔ لہذا اگر موحدین مسلمانوں سے ہر قسم کے تمام گناہ سرزد ہو جائیں، پھر بھی ان کے اس کفر باللہ، دشنام طرازی اور بہتان طرازیوں کے نتیجے میں جو گناہ ہوں گے اس کے مقابلہ میں اس کی حیثیت خدا برابر بھی نہیں ہوگی۔

اور قیامت کے دن تمام لوگوں کے سامنے اللہ رب العالمین ان کی باز پرس کرے گا اور زبردست سزا دے گا، وہ پہلے حضرت مسیح سے مخاطب ہو کر کہے گا، اے عیسیٰ بن مریم، کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا

کہ خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنا لا، تو وہ جو اب میں عرض کریں گے کہ سبحان اللہ میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا، جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی، تو آپ کو ضرور علم ہوتا، آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے، اور میں نہیں جانتا، جو کچھ آپ کے دل میں ہے، آپ تو ساری پوشیدہ حقیقتوں کے عالم ہیں، میں نے ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہا، جس کا آپ نے حکم دیا تھا یہ کہ اللہ کی بندگی کرو، جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، میں اسی وقت تک ان کا انکرنا تھا جب تک میں ان کے درمیان تھا، جب آپ نے مجھے واپس بلا لیا تو آپ ان پڑنگراں تھے، اور آپ تو ساری ہی چیزوں پڑنگراں ہیں (مانندہ)

نصاری نے اپنے دین کے تمام فروعات میں بھی حضرت مسیح کی مخالفت کی ہے

اب تک ان کے دین کی اصل دنیادگی حقیقت بیان کی گئی۔ اب فروعات کا حال سنئے، تمام فروعات میں بھی انھوں نے حضرت مسیح کی مخالفت کی ہے اور اگر کئے متعلق انھوں نے اس کا اقرار بھی کیا ہے لیکن ایک بہانہ وہ یہ کرتے ہیں کہ پادریوں اور راہبوں نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام عبادت کرنے سے پہلے طہارت حاصل کرتے، جنابت سے غسل کتے، حائضہ پر بھی غسل واجب کرتے، لیکن نصاریٰ کے نزدیک ان میں کوئی بھی چیز واجب نہیں پانچواں پیشاب عورت سے جماع کسی بھی ناپاکی سے طہارت حاصل کرنا ضروری نہیں، بلکہ ہر ناپاکی کی حالت میں آوی نہلہ پڑھ سکتا ہے اور اس کی نماز درست ہو جائے گی، یہاں تک کہ اگر وہ نماز کی حالت میں پیشاب اور پانچواں کرنے لگے تو نماز فاسد نہیں ہوگی، بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ جنابت، پانچواں، پیشاب کی حالت میں جو نماز ادا کی جائے وہ نماز طہارت کی حالت سے زیادہ افضل ہوگی، کیونکہ اس میں یہود و مسلمان کے نماز کی زیادہ مخالفت ہوگی، اسی طرح وہ اپنی نماز اس طرح شروع کرتے ہیں کہ پہلے پنے دونوں آنکھوں کے درمیان صلیب لٹکالیٹے ہیں۔ حالانکہ نہ یہ حضرت مسیح کی نماز ہے اور نہ ان کے کسی عبادی کی، پھر رانگ کے ساتھ نوحہ کرنے کی طرح کچھ گڑھی ہونی عباد میں لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ فلاں شخص نے حضرت مسیح کو نذر کیا ہے، اور یہ فلاں نے کیا ہے اور ہر ایک کا کلام اس کی طرف کرتے ہیں، حالانکہ حضرت مسیح تو راہ و انجیل کی وہی چیزیں اپنی نماز میں تلاوت کرتے تھے، جس کی تمام انبیاء اور خواہ سزا میں کرتے آئے ہیں اسی طرح مشرق کی طرف یہ لوگ پناہ بنا لیتے ہیں حالانکہ حضرت مسیح نے مشرق کی طرف کبھی نماز نہیں پڑھی بلکہ

آپ ہمیشہ مرتے دم تک بیت المقدس ہی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے، جو کہ حضرت داؤد اور ان سے پہلے تمام انبیاء اور بنو اسرائیل کا قبلہ رہا ہے، اسی طرح حضرت یسٰی نے خود خلتہ نہ کرایا ہے اور خلتہ نہ کو واجب قرار دیا ہے جیسے کہ حضرت موسیٰ، حضرت ہارون اور تمام انبیاء نے ان سے پہلے واجب کیا تھا، اسی طرح حضرت یسٰی نے سور کا گوشت حرام کیا اور اس کے کھانے والوں پر یہ لعنت بھیجی اس کی خوب مذمت بیان کی، جس کا اقرار خود نصاریٰ کرتے ہیں، یہاں تک کہ مرتے دم تک انھوں نے سور کا گوشت جو کہ مقدار بھی منہ نہیں لگایا، لیکن نصاریٰ اس کا گوشت کھا کر ان سے قربت حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح نصاریٰ جو روزہ رکھتے ہیں، حضرت یسٰی کا ان سے کوئی تعلق نہیں نہ انھوں نے خود وہ روزے رکھے اور نہ ان کے کسی خواری نے، نہ انھوں نے کسی مہوم غداری رکھا اور نہ ہی اپنے لئے ان چیزوں کا کھانا بنا کر سمجھا جو وہ اپنے روزوں میں کھاتے ہیں۔ اور نہ ہی آپ نے ان چیزوں کو اپنے روزوں میں کسی حرام کیا جن کو وہ حرام سمجھتے ہیں۔ نہ آپ نے کسی سبت کے دن تعطیل منائی اور نہ اتوار کے دن عید، اسی طرح نصاریٰ ایک طرف اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ سور کا گوشت نجس ہے جیسا کہ ان کے اس گڑھے ہونے قصہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت یسٰی نے حضرت مریم کا ہمارا پھونک کیا تو سات شیطان نکلے، ان شیاطین نے کہا کہ اب ہم کہاں پناہ پھریں، حضرت یسٰی نے کہا کہ تم لوگ اس نجس جانور یعنی سور کے اندر داخل ہو جاؤ۔ اور دوسری طرف سور کو سب سے پاک و صاف جانور مانتے ہیں۔

غرضیکہ حضرت یسٰی نے ذبیحہ، نکاح، طلاق، وراثت و حدود وغیرہ تمام احکامات میں اپنے پہلے انبیاء کی سیرت و طریقہ کو اپنایا تھا، لیکن یہ لوگ ان تمام چیزوں میں ان سے مختلف ہیں۔

راہب اور پادری ان کے گناہ معاف کر دیتے ہیں اور ان کی عورتوں کو پاکیزہ بنا دیتے ہیں

نھاری کے نزدیک زانی، لوطی مکہ کے لئے نہ دنیا میں کوئی عہد ہے اور نہ آخرت میں کوئی عذاب، اس لئے کہ ماہب اور پادری ان کے گناہ معاف کر دیتے ہیں، لہذا جب بھی ان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے، تو وہ پادریوں کو کچھ درہم یا تحفہ وغیرہ دے دیتے ہیں، اور اپنا گناہ معاف کرا لیتے ہیں، اسی طرح اپنے پڑوس کے کسی ماہب سے جب ان میں کسی کی بیوی بطور تبرک زنا کر کر اپنے شوہر کے پاس لوثی ہے تو اس کا شوہر یہ خبر سن کر خوش ہوتا ہے اور برکت سمجھتا ہے۔

حضرت مسیح نے پادریوں اور راہبوں کو احکام شرعیہ کا حکم نہیں بنایا نھاری کی مخالفت یہود سے

نھاری خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ حضرت مسیح نے فرمایا ہے کہ میں تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ توراہ اور اپنے پہلے انبیاء کی وصیتوں پر عمل کروں، میں اس کو توڑنے اور ڈھلانے نہیں آیا ہوں بلکہ اس کو پورا اور مکمل کرنے آیا ہوں۔ آسمان کا زمین پر گر جانا، اللہ کے نزدیک زیادہ آسان ہے نسبت اس کے کہ میں شریعت موسوی کا کوئی حصہ توڑ دوں اور جس نے بھی اس کا کوئی حصہ توڑا وہ آسمان کے فرشتوں کے درمیان ناقص کہلانے گا، اسی حالت میں آپ اور آپ کے اصحاب مرتے دم تک قائم رہے، آپ نے اپنے اصحاب کو نصیحت کی، کہ جو کچھ تم مجھ سے دیکھو وہی تم بھی کرو اور جن چیزوں کو دے کر میں نے تمہیں خوش کر دیا ہے، تم بھی ان کے ذریعہ دوسروں کو خوش کرتے رہو، اور جس چیز کی میں نے تم سے وصیت کی ہے،

اس کی وصیت دوسروں کو بھی کرو، ان کے ساتھ ایسے ہی برہمچاریے کہ میں تمہارے ساتھ رہا ہوں، اور ان کے لئے ایسے ہی بنو جیسے میں تمہارے لئے ہوں، چنانچہ ان کے اصحاب تقریباً تین سو برس تک اسی حال میں باقی رہے اس کے بعد وہ دور آیا جب کہ انہوں نے ان کے احکامات میں اپنی خواہشات کے مطابق تحریف و تبدیل کرنا شروع کر دیا، اس کی مخالفت کرنے لگے، یہاں تک کہ دین مسیح سے بالکل نکل گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جا دوگر، مجنوں، بیوقوف، ولد الزنا کہتے ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ ان کی مخالفت کرتے ہوئے، حضرت عیسیٰ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگے، اسی طرح انہوں نے دیکھا کہ یہود خلتہ کرتے ہیں تو انہوں نے ان کی مخالفت میں خلتہ کرنا پھوڑ دیا، انہوں نے دیکھا کہ وہ طہارت میں خوب مبالغہ کرتے ہیں تو انہوں نے کیر طہارت حاصل کرنا ہی پھوڑ دیا۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ حائضہ عورتوں کے ساتھ کھانے پینے ان سے ملنے جلنے سے اجتناب کرتے ہیں، تو انہوں نے ان کی مخالفت میں ان سے جماع کرنا شروع کر دیا، انہوں نے دیکھا کہ یہود سور کا گوشت حرام سمجھتے ہیں تو انہوں نے اس کو اپنے اوپر حلال کر لیا، اور اس کا کھانا اپنے لئے ایک شرعی فعل قرار دیا، انہوں نے دیکھا کہ یہود بہت سے ذبیحہ اور حیوان کو حرام سمجھتے ہیں تو انہوں نے ان کی مخالفت میں ہاتھی سے لے کر چھرتک تمام کو اپنے لئے حلال کر لیا، اور کہنے لگے جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پھوڑو و کوئی حصر و پابندی نہیں۔

انہوں نے دیکھا کہ یہود بیت المقدس کی طرف نماز میں قبلہ کرتے ہیں، تو وہ مشرق کی طرف قبلہ کرنے لگے، انہوں نے دیکھا کہ یہود اللہ پر اپنی کسی شریعت کا نسوخ کرنا حرام سمجھتے ہیں، تو انہوں نے اپنے پادریوں اور راہبوں کو پورا اختیار دے دیا کہ جو چاہو حرام کرو اور جو چاہو حلال کرو، اور جسے چاہو نسوخ کرو انہوں نے دیکھا کہ یہود سبت کی تعظیم کرتے ہیں اور اس میں دنیاوی کام و کماج حرام کر لیتے ہیں تو انہوں نے آوار کے دن کی تعظیم کوئی شروع کر دی اور سینچ کو اپنے لئے حلال کر لیا، باوجودیکہ وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ حضرت مسیح خود سبت کی تعظیم اور اس کی مخالفت کرتے تھے، انہوں نے

دیکھا کہ یہود صلیب سے نفرت کرتے ہیں کیونکہ تورات میں ہے کہ وہ شخص ملعون ہے جس نے صلیب لٹکانی
 تو وہ ان کی مخالفت میں صلیب کی عبادت کرنے لگے، غرضیکہ یہود کی مخالفت و دشمنی میں انہوں نے
 توراہ کے تمام احکامات کی مخالفت کی اور بالکل اس کو برباد کرنے لگے، حالانکہ تورات کے متعلق حضرت
 مسیح کے مذکورہ بیان سے وہ بخوبی واقف تھے اس سبب کے ساتھ ساتھ ان کے دین مسیح سے نکل جانے
 کا ایک اور سبب ان کی مشہور و معروف کتابہ بافرکیس ہے، یہ تہہ چلتا ہے، جس میں ہے کہ نصاریٰ
 کے کچھ لوگ بیت المقدس سے نکل کر الناکہ اور شام کے دوسرے حصوں میں آئے، اور لوگوں کو مسیح
 دین مسیح کی طرف بلانے لگے، ان کو توراہ پر عمل کرنے کی دعوت دینے لگے اور ایسے لوگوں کا ذبیحہ
 نہ کھانے اور حرام سمجھنے کی تلقین کرنے لگے، جو توراہ پر عمل نہ کریں، انہوں نے فتنہ کرنے اور سبت کی
 تعظیم کرنے کا حکم دیا، سور اور دیگر توراہ کے حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھنے کی دعوت دی، نصاریٰ پر یہ
 تمام باتیں شاق گزریں اور انہوں نے بیت المقدس میں اٹھا ہوا کر یہ مشورہ کیا کہ کس طرح لوگوں کو اپنے
 مذہب کا دلدادہ بنایا جائے، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کے اندر داخل ہو جائیں، آخر کار رائے
 یہ طے پائی کہ لوگوں کو کتا خوب مل جل کر رہا جائے، ان کے ساتھ رخصت برتی جائے، ان کے اخلاق اپنے
 اندر پیدا کئے جائیں اور اس طرح انجیل کے احکامات اور لوگوں کے طور طریقہ دونوں کو لے کر ایک ہی جہلی
 شریعت بنائی جائے، چنانچہ انہوں نے اس پر کتابیں لکھیں، اس سلسلے میں ان کی یہ پہلی بڑی مجلس تھی۔
 پھر مختلف موقعوں پر نئی چیزوں کے پیدا کرنے کے لئے مجلسیں منعقد ہوتی رہیں، یہاں تک کہ سب سے
 بڑی مجلس، قسطنطین الرومی ابن ہیلانہ افرانیہ الفدقیہ، کے زمانہ میں منعقد ہوئی، جس کے زمانہ میں
 حضرت مسیح کے دین کو بالکل بدل دیا گیا اور گڑھے ہوئے نصاریٰ کے دین کی اس نے خوب پرچار کی
 یہاں تک کہ اس دین کے ماننے والوں کی تعداد دو ہزار کے قریب ہو گئی، یہ لوگ کچھ دنوں تک اس پر باقی تھے
 پھر اس کو چھوڑ کر الگ ہو گئے، پھر دوبارہ تین سو اٹھارہ آدمیوں نے اس مذہب کو اپنایا، جن کو
 نصاریٰ آباؤ کہتے ہیں، اور جنہیں کے نقش قدم پر وہ آج تک چسل رہے ہیں، انہیں کا طریقہ تمام

لوگوں کے نزدیک سب سے اہم بنیاد و اصل ہے۔ جس کو اختیار کے بغیر کوئی نصرانی نہیں بن سکتا۔ اس کا نام وہ "سنخودس" رکھتے ہیں جس کو امانت بھی کہا جاتا ہے۔

نصرانی کی امانت سب سے بڑی خیانت ہے

اس کے الفاظ یہ ہیں، ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں، جو اکیلا باپ ہے، ان تمام چیزوں کا خالق ہے جو دکھائی دیتی ہیں اور جو نہیں دکھائی دیتی ہیں، اور رب واحد، عیسیٰ مسیح پر ایمان لاتے ہیں، جو اللہ کے سب سے پہلے اور اکلوتے بیٹے ہیں، جسے بنایا نہیں گیا ہے یعنی تمام مخلوقات کی طرح پیدا نہیں کیا گیا ہے بلکہ وہ خود رب اور خالق ہے، وہ موجود برحق ہیں جو موجود برحق کی ذات سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور جو ہمیں اپنے باپ کے مساوی میں انھیں کے ہاتھوں آسمان وزمین اور تمام چیزوں کی تخلیق ہوئی ہے، انھیں کی ذات سے انسانوں کا وجود ہوا ہے، وہ ہم کو بچانے کے لئے آسمان سے اتر آئے، اور روح القدس اور مسیح کے جسم میں داخل ہو گئے۔ پھر مریم حاملہ ہوئیں اور انھوں نے ان کو جنما، پھر انھیں گرفتار کیا گیا اور سولی دی گئی اور فیلاطس رومی کے زمانے میں مقتول ہوئے، اور کفن و دفن کیا گیا، لیکن تین دن کے بعد قبر میں اٹھ کھڑے ہوئے اور آسمان پر چڑھ گئے اور اپنے باپ کے دائیں جانب جا بیٹھے، وہ پھر دوبارہ آنے کے لئے تیار ہیں تاکہ مردوں اور زندوں کے درمیان فیصلہ کریں، ہم ایمان لاتے ہیں، رب واحد، روح القدس پر جو حی کاروح ہے اور جس کی محبت کی روح اس کے باپ سے نکلی ہے، ہم ایمان لاتے ہیں ایک بہتسمہ پر گناہوں کو معاف کرانے کے لئے، اور مقدس، قاصد پادریوں کی جماعت پر اور اپنے ابدان کے دوبارہ قائم کئے جانے اور ہمیشہ کی زندگی پر۔

اس کے علاوہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے مرد اداؤں نے کہا، جس باپ نے اس عالم کی تخلیق کی حضرت آدم کی مٹی گوندھا ان کو پیدا کیا، آسمانوں کو ناپا اور موسیٰ کے لئے توراہ لکھی، اس پر کیلیں

نصب کی گئیں، اور تیر برس اٹھ گئے۔

انہوں نے یہود کے متعلق یہ بیان دیا ہے کہ انہوں نے یہود کے چہرہ پر طلا پنجر سے مارا ہے اور سر کی پستانی کی ہے اور مسجود کے متعلق انبیاء سے یہ بشارتیں نقل کی ہیں کہ اس کی پیدائش ایک عذراء (شاہی کی خواہش نہ کرنے والی) عورت کے بطن سے ہوگی اور اسے گرفتار کیا جائے گا، اور سولی دی جائے گی وہ کہتے ہیں کہ مسجودس جس پر ہمارے سات سو رہنما آباؤ نے اتفاق کر رکھا ہے اس میں ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کو حمل ہوا، پھر انہوں نے مسجود کو جنا، اسے دودھ اور کھانا پانی کھلایا پلایا۔

انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ہمارے نزدیک مسیح حضرت آدم کے بیٹے بھی ہیں اور ان کے رب اور خالق و رازق بھی، اسی طرح حضرت ابراہیم کے بیٹے بھی ہیں۔ اور ان کے رب اور خالق و رازق بھی، اسی طرح اسرائیل کے بیٹے بھی ہیں۔ اور ان کے رب اور خالق و رازق بھی۔

ایک جگہ انہوں نے کہا ہے کہ ہمارے وہ علماء و جوہم تمام کے لئے قابل اسوہ اور نمونہ ہیں ان کا کہنا ہے کہ مسیح ہمیشہ سے ایک کلمہ تھے اور کلمہ ہمیشہ سے اللہ ہے، اور اللہ ہی کلمہ ہے جس کو مریم نے جنا اور لوگوں نے پانی آنکھوں سے مشاہدہ کیا، اور وہ لوگوں میں اللہ ابن اللہ اور کلمہ اللہ کہلانے مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ خدائے لم یزل جس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا، اسی کو لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ہاتھوں سے چھوا، اسی کا حمل حضرت مریم کو ہوا پھر ان کے پیٹ ہی سے لوگوں سے کلام کرنے لگا، اور ایک اندھے آدمی سے پوچھنے لگا، کیا تم اللہ پر ایمان لاتے ہو، اندھے نے کہا وہ اللہ کون ہے جس پر میں ایمان لاؤں، اس نے کہا، وہ تمہارا مخاطب ابن مریم ہی ہے، اس نے کہا میں تجھ پر ایمان لایا، اور یہ کہہ کر سجدے میں گر گیا، لہذا صرف مریم کا حمل وہی اللہ ابن اللہ اور کلمہ اللہ ٹھہرا جس کو مریم نے پیدا کرنے کے بعد دودھ پلایا اور پھڑپھڑایا، پھر ایک زمانہ آیا کہ لوگوں نے اس کو مختلف عذاب ذلت و نکبت سے دوچار کیا اور پھانسی کی سزا دی اور یہ سب کچھ اس نے نصاریٰ کو بچانے کے لئے خود اپنے سر مول لیا وہ کہتی ہیں کہ ہماری یتیموں جماعتوں کے نزدیک مسیح نہ نبی تھے اور نہ ہی اللہ کے کوئی نیک بندے، بلکہ وہ

خود تمام انبیاء کے رب، ان کے خالق و باعث، مرسل و ناصر تھے۔ اسی طرح تمام فرشتوں کے بھی رب تھے اور حضرت عیسیٰ کا حضرت مریم کے ساتھ رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کو پیدا کیا، ان سے لے کر من تدبیر کی، ان کے ساتھ مہربانی و مدد کی۔ یہ چیزیں تو تمام مسکادہ کو حاصل ہیں، لہذا یہ حضرت مریم کے فوقیت کی کوئی وجہ نہیں بن سکتی، بلکہ حقیقت میں تمام انات پر ان کی فوقیت کی وجہ صرف یہ اور یہ ہے کہ مسیح واحد اللہ ابن اللہ نواہ تک ان کے پیٹ سے چٹے رہے اور وہ حالت عمل میں نہیں پھران کی پیدائش ہوئی اور اس حالت عمل و پیدائش میں بھی وہ اسی طرح تنہا مسجود و مسیح رب و خالق تھے جیسے کہ پیدائش کے بعد حالت نوم، حالت مرض، حالت صحت، وغیرہ بعد کے تمام ادوار میں تنہا مسجود و خالق تھے، اور ان تمام حالات میں الٰہی ^{حضرت} خالقیت و الوہیت میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہوا

اس عقائد باطل پر اتفاق کر لینے کے بعد وہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے بعض لوگ صراحتاً یہ کہتے ہیں کہ مریم نے اللہ کو جنم اور پیدا کیا اور اللہ مر گیا، اور بعض لوگ ایسا کہنا ناپسندیدہ سمجھتے ہیں اور اس کے استعمال کرنے سے اجراز کرتے ہیں۔ وہ اس طرح کہتے ہیں کہ مریم نے مسیح کو جنم کو ایک مدت تک کے لئے پیٹ میں رکھا، وہ مسیح کی ماں ہیں، اور مسیح تنہا اللہ ابن اللہ اور کلمہ اللہ ہیں، لیکن معنی کے اعتبار سے دونوں قوموں میں کوئی فرق نہیں ہے، دونوں مسیح کو مکمل الوہیت کا درجہ دیتے ہیں، البتہ پہلے قول سے اختلاف لفظی کا سبب و حکمت یہ بتلاتے ہیں کہ اس کے اندر صراحتاً اللہ کے پیدا ہونے اور مرنے کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ عوارض خود ان کے باپ اللہ کی ذات کو لاحق ہوئی ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں مسیح کو یہ چیزیں لاحق ہوئی ہیں۔ جو خود بھی مکمل مسجود ہیں، اور جو ہمیں اپنے باپ کے مساوی ہیں اور یہی بات ثابت کرنا ہم دونوں کا مقصد ہے اور یہی ہمارا بنیادی عقیدہ اور دین ہے، جس کی زہنائی ہمیں ہمارے حقیقت شناس آباؤ نے کی ہے۔

غرضیکہ یہ مثلثہ صلیب پرست قوم از اول تا آخر متفقہ طور پر حضرت مسیح کو اللہ کا بی اور نیک بندہ

نہیں تسلیم کرتی ہے، بلکہ ان کو مکمل الہ کا درجہ دیتی ہے اور آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا، مخلوقات کو رزق دینے والا، انہیں پیدا کرنے والا اور مارنے والا، دوبارہ اٹھانے اور مجاہدہ کرنے والا، سزا و جزا دینے والا معاملات کی تدبیریں کرنے والا سمجھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا

میں یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ اس نے ممکن طریقہ پر ان تمام امور کو حضرت عیسیٰ کے ہاتھ میں دیکر خود گزارہ کشتی اور طوریگی اختیار کر لی ہے، اس دعوے کے اثبات میں ان کی امانت کا وہ اقتباس بیان کیا جا چکا ہے جس کو یہ قوم اپنے دین کی بنیاد مانتی ہے اور اپنی نمازوں میں یہ دعا کرتی ہے کہ اے ایسوع مسیح تو ہمیں زندگی دے اور روزی دے اولاد دے تندرستی دے اور آخرت میں اچھا بدلہ دے۔

یہ نصاریٰ درحقیقت اپنے ان تمام اقوال و خیالات میں حضرت مسیح کی مخالفت کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی تصدیق و تائید کرتے ہیں، حالانکہ یہ صراحتاً ان کا گمان باطل ہے، کیونکہ حضرت مسیح نے کبھی اپنے الہ وجود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، بلکہ ہمیشہ ان سے یہی کہتے چلے آئے کہ ہمارا اور تمہارا رب و موجود صرف اللہ ہے اور تمام فلسفوں کی طرح ہم بھی اس کے عقائد بندے ہیں اور گزشتہ تمام انبیاء کی طرح صرف ایک رسول ہیں، جیسا کہ انجیل یوحنا میں ہے کہ حضرت مسیح نے اپنی دعائیں کہا کہ ابدی اور کئی زندگی کے لئے لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ تو تمہارا الہ مسیح ہے، اور ایسوع مسیح کامل ہے اور درحقیقت یہ شہادت مسلمانوں کی شہادت کا کلام الا الہ اللہ محمد الرسول اللہ کی طرح ہے۔ اس طرح حضرت مسیح نے جو اسرائیل سے یہ بھی کہا کہ تم مجھے قتل کر دینا چاہتے ہو حالانکہ میں ایک ایسا اکھی ہوں، جس نے تم سے وہی حق باتیں کہی ہیں جس کو خدا سے سن رکھا ہے، اس میں بھی انھوں نے اپنے بشر ہونے کی گواہی دی ہے اور اللہ ان اللہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ہے، اسی طرح اپنے عدم اختیار اور اللہ کی جانب سے امور و مرسل ہونے کی گواہی مختلف موقعوں پر انھوں نے اس طرح دی ہے

”میں اس نے نہیں آیا ہوں کہ جو کچھ چاہوں اپنی طبیعت سے کروں بلکہ اس کی مشیت کے مطابق کروں گا جس نے مجھے بھیجا ہے، جو باتیں تم مجھ سے سنتے ہو وہ میری جانب سے نہیں ہیں، بلکہ اس خدا کی جانب سے ہے جس نے مجھے بھیجا ہے“

میں اس لئے نہیں آیا ہوں کہ لوگوں سے خدمت کروں بلکہ میں خدمت کرنے آیا ہوں۔ میں نہ لوگوں کے اعمال کو اپنے دین کے تابع بنانے والا ہوں اور نہ ان کے اعمال کا محاسبہ کرنے والا بلکہ اس کا محاسب و نگران تو وہی ہستی ہے جس نے مجھے بھیجا ہے، اسے رب وہ جان چکے ہیں کہ تو نے مجھے بھیجا ہے اور میں نے تیرا نام ان سے ذکر کیا ہے۔

بیشک صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کا رب ہے اس نے انسانوں میں سے بعض لوگوں کو تمام دنیا والوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ حق کو اختیار کریں۔

یہی اللہ کی جانب سے دنیا کی طرف نجا مرسل ہونے کی دلیل و معجزات اور خرق عادت اعمال ہیں جن کا صدور مجھ سے ہوتا رہتا ہے۔

میں اس بات سے عاجز نہیں ہوں کہ اپنی طبیعت سے کچھ پیدا کروں، لیکن میں وہی کلام کرتا ہوں اور جواب دیتا ہوں جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔

اللہ نے مجھے مبارک پیدا کیا ہے اور رسول بنا کر بھیجا ہے، میں اللہ کا بندہ ہوں اور ایک اللہ کا عبادت کرتا ہوں نجات پانے والے دن کے لئے۔

اللہ نے نہ کبھی کوئی چیز تادل فرمائی ہے اور نہ فرمائے گا، نہ کبھی نوش فرمایا ہے اور نہ فرمائے گا نہ کبھی سویا ہے اور نہ سونے گا، نہ اس کا کوئی لڑکا ہوا ہے نہ اس کا کوئی لڑکا ہوگا، اور نہ ہی وہ کبھی پیدا کیا جائے گا، نہ اس کو کسی نے دیکھا ہے، اور نہ اسے کوئی دیکھے گا اور جس نے دیکھا وہ (اس کی جمل سے) مر گیا۔

ان بیانات کو دیکھنے کے بعد آپ کی رسالت و نبوت کے متعلق قرآن کا یہ بیان کتنا مناسب و صادق معلوم ہوتا ہے

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَقْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلَ وَأَمَّا

صِدْقَةٍ مِمَّا كَانَا يَا كَلْبَنَ الطَّعَامَ
(المائدة - ۷۵)
صدقہ ہیں۔ یہ دونوں (تمام انسانوں کی طرح)
کھانا کھاتے تھے۔

آپ نے جب اپنے رب سے مردے کو زندہ کر دینے کی دعا کی تو فرمایا، خدا میں تیرا شکر گزار ہوں اور تیری تعریف کرتا ہوں۔ تو ہی اس وقت اور تمام اوقات میں میری دعائیں سننے والا ہے خدا اس مردے کو زندہ کر دے تاکہ بنو اسرائیل جان لیں کہ میں تیرا رسول ہوں اور تو میری دعائیں سنتا ہے۔ اسی طرح انجیل میں ہے کہ حضرت مسیح سامریہ سے نکلے اور جبل الجلیل پہنچے تو فرمایا کسی نبی کی اس کے وطن میں عزت و تحکیم نہیں کی گئی۔

تو قالی انجیل میں ہے کہ آپ نے فرمایا کوئی نبی اپنے وطن میں قتل نہیں کیا گیا پس تم کیسے مجھے قتل کرو گے۔

مقس کی انجیل میں ہے کہ ایک آدمی حضرت مسیح کے پاس آیا اور کہنے لگا اے صالح معلم مجھے آپ بتلائیے کہ وہ کون سا عمل ہے جس کو کر کے میں ابدی زندگی حاصل کروں، حضرت مسیح نے اس سے کہا کہ تم نے مجھے صالح کیوں کہا، صالح تو صرف اللہ ہے اور اس کے شرط تم جاننے ہو، تم جو ریہ نہ کرو، زنا نہ کرو، جھوٹی گواہی نہ دو، خیانت نہ کرو اپنے ماں باپ کی عزت و تحکیم کرو۔

انجیل یوحنا میں ہے کہ یہود نے جب آپ کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور اللہ سے یہ دعا کی کہ اے میرے معبود وقت بالکل قریب آ گیا ہے۔ اب تو مجھے اپنے پاس عزت بخش، اور میرے لئے کوئی راستہ نکال دے تاکہ میں دائمی حیات کا مالک بن جاؤں، انھوں نے یہ بھی کہا کہ۔

غیر فانی اور باقی رہنے والی زندگی یہ ہے کہ لوگ تجھ کو ایک معبود اور رب تسلیم کریں گے اور تیرے جیسے گئے رسول مسیح پر ایمان لائیں۔ میں نے دنیا والوں کے سامنے تیری تعظیم بیان کی اور اس چیز کا بوجھ اٹھایا، جس کا تو نے مجھے حکم دیا، اس لئے تو مجھے عزت بخش۔

انجیل میں ہے کہ تم اپنے آباء کا نسب نہ بیان کرو، جو زمین میں ہیں، اس لئے کہ تمہارا باپ صرف وہی ہے جو آسمان میں ہے اور تم معلمین کہہ کر نہ پکارو اس لئے کہ تمہارے معلم صرف حضرت مسیح ہیں، باپ کا لفظ ان کے یہاں رب اور مربی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ یعنی یہ نہ کہو کہ تمہارا رب اور مجبور زمین پر ہے بلکہ آسمان پر ہے اور اپنا مرتبہ آپ نے وہی بیان کیا جو اللہ کی جانب سے آپ کو عطا کیا گیا ہے یعنی صرف ایک معلم ہونے کی حیثیت بتلائی۔ اور حقیقی مجبور اس ذات کو بتلایا جو آسمان میں ہے۔

لوقا کی انجیل میں ہے کہ حضرت مسیح نے جب اللہ سے دعا کی تو اللہ نے عورت کے سچے کو زندہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ یہ تو بہت بڑے نبی ہیں اور اللہ نے ان کی گمشدہ امت کو تلاش کیا ہے۔

انجیل یوحنا میں ہے کہ مسیح نے گھر میں اپنی آواز بلند کی اور یہ یہودیوں سے کہا کہ تم لوگوں نے مجھے اور میرے مقام کو پہچان لیا ہے، میں اپنی طرف سے نہیں آیا ہوں، بلکہ مجھے حق سبحانہ نے بھیجا ہے اور تم اس سے جا مل ہو اور اگر میں اس سے اپنی ناطقی ظاہر کروں تو تمہارے مثل بھڑکاٹھڑوں گا میں اس بات کو اچھی طرح جانتا ہوں جسے تم نہیں جانتے کہ میں اسی کی جانب سے ہوں۔ اور اسی نے مجھے بھیجا ہے۔

غرضیکہ ہمیشہ آپ نے تمام انبیاء کی طرح محض ایک نبی اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا لیکن یہ مثلثہ ان کو اور مسجود مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسیح کا یہ فرمانا کہ میں اسی کی جانب سے ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اللہ ہی ہوں اللہ ہی کی جانب سے۔

حالانکہ قرآن میں ہے۔ (رسول من اللہ) اللہ کے رسول ہیں اور حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا:-

وَلَيْسَ بِي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ (الانجیل) میں اللہ رب العالمین کی جانب سے رسول ہوں۔

اسی طرح حضرت صلح علیہ السلام نے بھی فرمایا۔

لیکن یہ لوگ اپنی کج فطرت کی وجہ سے محکم آیات کو چھوڑ کر مشابہ آیات کے لینے کے خوگر ہیں۔ انجیل میں یہ بھی ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں۔ تو آپ نے

ان سے فرمایا، اگر اللہ تمہارا باپ ہوتا تو تم میری اطاعت کرتے۔ اس لئے کہ میں اسی کی جانب سے رسول ہوں
میں آیا ہوں تو اپنی طرف سے نہیں آیا ہوں بلکہ اسی نے مجھے بھیجا ہے لیکن تم میری وصیت قبل نہیں کرتے ہو
اور میرے کلام کو سننے سے عاجزی ظاہر کرتے ہو، تم شیطان کی اولاد ہو، اور اپنی خواہشات کے بندے،
جس کا پورا کرنا تمہارا مقصد ہے۔

انجیل میں ہے کہ یہود نے حضرت مسیح کو گھیر لیا اور کہنے لگے کہ آپ کب تک اپنا معاملہ پھپھائیں گے
اگر آپ وہی مسیح ہیں جس کا ہم انتظار کرتے ہیں تو ہمیں اس کی خبر دیں، یہاں یہود نے حضرت مسیح کو یہ کہہ کر
مخاطب نہیں کیا کہ اگر آپ اللہ اور ابن اللہ ہیں تو ہمیں اس کی خبر دیں کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ نے
کبھی بھی خود ہی اللہ اور ابن اللہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور آپ کے متبعین و دشمنان میں سے کسی نے یہ نہیں
سمجھا کہ آپ اللہ یا ابن اللہ ہیں۔

انجیل میں ایک جگہ ہے کہ یہود نے حضرت مسیح کو پکڑنے کا ارادہ کیا، تو اس کے لئے کچھ لوگوں کو
بھیجا وہ اپنے قائدین اور رؤسا کے پاس لوٹ آئے۔ انہوں نے ان سے دریافت کیا کہ تم انہیں پکڑو کہ کیوں
نہیں لے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے ان سے زیادہ انصاف در کسی کو نہیں سنا۔ یہود نے کہا کہ تم بھی دھوکہ
میں پکڑو گے، بھلا بتاؤ کہ اہل کتاب کے رؤسا اور قائدین میں بھی کوئی ایمان لایا ہے۔ ان کے کسی
بڑے آدمی نے یہود سے کہا، اچھا تم میری بتاؤ کیا تمہاری کتاب اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ کسی آدمی
کی بات سننے سے پہلے اس کے متعلق حکم و رائے قائم کر دی جائے۔ یہود نے اس شخص سے کہا کہ کتاب
کو لو اور دیکھو، اس میں ہے کہ جلال سے کوئی نبی نمودار نہیں ہوگا۔

غرض کہ یہود ہمیشہ آپ کے اسی مرتبہ کی تکذیب کرتے رہے جو اللہ کی جانب سے نبوت کا مرتبہ
آپ کو دیا گیا تھا۔ انہوں نے کبھی اس بات کی تکذیب نہیں کی کہ آپ اللہ نہیں ہیں کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے
تھے کہ آپ اللہ ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ اس کی جانب سے محض نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور
اگر آپ اللہ ہونے کا دعویٰ کرتے تو اس کا ذکر ضرور ملتا اور اس کے ساتھ ساتھ یہود کی زبردست تکذیب

و تنغیر کا بھی پتہ چلتا، کیونکہ اس صورت میں عقلا، حسنا اور انبیاء کے اقوال کی روشنی میں ہر اعتبار سے نقلی کا کذب ان کے لئے ظاہر تھا جو ان کی تکذیب کا زبردست محرک و سبب بنا۔

اور اگر اللہ رب العالمین کا منشا یہ ہوتا کہ وہ اپنی عظمت کی کرسی سے اتر کر بندوں کے سامنے نہو ہو اور ان سے بالمشافہات کرے تو اس کے اوپر واجب تھا کہ وہ کسی عورت کے شرمگاہ میں نہ داخل ہو اور پائٹخانہ، پیشاب، حیض وغیرہ کی نجاستوں میں اپنا وقت نہ گزائے اور اس طرح وہ بچہ کی شکل میں پیدا ہونے دودھ پینے رونے دھونے، لوگوں کے ساتھ کھانے پینے اور سونے نیز پائٹخانہ، پیشاب اور انسانوں کی تمام صفات نقص سے بری ہو جاتا، کیونکہ وہ صفات کمال کے ساتھ متصف ہے اور اس کو کوئی چیز احاطہ کئے ہوئے نہیں ہے، بلکہ اس کی کرسی پورے آسمان وزمین کو گھیرے ہوئے ہے، لہذا جس مستی کی یہ حالت ہے اس کو عورت کی شرمگاہ کیسے احاطہ کر سکتی ہے۔ اور یہ صفات نقص اس کی صفات کمال کے کس قدر منافی ہیں، جنہیں تم متفقہ طور پر اس کے لئے ثابت کر رہے ہو۔

نصاری کی کتابوں میں "باپ" "رب" اور "سید" سے

مشتبہ ہونے کا کیا مطلب؟

مسیح کے الہ ہونے کے خلاف صلیب پرستوں کے جواب کا انتظار

میں ان صلیب پرست نصاریٰ سے پوچھتا ہوں کہ جب آسمان وزمین کے خالق مالک کو سولی دی جا رہی تھی۔ اور اس کا ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھ دیا گیا تھا اس وقت اس کائنات کا نظام کون چلا رہا تھا۔ کیا اس وقت آسمان وزمین بغیر کسی مجبور کے تھے یا کسی کو اس نے اپنا نائب اور خلیفہ بنا دیا تھا۔ تاکہ وہ اس کی جگہ اس کا نظام سنبھالے رہے اور وہ خود عرش سے اتر کر اپنے نفس پر فدا ہو اور لعنت مولیٰ لینے آیا تھا، کیونکہ توراہ میں ہے کہ جو سولی پر لٹکا گیا وہ ملعون ہے، یا اس حالت میں بھی وہ کائنات کی تدبیر کر رہا تھا۔ لیکن جب وہ مر گیا اور دفن کر دیا گیا، تو اس وقت کیا حالت تھی یا تم یہ کہتے ہو کہ ہمیں اس کا جواب معلوم نہیں۔ ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ ہادی کتابوں میں ایسے ہی ہے اور ہمارے آباء اور رہبروں نے ایسا ہی کیا ہے۔ اور اس کا جواب دینا انہیں پر فرض ہے، نہ کہ ہمارے اوپر۔

تو اے صلیب پرست نصاریٰ، ہم تم سے اور تمہارے آباء سبھی سے پوچھتے ہیں کہ تمہیں کس چیز نے مسیح کے مجبور ماننے کی رہنمائی کی ہے۔ کیا اس بات نے کہ مسیح کو ان کے دشمنوں نے چھوڑ کر سولی دی ہے ان کے سر کو کانٹوں سے تاج پوشی کی ہے، ان کے چہرے پر تھوکا اور گلہنڈے سے زد و کوب کیا ہے، ان کے ہاتھ و پاؤں کو باندھ کر ان پر کیلیں نصب کی ہیں اور فریاد کرتے ہوئے ان کی روح پرواز کر جاتی ہے اور وہ دفن کر دیئے جاتے ہیں۔

کیا اس بنا پر وہ مسجود ہیں اگر ان کے مسجود ہونے پر تمہاری یہی دلیل ہے تو تم تمام دنیا میں سب سے زیادہ گرسے ہو نصیحت لو گہو اور چوپایوں سے بھی بدتر ہو اور تمہاری یہ دلیل انتہائی مضحکہ خیز اور تمام مخلوقات کے لئے باعث ننگ و عار ہے۔

اور اگر تم ان کے مسجود ہونے کی دلیل دیتے ہو کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں، لہذا اگر مخلوق ہوتے، تو فرد کسی انسان کے نطفہ سے پیدا ہوتے، تو تم حضرت آدم کو بھی مسیح کا خدا مانو کیوں کہ وہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے، اس لئے وہ بدرجہ اولیٰ خدا ہونے کے مستحق ہیں۔ اور اسی طرح حضرت خواجگی پانچواں خدا مانو، کیونکہ وہ بھی بغیر ماں کے پیدا ہوئے اور دونوں کی تخلیق مسیح کے مقابلہ میں کہیں زیادہ حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ رب العالمین ہر طرح سے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اس نے حضرت آدم کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا، حضرت حوا کو بغیر ماں کے پیدا کیا، حضرت مسیح کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور تمام مخلوقات کو ماں باپ دونوں کے نطفہ سے پیدا کیا، لہذا اس سبب کے پائے جانے کی بنا پر حضرت مسیح کو الہ ماننے کی کوئی وجہ تریح نہیں ہو سکتی۔

اگر تمہاری یہ دلیل کہ حضرت مسیح نے مردوں کو زندہ کیا ہے۔ اور مردوں کو زندہ صرف اللہ ہی کر سکتا ہے تو تم حضرت موسیٰ کو بھی خدا مانو، کیونکہ انہوں نے حضرت مسیح کے مقابلہ میں کہیں زیادہ تعجب خیز معجزات اور نشانیوں دکھلائی ہیں۔

مثلاً ایک لکڑی کو انہوں نے بہت بڑا زندہ سانپ بنا دیا تھا اور یہ معجزہ اس سے کہیں زیادہ تعجب خیز ہے کہ کسی مردہ جسم میں اس روح کو دوبارہ ڈال دیا جائے، جو اس کے اندر پہلے پائی جاتی تھی اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ مردوں کو زندہ کرنا نہیں ہے تو حضرت یوحنا کو خدا مانو، کیونکہ تم خود اس بات کا اقرار کرتے ہو کہ انہوں نے مردوں کو زندہ کیا۔ اسی طرح ایلیا نبی کو خدا مانو، کیونکہ انہوں نے بھی اللہ کے حکم سے اپنی قوم کے ستر آدمیوں کو زندہ کیا تھا اور اس طرح انبیاء اور ان کے حواریین کے متعلق تمہاری کتابوں

مردہ ہستے و انعامات ہیں۔

تو کیا اس معجزے کی بنا پر ان میں کوئی خدا ہوا ہے اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ ان کے ہاتھوں سے عجیب و غریب چیزوں کا ظہور ہوا ہے۔ اس لئے وہ خدا ہیں۔ تو سن لو حضرت موسیٰ نے ان سے بڑھ کر عجائبات پیش کئے ہیں۔

حضرت ایلیاؑ نے ایک بڑھیا کے سٹے اور تیل میں برکت کی دعا کی تو اسما اس کی تھیلی اور تیسل اس کی شیشی سے سات سال تک ختم نہیں ہوا۔ اور اگر تم ان کو خدا اس بنا پر مانتے ہو کہ انہوں نے تھوڑے سے گندھے ہوئے آٹے کے پیرے سے ہزاروں لاگوں کو کھلا کر آسودہ کر دیا، تو حضرت موسیٰ کو بھی خدا مانو، کیونکہ آپ نے چالیس برس تک من و سلویٰ اپنی امت کو کھلایا تھا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی قلیل تو شر سے اپنی امت کے پورے لشکر کو کھلایا تھا، یہاں تک کہ وہ خوب آسودہ ہو گئے اور اپنے برونوں کو بھی بھرا، اسی طرح تھوڑا سا پانی جو پ بھر نہیں تھا، آپ نے اس سے پورے لشکر کو سیراب کر دیا اور انہوں نے پانی سے تمام برتن بھر لئے۔ اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ حضرت یسٰ نے دریا کو آواز دی، تو اس کی موجیں ٹھہر گئیں، اس لئے ہم خدا مانتے ہیں، تو حضرت موسیٰ نے اس سے بڑھ کر معجزہ دکھلایا، دریا میں آپ کے لاشی مارنے سے پانی دونوں طرف دیوار کی طرح ٹھہر گیا اور بارہ راستے بن گئے، اور سخت پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور اگر تم کہتے ہو کہ وہ اس بنا پر خدا ہیں کہ انہوں نے پیدائشی اندسوں اور برس کے مریضوں کو اچھا کر دیا تھا تو مردوں کو زندہ کرنا تو اس سے زیادہ تعجب خیز ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اس سے بھی بڑے تعجب خیز ہیں۔ اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ انہوں نے خود خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا اس لئے ہم خدا مانتے ہیں۔ تو یا تو تمہاری بات صحیح ہے۔ یا انہوں نے اپنے مخلوق اور امور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور تم جھوٹ ان پر باندھ رہے ہو، اگر تم تمہارا دعویٰ صحیح

مان میں تو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ نہ تو کوئی نبی ہے اور نہ کوئی مومن و صادق، بلکہ وہ مسیح و جال کا بھائی ہے۔ اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے :-

وَمَنْ تَقْبَلْ مِنْهُمَا فَاِنَّهُ مِنَ الشَّيْطَانِ
 وَذُوْنِهِ فَاِنَّكَ لَتَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ
 ان میں سے جو یہ کہے گا کہ اللہ کے بجائے میں مبود
 ہوں، اس کو ہم جہنم کا بدلہ دیں گے۔ (الانبیاء: ۲۹)
 اور ایسا شخص فرعون و نمرود وغیرہ کی طرح اللہ کا بہت بڑا دشمن ہوگا۔

لہذا تم نے حضرت مسیح کو اللہ کی کرامت اس کی نبوت و رسالت کے درجہ سے ہٹا کر اس کا سب سے بڑا دشمن ٹھہرایا، اس لئے تم جب کی شکل میں ان کے سب سے بڑے دشمن ہو رہے ہو کہ جس چیز کا دعویٰ تم حضرت مسیح کے لئے کر رہے ہو، یہی مسیح کذاب کا سب سے نمایاں دعویٰ ہوگا، جس سے اس کو پہچانا جائے گا پھر اللہ رب العالمین اپنے محبوب بندے اور رسول حضرت مسیح ابن مریم کو بھیجے گا آپ اسے قتل کریں گے۔ اور اس کا کذب لوگوں کے لئے ظاہر ہوگا اور اگر یہی مسیح مبود ہوتے تو انھیں قتل نہیں کیا جاتا، چہ جائیکہ ان پر تیسرا سا کپڑا چھوڑ دیا جاتی، لیکن اگر حضرت مسیح نے اپنے لئے بندہ، نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جیسا کہ انجیلوں سے پتہ چلتا ہے اور عقل و فطرت بھی جس کی گواہی دے رہی ہے اور اس کے باوجود بھی تم اس کو الہ ماننے ہو، تو تم مرا مران کے دعوے کی تکذیب کرتے ہو اور بغیر کسی دلیل کے ان کو اپنا خدا ماننے سو۔ اور یہ بالکل حقیقت اور تمہاری کتابوں سے ثابت شدہ امر ہے کہ آپ نے اپنے لئے ابن بشر، بندہ، مخلوق، نیز محض نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔

لیکن تم نے انھیں الہ مان کر ان کی تکذیب کی ہے اس کے مقابل میں اللہ اور مسیح پر ان پر درازی کہنے والوں کی تصدیق کی ہے اور اگر تمہارے الہ ماننے کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے آئندہ آنے والے غیب کی باتوں کی خبر دی ہے تو ایسا تو تمام انبیاء نے کیا ہے، اور انبیاء کے علاوہ بعض لوگ مثلاً لاکاہن اور ساحر وغیرہ بھی مستقبل میں ہونے والے بعض جزئیات کی خبر دیتے ہیں اور ان کے بیان و خبر دینے کے مطابق ہی وہ امر وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ انھوں نے چونکہ خود اپنے کو انجیل میں متعدد مقام پر ابن بشر

کہا ہے، اس لئے ہم ان کو الالمنہ ہیں۔ جیسے کہ اس میں ہے، "میں اپنے باپ کے پاس جانے والا ہوں۔ میں اپنے آپ سے مانگنے والا ہوں، اللہ ابن اللہ ہی ہے۔"

تو تم سبھی لوگ اپنے نفسوں کو بھی الامانو، کیونکہ انہوں نے متعدد جگہ اللہ کو اپنا باپ بھی کہا ہے۔ اور تمہارا باپ بھی، جیسے کہ ان کا قول ہے، "میں اپنے اور تمہارے باپ کے پاس جاؤں گا۔" دوسری جگہ ہے تم اپنے باپ کا زمین پر نسب زبیر بیان کرو بلکہ تمہارا باپ تمہارا وہ ہے جو آسمان میں ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ باپ سے وہ لوگ رب مراد لیتے ہیں اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ ان کے شاگرد جو ان کے بارے میں زیادہ جاننے والے تھے۔ انہیں نے الال کہا ہے۔ اس لئے ہم بھی الال کہتے ہیں تو تم انجیل کی سراسر مخالفت کر رہے ہو، کیونکہ آپ کے شاگردوں نے آپ کے متعلق وہی عبد و مخلوق ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جس کا دعویٰ آپ نے کیا تھا۔

متی پانچ انجیل کی نویں فصل میں لکھا ہے کہ شعیاطیلہ السلام نے حضرت یسوع کے متعلق بطور پیشین گوئی اللہ رب العالمین کا یہ قول بیان کیا ہے: "یہ میرا بندہ ہے جس کو میں نے جن لیا ہے اور میرا حبیب ہے جس سے میرا مہی ہوں۔"

اور آٹھویں فصل میں ہے میں تیرا شکر گزار ہوں۔ اے میرے آسمان و زمین کے رب۔
لوقا اپنے انجیل کے آخری حصہ میں لکھا ہے کہ حضرت یسوع اور ان کے کسی شاگرد کے سامنے راستے میں ایک فرشتہ نمودار ہوا۔ یہ دونوں رنجیدہ تھے اور فرشتے کو نہیں پہچان سکے فرشتے نے ان سے پوچھا تم دونوں کیوں رنجیدہ ہو۔ انہوں نے فرشتے سے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ تم بیت المقدس میں مسافر ہو اس لئے کہ یہاں اس وقت جو نامری کا سالہ ہوا ہے، وہ تمہیں معلوم نہیں ہے۔ وہ ایک قوی نبی اور اللہ اور اس کے امت کے نزدیک اپنے قول و فعل میں متقی و پرہیزگار آدمی تھے، ان کو لوگوں نے پھونک کر قتل کر دیا۔

اور اگر تم اس بنا پر انہیں الزام دیتے ہو کہ وہ آسمان پر چڑھ گئے ہیں تو اخون اور ایسا کس بھی آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور وہ دونوں بعزت زندہ ہیں نہ انہیں کسی قسم کی تکلیف پہنچی اور نہ کسی نے ان کے بارے میں کوئی لالچ کی، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی تمام مسلمانوں کے نزدیک متفقہ طور پر آسمان پر گئے تھے، لیکن محض آپ ایک بندے ہی رہے۔ اسی طرح فرشتے بھی آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور زمین کی رو میں بھی جسم چھوڑنے کے بعد آسمان کی طرف چڑھتی ہیں۔ لیکن ان میں کوئی بھی عباد کے مرتبے سے آگے نہیں بڑھتا، بلکہ بندہ ہی رہتا ہے اور اگر تم ان کو خدا اس بنا پر مانتے ہو کہ انبیاء علیہم السلام نے ان کو الہ، رب، اور سید و فیروہ کے نام سے موسوم کیا ہے تو اللہ کے بہت سے نام تمام امتوں اور قوموں میں مرصع ہیں اور کافی لوگ اس کے نام سے موسوم ہیں۔

رومی، فارسی، ہندی، سریانی، عبرانی، قبطی اور ان کے علاوہ بہت سی قومیں اپنے بادشاہ کو الہ اور رب کہہ کر پکارتی ہیں۔

تورات کے سفروں میں ہے کہ اللہ کے نبی ایسا کی بیٹیوں کے پاس آئے، ان کو بہت ہی خوبصورت دیکھا اور شادی کر لی۔

تورات کے سفر ثانی میں مصر سے نکلنے کا قصہ جہاں بیان کیا گیا ہے۔ وہاں ہے میں نے تجھ کو فرعون کا خدا بنا دیا ہے۔

نمبر ۸۲ مذکور داؤدی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کھڑا ہو گیا تمام مجبوروں کے لئے، عبرانی زبان میں اسی طرح ہے لیکن جس نے اس کو سریانی زبان میں منتقل کیا، اس نے اس میں اس طرح تحریف کر دی ہے۔

• اللہ تعالیٰ کھڑا ہوا فرشتوں کی جماعت میں۔

اسی مذکور داؤدی میں ہے۔ میں نے گمان کیا ہے کہ تم الہ ہو اور سب کے سب اللہ کے بیٹے ہو، ان کے علاوہ اللہ رب العالمین نے بھی اپنے بندے کو ملک کہا ہے اور اس کا نام بھی ملک ہے، اسی طرح آپ کو رؤف و رحیم کہا ہے اور یہ اللہ کا نام ہے، اسی طرح عزیز کہا ہے، حالانکہ یہ بھی خدا ہی کا نام ہے۔

اور اس مودامت کے درمیان رب کا لفظ غیر اللہ کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ مثلاً رب المنزل (گھر کا مالک) رب الابل (اونٹ کا مالک) رب هذه المتاع (اس سامان کا مالک) حضرت شعیبا نے فرمایا۔ اس سبیل نے پہچان لیا۔ جس کو اس کے رب (مالک) نے پالا اور بندھے ہوئے لگدھے نے پہچان لیا، لیکن بنو اسرائیل نہیں پہچان سکے۔

اور اگر تم اس بنا پر موجود مانتے ہو کہ انہوں نے مٹی سے چڑیا کی شکل بنائی اور اس کے اندر پھونکا کر حقیقی اڑنے والی چڑیا بنا دیا اور یہ صرف خدا کر سکتا ہے تو موسیٰ بن عمران کو بھی خدا مالو کیونکہ انہوں نے بھی لاطھی پھینکا تو بہت بڑا زردھا بن گیا اور اس کو پھرتا تو پہلی حالت کی طرح لاطھی ہو گیا۔

اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ انبیاء نے ان کے الہ ہونے کی گواہی دی ہے مثلاً جب بخت نصر نے بنو اسرائیل کو سرزمین بابل کی طرف چار سو بیاسی سال تک جلا وطن رکھا۔ تو غدارانہ کہا سچ آئیں گے اور تمام امتوں اور جماعتوں کو چھٹکارا دلائیں گے۔ چنانچہ یہ مدت جب ختم ہوئی تو مسیح آئے اور اللہ کے علاوہ کون ہے جو لوگوں کو چھٹکارا اور نجات دلانے کی طاقت رکھتا ہو۔

تو میں کہتا ہوں کہ تم لوگ تمام رسولوں کو خدا بناؤ، کیونکہ سبھی نے لوگوں کو کفر و شرک اور جہنم کے شعلوں سے خدا کے حکم سے نجات دلائی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مسیح نے اپنے متبعین کو دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب سے چھٹکارا دلایا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو فرعون اور اس کے لشکر سے اور انہیں کو حید اور آخرت کا عقیدہ دے کر جہنم کے عذاب سے چھٹکارا دلایا ہے، اسی طرح اللہ رب العالمین نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمام امتوں کو تنے اعلیٰ اور بڑے پیمانے پر نجات دلائی، جو کسی نبی کے ذریعہ نہیں دلائی۔

لہذا اگر کسی حضرت عیسیٰ کے الہ ہونے کا بنیادی سبب ہے تو حضرت موسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بدرجہ اولیٰ اس کے مستحق ہیں۔

اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہم ان کے الہ ہونے پر ارمیاہ نبی کے اس قول سے دلیل پکڑتے ہیں۔

جو انہوں نے آپ کی ولادت کے بارے میں پیشین گوئی کی ہے کہ اس زمانہ میں حضرت داؤد کے ایک بیٹا پیدا ہوگا، جو نور کی طرح چمکے گا، ملکوں کا بادشاہ ہوگا، حق اور عدل کو قائم کرے گا، یہود، بنو اسرائیل اور اپنے تمام متبعین کو نجات دلائے گا، بیت المقدس میں غوریزی نہیں ہوگی، اور اس کا نام الہ ہوگا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگلی کتابوں میں الاحقیقت میں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، سید، ملک اور باپ کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور اگر حضرت مسیح ہی اللہ ہوتے تو یہ کہنے کی ضرورت نہ ہوتی کہ ان کا نام اللہ رکھا جائے گا۔ بلکہ صاف صاف وہ یہ کہتے کہ وہ اللہ ہوگا اور قطع نظر اس کے تمہارے خلاف سب سے بڑی دلیل تمہارا یہی استدلال ہے، کیونکہ اس میں ہے کہ حضرت داؤد کے ایک بیٹا پیدا ہوگا، جس کا نام الہ رکھا جائے گا، لہذا معلوم ہوا کہ یہاں یہ نام مخلوق و مولود کے لئے ہے، نہ کہ آسمان و زمین کے خالق کے لئے۔ اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہم ان کے الہ ہونے پر شکیانہی کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں، انہوں نے لوگوں سے کہا۔ جیہوں سے ہو، خوب خوش ہو جائے، اس لئے کہ اللہ نے ہالاہے جو تمام جماعتوں اور خاص طور پر مومنوں کو نجات دلائے گا اور بیت المقدس کو چھڑکا ما دلائے گا، اس میں اللہ تمام متفرق امتوں کے لئے اپنا پاک بانو ظاہر فرمائے گا۔ اور ان کو ایک امت بنائے گا، تمام دنیا والے اللہ کی نجات کے پیا سے ہوں گے، کیونکہ وہ ان کے ساتھ اور بالکل سامنے چلے گا اور اسرائیل کا مجبور نہیں۔ جمع کرے گا۔ تو اولاً اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت یقینی طور پر معلوم نہیں کہ حضرت شیخ علیہ السلام، ہی کا قول ہے اور اس میں تحریف نہیں ہوئی ہے، لہذا پہلے اس پر دلیل قائم کرو کہ یہ بنیہ تحریف کے انہیں کا قول ہے اور اگر یہ قول انہیں کا ہوتا بھی اس میں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ وہ مکمل خدا ہیں اور مخلوق نہیں ہیں بلکہ یہ تو ایسے ہی ہیں جیسے کہ توراہ میں ہے اللہ تعالیٰ طور سینا سے آیا اور ساعیر سے چمکا اور جبال فاران سے اس کا ظہور ہوا، اور اس میں اس امر پر کوئی دلیل نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدایں بلکہ اس سے مراد اس کا دین اس کی کتاب اس کی شریعت و ہدایت کا نمود و ظہور ہے۔

اسی طرح اس میں جو یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقدس بازو تمام متفرق امتوں کے لئے ظاہر ہوا تو توراہ میں بھی اس طرح کی بہت سی طبعی عبارات ہیں۔

اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ تمام دنیا والے اللہ کی نجات کے پہلے سے ہوں گے کیونکہ وہ ان کے ساتھ اور سامنے چلے گا تو توراہ کے سفر خاس میں بھی ہے کہ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا ان کو طور و نہب میں کیونکہ اللہ جو تم سمی لوگوں کا رہے، تمہارے سامنے ہے اور وہ تمہاری جانب کھینچنے والا ہے۔

ایک جگہ توراہ میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اجماعت تو تیری ہی جماعت ہے، اس نے کہا کہ میں تیرے آگے چلوں گا، موسیٰ نے کہا اگر تو ہمارے آگے نہ چلا تو ہم کو کہاں سے نہ چھلانا، کیونکہ یہ جماعت اور میں کیسے جانوں گا کہ یہ تمام نعمتیں ہیں تیرے ساتھ چلنے کی وجہ سے دستیاب ہوئی ہیں۔

توراہ کے سفر باب میں ہے میں نے ان لوگوں کو تیری قدرت سے چڑھایا ہے، یہ دونوں تمام زمین والوں سے وہ باتیں کہیں گے، جو لوگوں نے تیرے بارے میں سن رکھا ہے۔ کہ اللہ اس قوم کے درمیان ہے، اس کو وہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اور تیرا بادل ان لوگوں کو ڈھانپنے رہتا ہے اور پھر بادل دن میں ان کے آگے آگے چلتا ہے اور رات میں واپس لوٹ جاتا ہے۔

توراہ میں ایک جگہ ہے کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا، میں تمہارے پاس گھنے بادلوں کے اندر آؤں گا، تاکہ قوم مجھے تم سے بات چیت کرتے ہوئے سن لے اس طرح کی بہت سی باتیں کتب الہیہ اور انبیاء کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قدسی ہے کہ اللہ رب العالمین نے فرمایا میرا بندہ ہمیشہ لو اسفل کے دربیہ مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اس کی نگاہ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ چمکتا ہے، اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، پھر اس کا سننا میرا سننا ہوتا ہے، اس کا دیکھنا میرا دیکھنا

ہوتا ہے، اس کا پلٹنا میل پلٹنا ہوتا ہے اور اس کا پلٹنا میرا پلٹنا ہوتا ہے۔

پچھلے ہے علامہ اقبال نے ۔

ہاتھ ہے اللہ کا، بندہ موسیٰ کا ہاتھ ؛ غالب و کار آفرین کار کشا کار ساز

اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہم ذکرِ علیہ السلام کے اس قول سے ان کے خدا ہونے پر دلیل چکھتے ہیں جو انہوں نے حضرت مسیح کی نبوت کے متعلق کہا ہے کہ میں نے تمہارے پاس آؤں گا اور تمہارے اندر اتروں گا اور نمودار ہوں گا۔ اس دن اللہ پر بہت سی امتیں ایمان لائیں گی اور اس کے لئے وہ سب ایک جماعت بن جائیں گے، وہ ان کے درمیان اترے گا اور وہ پہچان لیں گے کہ میں ہی وہ طاقتور خدا ہوں۔ جو تمہارے درمیان ٹھہرنے والا ہوں، اس دن اللہ بادشاہت یہود سے چھین لے گا اور اب تک ان پر دوسرے کو بادشاہ مسلط کر دے گا۔

تو ہم کہتے ہیں کہ تم حضرت ابراہیم اور ان کے علاوہ کو بھی خدا مانو، کیونکہ تمام اہل کتاب یہ مانتے ہیں کہ اللہ رب العالمین حضرت ابراہیم کے لئے بھی ظاہر و نمودار ہوا ہے۔

اور اللہ کے اترنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اپنی ذات کے ساتھ وہ بیت المقدس کی سرزمین میں اترے گا، کیونکہ بیت المقدس میں آسمان و زمین اس کا احاطہ نہیں کر سکتے اور پھر ایسی جگہ وہ کیوں اترے گا جہاں اس کو برے لوگوں کے ہاتھوں ظلم و ستم کا نشانہ بننا پڑے، پھر اس میں وہ یہ بھی کہتا ہے کہ لوگ جان لیں گے کہ میں طاقتور ہوں اور تمہارے درمیان ٹھہرنے والا ہوں، تو کیا اس کی قوت کا مظاہرہ یہی ہے کہ اس کو پکڑ کر ہاتھ پاؤں باندھ دیا جائے ان ریگیں نصب کی جائیں اس کی کانٹے سے تاج پٹیا کی جلنے پھر سولی دے دیا جائے اور وہ فریاد کرتا رہے، یہی تمہارے نزدیک اس کا قوی اور غالب ہونا ہے اور حضرت مسیح کو جب بھی بیت المقدس میں داخل ہوئے تو اکثر مغلوب و مہجور ہی رہے اس لئے وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔

اور اگر یہ الفاظ اپنے معانی و ترجمے کے ساتھ بالکل صحیح ہوں، جو انہوں نے حضرت زکریا سے نقل کیا ہے

تو اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ یہاں اللہ کی معرفت، اس پر ایمان اس کا ذکر اس کا دین و شریعت مراد ہے جو اس غلطے اور ٹکڑے میں نمودار اور غالب ہونے والی ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح کے آسمان پر اٹھانے جانے کے بعد سرزمین بیت المقدس میں جب حضرت یساکا دین غالب ہوا، تو اللہ پر ایمان، اس کی معرفت جس اعلیٰ پیمانے پر لوگوں کو حاصل ہوئی، وہ اس سے پہلے نہیں حاصل ہوئی تھی۔

خلاصہ کلام یہ کہ گذشتہ تمام نبوتوں اور کتب الہیہ میں کہیں بھی یہ بات نہیں ملتی ہے کہ عیسیٰ ابن البشر خدا ہوں گے اور الٰہی ہوں گے الٰہی سے اور وہ مخلوق و مرئوب نہیں ہونگے بلکہ آپ کے متعلق، آپ کے سب سے قریب انسان جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بیان دیا ہے کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور اس کے کلمے اور روح ہیں، جس کو اللہ نے موم کی طرف ڈالا ہے، وہی تمام انبیاء اور کتب سابقہ نے بھی خبر دی ہے، جن میں ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور صلیب پرست مثلث نے اپنی کتاب کے بن الفاظ و کلمات سے حضرت مسیح کے الٰہ ہونے پر استدلال کیا ہے ان میں بعض الفاظ اور کلمات حضرت مسیح کے ہیں اور بعض دوسروں کے جیسے باپ، روحِ حق اور الٰہ کا لفظ ہے اور اسی طرح روح القدس کا ان کے اندر حلول کرنے اور انکی شکل میں نمودار ہونے کا سلسلہ ہے یہ تمام الفاظ حضرت مسیح اور ان کے فرکے درمیان مشترک ہیں۔

ان کے حلول کا عقیدہ بعض بدعتی صوفیاء اور جہمیہ نے بھی اختیار کیا ہے

بعض نام نہاد مسلم جماعتوں نے بھی اس شرک و کفر میں نصاریٰ کی موافقت کی ہے

اور انہوں نے ان مقامات پر اللہ کی ذات کا حلول مراد لیا ہے، جہاں درحقیقت مومن و عارفین کے دلوں میں اللہ پر ایمان و معرفت اس کے نور و ہدایت کا حلول مراد ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَاللَّهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اللہ کے لئے مثل اعلیٰ ہے آسمان و زمین میں، اور وہ غالب اور حکیم ہے۔

(الروم - ۲۷)

یہاں مثل اعلیٰ سے فرشتوں، نبیوں اور مومنوں کے دلوں میں جو اللہ کا ایمان اس کی محبت و معرفت اس کی تعظیم و تکریم ہے وہ مراد ہے نہ کہ اللہ کی ذات کا حلول۔

اور یہ قول اللہ کے اس قول کے مثل ہے:

فَإِنِ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا (البقرہ - ۱۳۷)

اگر یہ تمہارے مثل ان چیزوں پر ایمان لے آئے جس پر تم لائے ہو تو یہ ہدایت پا گئے۔

اور جیسے اللہ کا یہ قول ہے:

وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ (الانعام - ۳)

اور وہ اللہ آسمان و زمین میں ہے تمہاری پوشیدہ اور ظاہر تمام چیزوں کو جانتا ہے اور جو تم عمل کرو گے اسے بھی جانتا ہے۔

اور جیسے اللہ کا یہ قول ہے۔

ذُو الْاَرْضِ اِلَهِ سِوَاهُ اَلْعَالَمِيْنَ
 ذُو الْاَرْضِ اِلَهِ سِوَاهُ اَلْعَالَمِيْنَ
 وہی وہ ذات ہے جو آسمان میں موجود ہے اور
 زمین میں بھی، اور وہ حکیم و عظیم ہے۔

(الزخرف - ۸۴)

اور عام بول چال میں یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں ان کے دلوں میں ہے، تم میرے دل اور اکٹھے میں ہو
 اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کی محبت و معرفت لوگوں کے دلوں میں ہے نہ کہ خود اس کی ذات
 جیسے کہ شاعر کا قول ہے۔

وَمِنْ حَبَابِ اِنِّ احْسَنَ الْيَهْرِ
 وَتَطْلُبُهُ عَيْنِي وَهَمِّي سَوَادِمَا
 وَأَسْأَلُ عَنْهُمْ مِنْ لَقِيْتِ وَهَمِّي
 وَيَسْتَأْتِيهِمْ قَلْبِي وَهَمِّي بَيْنَ اَضْلَقِ

تجربہ کی بات یہ ہے کہ میں ان کا اس قدر شائق ہوں کہ ان کے بارے میں جس سے بھی
 ملاقات ہوتی ہے پوچھتا رہتا ہوں، حالانکہ وہ میرے ساتھ ہوتے ہیں۔
 میری آنکھیں انہیں تلاش کرتی رہتی ہیں، جب وہ اپنی بڑی جماعت میں ہوتے ہیں اور میرا دل
 ان کا شائق ہوتا ہے، حالانکہ وہ میری دونوں پہلیوں کے درمیان ہوتے ہیں۔
 ایک دوسرے شاعر کا قول ہے۔

حَيْهَا لَكَ فِي عَيْنِي وَذِكْرِكَ فِي فِئِي
 وَمِثَاكُ فِي قَلْبِي فَايْنَ تَغِيْبُ

تمہارا خیال میری آنکھوں میں ہے اور تیرا ذکر میرے منہ میں ہے۔ اور تیری منزل میرے دل میں
 ہے تو تو کہاں غائب ہے۔

ایک دوسرے شاعر کا قول ہے :

مَسَاكِنُ فِي الْقَلْبِ يَحْمَدُهَا
 لَسْتُ اَنْسَاهُ فَاذْكُرْهَا

دلوں میں ٹھہرنے والا اس کو آباد رکھتا ہے۔ میں نے اس کو بھلا یا نہیں ہے کہ دوبارہ یاد کرو
 ایک دوسرے شاعر کا قول ہے۔

ان قلت غبت فقلبی لا یصلنی اذات فیہ لم تعجب

او قلت ما غبت تعالیٰ لظرف ذلک فقد تعجبت بین الصدق والکذب

اگر میں یہ کہوں کہ تم غائب ہو گئے ہو تو میرا دل اس کی تصدیق نہیں کرتا ہے اس لئے کہ تم دل میں نہیں غائب ہو گئے ہو اور اگر میں کہوں کہ تم نہیں غائب ہو گئے ہو، تو اٹھ مجھے بھولتا کہتی ہے، اس لئے میں صدق و کذب کے درمیان متحیر ہوں۔

ایک شاعر کا کہنا ہے۔

احسن الیہ وهو فی القلب کان فیما عجا لمن یحسن لقلبہ

میں اس کے لئے بھلائی کرتا ہوں اور وہ میرے دل میں رہتا ہے، پس کس قدر تعجب ہے اس شخص پر، جو اس کے دل کا مشتاق ہے۔

لیکن جو شخص اس طرح کی باتیں صحیح نہ سمجھ سکے اگر وہ اللہ رب العلیین کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ وہ بندوں کے اندر حلول کئے ہوئے ہے۔ خدا اور بندے ایک ہی ہیں اور دونوں کی ذات آپس میں ملی ہوئی ہے، تو یہ اس کے لئے کوئی بڑی بات نہیں ہوگی۔

اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہم نے ان کو الاشعیا علیہ السلام کے اس قول سے واجب مانا ہے، انھوں نے کہا سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ فرشتوں کا رب انسان سے پیدا ہوگا، تو پہلے تم اپنے اس قول پر دلیل قائم کرو کہ یہ درحقیقت شیعا علیہ السلام ہی کا قول ہے اور اس کے ترجمے کے درجہ بدرجہ نقل کرنے میں تحریف نہیں ہوئی ہے، اور کلام منقطع ہے، جن کا سیاق و سباق سے کوئی تعلق نہیں اور اگر ہم اس کو صحیح بھی مان لیں تو اس میں کبھی اتنی ہی پتہ چلتا ہے کہ وہ ابن البشر اور مولود مخلوق ہیں، نہ کہ خدا کے بیٹے اور اس کی ذات سے پیدا ہونے والے۔

اگر یہ کہتے ہو کہ ہم نبی کے اس قول سے ان کے عبود ہونے پر دلیل پکڑتے ہیں اس کی انجیل میں ہے کہ ابن البشر اپنے فرشتوں کو بھیجے گا، وہ تمام بادشاہوں کو جمع کریں گے اور ان کو جہنم کی بھٹی میں

ڈالیں گے۔

تو یہ تو اس سے پہلے شکیا کے قول کی طرح ہے، یہاں بھی یہ نہیں کہا گیا ہے کہ مسیح تمام ارباب کے رب اور فرشتوں کے خالق ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ وہ فرشتوں کے رب ہیں، یہ تو بہت ہی قبیح جھوٹ اور بہتان ہے۔ بلکہ جو ملائکہ کا رب ہے، اس نے ملائکہ کو حضرت مسیح کی حفاظت و نعمت کا حکم دیا ہے، جیسے کہ اولاد کے قول سے پتہ چلتا ہے، بیشک اللہ رب العالمین اپنے فرشتوں کو تمہارے ساتھ رہنے کی وصیت کرتا ہے، تاکہ وہ تمہاری حفاظت کریں۔

ایک جگہ ہے بیشک اللہ نے آسمان سے فرشتہ بھیجا، تاکہ ان کو قوت بخشنے، کتابوں سے تو یہ نیا بت ہے لیکن ان کا ذہن اس میں تحریف کر دی ہے اور انبیاء کی طرف یہ منسوب کر دیا ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کو ملائکہ کا رب کہا ہے۔ لہذا جب انجیل اور متفقہ طور پر انبیاء و رسل کی شہادت سے یہ پتہ چلا ہے کہ اللہ نے اپنے فرشتوں کو حضرت مسیح کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے تو یہ بات قطعی طور پر معلوم ہوگئی کہ حضرت مسیح اور فرشتے اللہ کے بندے اور اس کے حکم کو نافذ کرنے والے ہیں، نہ کہ رب اور معبود ہیں۔

حضرت مسیح نے اپنے شاگردوں سے کہا جس نے تمہاری باتیں قبول کیں، اس نے میری باتیں قبول کیں، اور جس نے میری باتیں قبول کیں، اس نے اس ذات کی باتیں قبول کیں جس نے مجھے بھیجا ہے۔

مزید یہ بھی کہا، جس شخص نے لوگوں کے سامنے میرا انکار کیا، میں نے اللہ کے فرشتوں کے سامنے اس کا انکار کیا۔

اسی طرح آپ نے اس شخص سے کہا، جس نے کامیوں کے رئیس کے غلام کو مارا تھا، اپنی تلوار انیس میں کرو، اور گمان میں نہ پڑو، کیونکہ میں اس بات کی طاقت رکھتا ہوں کہ اللہ سے دعا کروں اور وہ میرے لئے بارہ سے بھی زیادہ تعداد میں فرشتوں کو بھیج دے بجلا بتاؤ کہ جو ملائکہ کا رب اور خالق ہوگا، وہ اس

طرح کے گا۔

اور اگر تم کہتے ہو کہ ہم ان کو اذ شعیاط علیہ السلام کے اس قول سے ملتے ہیں۔ انہوں نے کب نبی کے گھر سے ایک ٹوٹی نیکلی گی اور اس سے ایک روشنی ابھرے گی، اس کے اندر روح القدس، اللہ کا روح، کلہ کا روح اور ان کی محبت، ہوشیاری اور قوت کا روح، علم کا روح اور اللہ کا خوف حلول کرے گا، لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور اسی پر بھروسہ کریں گے اور ہمیشہ اس کے لئے تلخ و کرامت ہوگی۔

تو تم پہلے اس پر دلیل قائم کرو کہ یہ درحقیقت شیاطیلیہ السلام ہی کا قول ہے اور لفظاً و معنیاً کسی اعتبار سے نقل کرنے میں تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔

دوسری بات یہ کہ یہ خود تمہارے خلاف دلیل ہے اور اس میں کوئی دلیل نہیں کہ حضرت مسیح آسمان و زمین کے خالق ہیں، بلکہ یہ تو قرآن کے اس بیان کے عین مطابق ہے کہ وہ اللہ کے روح اور کلے ہیں، بن کو اللہ نے روح القدس کے ذریعہ تقویت دی ہے اور اس میں بھی یہی ہے کہ روح القدس، اللہ کا روح، اس کے کلے کا روح، اس کی قوت و ہوشیاری کا روح اس کے علم و خوف کا روح، اس کے اندر حلول کئے ہوئے ہے اور یہ نہیں کہا گیا کہ اس کے اندر اللہ کی حیاۃ حلول کئے ہوئے ہے چہ جائیکہ اس کی ذات کو ہم حلول مائیں اور اتحاد اور لاہوت و ناموس کے عقیدے پر استدلال کریں۔

بلکہ یہ روح تو تمام نبیاء و صدیقین کے ساتھ رہی ہے۔ تو اذہ میں ہے کہ جو لوگ قبۃ الزمان میں کام کرتے تھے، ان کے اندر حکمت کی روح حلول کئے ہوئے تھی۔

(قبۃ الزمان) ایک خیمہ تھا جس میں یہود تباہات جہد کو چھپاتے تھے اور اس کو قبۃ الشہادۃ الخدیوہ بھی کہتے تھے۔ اور علم و فہم کی روح سے مراد جس سے ہدایت و نصرت اور تائید خداوندی حاصل ہوتی ہے، اور یہاں روح اللہ سے مراد صفت بھی نہیں ہے چہ جائیکہ اس کی ذات ہو، بلکہ جس طرح حضرت جبرئیل کا نام روح اللہ ہے، اسی طرح حضرت مسیح کا بھی،

دوسری بات یہ کہ مضاف جب کوئی ایسی ذات ہو، جو قائم بنفسہ ہو، تو مضاف ایہ کا وہ مملوک
و ماتحت ہوتا ہے۔ جیسے بیت اللہ کا گھر (روح اللہ کی روح)۔ یہاں بیت اللہ سے مراد وہ
گھر نہیں ہے جس میں اللہ رہتا ہے، اسی طرح روح اللہ سے مراد وہ روح بھی نہیں جو اس کی ذات سے
وابستہ اور قائم ہے۔

ارشاد خداوند کی ہے۔

وہی وہ لوگ ہیں، جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان
کھیر رکھا ہے اور ان کی مدد کی ہے اپنے روح
کے ذریعہ
(العبادۃ - ۲۲)

دوسری جگہ ہے۔

اسی طرح ہم نے تمہاری بجانب اپنے حکم سے روح
کی وحی کی۔
فَقَدْ لَدَّكَ اَوْحَيْنَا لَكَ رُوحًا مِّنْ
اٰمِرِنَا (الشوریٰ - ۵۲)

یہاں روح سے مراد وہ چیز ہے جس سے اللہ رب العالمین نے اپنے مومن بندوں کو تقویت
پہنچائی ہے۔ اسی طرح اس میں جو یہ کہا گیا ہے کہ لوگ اسی پر ایمان لائیں گے اور اسی پر بھروسہ کریں گے
تو یہاں ضمیر اللہ کی طرف لوثی ہے، نہ کہ عصا کی طرف جو نبوت کے گھر سے ظاہر ہوگی، دیکھو، کس طرح اللہ نے
ایمان و توکل دونوں چیزوں کو اس آیت کریمہ میں جمع کر دیا ہے۔

اے نبی کریم آپ کہہ دیجئے کہ وہی رحمن ہے جس
پر ہم ایمان لائے اور بھروسہ کیا۔
قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهِ وَعَلَيْهِ
تَوَكَّلْنَا (الملك - ۲۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا۔

اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو، تو
اسی پر بھروسہ کرو، اگر تم مسلم ہو۔
يٰقَوْمِ وَاٰن كُنْتُمْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ
فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْا اِنَّ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ (ہود - ۸۴)

اس طرح کی بہت سی آیتیں قرآن میں ہیں۔

اس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ نے ان کو طاقت روح العلم و خوف خدا کے ذریعہ دی

ہے ان دونوں مبنیادی چیزوں کو قرآن کی اس آیت کریمہ میں جمع کیا ہے۔

اللہ سے اس کے علاوہ بندے ہی خوف

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عِبَادِ

کھاتے ہیں۔

الْعَلَمِ كَمَا (فاطر - ۲۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کا جاننے والا اور

انما اعلمکم باللہ و اللہ اکبر

اس سے خوف کھانے والا ہوں۔

نحشیۃ

یہ صفت اس شخص کی ہے جو مومن بندہ اور محکوم ہے اور اللہ رب العالمین تو خالق اور الٰہی ہے

جسے نہ کوئی خوف لائق ہوتا ہے اور نہ کوئی ڈر اور نہ ہی وہ کسی کی عبادت کرتا ہے۔ اور حضرت مسیح

تو اللہ کی عبادت کی خاطر لہجے لہجے قیام کرتے تھے، لہذا وہ خالق اور رب کیسے ہو سکتے ہیں، اگر تم

شعیا علیہ السلام کے اس قول سے ان کو الٰہ مانتے ہو، انہوں نے کہا بیشک ہمارے ایک بچہ پیدا ہوگا

ہم نے اس کو اتنی اتنی چیزیں دی ہیں، اور اس کی ریاست و سرحداری اس کے دونوں کندھوں پر ہو چکی

کے درمیان ہوگی، اس کو ملک عظیم و عجب، الٰہ قوی و مسلط اور رئیس کے نام سے پکارا جائے گا، ہر زمانہ

میں وہ قوی سلامت ہوگا اور اس کی بادشاہت کامل ہوگی، جو فنا نہیں ہوگی۔

تو ہم تم سے یہ دھم کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس بشارت سے حضرت مسیح کی طرح سے بھی مراد

نہیں ہو سکتے، اور اگر اس سے حضرت مسیح مراد بھی ہوں، تب بھی یہ ان کے الٰہ ہونے کی دلیل

نہیں بن سکتی۔

کیونکہ اس میں پہلے یہ کہا گیا ہے کہ اس کی ریاست اس کے دونوں کندھوں اور دونوں ٹھوسوں

کے درمیان ہوگی اور یہ صفت حضرت مسیح کے نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر زیادہ اور

نمایاں ہے۔ کیونکہ آپ ہی کی ریاست آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان تھی، جس کی خبر بطور علامت انبیاء نے دی تھی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ ہی نے اپنے کندھوں پر کفار و مشرکین سے دفاعی جنگ کرنے کے لئے تلوار لٹکانی، اس کی مزید تائید اس کے بعد شویبا کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ وہ رئیس مسلط اور قوی السلامت ہوگا۔

چنانچہ یہ صفت بدرجہ اتم آپ کے اندر پائی جاتی تھی، آپ قوی السلامت رئیس اور اللہ کی جانب سے مزید منصور تھے، آپ کا دین اسلام یعنی سلاحتی کا دین تھا، اور جس نے بھی آپ کے دین کی اتباع کی وہ دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب نیز دشمن کے غلبہ سے محفوظ رہا۔

اولاً آپ کی طرح حضرت عیسیٰ اپنے دشمنوں پر مسلط نہیں ہوئے، بلکہ آپ کے دشمن ہی آپ پر غالب و مسلط تھے جیسا کہ نصاریٰ خود کہتے ہیں کہ انہیں آخری وقت تک یہ ہو کہ ہاتھوں مختلف ظلم و ستم سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ لہذا حضرت مسیح کے بجائے یہ تمام کے تمام صفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر صادق آتے ہیں، آپ ہی کی بادشاہت کامل ہے، جس کے لئے آخری زمانے تک فنا و زوال نہیں اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ محمد تو تھا اسے یہاں اللہ کے نام سے موسوم نہیں کئے جاتے ہیں، بلکہ وہ تو محض بندے ہیں، تو خدا کی قسم اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بندے ہی ہیں اور ان کا بندہ ہونا ہی ان کے لئے باعث فسق و بزرگنما ہے۔ لیکن یہاں اسم اللہ مختلف تراجم کی وجہ سے داخل ہو گیا ہے جس سے مراد سیدگی اور سبھی اٹھا ہے نہ کہ تعقیقی مجبود اور خالق و رازق۔

لہذا آپ سید و مطاع ہیں اگرچہ لفظ اللہ کے ساتھ نہیں چکا ہے جاتے ہیں، اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہم ان کے خدا ہونے پر شکیا علیہ السلام کے اس قول سے دلیل پکڑتے ہیں، اہللوں نے کہا، ایک فداہ (ہا کہ) عورت حاملہ ہوگی اور ایک بچہ جنے گی جس کو وہ عائلہ کے نام سے پکالا جائے گا۔ عائلہ بھائی زبان کا لفظ ہے، جس کی تفسیر عربی زبان میں اللہ معنا کے ہیں، یعنی اللہ ہا کہ

ساتھ ہے۔ یہاں نبی نے ان کے الٰہ ہونے کی گواہی دی ہے۔

تو ہم پہلے تم سے اس کلام کی صحت پر دلیل طلب کرتے ہیں، پھر اس کے ثبوت کے بعد ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کلام کسی طریقہ سے بھی اس مفہوم و تفسیر پر دلالت نہیں کرتا ہے، کہ خدا نے رب العالمین اور آسمان وزمین کے خالق کو جنم دیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے کہا کہ وہ ایک بچہ بنے گی، جو خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ تمام لوگوں کی طرح ایک لڑکے ہیں نہ کہ رب العالمین اور وہ عمازوں کے نام سے پکارے جائیں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ عمازوں ان کا صرف ایک نام ہوگا جیسے کہ بہت سے لہنے پھونکوں کا نام مختلف اسماء و صفات نیز افعال اور دو اسموں سے مرکب یا ایک اسم اور ایک فعل سے مرکب جملے کے ساتھ رکھتے ہیں اور بہت سے اہل کتاب اپنے بچوں کا نام عمازوں ہی رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ تمہارے کچھ علماء کہتے ہیں کہ یہاں خدا سے مراد حضرت مریم نہیں ہیں، اور اس دعوے کی دلیل میں ایک قصہ بیان کرتے ہیں، بلکہ اگر ان کی بات مان لی جائے تو عمازوں حضرت مسیح کا نام نہیں ہوگا، اور اگر ان کی بات نہ مانی جائے، بلکہ یہ نام حضرت مسیح ہی کے لئے ثابت مانا جائے، تب بھی اس کی تفسیر اللہ عزوجل کے ساتھ نصاریٰ کی تحریف ہے اور صحیح تفسیر لفظنا مسنا (ہمارا مسجود ہمارے ساتھ ہے) یا اللہ مسی (اللہ ہمارے لئے کافی ہے) اور اسی طرح کے مفہوم میں ہے۔

نصاریٰ کے اس تحریف کا اقرار اور ان کی بھولہ تردید، ان کے بعض منصف علماء نے کی ہے اور ان کا کہنا ہے کہ یہ قول بالکل باطل ہے کہ حضرت مسیح نے کبھی اپنے رب اور الٰہ نیز خالق و دانق اور وحی و وحیت ہونے کا دعویٰ کیا ہے، بلکہ آپ تو خدا کے الٰہ ہونے اور اس کی جانب سے اپنے لئے رسول بھی ہونے کی گواہی دیتے رہے۔ جن کی شہادت انجیل دیتی ہے اور انجیل کی تصدیق واجب ہے، اس کے مقابلے میں ان لوگوں کی تکذیب فروری ہے جنہوں نے حضرت مسیح کو الٰہ اور مسجود مانا ہے، اور حضرت مسیح ہی اس نام کے ساتھ مفہوم نہیں ہیں، بلکہ بہت سے نصاریٰ اور یہود اپنی اولاد کا نام عمازوں رکھتے ہیں۔ اور یہ چیز ہمارے زمانے میں بھی پائی جاتی ہے، اس اسم کا معنی ماما اور پیراں کے یہاں شریف و

لائق کے معنی میں ہوتا ہے۔ اسی طرح سریانی بھی اپنی اولاد کا نام معانوں رکھتے ہیں، بہت سے مسلمان بھی بعض لوگوں کو اللہ محکم کہہ کر پکارتے ہیں، جس کے معنی سے تبرک حاصل کرنا ہوتا ہے۔

یہ ہے تمہارے خلاف تمہارے ملاحق کا بیان، لہذا تمہارا دعویٰ بالکل جھوٹا اور غلط ہے اور اگر تم حضرت حقوق کے اس قول سے ان کے الہ ہونے پر دلیل پکڑتے ہو،

انہوں نے کہلے شک اللہ زمین میں نمودار ہو گا اور لوگوں کے ساتھ گھل مل جائے گا اور ان کے ساتھ چلے گا۔ اسی طرح ارمیاء نے بھی کہلے ہے، کہ اللہ زمین میں ظاہر ہو گا اور لوگوں کے ساتھ چلے گا۔

تو پہلے تم ان دونوں کی نبوت کو ثابت کرو پھر اس پر دلیل قائم کرو کہ یہ درحقیقت انہیں دونوں ہیوں کا قول ہے اور اس کے ترجمے میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی ہے۔

لہذا اولاً تو تم ان تینوں چیزوں کو ثابت نہیں کر سکتے اور اگر ثابت بھی کر دو تب بھی یہ قول حضرت مسیح کے مخلوق ہونے کے بجائے خالق اور الٰہی ہونے پر نہیں دلالت کر رہا ہے۔ بلکہ اس طرح کی عبارتیں تو توراہ میں بھی ہیں، جو اس سے زیادہ یقین ہیں، لیکن وہ حضرت موسیٰ کے الٰہ اور جملہ مخلوق سے خالق ہونے پر نہیں دلالت کرتی ہیں اور اس میں اللہ کے ظاہر اور نمودار ہونے کے جو الفاظ ہیں۔ اس طرح کے الفاظ توراہ میں بھی ہیں مثلاً اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم اور ان کے علاوہ دوسرے انبیاء کے لئے روشن و ظاہر ہوا۔

لیکن کسی بھی نبی کے الہ ہونے پر یہ چیز دلالت نہیں کرتی ہے اور عرف عام میں بھی جب کسی شخص کا طہر طریقہ اور عمل لوگ اختیار کر لیتے ہیں اور ان کی وصیتوں پر لوگ عمل کرنے لگتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص مرنے نہیں ہے، بلکہ ہمارے درمیان باقی ہے حالانکہ وہ شخص مریکا ہوتا ہے۔ اسی طرح جب کسی بچے کا باپ مریکا ہے تو لوگ اس کو تسلی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تمہارا باپ مرنے نہیں ہے، میں تمہارا باپ ہوں، کسی طرح جب کسی مالک کے شاگرد کو اسی کے شغل تعلیم یافتہ دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ وہی فلاں ہے، اور اس لئے اس کے متلافا نام پختہ میں جیسے کہ مکر مکر کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ یہ ابن عباس ہیں،

ابوہامد کے بارے میں کہا جاتا کہ یہ شافعی ہیں۔ اسی طرح جب کوئی بادشاہ کسی شخص کو اپنا نائب اور قائم مقام بنا کر کسی شہر میں بھیجتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ بادشاہ آگئے بادشاہ نے فیصلہ کیا بادشاہ نے حکم دیا۔

حدیث میں ہے کہ اللہ رب العالمین قیامت کے دن فرمائے گا۔ میرے بندے میں یہ ملامت ہو اتم نے میری عیادت نہیں کی، بندہ کہے گا۔ اے رب کیسے میں تیری عیادت کرتا، تو تو رب العالمین ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا تم نے اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا، پھر فرمائے گا۔ میرے بندے میں جو کوکا تھا تو نے مجھے کھلایا نہیں، بندہ کہے گا، اے رب تو رب العالمین ہے تجھے میں کیسے کھلاتا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تم سے کھانا طلب کیا تھا تو تم نے اسے کھلایا نہیں، اگر تم اسے کھلاتے تو اس کا اجر دو اب میرے پاس پاتے۔

پھر فرمائے گا، میرے بندے میں نے تم سے پانی طلب کیا تھا، لیکن تو نے مجھے پلایا نہیں، بندہ کہے گا، اے رب میں تجھے کیسے پلاتا، جب کہ تو رب العالمین ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرا بندہ پیاسا تھا، اس نے تم سے پانی طلب کیا لیکن تم نے پلایا نہیں، اگر تم اس کو پلاتے، تو اس کا اجر میرے پاس پاتے اور اس سے بھی زیادہ لیکن اللہ رب العالمین کا یہ قول ہے

وَالَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِتْمَانًا
يُبَايِعُونَ اللَّهَ مِمَّا فَوْقَ
أَيْدِيهِمْ (الفتح - ۱۰)

ایک جگہ ہے

وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ
(النساء - ۸۰)

لہذا اگر تم اس قسم کے الفاظ سے حضرت مسیح کے الہامی روایہ پر کھڑے ہو تو مسلمان

بدوجہ اولیٰ حضرت محمدؐ کے الٰہ ہونے پر دلیل پرکڑ سکتے ہیں۔

اگر تم ان کو الٰہ حقوق کے اس قول سے ملتے ہو جو ابواب ملوک کے تیسرے باب میں ہے کہ اے رب اسرائیل کے معبود، اب تیرا وہ بات ثابت ہوگی جو تو نے داؤد سے کہا تھا کہ عن قرب اللہ زمین میں لوگوں کے ساتھ ٹھہرے گا، تمام جہانیں سن لیں، زمین اور اس کی تمام چیزیں خاموش ہو جائیں، کیونکہ رب ان پر گواہ ہوگا، وہ اپنے مقام سے نمودار ہوگا اور اترے گا اور زمین کے مشرقی حصے پر چلے گا جس وقت کہ نبی یعقوب گناہ میں مبتلا ہوں گے۔

تو پہلے تم ثابت کرو کہ اس کے قائل ہی ہیں اور یہ الفاظ انھیں کے ہیں جس کے ترجمے میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی ہے اور اسے تم ثابت نہیں کر سکتے، پھر اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تب بھی یہ قول سابقہ مذکورہ، اقبال کی طرح ہے، جس سے کسی صورت میں بھی ان کے الٰہ ہونے کا ثبوت نہیں ملتا ہے کیونکہ اس میں ہے کہ اللہ لوگوں کے ساتھ ہوگا، اور اس میں اللہ کے دین اس کی شریعت اس کی ہدایت و نور کا زمین میں ستم و پائیدار ہونا مراد ہے نہ کہ خود اس کی ذات کا عرش کی کرسی چھوڑ کر زمین پر سکونت پذیر ہونا، اور اگر اس حال ہجر کا ممکن وقوع ہونا ان بھی لیا جانے پھر اس سے حضرت مسیح ہی کو مراد لینے کسی صورت میں درست نہیں ہو سکتا، کیونکہ تمام انبیاء نے بھی یہاں سکونت اختیار کی تھی، اس لئے حضرت مسیح کی فوقیت اور خصوصیت کی کوئی وجہ نہیں کہ صرف انھیں کو الٰہ مانا جائے۔

کیا تم اس بنا پر ان کو تمام انبیاء پر فوقیت دے کر الٰہ مانتے ہو کہ ان کو زمین میں قوت و بادشاہت حاصل تھی، پھر دوسری طرف تم قیہ بھی کہتے ہو کہ انھیں آخری وقت تک دوسروں کے ظلم و ستم کا نشانہ نہ بننا پڑا اور ہمیشہ مقبور و مغلوب رہے اور مختلف ذلت و نکبت سے دوچار ہوئے، لہذا یہ تو بالرحمہ کی صحبت میں رہ کر ان کا انجام ہوا۔

اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ اس کے زمین میں سکونت پذیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے حضرت مسیح

کی شکل اختیار کر لی، اور ان کی صورت میں ظاہر ہوا، تو میں تم سے کہوں گا۔ کہ جس چیز کا ظہور ممکن و معقول ہے۔ وہ اس کے دین، اس کی معرفت و محبت کا ظہور ہے، لہذا اس کے اندر تمام انبیاء برابر ہی حضرت مسیح کی طبیعت اور دیگر انبیاء کی طبیعت انسانی میں کوئی فرق نہیں، اس کی محبت و معرفت کا ظہور تمام لوگوں کے اندر ہوا ہے۔

اور اگر تم اس سے یہ مراد لیتے ہو کہ اس کی ذات مسیح کے اندر حلول کئے ہوئے ہے اور الہ اور مسیح ایک ہی ہیں، تو یہ بہت ہی محال اور مجر العقول بات ہے جو عقل و فطرت اور تمام انبیاء کے اقوال کے خلاف ہے

لہذا کوئی ہی اس طرح کی بات نہیں کہہ سکتا، بلکہ اصول و بنیاد کے اندر تمام انبیاء متفق ہیں۔

تشلیث کا عقیدہ رکھنے والے انصاری نے اللہ کی ذات کی تقدیس اور صفات کمال کے ساتھ اسکی توصیف کرنے میں انبیاء کے اصول کی مخالفت کی تھی

اللہ تعالیٰ العالمین کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ قدیم اور واحد ہے، اس کی بادشاہت میں کوئی شریک نہیں، اس کا کوئی مد مقابل نہیں اس کا کوئی وزیر نہیں اس کا کوئی مددگار نہیں، اس سے شفاعت کرنے کا اختیار کسی کو نہیں، مگر جس کو وہ اجازت دے۔

دوسری صفت یہ ہے کہ نہ اس کا کوئی باپ ہے اور نہ لڑکا، نہ کوئی اس کا ہم مثل ہے اور نہ کوئی رشتہ دار اور نہ ہی اس کے پاس بیوی ہے۔

تیسری صفت یہ ہے کہ وہ بذاتہ غنی ہے نہ وہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے، اور نہ اس کو کبھی ان چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے جس کی ضرورت تمام مخلوق کو پڑتی ہے۔

چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ نہ متغیر ہوتا ہے اور نہ اس کو آفتیں لاحق ہوتی ہیں جیسے بڑھاپا، مرض، اذگہ، زیند، نسیان، ندامت، خوف و غم و حزن وغیرہ۔

پانچویں صفت یہ ہے کہ مخلوقات میں سے کوئی بھی چیز اس کے ہم مثل نہیں، نہ اس کی ذات میں نہ اس کی صفات میں، اور نہ ہی اس کے افعال میں۔

چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوقات میں کسی بھی چیز کے اندر حلیل نہیں کئے ہوئے ہے، اور نہ مخلوقات میں سے کوئی اس کی ذات میں داخل ہے بلکہ اس کی ذات مخلوق سے بالکل الگ ہے اور مخلوق

اس سے بالکل غلطوہ ہیں۔

ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ تمام چیزوں سے بڑا ہے اور ہر چیز کے اوپر ہے اس کے اوپر کوئی چیز نہیں۔

آٹھویں صفت یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو بھی چاہتا ہے کہ گزرتا ہے اور کوئی بھی چیز اس کے ارادے میں مانع و دخل نیز اسے عاجز کرنے والی نہیں۔

نویں صفت یہ ہے کہ وہ تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے، ظاہر چیزوں کا بھی، اور پوشیدہ چیزوں کا بھی، اور جو ہو چکے اس کا بھی، اور جو ہونے والا ہے اس کا بھی، اور جو نہیں ہو پایا وہ اگر ہوتا، تو کیسے ہوتا، اس کا بھی۔

وَمَا تَسْفُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا
وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ
وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ
(الانعام - ۵۹)

جو بھی پتہ زمین پر گرتا ہے، جو بھی دانہ زمین کی تاریکی میں ہوتا ہے، سب اس کے علم میں ہے، اور جتنی بھی خشک و تر نیز حرکت کرنے والی ہیں، سب کی حقیقت وہ جانتا ہے۔

دسویں صفت یہ ہے کہ وہ سب سے بھیرے، ہر قسم کے آواز کی بیخ و بکار اور مختلف عمارت کی اونچائی کے لئے تمام مختلف قسم کے مروجہ نجات و زبان کو جانتا ہے۔ اور تاریک راتوں میں سخت چٹانوں پر جو کالی چیونٹیاں رہتی ہیں، ان کو بھی دیکھتا ہے، اس کا کان تمام سموات پر، اس کی نگاہ تمام سموات پر اس کا علم تمام معلومات پر، اس کی قدرت تمام مقدرات پر محیط ہے، اور اس کی مشیت تمام مخلوقات پر نافذ ہے، اس کی رحمت تمام مخلوقات پر عام ہے، اس کی حکومت ارض و سموات پر بھائی ہوئی ہے۔

گیارہویں صفت یہ ہے کہ وہ ایسا شاہد (دیکھنے والا) ہے جو کسی غائب نہیں ہوتا، اور نہ اپنی بادشاہت کی تدبیر کے لئے کسی کو اپنا ہاشم بنانا ہے اور نہ اس کو کسی ایسے شخص کی ضرورت ہے جو بندوں کی ضرورتیں اس تک پہنچائے، یا ان عمارتوں پر اس کی مدد کرے یا بندوں کے لئے

لطف و رحم کی درخواست کرے۔

ہاں ہوں صفت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیش باقی رہنے والا ہے جو نہ کسی مضحل ہوگا اور نہ معدوم

و نسا۔

تیر ہوں صفت یہ ہے کہ وہ کلام کرنے والا، حکم دینے والا اور منع کرنے والا ہے، حق بات کا کہنے والا اور سچے راستے کی ہدایت دینے والا ہے رسولوں کو بھیجے والا اور کتابوں کو نازل کرنے والا ہے اور ہر شخص کا اس کے اچھے اور برے اعمال پر عتاب کرنے والا ہے۔ نیز محسن کو اس کے احسان کا بدلہ اور برے لوگوں کو ان کی برائی پر سزا دینے والا ہے۔

و گویا صفت یہ ہے کہ وہ اپنے وعدہ اور خبریں صادق ہے، اس کا قول اس کی باتیں سب سچے ہیں، وہ کسی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

پندرہویں صفت یہ ہے کہ وہ تمام چیزوں سے پوری طرح بے نیاز ہے اور اس کی حمدیت کے جو چیزیں حاضریں ہیں، ان سے بڑا ہے۔

سولہویں صفت یہ ہے کہ وہ مقدس اور سراسر سلامتی والا ہے، لہذا اس کی ذات ہر قسم کے عیب و نقی اور آفت سے بڑی ہے۔

سترہویں صفت یہ ہے کہ وہ کامل ہے جس کو ہر طرف سے کمال مطلق کی صفت حاصل ہے۔

اٹھارہویں صفت یہ ہے کہ وہ مطلق اور منصف ہے جو اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور بندے اس کی جانب سے ظلم کا اندیشہ نہیں رکھتے ہیں۔

یہ خدا کے وہ صفات ہیں جس پر تمام آسمانی کتابیں اور انبیاء کرام متفق ہیں اور جس کی خلاف ورزی کسی بھی اور شریعت کے لئے جائز نہیں،

لیکن ان صلیب پرست نھاڑی نے ان تمام صفات کمال سے اللہ تعالیٰ کو مجرور کر دیا اور چند عمل و تقاضی معانی و اصطلاحات کے لوگوں کے اقبال کو اختیار کر کے خود بھی گمراہ ہونے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر بیٹھے۔

اگر محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور نہ ہوتا تو تمام انبیاء کی نبوت باطل ہو جاتی

موسیٰ علیہ السلام سے پہلے اور ان کے بعد میں بنو اسرائیل کا بیان

اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور نہ ہوتا، تو تمام انبیاء کی نبوت باطل ہو جاتی، کیونکہ آپ کے ظہور سے
ان کے نبوت کی تصدیق ہوئی اور آپ کی بعثت اگلے انبیاء کے صدق کی نشانی و شہادت بنی، اس کی
طرف اشارہ قرآن کریم کی اس آیت میں ہے

بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَقَ الْمُرْسَلِينَ
آپ حق کے ساتھ اور سراپا رسولوں کی تصدیق
بن کر آئے۔
(الصافات - ۲۷)

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے

کہ انبیاء کرام نے چونکہ آپ کے نبوت کی بشارت دی تھی اس لئے آپ کی آمد سے ان کے خبر کی تصدیق
ہو گئی۔

دوسری طرف، آپ نے اپنی زبان و قول سے بھی انبیاءِ عظیمہ علیہم السلام کی تصدیق کی، اور ایمان لانے۔
اس لئے آپ کا ظہور و خروج سراپا انبیاء کلام کی تصدیق کا باعث بنا، جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کا ظہور توراہ کی تصدیق کا سبب بنا، کیونکہ حضرت موسیٰ نے ان کے پاس میں بیٹھیں گویا کی تھی، چنانچہ
حضرت عیسیٰ نے فرمایا

مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ
میں تصدیق کرنے والا ہوں اس توراہ کی جو مجھ سے

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنَ بَعْدِي
پہلے آئی ہوئی ہے اور بشارت دینے والا ہوں
اسْمُهُ أَحْمَدُ
ایک رسول کی جو میرے بعد آئیں گے اور ان کا

نام احمد ہوگا

(الصف - ۶)

غرضیکہ اللہ رب العالمین کا یہ اصول رہا ہے کہ اس نے پہلے آنیوالے رسولوں کی زبانیں بولنے والے رسولوں کی

بشارتیں دی ہیں، اور لائق کا ظہور سابق کے لئے سراپا تصدیق بنایا ہے۔

اس لئے اگر نبی کریم کی بعثت نہ ہوتی تو تمام انبیاء کی پیشین گوئیوں کی تصدیق کیسے ہوتی، بلکہ ان کی نبوت اور پیشین گوئی باطل ہو جاتی اور اللہ رب العالمین جو وعدہ عطا فرمایا نہیں کرتا اور جس کی خبر سچی ہوتی ہے، اس نے حضرت ابراہیم اور باجرہ کو ایسی ایسی بشارتیں دی تھیں، جس کی صداقت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بعثت سے ظاہر ہوتی ہے اور میں بعض بشارتیں ایسی تھیں جو حضرت باجرہ کے علاوہ دنیا کی کسی عورت کو نہیں دی گئی، البتہ حضرت مریم کو ایسی بشارت دی گئی تھی، پھر بھی حضرت باجرہ کو اسماعیل کے متعلق دو مرتبہ اور ابراہیم علیہ السلام کو کئی مرتبہ دی گئی پھر اللہ نے حضرت باجرہ کے انتقال کے بعد بھی انبیاء کی زبان سے ان کا تذکرہ اس طور پر کیا، جیسے کہ انھیں مخاطب کر رہا ہو۔

تورات میں ہے۔ (یشعق اللہ نے ابراہیم سے کہا، میں نے تمہاری دعا اسماعیل کے متعلق سن لی اس کو بابرکت اور عظیم المرتبت بنایا۔

یہ عبارت بعض حرمین کے ترمیم ہے۔

لیکن وہ ترمیم جس کو یہود کے اکثر بڑے عالموں نے کیا ہے، اس میں ہے کہ عنقریب بارہ امتیں پیدا ہونگی، اس میں یہ بھی ہے کہ جب سارہ کے پاس سے حضرت باجرہ چلی گئیں، تو ان کے سامنے ایک خدا کا فرشتہ نمودار ہوا اور اس نے کہا اے باجرہ سارہ کی لاونڈی، تم کہاں سے آ رہی ہو، اور کہاں جانا چاہتی ہو، انھوں نے کہا کہ میں اپنے ماکن کے پاس سے جاگ کر آئی ہوں۔ فرشتے نے کہا تم اپنی ماکن کے پاس لوٹ جاؤ اور ان سے عاجزی کرو، کیونکہ میں تمہیں اس قدر اولاد سے نوازوں گا کہ ان کا شمار نہیں کیا جائے گا

اب ہم معاملہ ہوگی، اور ایک بچہ جنوگی جس کا نام اسمیل رکھنا اس لئے کہ اللہ نے تمہاری فریاد سن لی ہے وہ لوگوں کا سردار ہوگا، اور اس کا ہاتھ تمام لوگوں کے اوپر ہوگا، اور تمام لوگوں کا ہاتھ اس کے سامنے عاجزی کے ساتھ پھیلا ہوگا، اس کا مسکن اپنے بھائیوں کی جائے اقامت میں ہوگا۔

ایک دوسری جگہ وادی فلان میں حضرت باجرہ اور ان کے بیٹے کے رہنے کا قلعہ بیان کیا گیا ہے اس میں ہے کہ فرشتے نے کہا اسے باجرہ تمہارا دل خوش ہو جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پچہ کی آواز سن لی کھڑی ہو جاؤ اور اس کو اٹھا لو اور چلاؤ، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ایک بڑی امت کے لئے پیدا کرنے والا ہے، اور اللہ نے اس کے لئے ہمیشہ کھول دیا۔

چنانچہ انھوں نے پانی کا چشمہ دیکھا، اور اس کے پاس جا کر مشکیزہ بھر لائیں، اور پچہ کو پانی پلایا پھر ان کے اوپر پچہ کے اوپر ہمیشہ اللہ کا سایہ رہا، یہاں تک کہ وہ بڑے ہو گئے، اور ان کا مسکن وادی فلان میں تھا۔

یہ چار بشارتیں ہیں جو اسمیل کے لئے خاص ہیں، ان میں دو ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئیں اور دو حضرت باجرہ علیہا السلام پر، تو رآۃ میں حضرت اسمیل اور ان کی اولاد کے متعلق دوسری بشارتیں بھی ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی امت بہت بڑی ہوگی، یہاں تک کہ ستاروں کا شمار کرنا، نسبت ان کے آسان ہوگا، اور یہ تمام بشارتیں درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بعثت اور آپ کی امت کے ظہور سے پہلے اور مکمل ہوئیں۔

کیونکہ نبی اٹھتے ہمیشہ فرعون اور قبطیوں کی فلاں میں رہ کر دھتکارے اور بھگانے گئے، یہاں تک کہ اللہ نے حضرت موسیٰ کو بھیج کر انھیں بچایا، اور ارض شام کی حکومت بخشی، پھر ان سے حکومت عجمیہ ملی اور زمین کے مختلف حصوں میں انھیں ٹھکانے کی جگہ دیا۔ جہاں ان پر مسلسل ذلت کی مار پڑتی رہی چنانچہ ایک طرف سوڈان کی تلواروں نے انھیں اپنی گرفت میں رکھا، تو دوسری طرف عمران کے کفار نے ان پر اپنا قبضہ جمایا، پھر ایک لمبی مدت کے بعد یہ بشارتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے مکمل ہوئیں

اور نئے اسماعیل کو تمام لوگوں پر ظہر حاصل ہوا، یہاں تک کہ انھوں نے تمام لوگوں کو پست کر دیا اور دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئے، ان کے سامنے تمام امتوں نے سر تسلیم خم کیا، وہ ثریا کے مانند بلند ہوئے اور آفاق عالم پر چھا گئے، ہندوستان، حبشہ، سوس اقصیٰ، بلاد ترک، صحالیہ، وغیرہ پر چھیل گئے، مشرق و مغرب اور سمندروں پر ان کی حکومت ہوئی، اور تمام امتوں کے نبیوں پر حضرت ابراہیمؑ کا تذکرہ ہونے لگا، آپ کی بعثت کے بعد کوئی ایسا بچہ، عورت و مرد، آئندہ نہ نکلا نہیں تھا جو حضرت ابراہیمؑ کو نہ جانتا ہو۔

اسی طرح نصرانیت اگرچہ بہت سی بڑی امتوں میں ظاہر ہوئی، لیکن اسے بھی کسی حضرت ابراہیمؑ کے نام سے کہا گیا اور حضرت باجرو کے محل و مسکن میں ظہر و فتح مندی حاصل نہیں ہوئی، اور اس کا ہاتھ کسی بھی تمام لوگوں کے ہاتھوں کے اوپر نہیں رہا، اور نہ لوگ ان کے سامنے اپنی پتیلی بھجیلانی، غرضیکہ تمام مذکورہ بشائر میں تطبیق کے ساتھ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہیں، لہذا اگر آپ کی بعثت نہ ہوتی تو یہ تمام نبوتیں باطل ہو جاتیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب ان کتاب نے سبھا کہ بنیہ پر ایمان لائے انبیاء سابقین پر ایمان لانا ممکن نہیں کیونکہ ان کی بشارتیں پوری نہیں ہوں گی، تو انھوں نے ایک دوسرا راستہ نکالا اور کہا کہ ابھی اس نبی کی پیدائش نہیں ہوئی ہے جس کے متعلق انبیاء کرام نے بشارتیں دی ہیں، ابھی ہم اس کا انتظار کر رہے ہیں۔

یہاں تک کہ ان کفار و مشرکین میں بعض انتہا پسندوں نے جب دیکھا کہ وہ نبی حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں پیدا ہوں گے تو منافق منافق حضرت اسماعیلؑ کے وجود ہی کا انکار کر بیٹھے اور کہنے لگے کہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس اسماعیلؑ نام کا کوئی لڑکا تھا ہی نہیں، اور یہ کذب بیانی ان انبیاء کے قائلین اور بندگی اولاد کی جانب سے کوئی مستغرب اور بڑی بات نہیں۔ جیسے کہ اللہ کو گالی دینے والے نصاریٰ کے نزدیک جہاں سے دین و نبی پر یمن و یمن کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔

نصاری محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کر کے حضرت مسیح کی فضیلت و نبوت کو ثابت نہیں کر سکتے

میں ان صلیب پرست نصاریٰ سے پوچھتا ہوں کہ اگر تم قرآن کی تصدیق نہیں کرتے ہو تو کہاں سے حضرت مسیح کی فضیلت اور معجزہ کو ثابت کرو گے، اور ان آیات و معجزات کی نقل و خبر کس نے تم کو دی ہے کیونکہ تم نے تو ان کے بعد ان لوگوں کی اتباع کی ہے، جو ان سے صدیوں بعد ہوتے ہیں، انہوں نے تمہیں ایک خواب کی خبر دی ہے، اور تم نے فورا اس کی تصدیق کر لی، حالانکہ تمہیں تو اس کی بدرجہ اولیٰ تکذیب کرنا چاہئے، کیونکہ صلیب و غیرہ کے متعلق یہ خبر یہود نے آپ کے بارے میں دی تھی جو ان کے سب سے بڑے دشمن تھے، انہوں نے ہی آپ اور آپ کی ماں پر بڑی بڑی بہتان طرزیوں کی تھیں، لہذا اگر تم قرآن کی تکذیب کرتے ہو تو دنیا میں حضرت عیسیٰ کے اس وجود کی بدرجہ اولیٰ تکذیب کرو، جو یہود کی زبانی معلوم ہوئی ہے، پھر اس خبر میں تو یہود آپس میں اور تم سے بھی زبردست اختلاف رکھتے ہیں، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ جس وقت لوگوں نے حضرت مسیح کو پکڑا تو انہیں پالیس دن کے لئے قید میں ڈال دیا، پھر آپس میں کہنے لگے کہ تمہارے لئے مناسب نہیں کہ انہیں تین دن سے زیادہ قید کرو، اور تمہارے انہیں میں ہے کہ انہیں جس کی سب کو چھوڑ گیا اور اسی دن نوبے سولی دے دی گئی، اسی طرح یہود متفقہ طور پر حضرت عیسیٰ سے تمام معجزات و آیات کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان سے صرف ایک معجزہ رونما ہوا تھا اور وہ یہ کہ ایک دن وہ اڑ گئے لوگوں نے انہیں پکڑنا چاہا، چنانچہ ان کے پیچھے ایک آدمی اور اڑا، اور اڑنے میں ان سے آگے نکلی گیا پھر وہ زمین پر گر پڑے، خود جہاں سے اڑیں وہیں متعجباً وہ جگہ ایسی عبادتیں ہیں

جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے پاس کوئی معجزہ اور نشانی نہیں تھی۔ مثلاً اس میں ہے کہ یہود نے ایک دن ان سے کہا کہ تم کیسے اللہ کے مصلح تک پہنچو گے۔ انھوں نے کہا کہ اللہ کا یہ معاملہ ہے کہ تم اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ یہود نے کہا کہ کہیں تم کون سی نشانی دکھلا رہے ہو، جس کو دیکھ کر ہم ایمان لے آئیں حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے آباء نے پٹیل میدان میں من و سلویٰ کھایا تھا، انھوں نے کہا کہ اگر موسیٰ نے تمہیں روٹی کھلائی تھی تو میں تمہیں آسانی روٹی کھلاؤں گا۔ یہی آخرت کی نعمتیں لہذا اگر یہود ان کے کسی معجزہ کو جانتے تو اس طرح نہ کہتے۔

ایک جگہ انجیل میں ہے کہ یہود نے حضرت یسوع سے کہا کہ تمہارے پاس کون سی نشانی ہے جس کی وجہ سے ہم تمہاری تصدیق کریں۔ حضرت یسوع نے کہا کہ تم بیت المقدس کو ڈھا دو میں اس کو تین دن میں بنا دوں گا لہذا اگر یہود ان کے کسی معجزہ کو جانتے تو اس طرح نہ کہتے۔ اور اگر آپ ان کے سامنے پہلے کوئی معجزہ ظاہر کئے ہوتے تو اس وقت اس کے بارے میں ضرور کہتے۔

ایک جگہ انجیل میں ہے کہ یہود آپ سے نشانی طلب کرنے لگے، آپ نے انھیں ننگری سے مارا اور فرمایا یہ غیثت، فاسق و فاجر قبیلہ نشانی طلب کرتا ہے، ہوا سے یہ نہیں دیا جائے گا۔

ایک جگہ ہے کہ جب وہ سولی پر کھڑے ہوئے تو یہود نے کہا کہ اگر تم یسوع ہو تو اپنے آپ کو اتار لو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے، اس طرح وہ ان سے نشانی طلب کرتے تھے لیکن ایسا نہیں کر سکے۔ غریبہ اگر تم قرآن کا انکار کرو گے، تو حضرت یسوع کے کسی بھی فضیلت و نشانی کو ثابت نہیں کر سکو گے، کیونکہ تمہاری اور یہود کی خبر حد درجہ مختلف فیہ، مشکوک اور غیر یقینی ہے۔ اسی طرح یہود اس بات پر متفق ہیں کہ انھوں نے کبھی الٰہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جس کو تم ان کی جانب منسوب کر رہے ہو، حالانکہ یہود کی حد درجہ خواہش تھی کہ وہ ایسا دعویٰ کریں تاکہ ان کی تکذیب کا یہ زبردست محرک بنے اور وہ ان پر غالب آجائیں، حضرت یسوع کی جانب اس چیز کے منسوب کرنے کی وجہ بیان کی جا چکی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ گذر گئے اور ان کا ذکر باقی رہ گیا تو ان کے علماء اور احباب کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں عوام الناس

ان کے طریقہ پر نہ چل پڑیں، کیونکہ ان کا طریقہ ایسا تھا جس کو لوگوں کے دل آسانی سے قبول کر لیتے اور ان علماء کی ضرورت ان کو نہ پڑتی

چنانچہ انہوں نے بہت سے امور میں انہیں قیود و شرائط لگا کر ان کی طرف راہ ہونے کا دعویٰ منسوب کر دیا تاکہ لوگ ان کے معاملہ سے بے رغبت ہو جائیں۔

حضرت عیسیٰ کے متعلق یہود و نصاریٰ کی خبر ناقابل اطمینان ہے

حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں یہود کے درمیان آپس میں اس قدر اختلاف ہے کہ ان کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ یہود کو بھی ان کے بارے میں اپنی خبر پر خود یقین نہیں۔

ان میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایک انسان تھے، پھر ان کے ماں باپ کا نام بھی بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ زانیہ کے بیٹے تھے۔

ان کے زانیہ کا نام - بندیرا - رومی تھا، اور ماں کا نام مریم ماشطہ

مریم کے شوہر کا نام یوسف بن ہود تھا، ایک مرتبہ اس نے بندیرا رومی کو مریم کے بستر پر پایا اسے سب کچھ پتہ چل گیا، چنانچہ مریم کو چھوڑ دیا، اور ان کے بیٹے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اس طرح حضرت مریم کو نوزاد باللہ و زانیہ قرار دیتے ہیں، حالانکہ وہ صدیقہ طاہرہ

نیز باکرہ تھیں، جن کو کسی بھی مرد نے نہیں چھوا تھا۔ (قاتلہم اللہ انی یؤفکون)

ان میں کچھ لوگ اس قول سے اصرار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا باپ یوسف بن ہود تھا جو مریم

کا شوہر تھا، اور ان پر زنا کے منسوب کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ اور تمام شاگرد

ایک سفر میں اپنے معلم بھشوع بن برنیا کے ساتھ تھے، انہوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، ان کے پاس

دوہاں ایک عورت آئی، جس نے ان کی خوب خاطر مدارات کی، بھشوع نے کہا یہ کتنی اچھی عورت ہے

اور اس کے فعل کی تعریف کرنی چاہی، عیسیٰ نے کہا کہ ہاں اگر اس کی آنکھ میں عیب نہ ہوتا، یہ سن کر بھشوع زور سے چیخا اور کہا کینہ کیا تو آنکھ سے زنا کرتا ہے اور بہت غصہ ہوا، پھر حجت اللہ سے لوٹا تو ان کے نام کو حرام قرار دیا اور چار سو سال تک ان پر لعنت برسنے کی دعا کی۔

اس وقت عیسیٰ روم کے بعض سرداروں کے پاس چلے گئے اور طب کے کام میں ان کا ہاتھ بٹلنے لگے اور اس طرح وہ یہودیوں پر قوی ہو گئے، یہود اس وقت "تہمتباریوں" کے ذمہ میں تھے پھر وہ تورات کے احکام کی مخالفت کرنے لگے، اس کی نظمی نکالنے لگے، اس کے بعض احکام سے اعراض کرنے لگے، یہاں تک کہ ان کا وہ معاملہ وقوع پذیر ہوا، جو مشہور ہے۔

اس کے علاوہ یہود کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ وہ ایک مرتبہ بچوں کے ساتھ گیند کھیل رہے تھے اتفاق سے وہ گیند جا کر یہود شائق کی ایک مغل میں گر، بچے شرم کی وجہ سے یہود کے مشائخ کے پاس گیند نکالنے سے کترتے تھے، لیکن عیسیٰ ان کی گردنیں پھانڈ کر اس کو نکال لئے، انہوں نے کہا تم بڑے کینے ہو۔

غرض کہ یہود کا اختلاف آپ کے بارے میں یہاں تک ہے کہ کچھ لوگ یوسف بند ہووا بخارا کو آپ کا باپ لمنتے ہیں اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا نام یوسف ہداد تھا، اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ حضرت موم کے شوہر کا نام یوسف بن یعقوب تھا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا نام یوسف بن آکل تھا، اسی طرح یہ لوگ آپ کے آباء اور حضرت ابراہیم تک نسب بیان کرنے میں بھی مختلف ہیں، کچھ زیادہ کر کے کہتے ہیں اور کچھ کم کر کے۔

یہ ہیں ان یہود کے بیانات جو تمہارے استاد ہیں اور جنہوں نے ہی تم کو ان کے متعلق سولی دیکھ جانے کا قصہ بھی بیان کیا ہے، کیونکہ یہ بات بالکل معلوم ہے کہ نصاریٰ کا کوئی فرد اس وقت موجود نہیں تھا صرف یہود نے یہ بات نقل کی ہے لیکن اس کے باوجود بھی تم نے ان کے بیان پر آسناد صحتنا کہا۔

لہذا اگر سولی دینے جانے کے واقعے پر تم ایمان لاتے ہو تو ان کے ان مذکورہ بیانات کی بھی تصدیق کرو، ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ تم ان کے ایک بیان کو مانو اور دیکھ کر چھوڑ دو یا ان کے معاملے میں ایک صادق الصدوق کی بات کا انکار کرو جو انھوں نے کہا ہے کہ انھیں نہ قتل کیا گیا ہے اور نہ ہی سولی دی گئی ہے، بلکہ اللہ نے ان کو بچا لیا ہے اور وہ اس کے پاس باعزت ہیں۔

نصاری اپنے دین میں تمام امتوں سے زیادہ اختلاف رکھتے ہیں

جس پر نصاریٰ کے مشہور فرقے متفق ہیں ان چیزوں کا بیان

اپنے معبود و نبی، دین و ملت کے بارے میں، جس قدر نصاریٰ میں اختلاف ہے، اتنا کسی امت کے اندر نہیں۔

یہاں تک کہ اگر ایک ہی گھر کے مختلف افراد سے اس کی حقیقت پوچھی جائے تو شوہر کچھ جواب دے گا، بیوی کچھ اور ماں کچھ جواب دے گی باپ کچھ اور بیٹے کچھ دوسرا جواب دیں گے اور اگر دس آدمی دین کے بارے میں گفتگو کر رہے ہوں تو ان میں کیا یہ مذاہب پیدا ہو جائیں گے البتہ آج کل کچھ چیزوں کے اندر ان کے تمام مشہور فرقے متفق ہیں، مثلاً تثلیث کا عقیدہ سب لوگ رکھتے ہیں صلیب کی پوجا سب لوگ کرتے ہیں، سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ ایک صالح بندے اور نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی خدا ہیں، انھوں نے ہی آسمان و زمین لاکھوں دنیاؤں کو پیدا کیا ہے، وہی رسولوں کے بچھنے والے ان کے ہاتھوں سے معجزات و آیات کو ظاہر کرنے والے ہیں، اہل عالم کا معبود خدا نے لم یزل ان کا باپ ہے۔ اور وہ ان کے بیٹے ہیں جو آسمان سے اترے ہیں پھر روح القدس اور مریم سے جسم حاصل کی ہے پھر خدا اور

اس کا ناسوتی بیٹا دونوں مل کر ایک معبود ایک مسیح ایک خالق ایک رازق بن گئے ہیں۔ مریم کو ان کا حمل ہوا پھر وہ پیدا ہوئے اور گرفتار کئے گئے، پھر انھیں سولی دی گئی اور دفن کر دیئے گئے، پھر تین دن کے بعد قبر سے اٹھ کھڑے ہوئے اور آسمان پر چڑھ گئے اور اپنے باپ کے دائیں جانب جا بیٹے۔

غرضیکہ ان کا کہنا ہے کہ جو آسمان و زمین کا خالق ہے، اسی کو مریم نے جنا اور نو ماہ پیٹ میں رکھا پھر اس نے دودھ پیا اور چھوڑا، کھانا کھایا، پانی پیا، پیشاب پانچا نہ کیا، پھر گرفتار کیا گیا، سولی دیا گیا، رسی سے باندھا گیا، اور اس کے ہاتھوں پر کیلیں نصب کی گئیں۔ یہی اللہ ابن اللہ اور کلمہ اللہ ہے جس کو تمام لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، یہ تھا ان چیزوں کا بیان جس پر نصاریٰ کے تمام مشہور فریق متفق ہیں۔

حضرت مسیح کی شخصیت کے بارے میں نصاریٰ کے مشہور

فروں کے اختلاف کا بیان

اب یہاں ان اختلاف کو بیان کیا جا رہا ہے جو حضرت مسیح کے بارے میں ان کے مشہور فروں کے درمیان پایا جاتا ہے۔

ان میں ایک فرق یہ عقوبہ ہے۔ یہ لوگ یعقوب برادری کے متبعین ہیں، اس کا لقب برادری اس لئے پڑا کیونکہ اس کا لباس چوپائے کے پالان کے نیچے ڈالے ہوئے پٹھے تکبل سے بنا ہوتا، جس میں پیوند پر پیوند ہوتے اس فرقہ کا کہنا ہے کہ حضرت مسیح ایک طبیعت میں جو دو طبیعتوں سے مل کر بنے ہیں، ان میں ایک ناسوت کی طبیعت ہے اور دوسرا لہوت کی طبیعت، یہ دو فوں طبیعتیں آپس میں مل گئیں اور ایک انسان ایک جوہر ایک شخص کی شکل میں تبدیل ہو گئیں، اسی طرح ایک شخص کا نام مسیح ہے جو ممکن الہ ہے اور محسّل انسان بھی ان کا کہنا ہے کہ حضرت مریم ناسوت کو حنا اور اللہ کو گرفتار کیا گیا اور سولی دی گئی، پھر وہ مر گیا اور دفن کیا گیا، پھر دوبارہ زندہ ہو گیا۔

ان میں دوسرا فرقہ مکلیہ ہے۔ یہ اہل روم ہیں جو دین الملک کی جانب منسوب ہیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ملکانیہ نامی ایک شخص کی طرف منسوب ہیں، ان کا کہنا صحیح نہیں، اس جماعت کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ جو اللہ کے بیٹے اور اس کے کلمے میں وہ اذلی ہیں اور حضرت مریم کی ذات سے ایک انسانی شکل میں تمام انسانوں کی طرح پیدا ہوئے ہیں۔ وہ تمام انسانوں کی طرف اس جسم میں عقل و معرفت علم و حکمت پائی جاتی ہے۔ وہ حضرت موسیٰ، عیسیٰ، اور داؤد کی طرح ایک انسان ہیں، جن میں انسانی جوہر پایا جاتا ہے وہ ایک شخص ہیں جن کی تعداد میں زیادتی نہیں ہوتی ہے، البتہ ہمیشہ سے لہوت (طبیعت الہی) کا

جو ہر بھی ان کے اندر پایا جاتا ہے، جیسے کہ ناسوت (طبیعت انسانی) کا جو ہر پایا جاتا ہے، اس طرح ان کے اندر دو طبیعتیں پائی جاتی ہیں اور ان میں ہر ایک مکمل مشیت قرار دینا ناممکن ہے، لیکن پھر بھی ان کی ذات ایک ہی ہے، اس میں کوئی زیادتی نہیں ہوئی ہے۔ ان کی لاہوتی (نفسانی) مشیت اپنے آپ کے مانند ہے اور ناسوتی مشیت ابراہیم اور داؤد کی طرح ہے حضرت مریم نے مسیح کو جنم دیا اور وہ لاہوت و ناسوت کا مجموعہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ موت تو اسے لاحق ہوئی اور سولی اسے دی گئی مگر اسے اسے مارا گیا، رسیوں میں اسے باندھا گیا جس کو مریم نے جانتا تھا کہ لاہوت (طبیعت الہی) کو، بلکہ وہ تو زندہ ہے نہ اسے تکلیف پہنچتی ہے اور نہ دفن کیا گیا ہے۔

اور وہ مکمل الہ ہے، کیونکہ اس کے اندر تمام الہی جو ہر پائے جاتے ہیں اور مکمل انسان بھی کیونکہ اس کے اندر تمام انسانی جو ہر پائے جاتے ہیں، اس کی دو مشیتیں ہیں، ایک مشیت لاہوتی دوسرا مشیت ناسوتی۔

غرض کہ انہوں نے بھی یقین ہی کے مثل کہا ہے کہ حضرت مریم نے اللہ کو پیدا کیا، البتہ انہوں نے موت کے لاحق ہونے سے خدا کی ذات کو منزه قرار دیا ہے۔

لیکن پھر بھی اگر تم ان کے قول پر غور کرو تو معلوم ہو گا کہ ان کا قول اختلاف کے باوجود بھی بالکل یقین ہی کا قول ہے، پس یقین ہی نے لفظ دوسری دونوں اعتبار سے ان کے کفر کو ظاہر کر دیا ہے۔

ان میں ایک فرقہ فسطویہ ہے ان کا کہنا ہے کہ مسیح دو شخص ہیں اور دو طبیعتیں ہیں، لیکن دونوں کی مشیت ایک ہے کیونکہ لاہوت کی طبیعت جب ناسوت کی طبیعت کے ساتھ پائی گئی تو ان دونوں کا ارادہ و مشیت ایک ہی ہو گیا۔ ان میں طبیعت الہی زیادتی و کمی نہیں برداشت کرتی ہے اور نہ کسی چیز سے ملتی ہے البتہ طبیعت انسانی زیادتی و کمی قبول کرتی ہے اور مسیح مکمل الہ اور مکمل انسان ہیں کیونکہ ان کے اندر وہ لاہوتی جو ہر پایا جاتا ہے، جو کمی و زیادتی قبول نہیں کرتا اور وہ انسانی جو ہر بھی ہوگی و زیادتی کو قبول کرتا ہے مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ مریم نے حضرت مسیح کو طبیعت انسانی کے ساتھ پیدا کیا، لیکن طبیعت الہوتی

ان سے کسی نہیں جدا ہوئی۔ غرضیکہ یہ تمام جماعتیں حضرت مسیح کو اللہ کا بندہ ماننا باعث تنگ و عسار سمجھتی رہیں، حالانکہ حضرت مسیح نے کسی سے اپنے لئے باعث تنگ و عسار نہیں سمجھا، اسی طرح اللہ کی غلامی سے انھیں نے ان کو برتر ثابت کرنے کی کوشش کی، حالانکہ آپ نے کسی اللہ کی عبودیت سے اعراض نہیں کیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ غلامی کا بڑا درجہ تو اللہ کی غلامی ہے۔

اور محمد اور ابراہیم تو ان سے بہتر ہیں، لیکن ان کا سب سے بڑا مرتبہ عبودیت و غلامی کے مسائل کی تکمیل ہے، اللہ کی رضا تو اس میں تھی کہ حضرت عیسیٰ اس کے بندے ہی ہیں، لیکن نصداری کو اس پر رضا مندی نہیں ہوئی۔

ان میں ایک جماعت "الاروسیتہ" ہے یہ لوگ اروس کے متبعین ہیں، ان کا کہنا ہے کہ حضرت مسیح تمام انبیاء کی طرح اللہ کے بندے اس کے رسول ہیں۔

اور وہ مخلوق درملوب ہیں جن باطنی کا یہی مذہب تھا، نصداری ان میں ہے جب کسی شخص پر غالب آتے تو بری طرح ان کو قتل کرتے، اور ایسا برتاؤ کرتے جو حقیقت میں انھیں حضرت مسیح کو گالی دینے والے مشابہ کے ساتھ کرنا چاہے، اس سے پہلے کے تینوں مذکورہ جماعتوں کے عوام اپنے خواص کی گروہی ہوئی باؤں کو کچھ نہیں سمجھتے ہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے حضرت مریم سے ایسے ہی جماع کیا ہے جیسے کہ آدمی اپنی بیوی سے کرتا ہے، جس سے ایک بچہ کامل ہوا اور پیدائش ہوئی،

وہ اپنے خواص سے کہتے ہیں کہ جس چیز کے گرد جم چکر لگا رہے ہو، ہم اس پر آنکھ بند کر کے آتما صدقنا کہتے ہیں اور ہمیں یہ جاننے کی کوئی فردت نہیں کہ اقیمنہ ثمانہ بود و طلیعتوں اور دو مشیتوں سے مرکب ہے، اس کی حقیقت کیا ہے، یہ تو صرف تحویل و تطویل کے لئے ہے، اس لئے وہ صاف کہتے ہیں کہ مریم خدا کی ماں ہیں اور اللہ ان کا باپ ہے اور وہ بیٹے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا لَنَا اَلَّا نَعْبُدَ الرَّحْمٰنَ وَوَلَدَهُ اَدْلًا جُنْحُمْ
شَيْعًا ۱۵۰ ۰ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَقَطَّرْنَ
سخت یہودہ بات ہے جو تم کو لڑھ لائے ہو، قریب

کہ آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ
 گر جائیں اس بات پر کہ لوگوں نے رمن کے لئے دعا
 ہونے کا دعویٰ کیا ہے، رمن کی شان یہ نہیں کہ
 وہ کسی کو بیٹا بنائے زمین و آسمان کے اندر جو بھی
 ہیں سب اس کے سفور بندوں کی حیثیت
 سے پیش ہونے والے ہیں، سب پر وہ محیط
 ہے اور اس نے ان کو شمار کر رکھا ہے، سب
 قیامت کے دن فرؤا فرؤا اس کے سامنے حاضر
 ہوں گے

مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَ تَخِرُّ
 الْبُيُوتُ هَدًا ۗ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَنِ
 وَلَدًا ۗ وَمَا يُبْعَثُ لِلرَّحْمَنِ
 أَنْ يُعْجِلَ وَلَدًا ۗ إِنَّ كُلَّ مَنْ
 فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي
 الرَّحْمَنِ عَبْدًا لَقَدْ أَحْضَرْنَاهُمْ
 وَعَدَّ مُرْعَدًا ۗ فَعَلَّمْنَاهُ تِجَارَةً
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَزَدًا

(سورہ مریم - ۸۸، ۹۵)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح کو اور ان کی ماں کو ان کے
دشمنوں کی بہتان طرازیوں سے بری کیا اور ان کو اعلیٰ مرتبے پر
فائز کیا، نیز اللہ رب العالمین کی ذات کو بھی ان کی بہتان
طرازیوں سے پاک کیا۔

یہ مسیح کے دشمن یہود اور غلو پسند نصاریٰ کے اقوال ان کے بارے میں تھے، چنانچہ اللہ رب العالمین
نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، آپ نے ان کے معاملہ کی حقیقت بیان کی، اور اس شبہہ کا ازالہ کیا،
جو لوگ ان کے بارے میں کرتے تھے، آپ نے انہیں اور ان کی ماں کو یہود کی ان تمام بہتان طرازیوں
سے منزہ کیا جو انھوں نے ان پر باندھ رکھا تھا۔

نیز مسیح اور ان کی ماں کے خالق و معبود، ہستی کو بھی ان کی افترا طرازیوں اور دشنام طرازیوں سے
پاک کیا، حضرت مسیح کو ان کا حقیقی مرتبہ دیا، آپ ان پر ایمان لائے اور اس بات کی گواہی دی کہ وہ اللہ
کے بندے اور اس کے رسول، اس کے روح اور کلمے ہیں جس کو اللہ نے ظاہر و مدینہ کناری مریم
کی طرف ڈالا ہے جو اپنے زمانے کے تمام عورتوں کی سردار ہیں آپ نے حضرت مسیح کے تمام معجزات
د آیات کو ثابت کیا۔

اور ان کے جھٹلانے والے کو اللہ رب العالمین کی جانب سے ہمیشہ ہمیش جنم میں ڈالے جانے کی
وعدہ سنائی، آپ نے بتلایا کہ اللہ رب العالمین نے اپنے بندے کی عزت و تحريم کی ہے اور ان کو دشمنوں
کے پنجے سے آزاد کرایا ہے ان کی حفاظت اور ان کی مدد کی ہے، اور صحیح سلامت انہیں آسمان پر اٹھا
لے گیا ہے، انہیں ایک کائنات چھایا ہے، اور زمان کے ہاتھ میں کوئی تکلیف پہنچی ہے، پھر آپ دو بار

دنیا میں آئیں گے، مسیح جہاں اور اس کے متبعین کا صفایا کریں گے، ملب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور ان کے فریضہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین یعنی دین اسلام غالب ہوگا۔

فرہیکہ اگر ایک جانب حضرت عیسیٰ کے متعلق نبی کریم کے ان بیانات کو رکھ دیا جائے، اور دوسری جانب نصاریٰ کے اقوال کو، تو ادنیٰ العقل رکھنے والا آدمی بھی دونوں کے فرق کو جان لے گا اور یہ فرق ایسے ہی ہے جیسے کہ آپ کے اور یہوہو کے قول میں ہے۔ لہذا اگر محمد کا وجود نہ ہوتا تو حقیقی مسیح ابن مریم جو اللہ کے بندے اور رسول ہیں اس کے روح اور کلے ہیں، ان کے وجود کا ہیں بالکل پتہ نہ چلتا، کیونکہ یہوہو جس مسیح کو ثابت کرتے ہیں وہ مسیح برحق کے بجائے بدترین شخص ہے اور نصاریٰ جس مسیح کو ثابت کرتے ہیں وہ بالکل باطل اور غیر مستعمل شخص ہے، نیز اس کا وجود بالکل غیر العقول اور محال ہے اگر اس کا وجود مان لیا جائے تو تمام عقلی دلیلیں باطل ٹھہریں گی اور کسی کے عقل پر اعتماد نہیں رہ جائے گا، نیز پوری دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا، آسمان وزمین معدوم ہو جائیں گے، فرشتے، عرش، کرسی کا وجود ختم ہو جائے گا، قیامت اور جنت و جہنم کی کوئی حقیقت نہیں رہے گی۔

لیکن ان چوپالوں سے برتر گراہ جمالت کا اس باطل پر اتفاق کر لینا کوئی محال بات نہیں جب کہ وہ کفر و شرک اور ہر باطل پر اتفاق کر چکے ہیں اور تمام مشرکین و مفسدین کے قائد و نمونہ بن چکے ہیں۔

علماء نصاریٰ کی چند ایسی مجلسوں کا بیان جس میں بعض نے بعض کی تکفیر کی اور
لعنت بھیجا، حضرت مسیح کی بعثت سے پہلے اور اس کے بعد آسمان پر
اٹھائے جانے تک کا قصہ، اور یہود و قیصرہ کے ہاتھوں ان کے متبعین کو
جو تکلیفیں پہنچی اس کا بیان

نعلیٰ اپنے دین کی بنیاد و استناد اصحابِ بھاری کے قول کو بناستے ہیں جنہوں نے ایک دوسرے
کی تکفیر کی ہے، اور انہیں کے دین کے اصول کو انہوں نے اختیار کیا ہے ہم اس کی ابتدا نیز دور ان و انجام
کا معاملہ بیان کر رہے ہیں تاکہ آپ کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔

اللہ رب العالمین اپنے انبیاء کی زبان سے موسیٰ علیہ السلام سے لے کر داؤد علیہ السلام تک اور اس
کے بعد بھی حضرت مسیح کے متعلق بشارت دیتا آیا ہے، جن میں حضرت داؤد نے آپ کی سب سے زیادہ
بشارت دی ہے اور یہود آپ کی بعثت سے پہلے اس آنے والے نبی کی تصدیق کرتے اور اس کا
انتظار کرتے تھے، لیکن جب آپ کی بعثت ہوئی تو انہوں نے بغض و حسد کی بنا پر آپ کا انکار کر دیا
اور مختلف شہروں میں انہیں بھگایا اور جلا وطن کیا، انہیں قید میں ڈالا، ان کے قتل کا کئی مرتبہ ارادہ
کیا یہاں تک کہ اس قفس کی تکمیل کے لئے ان کو گرفتار کیا اور قتل کرنا چاہا، لیکن اللہ نے آپ کی
حفاظت کی، لوگوں سے آپ کو بچالیا اور ان کے ہاتھوں رسوا نہیں ہونے دیا، بلکہ معاملہ ان کے اوپر مشتبہ کیا
گیا، اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ ہم نے مسیح ہی کو سولی دی ہے، حالانکہ سولی انہیں کے ہمیشہ کے دوسرے شخص
کو دی گئی تھی۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَيَكْفُرْ بِهِمُ الْمَوْلَانُ عَلَىٰ مَلِئَةٍ
 بُهْتَانًا عَظِيمًا ۗ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا
 الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ
 وَمَا قَتَلُوهُ وَمَلَبُوا ۗ وَلَعَنَ شَيْبَةَ
 لَعْمٍ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ
 لَفِي شِقَاقٍ مِّنْهُ لَمَّا لَمْ يَكُنْ مِنْ
 عَلَيْهِمُ إِلَّا اتِّبَاعُ الطَّلَقِ وَمَا قَتَلُوهُ
 يَقِينًا ۗ لَئِن رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ
 مَا كَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا
 (النساء - ۱۵۶، ۱۵۸)

پھر اپنے کفر میں یہ اتنے بڑھے کہ مسیح پر سخت
 بہتان لگایا اور خود کہا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم
 رسول اللہ کو قتل کیا ہے، حالانکہ فی الواقع نبی
 نے نہ ان کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ
 ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا اور جن لوگوں نے اس
 کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ سبھی دراصل شک
 میں مبتلا ہیں، ان کے پاس اس معاملے میں کوئی
 علم نہیں، بعض گمان ہی کہہ رہی ہے، انہوں نے
 مسیح کو قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف
 اٹھایا اللہ زبردست طاقت رکھنے والا اور حکیم

ہے۔

وہ جس شبہہ لہم کی تفسیر میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے، کچھ لوگوں کے نزدیک اس کا سنی یہ ہے
 کہ اللہ نے ایک دوسرے شخص کو حضرت عیسیٰ کا ہم شکل بنا دیا لوگوں نے سمجھا کہ یہی عیسیٰ ہیں چنانچہ اس کو
 سولی پر چڑھا دیا اور یہ سمجھ بیٹھے کہ مسیح ہی نے صلیب پر جان دی ہے۔
 کچھ لوگوں کے نزدیک اس کا سنی یہ ہے کہ نصاریٰ کو ان کے معاملہ میں شبہہ ہو گیا وہ حقیقت میں یہ
 نہ جان سکے کہ انہیں قتل کیا گیا ہے اور سولی دی گئی ہے بلکہ جب مسیح کے دشمنوں نے کہا کہ ہم نے انہیں
 قتل کیا ہے اور سولی دی ہے اور پھر زمین سے اٹھنے لگے، میں تو ان پر معاملہ مشتبہ ہو گیا اور انہوں نے
 یہود کے قول کی تصدیق کر لی، تاکہ یہود کی قیامت و بد بختی پوری ہو جائے۔
 بہر حال تفسیر جو سبھی ہو، لیکن یہ امر بالکل متحقق ہے کہ حضرت مسیح کو سولی نہیں دی گئی تھی اور نہ انہیں

قتل کیا گیا تھا۔

حضرت یساکے اٹھانے جانے کے بعد آپ کے ہماری آپ کے دین و طریقہ کی تبلیغ کے لئے مختلف شہروں میں بھیجے گئے اور لوگوں کو اللہ کے دین و توحید اس کے بندے اور رسول حضرت یساکے مبراہیمان لانے کی دعوت دینے لگے، چنانچہ کھلے چھپے بہت سے لوگ آپ کے دین میں داخل ہو گئے، لیکن آپ کے قہین سے یہود غایت درجہ دشمنی رکھتے تھے، اللہ کے دشمن یہودیوں اور قیصر روم نے بارہا آپ کے شاگردوں اور پیروکاروں کا بری طرح قتل عام کیا، انہیں جلا وطن کیا، قید میں ڈالا اور مختلف نواب میں ڈالا۔ یہ یہود حضرت یساکے زمانے میں قیصر روم کے ذمہ میں تھے اور یہ قیصر ان پر حکومت کرتے۔ ایک مرتبہ بیت المقدس میں مقرر کردہ بادشاہ کے ایک نائب نے بادشاہ کے پاس خط لکھا جس میں حضرت یساکے اور ان کے شاگردوں کے معاملہ کی حقیقت بیان کی اور ان کے تمام مجرمات کی وضاحت کی، بادشاہ نے یہ خبر سن کر ان پر ایمان لانے کا ارادہ کر لیا، لیکن اسی کے اصحاب نے اس کی مخالفت نہیں کی، پھر وہ مر گیا، اور اس کی جگہ دوسرا شخص بادشاہ بنا لیا، لیکن یہ حضرت یساکے کے شاگردوں کے لئے بڑا سخت گیر تھا، پھر وہ بھی مر گیا اور ایک دوسرا اس کا ولی عہد بنا۔ اسی کے زمانے میں "مقرس" نے عبرانی زبان میں اپنا انجیل لکھا اور اسکندریہ تبلیغ کی غرض سے گیا، یہی وہ پہلا شخص ہے جس کو اسکندریہ کا تبرک بنایا گیا اور اس کے ساتھ مزید بارہ پادریوں کو کر دیا گیا، جیسے حضرت موسیٰ کے زمانے میں بنوا اسرائیل کے بارہ نقباء تھے۔ اور انہیں حکم دیا گیا کہ جب تبرک کا انتقال ہو جائے تو انہیں بارہ آدمیوں میں سے وہ کسی کو اس کی جگہ منتخب کریں پھر اس کے سر پر یہی بارہ اشخاص اپنا اپنا ہاتھ رکھیں اور اس کے لئے برکت کی دعا کریں، چنانچہ وہ ایک خانہ پادری کو اس طرح کے بعد دیگرے اس پوری مدت میں منتخب کرتے رہے اور یہ سلسلہ قسطنطین کے زمانے تک چلتا رہا اس کے بعد یہ رسم و طریقہ ایک بار کیا گیا کہ کسی بھی شہر سے تبرک منتخب کیا جاسکتا ہے، خواہ وہ انہیں پادریوں میں سے ہو یا ان کے علاوہ اور اس کا نام انہوں نے تبرک کے بجائے (بابا) رکھا۔ اس دوران

قرس بزرگ کی طرف مجا دین مسیح کی تبلیغ کے لئے گیا تھا۔

پھر ایک دوسرا بادشاہ آیا، اس نے حضرت مسیح کے تعین پر ظلم و تعدی کے پہاڑ توڑے اسی کے زمانہ میں " بطرس " خواروں کے سردار نے قرس کی تکمیل کا ترجمہ رومی زبان میں کیا اور اس کو قرس کی جانب منسوب کر دیا، اسی زمانہ میں نوقا نے مظاہر و م سے کسی شریف آدمی کے لئے رومی زبان میں اپنا انجیل اور ایک کتاب " البرکس " لکھی جس میں حضرت مسیح کے شاگردوں کے متعلق خبر لیاں اسی کے زمانہ میں بطرس کو سولی دی گئی، نھارٹی کا بیان ہے کہ جب بطرس کو بادشاہ نے سولی دینے کا ارادہ کیا تو اس نے بادشاہ سے کہا مجھے اذہر حاکم کے سولی دو، تاکہ میں اپنے سرور مسیح کی طرح نہ ہو جاؤں، کیونکہ انھیں کھرا کر کے سولی دی گئی تھی۔

اسی کے زمانہ میں " بولس " کی گردن ماری گئی، بولیس حضرت مسیح کے آسمان پر چڑھنے کے بعد بائیس سال تک زندہ رہا، اور قرس اسکندر یہ اود مرثہ میں سات سال تک مقیم رہا جہاں وہ حضرت مسیح کے دین کی تبلیغ کرتا، پھر سکندریہ میں قتل کر دیا گیا اور اس کے جسم کو حلا دیا گیا اس کے بعد یہ فعل شاہان روم کا دستور بن گیا، یہاں تک کہ جب " طیس " بادشاہ ہوا تو اس نے بیت المقدس کو بالکل تباہ کر دیا، پہلے اس نے محاصرہ کر کے اس کے باشندوں کو شدید بھوک سے تڑپایا، پھر قتل عام شروع کیا، یہاں تک کہ اس کے لشکر کے لوگ حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکال لیتے اور ان بچوں کو پٹان سے لٹکا دیتے، پھر اس نے شہر کو بالکل ویران کر دیا اور آگ لگا دی اس کے بعد جب مقتولین کا شمار کیا گیا تو ان کی تعداد تین ہزار نکلی۔

یہ واقعہ حضرت مسیح کے تشریح سال بعد کا ہے، اس کے بعد پھر دوسرے بہت سے بادشاہ ہوئے جن میں ایک بادشاہ فلماوی کا دشمن تھا، اسے یہ خبر پہنچی کہ نھارٹی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ہمارے بادشاہ ہیں اور ان کی بادشاہت آخری زمانہ تک رہے گی، چنانچہ وہ غصے سے بھڑک اٹھا اور نھارٹی کے قتل عام کا حکم دے دیا، یہاں تک کہ ایک بھی نھارٹی کو اپنے ملک میں زندہ چھوڑنے

کی اجازت نہیں دیا۔

انجیل کا مصنف یوحنا بھی وہاں موجود تھا، لیکن وہ سجاگ نکلا۔ پھر بادشاہ نے نصاریٰ کی مگریم کرنے اور ان سے تعارض نہ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

اس کے بعد ایک دوسرا بادشاہ ہوا جس نے پھر نصاریٰ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے، اس نے انکا یہ اور روم کے تبرک (پادری) کو قتل کروایا، بیت المقدس کے پادری کو سولی دے دی جس کی عمر اس وقت ایک سو بیس سال کی تھی اور تمام نصاریٰ کو غلام بنانے کا حکم دیا جس سے ان پر بڑی بلائیں نازل ہوئیں، پھر اہل روم کو ان پر رحم آیا اور بادشاہ کے وزیر نے عہد بادشاہ سے جا کر کہا کہ ان لوگوں کی ایک مستقل دین و شریعت ہے، لہذا ان کو غلام بنانا جائز نہیں، اس لئے اب ان پر ظلم کرنے سے باز آ جاؤ۔ اسی کے زمانے میں یوحنا نے اپنا انجیل رومی زبان میں لکھا اور یہودیت المقدس واپس لوٹے، پھر جب یہود کی تعداد بیت المقدس میں اور زیادہ ہو گئی تو انہوں نے اپنی جماعت سے ایک بادشاہ منتخب کرنے کا ارادہ کیا، یہ نبرزب قیصر روم کو پہنچا تو اس نے ایک لشکر کی جانب بھیجا اور بے شمار لوگ قتل کئے گئے، اس کے بعد ایک دوسرا بادشاہ ہوا، اس کے زمانے میں بت پرستی نے زور پکڑا، اور بہت سے نصاریٰ قتل ہوئے پھر اس کے بعد اس کا بیٹا بادشاہ بنا، اس کے زمانے میں بہت بری طرح یہود کا قتل عام ہوا یہاں تک کہ بیت المقدس بالکل دیران ہو گیا اور یہود مصر و شام کے پہاڑ و غار اور زمین کے مختلف حصے کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے، بادشاہ نے اعلان عام کیا کہ شہر میں کوئی بھی یہودی نہ رہے، جگہ جگہ انہیں ختم کر دیا جائے اور صرف یونانی لوگ وہاں آباد ہوں، چنانچہ پورا بیت المقدس یونانیوں سے بھر گیا، نصاریٰ جو ان کی پناہ میں تھے وہ وہاں کے ایک قربان گاہ میں نماز پڑھنے آتے یونانیوں نے دیکھا تو انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا اور اس کی جگہ میل تعمیر کر دیا جس کا نام "زہرہ" تھا، پھر نصاریٰ اس جگہ قربانی نہ کر سکے، اس کے بعد اس بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ دوسرا بادشاہ بنا، اس نے یہود کو بیت المقدس کا پادری مقرر کیا۔

ابن بطریق کا کہنا ہے کہ بیت المقدس کے سب سے پہلے پادری یعقوب سے لے کر یہود تک سب کے سب بخون تھے۔

اس کے بعد ایک دوسرا بادشاہ آیا، اس نے نصاریٰ پر بڑے مظالم ڈھائے اور بڑی نوزیری کی اس کے نذرے میں ایک مرتبہ آنا زبردست قہقہے لڑا کہ لوگ مرنے کے قریب ہو گئے لوگوں نے نصاریٰ سے دعا کرنے کی درخواست کی، چنانچہ انہوں نے اللہ سے گزارش کر دیا اور وہ قحط ان سے ہٹ گیا۔

ابن بطریق کا کہنا ہے کہ اسی بادشاہ کے زمانے میں، اسکندریہ کے تبرک (پادری) نے بیت المقدس کے پادری، انطاکیہ اور روم کے تبرک کے پاس خط لکھا، جس میں نصاریٰ کے روزے اور عید کو یہود کے عید سے ملحدہ کرنے کی توجہ دلائی تھی، چنانچہ انہوں نے اس کے متعلق بہت سی کتابیں لکھیں جو آج تک موجود ہیں۔

ابن بطریق اس اہمال کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ حضرت مسیح کے آسمان پر چلے جانے کے بعد جب نصاریٰ عید غطاس مناتے تو اس کے روز بعد چالیس دن تک روزہ رکھتے اور افطار کرتے جیسے کہ حضرت مسیح نے کہا تھا، کیونکہ حضرت مسیح نے جب اردن میں تسمہ کرایا تو جھل کی طرف نکلے اور وہاں چالیس دن تک رہے نصاریٰ کی یہ حالت تھی کہ جب یہود ایسٹر کی عید مناتے تو اسی دن وہ بھی مناتے اور ان کے ظالموں نے ایسا حساب باندھ رکھا تھا کہ ان کا افطار ایسٹر کے دن ہوتا، حضرت مسیح یہود کے ساتھ عید مناتے پھر یہی طریق آپ کے اصحاب کا رہا، اس کے بعد لوگوں نے روزے کو بدل دیا۔ اور یوم غطاس کے بعد روزہ رکھنا چھوڑ دیا اور ان دنوں میں اپنا روزہ منقل کر لیا، جن میں ان کی عید یہود کے ساتھ نہ پڑے،

پھر اس بادشاہ کا انتقال ہو گیا، اور اس کے بعد ایک دوسرا شخص بادشاہ بنا، اسی بادشاہ کے زمانے میں، جالینوس، تھا، اسی کے زمانے میں اہل فارس کو، بابل، اور فارس پر ظہر حاصل ہوا اور از د شہیر ابن بابک امطر میں ان کا بادشاہ بنا۔

یہی وہ شخص ہے جو دوسری مدت میں فارس کا پہلا بادشاہ ہوا، پھر اس قیصر روم کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ ایک دوسرا شخص مقرر کیا گیا، اس کے بعد پھر ایک دوسرا شخص آیا، یہ بادشاہ نصاریٰ کا زبردست دشمن تھا، اس نے ان پر مظالم کے پہاڑ توڑے، انہیں بری طرح قتل کیا، ان کے تمام مالوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، پھر مصر و اسکندریہ میں جو نصاریٰ تھے، انہیں بھی تہ تیغ کر دیا، ان کے کئیے ڈھا دیئے اور اسکندریہ میں ایک ہیکل بنایا، جس کا نام ہیکل - الالہہ رکھا، اس کے بعد پھر ایک دوسرا بادشاہ آیا، اس کے بعد پھر دوسرا آیا، اس بادشاہ کے زمانے میں نصاریٰ مامون و محفوظ تھے، اور بادشاہ کی ماں نصاریٰ کو پسند کرتی تھی، اس کے بعد پھر دوسرا بادشاہ آیا، اس نے نصاریٰ پر بڑی مہبتیں ڈھائی بہتوں کو قتل کیا، بہت سے پادریوں کو تہ تیغ کیا، ان کا ایک کے تبرک کو ختم کر دیا، یہ خبر جب بیت المقدس کے تبرک نے سنی تو وہ کرسی چھوڑ کر بھاگ گیا، پھر وہ بادشاہ ہلاک ہو گیا، اس کے زمانے میں بت پرستی نے خوب زور پکڑا، اس کے بعد دوسرا بادشاہ بنا، اس کے بعد پھر ایک اور آیا، اس بادشاہ کے زمانے میں - مانی - کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا، یہ شخص بہت بڑا حیلہ ساز اور تجربہ کار تھا، چنانچہ فارس کے بادشاہ بہرام نے اسے پکڑا اور اس کے دو بھروسے کر دیئے، پھر اس کے سوتیلے بھائی کو گرفتار کیا، اور انہیں اونڈھا کر کے ان کے سروں کو مٹی میں دھنسا دیا، یہاں تک کہ وہ مر گئے، اس کے بعد قیصر - بادشاہ ہوا، وہ مسیح پر ایمان لے آیا، لیکن اس کے بعض سردار نے اسے قتل کر دیا، اس کے بعد انھیوں - بادشاہ ہوا اس کا نام اقیانوس بھی ہے، اس شخص نے نصاریٰ پر بڑے مظالم ڈھائے بے شمار لوگوں کو قتل کیا روم کے تبرک کو مار ڈالا، اور ایک بہت بڑا ہیکل بنوایا، جس میں بت نصب کئے اور لوگوں کو ان کا عبادت کرنے اور ان پر قربانی کرنے کا حکم دیا، اور جس نے انکار کیا اسے قتل کر دیا گیا، اس طرح بہت سے نصاریٰ مقتول ہوئے اور سولی پر لٹکائے گئے، اس نے شہر کے بڑے لوگوں کی اولادیں سے سات لڑکوں کو اپنا قریبی بنایا اور تمام لوگوں سے زیادہ ان کو مقام دیا، یہ لوگ بت کو سجدہ نہیں کرتے تھے، جب بادشاہ کو یہ خبر پہنچی تو اس نے ان لوگوں کو قید میں ڈال دیا، پھر آزاد کر دیا۔

ایک مرتبہ وہ کہیں جا رہے تھے اور ان اوجھانوں سے ان کے معاملے کی حقیقت دریافت کی، انہوں نے تصدیق کر لی، پھر وہ ایک پہاڑ کی طرف نکلے اور اس کے ایک بڑے کھوہ میں چھپ گئے، اللہ نے ان پر نیند کا ظہر دے دیا، چنانچہ وہ مردوں کی طرح سو گئے بادشاہ نے حکم دیا کہ کھوہ کا دروازہ ہٹا کر ان کو بند کر دیا جائے تاکہ وہ مری جائیں، پھر اس کے سرکاروں میں سے کسی سردار نے تاجے کے ٹکڑے ٹکڑے سے پران کا نام اور اس کے ساتھ دقیقاً اوس کا قہر تاجے کے ایک مندرق میں رکھ دیا اور کھوہ کے اندر اس کو دفن کر کے اسے بند کر دیا، پھر بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔

بولس وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت مسیح کے بارے میں

لاہوت و ناسوت کا عقیدہ ایجاد کیا

اس بادشاہ کے بعد ایک دوسرا بادشاہ آیا، اس کے زمانے میں انطاکیہ میں ایک تبرک مقرر کیا گیا جس کا نام بولس الشمشلی تھا۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت مسیح کے متعلق لاہوت و ناسوت کا نظریہ قائم کیا، حالانکہ نھارثی اس سے پہلے متفقہ طور پر یہ عقائد رکھتے تھے کہ حضرت مسیح اللہ کے بندے اور سلطانین مخلوق و مرؤب ہیں۔

اور آپ کے متعلق ان میں دو آدمیوں کا بھی اختلاف نہیں تھا، لیکن بولس نے سب سے پہلے نھارثی کے دین کو فاسد کیا اور یہ باطل نظریہ پیش کیا کہ ہمارے سرکار مسیح لاہوت (طبیعت الہی) سے انسان بنے ہیں اور انسانی جوہر میں وہ ہم انسانوں کی طرح ہیں، ان کی تخلیق رحیم سے ہوئی ہے انہوں نے اس بنا پر یہ غیب کیا تاکہ جو ہرسانی جس کے ساتھ نعمت البیہ پائی جاتی ہے اور محبت و مشیت کی بنا پر انسان کے اندر داخل ہو چکی ہے اس کو حاصل کر لیں، اسی نے ان کا نام ابن اللہ رکھا گیا، اس نے یہ بھی کہا کہ اللہ ایک جوہر اور ایک اقنوم (شخص) ہے۔

نصاری کا پہلا اجتماع

سید بن بطریق کا قول ہے کہ بوس کے انتقال کے بعد افلاکیہ میں تیرہ پادری جمع ہوئے، انہوں نے بوس کے قول پر غور و فکر کیا اور یہ فتویٰ صادر کیا کہ اس پر لعنت بھیجنا واجب ہے، پھر انہوں نے اس پر اور اس کے مؤیدین پر لعنت بھیجی اور واپس چلے گئے۔ چھوٹے دوسرا بادشاہ ہوا، اس کے زمانے میں نصاریٰ اہل روم کے ڈورے گھروں اور پوشیدہ جگہوں میں غمگین تھے، انہیں اسکندریہ کا تبرک قتل کے خوف سے نمودار نہیں ہوا تھا، چنانچہ بارون تبرک بنا وہ ریوں کو فریب میں ڈالتا رہا، یہاں تک کہ اسکندریہ میں اس نے ایک کینہہ بنایا، اس کے بعد بیت سے بادشاہ ہوئے۔

جن میں دو بادشاہوں نے اکیس سال تک روم پر حکومت کی، انہوں نے نصاریٰ پر بڑے مظالم ڈھائے، ہزاروں نصاریٰ کے خون سے مہلی کیسلی، بہتوں کو تہر تیخ کیا اور ان کے مال اور ان کی گھرتوں کو اپنے لئے حلال کر لیا، انہوں نے ہی "ارجرس" کو مختلف عذاب سے دوچار کیا، پھر قتل کر دیا، انہیں کے زمانہ میں اسکندریہ کے تبرک "بطرس" کی گردن ماری تھی، بطرس کے دو شاگرد تھے، اس کے نلنے میں اریوس نامی ایک شخص نے دھوی کیا کہ اللہ کیللا اور بے نیات ہے اور حضرت مسیح مخلوق و بندے میں، نیز اللہ کا وجود اس وقت تھا، جب مسیح نہیں تھے، بطرس نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ مسیح نے اریوس پر لعنت بھیجی ہے، سوا اس کے قول کے لینے سے جو کہ میں نے نہیں خواب میں دیکھا ہے کہ ان کا کپڑا پھٹا ہوا تھا، میں نے پوچھا اسے میرے سردار کس نے آپ کو کپڑا پھاڑا، مسیح نے مجھ سے کہا اریوس نے۔ لہذا تم اس کے قول سے بچو، اور وہ تمہارے ساتھ کینے میں نہ داخل ہونے پائے، پھر بطرس کے قتل کے پانچ سال بعد اس کا ایک شاگرد اسکندریہ کا تبرک بنا اور پچھ ماہ تک رہا پھر وہ مر گیا، اریوس پر جب محکمہ حوادث گزرتے تو اس نے یہ ظاہر کیا

کہ اس نے اپنے قول سے رجوع کر لیا ہے۔ چنانچہ اس تبرک نے اس کی بات مان لی اور کہنے میں اس کو داخل کر کے اس کو ایک پادری بنا دیا، اس کے بعد دوسرا قیصر آیا، اس نے تلاش کر کے نصاریٰ کو قتل کیا، لیکن اللہ نے اس کو سزا دی، اور بری طرح ہلاک ہوا۔

اس کے بعد دو شخص بادشاہ بنے، ان میں سے ایک کی حکومت شام اور سرزمین روم اور بعض مشرقی حصوں میں تھی اور دوسرے کی حکومت رومیہ اور اس کے آس پاس میں تھی۔ یہ دونوں نصاریٰ کے لئے جو خوار و زندہ تھے انہوں نے اس قدر خوزری مچائی اور اتنے بڑے پیمانے پر نصاریٰ کو قید و جلاوطن کیا کہ ان سے پہلے کسی بادشاہ نے نہیں کیا تھا ان دونوں کے ساتھ "قسطنطین" ابو قسطنطین بادشاہ بنا وہ بت پرستی کا مخالف اور نصاریٰ کے دین سے بغض رکھتا تھا، ایک مرتبہ وہ "جزیرہ" اور "ربا" کی طرف نکلا، اور رہا، کی ایک بستی میں پڑاؤ ڈالا، وہاں اس نے ایک حسین و جمیل عورت دیکھا، جس کا نام "ہیلنا" تھا۔ وہ عورت سرزمین "ربا" کے پادری کے ہاتھ پر دین نصراہیت قبول کر چکی تھی، اور کتاب پڑھنا بھی سیکھ چکی تھی، قسطنطین نے اس کے لئے اس کے باپ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا، چنانچہ اس کے باپ نے اپنی لڑکی کی شادی اس سے کر دی، اس عورت کو بادشاہ سے محل ہوا اور قسطنطین پیدا ہوا، پھر وہ سرزمین "ربا" ہی میں پلا بڑھا، اور یونانی محنت سیکھی، قسطنطین بڑے اچھے صورت و دیرت کا حامل تھا۔ اور محنت سے اسے خاص لگاؤ تھا، اس وقت روم کا بادشاہ طیانوس نامی ایک فاسق و فاجر شخص تھا وہ نصاریٰ کا بہت بڑا دشمن اور ان کے خون کا پیاسا تھا، نیز عورتوں کا بڑا عاشق و مشتاق تھا اس نے اور اس کے ساتھیوں نے نصاریٰ کے کسی بھی حسین و جمیل لڑکی کا ہرگز نہیں چھوڑا، نصاریٰ اس کی فتنے سے سخت مصیبت میں مبتلا تھے اس کے پاس قسطنطین کے متعلق یہ خبر پہنچی کہ وہ ایک ہدایت یافتہ، برائیوں سے دور، اور ذی علم آدمی ہے، اس کے کاہنوں نے یہ خبر دی تھی کہ عنقریب وہ ایک بہت بڑا بادشاہ بنے والا ہے، چنانچہ اس کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور قسطنطین کے قتل کا ارادہ کیا، قسطنطین "ربا" سے جہاگ کھڑا ہوا، اور اپنے باپ سے جاملایا اور حکومت کو اس کے حوالہ

کر دیا پھر اس کے باپ کا انتقال ہو گیا، اور مراد اللہ رب العالمین نے علیا نوس پر بڑا عذاب نازل کیا یہاں
 تک کہ اس کی مصیبت کو دیکھ کر لوگوں کو توبہ ہوا اور دشمنوں کو بھی رحم آگیا پھر اس نے اپنے نفس کا معاملہ
 کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ شاید یہ نصاریٰ پر ظلم کرنے کا نتیجہ ہے پھر اس نے اپنے تمام مالوں کے پاس
 خط لکھا کہ وہ نصاریٰ کو قید سے آزاد کریں اور ان کو عزت بخشیں اور ان سے بادشاہ کے حق میں دعا کرنے
 کی درخواست کریں، چنانچہ اللہ نے اس کو عافیت دی اور اپنی پہلی حالت سے بہتر اور تندرست ہو گیا
 لیکن اس نعمت کے دوبارہ حاصل ہو جانے کے بعد پھر اٹلیں بائیسوں پر آمادہ ہو گیا اور اپنے گورنروں
 کے پاس خط لکھا کہ وہ نصاریٰ کو قتل کر دیں یہاں تک کہ ایک نصاریٰ کو بھی سلطنت میں باقی نہ چھوڑیں
 اور ان کے کسی بھی بستی و خیمہ کو آباد نہ رہنے دیں، چنانچہ مقتولین کی تعداد اس قدر ہوئی کہ ان کو بیل گری
 پر لا کر سمندر و جنگل میں پھینکا پڑا، اور اس کا ہم عمر جو دو سرا قیصر تھا، وہ بھی نصاریٰ کے لئے بڑا سخت گیر
 تھا اس نے بھی رومیہ کے تمام نصاریٰ کو غلام بنا کر ان کے اموال ہڑپ کر لئے، پھر ان کے مردوں کو تولا
 اور بچوں کو سرے قتل کر دیا۔

سب سے پہلے جس نے صلیب کی شکل و ہیئت بنائی وہ قسطنطین ہے

اہل روم نے جب قسطنطین کے بارے میں سنا کہ وہ برائی کا دشمن اور غیر کا طالب شخص ہے۔ اور اس کی رہائش اس کی بادشاہت میں سلاطنتی سے رہ رہی ہے تو ان کے دوسروں نے قسطنطین کے پاس ایک خط لکھا، جس میں یہ درخواست کی کہ انہیں وہ ان کے بادشاہ کی غلامی سے نجات دلا دے۔ قسطنطین نے وہ خط پڑھا تو اسے شدید غم لاحق ہوا اور اس امر پر حیران و پریشان رہا کہ کیا کیسے؟

سید بن بطریق کا بیان ہے کہ نصاریٰ کے گمان کے مطابق اتفاق سے اس کے لٹے آسمان میں دو چہرے کے وقت ستاروں کی شکل میں ایک صلیب ظاہر ہوا، جس کے چاروں طرف لکھا ہوا تھا کہ تم اسی سے غالب آؤ گے۔ قسطنطین نے اپنے اہباب سے کہا کہ تم نے بھی وہ چیز دیکھی ہے جس کو میں نے دیکھا ہے لوگوں نے کہا ہاں، چنانچہ اسی وقت وہ نصاریت پر ایمان لے آیا، اور مذکورہ قیصر سے لڑائی کی تیاری کرنے لگا، اس نے سونے کا ایک بہت بڑا صلیب بنایا اور اس کو بڑے بھروسے کے اوپر رکھا، پھر اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلا، اور قیصر کے مقابل میں اسے فتح حاصل ہوئی۔ قیصر کے بہت سے ساتھی مارے گئے اور بادشاہ اور باقی لوگ بھاگ کر بھاگے ہوئے۔

اس کے بعد اہل روم نے سونے کا تاج اور ہر قسم کے ہجو و لعب کے ساتھ، اس کا استقبال کیا اور بے حد خوش ہوئے اس کے بعد جب قسطنطین شہر میں داخل ہوا تو اس نے نصاریٰ کی عورت کی انہیں جلا وطنی کے بعد شہر میں لٹایا، پھر شہر والے سات دن تک بادشاہ اور صلیب کے نے عید مناتے رہے، علیٰ نوس نے جب یہ خبر سنا، تو اس نے اپنا لشکر جمع کیا، اور قسطنطین سے لڑائی کی تیاری کی۔

جب دونوں لشکر آئے سامنے ہوئے، تو علی اوس کو شکست فاش ہوئی اور اس کے لشکر تلوار سے کاٹ دے گئے، خود علی اوس ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں بھاگتا ہوا، اپنے شہر پہنچا، اور جاوگروں کا بنوں اور عراقین کو جمع کیا، وہ ان عراقین سے محبت رکھتا اور ان کی بات مانتا تھا، پھر اس نے ان لوگوں کو قتل کر دیا تاکہ قسطنطین کے ہاتھ لگ جائیں، پھر اس نے کنیسوں کے بنانے کا حکم دیا اور کنیسے کی تیر کے لئے ہر شہر کے بیت المال سے ایک رقم مقرر کیا اور دین نعرانیت پر قائم ہو گیا، اسی کے زمانہ میں ۵۰ ہجری - مارا گیا، جب اس کی بادشاہت کے پندرہ سال پورے ہو گئے، تو نصاریٰ حضرت مسیح کے معاملہ میں محدود ہوئے، اس بادشاہ نے شہزادہ بنیامین میں ایک مجلس طلب کی، جس میں جگہ ہے جہاں اس مجلس کے بعد دوسری مجلس میں ان کی مشہور کتاب - الامانہ - کی ترتیب دی گئی، اور اوس نے اس مجلس میں شرکت کرنا چاہا، لیکن اسکندریہ کے تبرک نے اسے روک دیا، اور کہا کہ ہمارے استاد بطرس نے یہ کہا تھا کہ اریوس پر اللہ نے لعنت بھیجی ہے، اس لئے تم ان کی باتیں نہ قبول کرنا اور نہ اسے کنیسے میں داخل ہونے دینا،

مصر کے مصنفات میں ایک شہر تھا، جس کا نام "اسیوط" تھا، وہاں کا پادری بھی اریوس کے قول کے مثل حضرت مسیح کے بارے میں کہتا تھا، چنانچہ اس پر بھی لوگوں نے لعنت بھیجی، اسکندریہ میں ایک بہت بڑا ہیکل تھا، جس کا نام "زحل" تھا، اس میں پتیل کا ایک بت تھا، جس کا نام میکائیل تھا، اہل مصر و اسکندریہ ہر بارہ نومبر کو اس بت کے لئے ٹیپت بڑی عید مناتے، اور اس کے نام پر بہت بڑی قرانیاں پیش کرتے، یہاں جب نصاریٰ کا غلبہ ہوا تو اس کے تبرک نے اس بت کو توڑنا اور اس کے لئے قربانی کو باطل کرنا چاہا، وہاں کے باشندوں نے اسے ایسا کرنے سے روکا، چنانچہ اس نے ان سے ایک حیلہ کیا اور کہا کہ اگر تم اس عید کو اللہ کے فرشتے حضرت میکائیل کے لئے مناتے تو زیادہ بہتر ہوتا، کیونکہ یہ بت نہ توڑی جاتی ہے اور نہ نقصان، لوگوں نے اس کی بات مان لی، پھر اس نے بت کو توڑ دیا اور اس سے ایک حیلہ

نایا اور اس سے میل کا نام میرکاٹیل کا کنیہ رکھا۔

جب اسکندریہ کے تبرک نے اریوس کو کنیہ میں داخل ہونے سے روک دیا، اور اس کو طعون قرار دیا، تو وہ دوپادریوں کے ہمراہ قسطنطین کے پاس اس کے خلاف مدد طلب کرنے گیا۔ وہاں اریوس نے بادشاہ سے فریاد کی کہ اسکندریہ کے تبرک نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور مجھے زبردستی کنیہ سے باہر نکال دیا ہے۔

اور بادشاہ سے درخواست کی کہ وہ اسکندریہ کے تبرک کو بلانے تاکہ وہ بادشاہ کے سامنے اس سے مناظرہ کرے، چنانچہ قسطنطین نے اسکندریہ میں اپنا ایک قاصد بھیج کر تبرک کو بلایا اور بہت سے لوگوں کو جمع کیا، تاکہ ان کے سامنے دونوں کا مناظرہ ہو، پھر قسطنطین نے اریوس سے کہا کہ تم اپنی بات شروع کرو اور اریوس نے کہا کہ میں یہ کہتا ہوں کہ باپ اس وقت تھا جب کہ بیٹا نہیں تھا، پھر اس نے بیٹے کو پیدا کیا، وہ خدا کے کلمے میں، مگر مخلوق و محدث ہیں پھر اس نے معاملہ بیٹے کو سوئپ دیا، جس کا نام کلمہ ہے، پھر یہی بیٹا آسمان و زمین اور اس کے درمیان کی تمام چیزوں کا خالق بنا جسے کہ انجیل میں ہے کہ اس نے آسمان و زمین کا مجھے بادشاہ بنایا ہے، چنانچہ ان کے خالق ہی ہوئے پھر اس کلمے نے حضرت مسیح اور روح القدس سے جسم حاصل کیا اور ایک مسیح بن گیا، لہذا اب مسیح کے دو معنی ہیں، ایک کلمہ و سرجم اور دونوں مخلوق ہیں۔

اس کے بعد اسکندریہ کے تبرک نے جواب دیا اور کہا کہ ذرا مجھے بتاؤ کہ کس کی عبادت ہمارے اوپر واجب ہے کیا اس ذات کی جس نے ہمیں پیدا کیا یا اس ذات کی جس نے ہمیں نہیں پیدا کیا، اریوس نے کہا کہ اس ذات کی عبادت واجب ہے، جس نے ہمیں پیدا کیا، پھر تبرک نے کہا کہ تمہارے کہنے کے مطابق ہمارا خالق ابن ہے اور یہ ابن مخلوق ہے، لہذا باپ جو خالق نہیں ہے، اس کے بجائے ابن مخلوق کی عبادت واجب ہے، بلکہ باپ کی عبادت کفر اور بیٹے کی عبادت عین ایمان ہے اور یہ قول بالکل بیہودہ ہے۔

تبرک کی اس بات کو بادشاہ اور تمام لوگوں نے پسند کیا اور ایس کے قول کو قیاس قرار دیا، پھر ان کے درمیان اور بہت سے مسائل پر بحث ہوئی، اس کے بعد قسطنطین نے تبرک کو حکم دیا کہ وہ ایس اور اس کے نوٹرن کو کافر کے تبرک نے کہا کہ بادشاہ کو چاہئے کہ وہ آدمی بھیج کر تمام تبار کو واساقتہ کو یہاں بلانے اور ان کے مجمع میں یہ سالہ رکھا جائے، جس میں ایس کی تکفیر کی جائے اور لوگوں کے لئے دین کی توفیح و تشریح کی جائے۔

نھاری کی دوسری مجلس جس میں الامانہ کو گرٹھا گیا

تبرک کے کہنے کے مطابق قسطنطین نے تبار کو واساقتہ کو بلانے کے لئے مختلف شہروں میں اپنے قاصد بھیجے، چنانچہ ایک سال دو مہینے کے بعد شہر "نیقیہ" میں دو ہزار اٹولیا لیش^{۳۳} پاوری جمع ہو گئے، یہ مختلف نسلے اور دین رکھنے والے لوگ تھے، ان میں بعض یہ کہتے کہ اللہ کے بجائے مسیح اور مریم دو الٰہ ہیں، اس فرقے کا نام "مریمانیہ" تھا، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مسیح کا تعلق باپ سے ایسے ہی ہے جیسے کہ ایک آگ کا شعلہ دوسرے آگ کے شعلہ سے مل گیا ہو، جن میں نہ پہلا کم ہوا اور نہ دوسرا اس سے کم بڑھا ہو، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مریم نے مسیح کو نواہ پیٹ میں نہیں رکھا، بلکہ صرف ایک نوران کے پیٹ میں سے گذرا، جیسے کہ پانی پزانار سے گذر جاتا ہے، اس نے کہ اللہ کا حکم ان کے کان سے داخل ہوا، پھر شرم گاہ سے اسی وقت نکل گیا جیسے کہ بچہ نکلتا ہے۔ یہ قول الٰہ اور اس کے ساتھیوں کا ہے۔

ان میں بعض یہ کہتے کہ مسیح انسان ہیں جو لاہوت "طبیعت الٰہی" سے پیدا ہوئے ہیں اور انسانی جوہر میں ہیں لوگوں کے مثل ہیں، ان کو بیدار نش حضرت مریم کے پیٹ سے ہوئی ہے، انہوں نے اپنے لئے ایسا ہونا اس لئے پسند کیا، تاکہ انسانی جوہر جس میں نعمت الٰہی مشیت و محبت کے ساتھ حلول کئے ہوئے ہے اسے حاصل کر لیں، اس لئے ان کا نام ابن اللہ رکھا گیا، انہوں نے یہ بھی کہا کہ اللہ ایک جوہر اور ایک اقنوم (شخص) ہے، انہوں نے اللہ کا تین نام رکھا اور کلمے اور روح القدس پر ان کا ایمان

نہیں تھا۔ یہ قول بعض اور اس کے ساتھیوں کا ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تینا یہود ہمیشہ سے یہ ہے۔ ایک صالح دوسرا صالح دیرا اور ان دونوں کے درمیان ایک تیسرا دل ہے۔ یہ تینوں اور اس کے ساتھیوں کا قول ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ہمارے رب وہی یکا ہیں، یہ تینوں اٹھارہ پادریوں کا قول تھا۔

انہی طریق کا بیان ہے کہ جب بادشاہ قسطنطین نے ان کی آئینیں تو اس کو توبہ ہوا، اور ان کے لئے ایک گھر بنایا کر دیا، ان کی خوب خاطر و توجہ کی، پھر انھیں حکم دیا کہ وہ اسپس میں بحث کریں تاکہ وہ دیکھ سکیں کہ کس کے ساتھ ہے، اور اس کی تباہ کر کے، چنانچہ ۲۱۸ پادریوں نے ایک دن ہوا ایک دہلے پر اتفاق کر لیا، اور ان لوگوں نے بقیہ مختلف مانے اور دن رکھنے والے پادریوں سے مناظرہ کیا اور مناظرے میں جیتے لوگوں پر غالب آئے، پھر بادشاہ نے ۲۱۸ پادریوں کی ایک بڑی مجلس منعقد کی، اور خود اپنی اعلیٰ تہوار اور کمان لے کر ان کے بیچ میں بیٹھا، اور ان پر دھا کہ پادریوں کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ آج میں نے تم لوگوں کو حکومت پر مسلط کر دیا ہے اب تم جو چاہو کر سکتے ہو اور اس کام کو فرود کر گندو جس کے اندر دین کی درستگی اور امت کی بھلائی ہو، پھر سب لوگوں نے بادشاہ کے لئے برکت کی دعا میں کیں اور اس کی تہوار اس کے اوپر لٹکتے ہوئے کہا کہ دین انفرانیت کو آپ غالب کریں اور اس کی جانب سے دفع کریں پھر اس کے لئے انھوں نے چالیس کتابیں لکھیں، جس کے اندر سنن شرائع کے ساتھ ساتھ یہ بھی وضاحت کی کہ بادشاہ کو ان میں کن احکام پر عمل کرنا چاہئے اور پادریوں کو کیا کرنا چاہئے، اس قوم و مجلس کے رئیس اسکندریہ اور انطاکیہ کے تبرک اور بیت المقدس کے پادری تھے۔

روحیہ کے تبرک نے اپنے پاس سے دوا کو بھیجے، پھر تمام لوگوں نے ابرو اس اور اس کے اصحاب پر متفقہ طور پر لعنت بھیجی۔ اور "الانازہ" کی تالیف کی، جس کے اندر انھوں نے کہا کہ بیٹا باپ کی لعنت سے تمام مخلوق سے پہلے پیدا کیا گیا ہے، وہ باپ کی طبیعت سے ہے اور مخلوق نہیں ہے، انھوں نے اتفاق کیا کہ نصاریٰ کا عہد آوارہ کے دن ہونا چاہئے، تاکہ یہود کے ساتھ نہ پڑے بلکہ اس کے بعد

انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ پادری کے پاس بیوی نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ خواروں کے وقت سے لیکر ۳۱۸ پادریوں کی اس مجلس تک تمام پادری بیوی رکھتے تھے اور جب کسی کو لوگ پادری بناتے اور اس کے پاس بیوی ہوتی تو یہی اس سے جدا نہیں ہوتی، بلکہ اس کے ساتھ باقی رہتی، البتہ تہارک کے پاس بیویاں نہیں ہوتی، اور نہ ہی وہ کسی ایسے شخص کو تبرک بناتے جس کے پاس بیوی ہوتی،

ابن بطریق کا بیان ہے کہ پھر پادری عورت و مخالفت کے ساتھ واپس لوٹے، واقعہ قسطنطین کی بادشاہت کے سترویس سال کا ہے، اس کے بعد قسطنطین تین سال تک زندہ رہا، پہلے سال اس نے تلوں کو توڑا اور ان کی پرستش کرنے والوں کو قتل کیا، دوسرے سال اس نے حکم دیا کہ دیوان میں صرف نصاریٰ کی اولاد کا نام باقی رکھا جائے اور وہی امر اوقائین بنیں۔

تیسرے سال اس نے حکم دیا کہ لوگوں کے لئے عید کا ہنسنہ مقرر کیا جائے، اور اس کے بعد جو ہنسنہ ہو اس میں نہ لوگ کام کریں اور نہ لڑائی ہو، پھر قسطنطین نے بیت المقدس کے پادری کو حکم دیا کہ وہ مقبرہ اور صلیب کی جگہ تلاش کرے اور وہاں کینے تعمیر کریں۔ اور سب سے پہلے کینہ قیام کو بنائے، بادشاہ کی ماں حیلانہ نے کہا کہ میں نے نذرمان رکھا ہے کہ میں بیت المقدس جاؤں گی، اور مقدس جگہوں کو تلاش کر کے اس پر عمارت بناؤں گی، چنانچہ بادشاہ نے اسے بہت بڑی رقم دی اور وہ بیت المقدس کے پادری کے ساتھ گئی۔ اس نے صلیب کی جگہ کینہ قیام کی تعمیر کرائی اور کینہ قسطنطین کو بنوایا۔

اس کے بعد بیت المقدس میں ان کی ایک بڑی مجلس منعقد ہوئی، اس مجلس میں ایک شخص تھار حواریوں کے قول دہانے کا موافق تھا، قسطنطین کے تبرک اور اس کے ساتھیوں نے اسے چھاپا یا تھا تاکہ وہ اس کے ذریعہ اسکندریہ کے تبرک سے کچھ سوال کریں، یہ آدی جب بادشاہ کے پاس گیا تھا تو اس نے اپنے حواریوں کا کافی الفاظ ظاہر کیا تھا، اس نے مجلس میں کھڑے ہو کر کہا کہ اریوس نے یہ نہیں کہا ہے کہ مسیح نے انسان کو پیدا کیا ہے، بلکہ یہ کہا ہے کہ انھیں کے ذریعہ تمام چیزوں کا وجود ہوا ہے، کیونکہ وہ اللہ کے کلمے ہیں اور اللہ کے کلمے ہی سے آسمان و زمین کی تخلیق ہوئی ہے۔ اور اللہ ہی نے اپنے کلمے سے

چیزوں کو پیدا کیا، نہ کہ اس کے گلے نے، جیسے کہ انجیل میں حضرت مسیح نے کہا کہ ہر چیز انہیں کے ہاتھ سے ہوئی اور ان کے بغیر کوئی چیز نہیں ہوئی اور ایک دوسری جگہ فرمایا کہ انہیں کے ذریعہ زندگی ہوئی اور حیات انسان کا اور ہے، ایک جگہ فرمایا، عالم کا وجود انہیں کے ذریعہ ہوا، لہذا حضرت مسیح نے یہ نبوی کہ تمام چیزیں انہیں کے ذریعہ ہوئی ہیں۔

ابن بطریق کا بیان ہے کہ ایسا ہے کہ ایسا ہے یہی حقیقت میں بات کہی تھی، لیکن ۳۱۸ پادریوں نے اس پر ظلم کیا، اور اس کے قول میں تحریف کر دی۔

پھر اسکندریہ کا پادری اس آدمی کے قول کی تنقید کرنے لگا، اس نے کہا ۳۱۸ پادریوں نے ایسا پر بھوٹی بات نہیں کہی ہے اور نہ اس پر ظلم کیا ہے، کیونکہ اس نے یہ بات کہی تھی کہ باپ کے بجائے بیٹا تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ لہذا جب تمام چیزوں کا خالق باپ کے بجائے بیٹا ہی مٹھرا تو مسیح کے اس قول کی تگمب ہو جاتی ہے کہ باپ بھی پیدا کرتا ہے اور میں بھی پیدا کرتا ہوں، اسی طرح ایک جگہ فرمایا کہ اگر میں باپ کا کام نہ کروں تو میری تصدیق نہ کرو، ایک مرتبہ کہا کہ جس طرح باپ جسے پیدا کرنا چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے، اور جسے مارنا چاہتا ہے اسے مار ڈالتا ہے، اسی طرح بیٹا بھی جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے مار ڈالتا ہے۔

لہذا اس کا ایک طرف یہ مسلم ہوتا ہے کہ باپ بھی خالق ہے اور دوسری طرف اس سے ان لوگوں کے قول کی تردید بھی ہو جاتی ہے جو مسیح کو خالق نہیں مانتے بلکہ کہتے ہیں کہ انہیں کے ذریعہ چیزوں کا وجود ہوا ہے۔

اور تمہارے اس قول (کہ تمام چیزیں انہیں کے ذریعہ ہوئی ہیں) کا معنی بھی وہی ہے جو حضرت مسیح کے کہنے کے مطابق ہے، جو کہ خالق و فعال ہیں، اور زمان کے دونوں قول میں تضاد پیدا ہو جانے کا اس کے علاوہ اصحاب ایسا ہی سے جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ باپ ارادہ کرتا ہے اور بیٹا پیدا کرتا ہے تو اس صورت میں بڑی غرابیاں لازم آئیں گی، اول یہ کہ بیٹا جو ان کے نزدیک مخلوق ہے، اس کا جسے

تخلیق میں باپ سے بڑھ کر ہوگا، کیونکہ بیٹے نے ارادہ بھی کیا اور پیدا بھی کیا، اور باپ نے صرف ارادہ کیا پیدا نہیں کیا۔

دوسری بات یہ کہ وہ بھی تمام مخلوق کی طرح اللہ کے ارادے اور حکم کا پابند ہوگا اور اس کی مخالفت کا ذرا بھی اسے اختیار نہ ہوگا، لہذا جب وہ مجبور ہوا تو اس فعل میں اس کا کوئی دخل نہیں، بلکہ سب کچھ باپ ہی کرتا ہے، اور اگر وہ خود مختار ہے تو اس کے لئے جائز ہے کہ باپ کی اطاعت بھی کرے اور نافرمانی بھی کرے، اسی طرح ثواب دینے کا بھی اسے اختیار ہے اور عذاب دینے کا بھی، اور یہ بڑی عجیب بات ہوگی۔

تیسری بات یہ کہ تم کہتے ہو کہ خالق نے مخلوق کے ذریعہ دنیا کو پیدا کر لیا، اور یہ تو یہ کام کرنے والا اس فعل کی تکمیل کے لئے غیر کا محتاج ہے، لہذا خالق اپنے فعل کی تکمیل کے لئے غیر کا محتاج ہوا اور غیر کا محتاج ہونا خالق کے شایان شان نہیں،

ابن بطریق کا بیان ہے کہ اس طرح جب اسکندریہ کے تبرک نے اپنے مخالفین کی حجت بالکل باطل کر دی اور لوگوں کے سامنے ان کے قول کا بطلان ظاہر ہو گیا تو وہ حیران و پریشان ہو گئے اور شرمندہ ہونے پھر وہ اسکندریہ کے تبرک پر چھٹ پڑے اور اسے مارنے لگے یہاں تک کہ وہ مکہ کے قریب ہو گیا، اتنے میں قسطنطین کی بہن کے رطکے نے اسے چھڑا لیا وہ پادریوں کی عدم موجودگی میں وہاں سے نکلا، اور بیت المقدس پہنچ گیا، وہاں اس نے زیتون کا تیل اکٹھا کیا، اور کنسیہ کو پاک صاف کیا، پھر اس پر زیتون کا تیل لگایا، اس کے بعد بادشاہ کے پاس گیا اور اس کو پلوس واقعہ بتایا، بادشاہ نے اسے وہاں سے دوبارہ اسکندریہ بھیج دیا،

ابن بطریق کا کہنا ہے کہ بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ بیت المقدس میں کوئی بھی یہودی سکونت اختیار نہ کرے اور نہ اس سے گذرے، پھر جس نے بھی نعرانیت اختیار نہیں کی، اسے قتل کر دیا گیا، اس طرح نصاریٰ کا بین غالب ہو گیا، اور بہت سے یہودیوں نے نعرانیت قبول کر لی بادشاہ سے لوگوں نے کہا کہ یہودی قتل

کے خوف سے بظاہر نعرانیت قبول کر لیتے ہیں، اور دل سے اپنے دین ہی پر قائم رہتے ہیں، بادشاہ نے کہا کہ یہ ہیں کیسے معلوم ہو۔

تیرک بولس نے کہا کہ تو امانہ میں سوراہام ہے، اور یہود سوراہام کا گوشت نہیں کھاتے ہیں، لہذا سوراہام کھانے اور ان کے پکانے کا حکم دے دیجئے، اور لوگوں کو اس کا گوشت کھلا یا جلانے، پھر جو نکھالے وہ گویا دینہ یہودیت پر ہے، بادشاہ نے کہا کہ جب سوراہام تو امانہ میں حرام ہے تو ہمارے لئے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ہم اسے کھائیں اور دوسروں کو کھلائیں بولس نے کہا کہ ہمارے سردار میرے لئے تو امانہ کی تمام چیزوں کو باطل قرار دیا ہے، اور ایک نیا تو امانہ یعنی نہیں لے کر آئے ہیں، جس میں ہے کہ وہ ہر چیز جو بیٹھ میں داخل کی جانے وہ حرام و نجس نہیں ہے، بلکہ انسان کو نجس و بیزار بناتی ہے جو اس کے منہ سے نکلتی ہے۔

بولس نے کہا کہ ایک مرتبہ دن کے چوبیس بجے کے وقت بطرس حاریوں کا رئیس نماز پڑھ رہا تھا، اچانک اس کو ادگہ آگئی اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھایا اور دیکھا کہ آسمان کھلا ہوا ہے اور کچھ تو شر آسمان سے اتر رہا ہے، یہاں تک کہ فداوشہ زمین پر پہنچ گیا، اس تو شے میں درندے اور ان کے علاوہ ہر قسم کے زمین کے چوپائے اور آسمان کی چڑیاں تھیں، اس نے یہ آواز کہتے ہوئے سنا۔

اسے بطرس کھڑے ہو جاؤ اور ذمہ گرو کھاؤ، بطرس نے کہا اسے رب، میں نے کبھی نہیں اور گند کی چیز نہیں کھائی ہے، پھر دوسری آواز آئی کہ جس چیز کو اللہ نے پاک کیا ہے، وہ نجس نہیں ہے ایک دوسرے نئے میں ہے کہ جس چیز کو اللہ نے پاک کیا ہے اس کو تم نجس نہ قرار دو، اس قول کے کہنے کی آواز تین مرتبہ آئی، پھر وہ تو شر آسمان کی طرف اٹھ گیا، یہ دیکھ کر بطرس کو سخت حیرانی ہوئی۔

ان دونوں کی باتوں کو سن کر بادشاہ نے سوراہام کے فدیہ کرنے اور اس کا گوشت پکانے کا حکم دے دیا اور یہ فرمان صادر کیا کہ اس کی سلطنت کے تمام کنیوں کے دروازے پر اسے اتار کے دن رکھا جائے اور وہ بھی شخص کنیر سے نکلے وہ ایک لڑکے کا گوشت کھائے، اور جو نہ کھائے اسے قتل کر دیا جائے چنانچہ اس کی بناء پر بہت سے لوگ قتل کر دیئے گئے، اس کے بعد قسطنطین کا انتقال ہو گیا اور اس کا

بڑا اطمینان بخش ہوا، جس کا نام صحیح قسطنطین تھا، اس کے زمانے میں اریوس کے ساتھی اور اس کے مؤیدین بادشاہ کے پاس جمع ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارا دین اور ہمارا قول بہتر اور درست ہے اور ۳۱۸ پادریوں کی جمعیت میں جمع ہوئے تھے انہوں نے غلط بات کہی ہے اور اپنے اس قول میں وہ حق سے پھر گئے ہیں کہ بیٹا باپ کے ساتھ جوہر میں متفق ہے، لہذا آپ حکم دیں کہ ایسی بات سنا نہ کہی جائے چنانچہ بادشاہ نے ایسا کرنے کا ارادہ کیا، پھر بیت المقدس کے پادری نے بادشاہ کے پاس خط لکھا کہ وہ اصحاب اریوس کی بات نہ ملنے کیونکہ وہ لوگ گمراہ اور کافر ہیں۔

اور ۳۱۸ پادریوں نے اس پر اور اس کے متبعین پر لعنت بھیجی ہے پھر بادشاہ نے پادری کی بات مان لی، ابن بطریق کا بیان ہے کہ اسی وقت قسطنطین انطاکیہ اور اسکندریہ میں اریوس کا قول ظاہر کر دیا یہاں تک کہ اسی قسطنطین بادشاہ کی حکومت کے دوسرے سال ہی میں انطاکیہ کا تبرک ایک اریوسی بنا اس کے بعد پھر اسی کا ہم مذہب شخص بنا، اور مہر اسکندریہ میں اکثر لوگ اریوسین اور نائین تھے، وہ مہر کے کنیسوں پر غالب آگئے، اور ان کو اپنے قبضہ میں لے لیا، اور اسکندریہ کے تبرک کو قتل کرنے کے درپے ہوئے، لیکن وہ ان سے چمپ کر بھاگ گیا، پھر بن بطریق نے نصاریٰ کے بہت سے تبارک و اساقفہ کے احوال کا ذکر کیا ہے جس میں ان کی آپس میں خونی تباہی سے نفع و عداوت اور آپس میں اختلاف و انتشار، نیز ان کے مختلف مجلسوں کا تذکرہ کیا ہے، ان دو مجلسوں کے بعد ان کی چند اور مجلسوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

نصاری کی تیسری مجلس

سزین مذقہ کی مجلس کے ۵ سال بعد ان کی تیسری مجلس منعقد ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ کے وزراء اور قائدین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور انہوں نے عرض کیا کہ نصاری کا قول بائبل فاسد ہو چکا ہے اور ایروس و مقدونین کا قول لوگوں پر غالب آ گیا ہے، لہذا آپ تمام تباہی کے واسطے کے پاس خط لکھئے کہ وہ اکٹھا ہوں اور دین نصاریت کو واضح کریں، چنانچہ بادشاہ نے تمام شہروں کے پادریوں کے پاس خط لکھا اور ۱۵۰ پادری قسطنطنیہ میں جمع ہوئے، انہوں نے ایروس کے قول میں بحث و مباحثہ کیا، جس کا قول یہ تھا کہ روح القدس مخلوق ہیں نہ کہ اللہ۔ اسکندریہ کے تبرک نے کہا کہ ہمارے نزدیک روح القدس روح اللہ ہیں، اس کے علاوہ کچھ نہیں اور روح اللہ حقیقت میں اللہ کی زندگی ہے، لہذا جب ہم نے یہ کہا کہ روح اللہ مخلوق ہے۔ تو ہم نے اس کی حیات کو مخلوق ٹھہرایا، اور جب ہم نے اس کی حیات کو مخلوق ٹھہرایا تو ہم نے اس کو غیر حق (بے جان مردہ) قرار دیا، اور یہ سراسر کفر ہے۔ یہ سن کر تمام لوگوں نے ایروس کا قول کہنے والوں پر لعنت ملامت کی اور ان کے ساتھ تباہی پر لعنت بھیجی جو ان کے نزدیک دوسری ناپسندیدہ باتیں کہہ رہے تھے اور انہوں نے بیان کیا کہ روح اللہ خالق ہیں نہ کہ مخلوق، اللہ حق ہیں، الٰہی کی جانب سے باپ اور بیٹے کی طبیعت سے مل کر ایک جوہر ہیں اور ایک طبیعت، پھر انہوں نے الامانہ کے اندر (جس کو ۳۱۸ پادریوں نے تالیف کی تھی) یہ زیادتی کی کہ روح اللہ اس رب پر ایمان لاتے ہیں جو باپ کا ایک اٹوٹ حصہ ہے اور موجود جو رہے ان کی کتاب الامانہ میں روح اللہ کا تھا، لیکن انہوں نے کہا کہ بیٹا باپ اور روح القدس تین اشخاص تین چہرے اور تین خواہشیں ہیں، پھر تینوں مل کر ایک ہیں اس طرح انہوں نے غیثت کا نظریہ قائم کیا اور یہ بھی کہا کہ مسیح کا جسم ایک ایسا نفس ہے جس کے اندر نطق کی قوت اور عقل پائی جاتی ہے، پھر یہ مجلس ختم ہوئی، جس میں لوگوں نے اپنے پادریوں پر بڑی لعنت ملامت کی۔

چوتھی مجلس

اس مجلس کے کیا دن سال بعد ان کی چوتھی مجلس نسطورس کے خلاف منعقد ہوئی نسطورس کا کہنا تھا کہ حضرت مریم نے حقیقت میں الہ کو نہیں جنم دیا ہے، بلکہ دو بہستیاں ہیں جن میں ایک الہ ہے، وہ باپ سے پیدا ہوا اور دوسرا انسان ہے جو مریم سے پیدا ہوا ہے اور یہ انسان جس کو ہم سرگ کہتے ہیں، وہ الہ کے بیٹے کے ساتھ تنہا باقی رہنے والا ہے اور اس کو الہ اور ابن العجاذاً ایک لقب دے دیا گیا ہے، حقیقت میں الہ نہیں ہے اور ان دونوں ناموں سے ایک راجحہ موسوم کرنا علی سبیل الکرامت ہے یہ خبر تمام شہروں کے تبارک کو پہنچی، چنانچہ انھوں نے آپس میں حلو و کتابت کی اور اس بات پر اتفاق کیا کہ اس کی بات کو غلط ثابت کیا جائے، پھر ان میں دو سو پاوری افسیس شہر میں اکٹھا ہوئے اور اسے تین مرتبہ مناظرے کی دعوت دی، لیکن تینوں بار وہ نہیں آیا، پھر تمام لوگوں نے مل کر اس پر لعنت بھیجی اور اس کا انکار کیا نیز وضاحت کی کہ حضرت مریم نے الہ حقیقی ہی کو جنم دیا تھا، اور سح الہ حقیقی ہیں، جن کا وجود الہ حقیقی سے ہوا ہے۔ وہ ایک ایسے انسان ہیں جن کے اندر دو طبیعتیں پائی جاتی ہیں، اس طرح جب انھوں نے اس پر لعنت کی تو اتفاقاً کے تبرک نے نسطورس کی مدد کرنی چاہی، اور پادریوں کو جمع کر کے بادشاہ اور اس کے اصحاب کی موجودگی میں ان سے مناظرہ کیا، اور ان کی دلیلوں کو باطل ٹھہرایا، پھر وہ آپس میں لڑ گئے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجنے لگے، یہاں تک کہ ان کا معاملہ بڑا عظیم و ناہموار بن گیا، پھر ان لوگوں نے ایک صحیفہ لکھا جس میں یہ بیان کیا کہ مریم اللہ کی عذرتہ معترہ نے اللہ کو جنم دیا ہے اور وہ ہمارے رب سیوچ مسیح ہیں، جو طبیعت الہی میں اللہ کے ساتھ ہیں اور طبیعت انسانی میں انسان کے ساتھ ہیں، اس طرح انھوں نے ان کے لئے دو طبیعتیں ایک چہرہ ایک شخص قرار دیا اور نسطورس کو ملعون ٹھہرایا، جب انھوں نے اس پر لعنت طامت کی اور اس کے قول کی تردید کی، تو وہ مسخر چلا گیا اور سات سال تک انیم میں مقیم رہا، پھر مرگیا اور دفن کر دیا گیا، اور

اس کا قول بھی دب کر رہ گیا ،

پھر ان مرماطران نصیبین نے اس کے قول کو زندہ کیا ، اور بلاد مشرق میں اس کو پھیلا یا لہذا مشرق و عراق کے نصاریٰ اکثر و بیشتر نسطوریہ ہو گئے ۔
اس طرح ان کی چوتھی مجلس ختم ہوئی ، جس میں انہوں نے نسطوریوں پر لعنت بھیجنے پر اتفاق کیا ،

پانچویں مجلس

اس مجلس کے بعد ان کی پانچویں مجلس منعقد ہوئی ، جس کی ضرورت اس بنا پر پڑی کہ قسطنطنیہ کے ایک ماہب غیب نے جس کا نام اویسیوس تھا ، یہ دعویٰ کیا کہ مسیح کا جسم طبیعت میں ہمارے جسموں کی طرح نہیں ہے ، اور جسم حاصل کرنے سے پہلے مسیح کے اندر دو طبیعتیں تھیں ، لیکن جسم حاصل ہو جانے کے بعد ایک ہی طبیعت باقی رہ گئی ۔ یہ بات سب سے پہلے اس شخص نے کہی ، اور یہ یہ یہ توحید کا مذہب ہے ۔

اس کا دعویٰ سن کر بعض پادری اس کے پاس گئے ، اس نے لوگوں سے مناظرہ کیا اور ان کی بحث باطل کر دی ، پھر وہ قسطنطنیہ لوٹا اور اس کے تبرک کو اپنے مناظرے اور فیلے کی خبر دی یہ سن کر قسطنطنیہ کے پادری نے اس کو اپنے پاس بلایا ، اور ایک بڑی جماعت اکٹھا کی ، پھر اس سے مناظرہ کیا ، اویسیوس نے کہا کہ اگر ہم کہتے ہیں کہ مسیح دو طبیعت ہیں تو ہم نے نسطورس ہی کی بات کہی ، لہذا ہم کہتے ہیں کہ وہ ایک ہی طبیعت اور ایک ہی شخص ہیں ، اس لئے کہ وہ دو طبیعت تناور ہونے سے پہلے تھے ، اور اس کے بعد ان کی ایک طبیعت نازل ہو گئی ، اور ایک ہی کہی ، اور وہ ایک ہی اقنوم ہیں ، قسطنطنیہ کے تبرک نے اس سے کہا کہ مسیح ایک ہی طبیعت ہیں اور ایک طبیعت ان کی زائل ہو چکا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دو طبیعت قدیم تھی وہ عہد شہ ہو گئی ، یعنی جو چیز ازل سے رہنے والی تھی وہ نہیں رہ گئی ، لہذا اگر قدیم کو

حدث ماننا جائز ہے، تو اگر می کو ٹھنڈی کہنا اور کھڑے ہونے والے کو بیٹھا ہوا کہنا جائز ہو گا، لیکن اولیسوس نے اپنے قول سے رجوع کرنے سے انکار کیا، لوگوں نے اس پر لعنت بھیجی، پھر وہ بادشاہ کے پاس گیا، اور اس سے کہا کہ لوگوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے، لہذا آپ تمام تبار کے پاس مناظرہ کرنے کے لئے خط لکھ دیجئے، چنانچہ بادشاہ نے شہر فیس میں تمام شہروں کے تبار کے واسطے جمع کیا، جس میں اسکندریہ کے تبرک نے اولیسوس کے قول کو ثابت کر دیا، اور قسطنطنیہ، افلاکیہ، بیت المقدس اور تمام جگہوں کے تبار کی ویلیں کاٹ دیں، پھر اس نے روم کے تبرک اور کابنوں کی ایک جماعت کو خط لکھا کہ وہ قربانی کرنے سے رک جائیں، مگر وہ اولیسوس کی بات کو نہیں قبول کرتے ہیں، اس طرح ان کی کتاب الامانہ فاسد ہو گئی، اور مصر و اسکندریہ میں اولیسوس کا قول مخصوص ہو گیا اور یہ یعقوبیہ کا مذہب ہے اس کے بعد ان کی یہ پانچویں مجلس ختم ہوئی، جس میں ہر فریق نے ایک دوسرے پر لعنت تلاوت کی اور ہر ایک نے دوسرے کے قول کی تردید کی اور برأت ظاہر کی۔

چھٹی مجلس

اس مجلس کے بعد نصاریٰ کی چھٹی مجلس شہر حلقہ دون میں منعقد ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ اس بادشاہ کا انتقال ہو گیا، اور اس کی جگہ مرقیون بادشاہ بنا مرقیون کے پاس تمام شہروں کے پادری جمع ہوئے اور انھوں نے فریاد کیا کہ پانچویں مجلس میں ہمارے ساتھ انصاف سے کام نہیں لیا گیا تھا، نیز اولیسوس کا مذہب تمام لوگوں پر چھا گیا ہے، جس سے دین نحرانیت برباد ہو چکا ہے، اس لئے اس کے لئے کوئی تدبیر کیجئے۔ چنانچہ بادشاہ نے تمام پادریوں کو شہر حلقہ دون میں جمع کیا اور پھر سو تیس پادری حاضر ہوئے، انھوں نے اولیسوس اور اس تبرک اسکندریہ کے قول میں غور و فکر کیا جس نے تمام تبار کی ویلیں باطل کر دیں پھر انھوں نے ان دونوں کے قول کو فاسد قرار دیا، اور ان پر لعنت بھیجی، اور یہ ثابت کیا کہ مسیح اللہ میں

اور انسان بھی، طبیعت الہی میں وہ اللہ کے ساتھ ہیں، اور طبیعت انسانی میں انسانوں کے ساتھ اس طرح ان کے اندر مکمل طبیعت الہی اور مکمل طبیعت انسانی، دونوں طبیعتیں پائی جاتی ہیں، اور وہ لیا کے ساتھ وہ ایک مسیح ہیں، مزید انھوں نے ۳۱۸ پادریوں کی باتوں کو ثابت کیا، اور ان کا یہ قول مان لیا کہ ۱۰ ابن۔ مکان میں اللہ کے ساتھ ہے وہ نور ہے اور حق سے اور الہیہ الٰہی سے، پھر انھوں نے اریوس پر لنت بھیجی اور کہا کہ روح القدس الٰہی نہیں، اور باپ، بیٹا روح القدس تینوں کی طبیعت ایک ہی ہے اور شخصیتیں تین ہیں، اس کے علاوہ انھوں نے اپنے ان دوسو پادریوں کی باتوں کو بھی ثابت کیا جو انھوں نے نسطورس کے خلاف شہر انسیس میں ان کی چوتھی مجلس میں بھیجی انھوں نے کہا کہ مریم عذرا وہی نے ہمارے معبود مسیح کو جنم ہے، جن کے اندر طبیعت الہی اور طبیعت انسانی دونوں طبیعتیں پائی جاتی ہیں، اور مسیح کی دو طبیعت اور ایک ذات ہے، پھر انہوں نے نسطورس تبرک اسکندریہ اور مقام انسیس میں منعقد پائی چوتھی اور پانچویں مجلس پر لنت بھیجی۔ نیز اویسیوس پر بھی لنت بھیجی۔ اویسیوس اور شہر حلقہ دون کی مجلس کے درمیان گیارہ سال کا فاصلہ ہے، اس طرح یہ مجمع ایک دوسرے پر لنت طاعت کرنے میں ختم ہوا۔

ساتویں مجلس

اس کے بعد ان کی ساتویں مجلس، بادشاہ السلطاس کے زمانے میں منعقد ہوئی، اس مجلس کے انعقاد کی وجہ یہ تھی کہ سوزس قسطنطینی اویسیوس کے خیال پر تھا، وہ بادشاہ کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ مقدون کی مجلس میں جو ۶۳۰ پادریوں نے اویسیوس اور تبرک اسکندریہ پر لعنت بھیجی تھی، وہ غلط تھا، بلکہ صحیح دین انھیں دونوں کا ہے، اور ان کے علاوہ سب کا دین غیر مقبول ہے، اس لئے آپ اپنے تمام گورنروں کے پاس خط لکھیں کہ وہ اپنے ۶۳۰ پادریوں پر لعنت بھیجیں، اور لوگوں کو اس قول کے ماننے کی تلقین کریں کہ مسیح ایک طبیعت ایک مشیت اور ایک شخص ہیں، چنانچہ بادشاہ ایسا کرنے کے لئے تیار ہو گیا، یہ خبر جب بیت المقدس کے تبرک ایلیا تک پہنچی، تو اس نے راہبوں کو جمع کیا اور بادشاہ السلطاس، سوزس اور اس کے مؤیدین پر لعنت بھیجی، جب السلطاس نے یہ سنا، تو اس نے پادریوں کو ایک طرف بھلا ڈال کر دیا، اور یوحنا کو بیت المقدس کا تبرک بنا کر بھیجا، یوحنا نے بادشاہ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ حلقہ دہنی مجلس کے ۶۳۰ پادریوں پر لعنت بھیجے گا، لیکن جب بیت المقدس پہنچا تو اس کے پاس کچھ راہب جمع ہوئے، اور انھوں نے کہا کہ تم اپنے آپ کو سوزس کی بات ماننے سے بچاؤ، اور حلقہ دہنی مجلس کی جانب سے لڑائی کرو، ہم تمہارا ساتھ دیں گے، چنانچہ یوحنا نے اس کام کے لئے ان سے عہد کر لیا اور بادشاہ کی مخالفت کی، بادشاہ کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے ایک افسر بھیجا اور حکم دیا کہ وہ یوحنا کو حلقہ دہنی مجلس کی بات ماننے سے روکے اور اگر وہ نہ مانے تو اس کو کرسی سے ہٹا دے، پھر وہ قائم کیا، اور اس نے یوحنا کو قید میں ڈال دیا، یوحنا کے پاس قید میں کچھ راہب گئے اور اس سے کہا کہ تم قائم سے اس بات کا اقرار کرو کہ میں تمہارے کہنے کے مطابق ضرور عمل کروں گا، پھر جب وہ وقت آئے تو تم کو کہ پہلے راہب لعنت بھیجیں، اس کے بعد میں بھیجوں گا، چنانچہ یوحنا نے ایسا ہی کیا، اور دس ہزار راہب جمع ہوئے، جن میں مدرس، خنم، اور

ٹسے بڑے عبادت گزار تھے، انہوں نے مل کر، اولیسوس، سورس، نسطورس اور مقلدونتی مجلس کے مخالفین پر نسلت بھیجی۔ یہ دیکھ کر بادشاہ کا قہقہہ رہا، اس سے گھبرایا، پھر پندرہ بادشاہ تک پہنچی، سو اس نے یوخا کو ہٹانے کا ارادہ کیا۔

اس کے بعد مابب اور پادری جمع ہوئے، اور انہوں نے بادشاہ کے پاس یہ خط لکھا کہ وہ سورس اور کسی بھی مخالف کی بات نہیں مانیں گے، خواہ وہ قتل ہی کیوں نہ کر دیئے جائیں، اور یہ فریاد کی کہ وہ انہیں تکلیف پہنچانے سے رک جائیں، اذھر دوسرے کے تبرک نے بادشاہ کے پاس خط لکھا، جس میں اس کے قتل کو قبیح کہا اور اس پر نسلت کی، اس طرح یہ مجلس بھی ایک دوسرے پر نسلت طامت کرنے ہی پر ختم ہوئی۔

سورس کا ایک شاگرد تھا، جس کا نام یعقوب تھا وہ بھی سورس ہی کی بات کہتا تھا، اس کو یعقوب برادری کہا جاتا تھا، اسی کی طرف، الیسا قبرہ - فرقہ منسوب ہے۔ اس نے نصاریٰ کی کتاب "الامانہ" کو فاسد کر دیا۔ پھر انسطاس کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کی جگہ قسطنطین بادشاہ بنا، اس بادشاہ نے ان تمام کو اپنی جگہ پر لوٹا دیا، جس کو انسطاس نے بٹا دیا تھا، پھر مابب جمع ہوئے، اور انہوں نے بادشاہ کا خط پڑھ کر سنایا، اور خوب اچھی امید منائی، نیز ۶۳ پادریوں کی مقلدونتی مجلس کو ثابت کیا، اس کے بعد دوسرا شخص بادشاہ بنا، اس وقت اسکندریہ میں یعقوبیہ کا زور تھا، اس نے بوس نامی اپنے ایک تبرک کو قتل کر دیا، جس کا تعلق، ملکیہ - فرقہ سے تھا، چنانچہ بادشاہ نے اپنے ایک قائد کی ماتحتی میں اسکندریہ میں ایک بڑا لشکر بھیجا، وہ قائد کنیر میں تبرک کے کپڑے میں داخل ہوا اور پیش قدمی کر کے نذرانہ پیش کر دیا، لوگوں نے اس پر ہتھیار سائے اور قریب تھا کہ اس کو مار ڈالتے، لیکن وہ پلٹ گیا، پھر تین دن کے بعد اس نے لوگوں سے یہ ظاہر کیا کہ اس کے پاس بادشاہ کا خط آیا ہے، اور گھنٹی بجائی تاکہ لوگ آوارے کے دن کینے میں جمع ہو جائیں۔

چنانچہ اسکندریہ میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو بادشاہ کا خط سننے نہ آیا ہو، اس نے اپنے اور اپنے

لشکر کے درمیان ایک علامت مقرر کی اور حکم دیا کہ جب وہ ایسا کرے گا تو لوگوں کو تلوار سے کاٹنا شروع کر دیں گے، پھر منبر پر چڑھا اور کہا، اے اسکندریہ کے لوگو! اگر تم من کی طرف لوٹ آئے، اور عاقبتہ کی بات چھوڑ دی، تب تو میرے درنہ تمہاری جانب بادشاہ ایک ایسا لشکر بھیجے گا جو تمہیں قتل کر ڈالیں گے۔ یہ کہنا تھا کہ لوگوں نے اس پر پتھر پھینکا شروع کیا، یہاں تک کہ اسے اپنے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہوا پھر اس نے اپنے لشکریوں کے سامنے وہ علامت ظاہر کی، اور انہوں نے کینہ کے اندر اور باہر تمام لوگوں کا قتل عام شروع کر دیا، یہاں تک کہ پورا لشکر خون میں ڈوب گیا اور بہت سے لوگ ان سے بچ کر جھاگ نکلے اور علیہ کا قول غالب ہو گیا۔

آٹھویں مجلس

اس مجلس کے بعد اور حلقہ دہنی مجلس (جس میں مقبولہ پر سنت کی گئی تھی) کے ایک سو تین سال بعد ان کی آٹھویں مجلس منعقد ہوئی، اس مجلس کے انعقاد کا دور یہ ہونی کہ شہر "نج" (جو حلب سے قریب اس کا ایک مشرقی شہر ہے، اور اب دھنس چکا ہے) کے راجہ نے تنازعہ کا نظریہ پیش کیا اور قیامت کا انکار کیا، اسی طرح مقام "با" مصیفہ، اور اس کے علاوہ دوسری جگہوں کے پادریوں نے کہا، کہ مسیح کا جسم خیال ہے، حقیقت نہیں چنانچہ بادشاہ نے ان کو قسطنطنیہ میں جمع کیا، قسطنطنیہ کے مہرک نے ان سے کہا کہ اگر مسیح کا جسم خیال مانا جائے تو ان کے قول و فعل کو بھی خیال ماننا واجب ہے، یہاں نہیں، بلکہ ہر انسان کا جسم دکھائی دیتا ہے اور اس کا قول و فعل خیال ہوگا، پھر نیج کے پادری سے کہا کہ مسیح موت کے بعد دوبارہ کھڑے ہو چکے ہیں اور انہوں نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ اسی طرح حساب کے دن لوگ کھڑے ہوں گے اور انجیل میں انہوں نے فرمایا ہے کہ قیامت جب قریب آنے لگی، تو قبروں میں مدفون لوگ ابن اللہ کی باتوں کو سنیں گے اور اس پر لڑیکہ کہیں گے، تو تم کیسے کہتے ہو کہ قیامت نہیں آئے گی، یہ کہنے کے بعد

قسطنطنیہ کے پادری نے پھران پر لعنت در سوائی واجب کی، اور بادشاہ نے حکم دیا کہ پادریوں کا ایک مجمع اکٹھا ہو، جس میں ان لوگوں پر لعنت کہی جائے، پھر اس نے تمام شہروں کے تبارک کو بلا بھیجا چنانچہ ایک سو چونتیس پادری اس مجلس میں اکٹھا ہوئے، اور قسطنطنیہ کے پادری کی اس بات کو برقرار رکھا کہ مسیح کا جسم حقیقت ہے، خیال نہیں اور وہ الہام اور انسان تام ہیں، ان کی دو طبیعتیں اور مشیتیں ہیں، ان کے دو فعل ہیں اور ذات ایک ہے۔

پھر صلقتونی مجلس کو ثابت کرنے کے بعد انھوں نے ان چار مجلسوں کی بھی تائید کی جو ان سے پہلے ہوئی تھیں، انھوں نے یہ اقرار کیا کہ دنیا فانی اور قیامت کا وقوع یقینی ہے، حضرت مسیح بڑی عزت کے ساتھ آئیں گے اور تمام اعیانہ و احوال کو اپنا فرمانبردار غلام بنائیں گے، جیسے کہ تین سو اٹھارہ ۳۱۸ پادریوں نے کہا تھا۔

نویں مجلس

پھران کی نویں مجلس معاویہ بن ابی سفیان کے زمانے میں منعقد ہوئی، جس میں انھوں نے آپس میں ایک دوسرے پر لعنت بھیجی، اس مجلس کے انعقاد کی ضرورت اس بنا پر پڑی کہ رومیہ میں ایک قدیس رہا سب رہتا تھا۔ (قدیس نصاریٰ کے نزدیک مقبول خدا شدہ کے معنی میں ہے) جس کا نام مقلس تھا، اس کے دو شاگرد تھے، وہ قسطنطامی ولی کے پاس آیا اور اس کو اس کے برے مذہب اور کفر بزرگ کو ترویج کرنے لگا، قسطنطامی حکم دیا کہ اس کا ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ لیا جائے چنانچہ اس کے اور اس کے ایک شاگرد کے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ لئے گئے اور دوسرے شاگرد کو کوڑے مار کر بھاگا دیا گیا، یہ خبر قسطنطنیہ کے بادشاہ تک پہنچی تو اس نے گورنر کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ وہ فاضل پادریوں کو اس کے پاس بھیج دے، تاکہ وہ اس سے اس کی محبت کی وجہ دریافت کرے اور یہ معلوم

کرے کہ کس شخص نے یہ بات پہلے کہی ہے تاکہ جتنے بھی سنت کے مستحق آہا، قدسین میں سب کو دور کر دے
چنانچہ گورنر نے ۱۴۰ پادریوں اور تین شمامہ کو اس کے پاس بھیجا، جب یہ لوگ قسطنطنیہ پہنچ گئے تو بلا
۱۴۱ مزید پادریوں کو اکٹھا کیا، اس طرح تین سو آٹھ پادری ہو گئے، ان لوگوں نے شمامہ کو گیموں میں پسینے
کے لئے ڈال دیا، اس مجلس کے رئیس قسطنطنیہ اور اناطولیا کے تبرک تھے اور بیت المقدس و اسکندریہ کا کوئی
تبرک نہیں تھا، ان لوگوں نے مل کر گذشتہ تمام قدسین پر ایک ایک کا نام لے کر لعنت بھیجی جنہوں نے انکی
مخالفت کی تھی، اور ان لوگوں پر بھی لعنت بھیجی جنہوں نے یسوع مسیح کے لئے ایک ہی مشیت ثابت کی تھی
پھر جب ان لوگوں پر لعنت کر چکے تو ۱۴۲ الامانہ کی تمغیں کرنے بیٹھے اور کہا کہ ہم ایمان لاتے ہیں کہ طبیعت
الہی سے پیدا ہونے والے خدا کے تنہا بیٹے جو ازلی اور دائمی کلمہ ہیں اور جو ہر میں باپ کے برابر ہیں، وہ ہم
رب یسوع مسیح ہیں، جن کی دو ممکن طبیعتیں ہیں اور دو فعل اور دو مشیت ہے۔ لیکن ان کی ذات اور
شخصیت ایک ہی ہے ممکن ان کے اندر طبیعت الہی بھی پائی جاتی ہے اور طبیعت انسانی بھی، اس کے
علاوہ انہیں زول کی بھی گواہی دی جن کی حلقہ دونی مجلس نے گواہی دی تھی، یعنی یہ کہ مسیح جو بذات خود الٰہ ہیں
اور ابن الٰہ بھی وہ آخری ایام میں مریم اللہ کی مقرب سے مل گئے اور دونوں نفسوں سے مل کر انسانی شکل میں
نمودار ہوئے، اور یہ صرف بندوں پر رحم کرنے کی غرض سے کیا تھا، ایسا کرنے سے ان میں کسی قسم کی خرابی لازم
نہیں آئی نہ وہ ذات خداوندی سے علیحدہ ہوئے اور نہ اپنے ازلی مقام سے ہٹے، اور نہ ہی صرف انسانی طبیعت
میں مشعل کر رہ گئے، بلکہ ان کی ذات ایک رہی لیکن دونوں طبیعتیں مکمل طور پر ان کے اندر موجود ہیں اور
دونوں ایک ساتھ کام کرتی ہیں، اسی طرح دو مشیتیں ہیں جو باہم متعارض نہیں ہیں، وہ انسان کے مثل کام
کرنے پر پوری طرح قدرت رکھتے ہیں، اور خدائی کام پر بھی مفرض کہ وہ مکمل الٰہ ہیں اور مکمل انسان بھی
اس طرح انہوں نے حلقہ دونی مجلس کی باتوں پر گواہی دی اور ان چیزوں کو برقرار رکھا جو ان سے پہلے پانچویں
مجمع میں کہا تھا، پھر کچھ لوگوں پر لعنت بھیجی، پانچویں مجلس اور اس مجلس کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے۔

دسویں مجلس

پھر ان کی دسویں مجلس بادشاہ کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے کے زمانے میں ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ چھٹی مجلس کے لوگ جمع ہوئے اور یہ دعویٰ کیا کہ ان کا اجتماع باطل پر تھا، چنانچہ بادشاہ نے ایک سو تیس پادریوں کو جمع کیا، ان لوگوں نے چھٹی مجلس کے قول کو ثابت کیا اور اس کی مخالفت کرنے والوں پر لعنت بھیجی، پھر واپس چلے گئے، اس طرح سے تو نصاریٰ کے ان علماء کی مجلسیں ختم ہوئیں، جو ان کے ہمبر و رہنما اور دین کے ناقلین تھے، اور جن کی باتوں کو مستأخرین اپنے لئے دلیل بنا لیتے ہیں۔ ان دس مشہور مجلسوں میں شرکت کرنے والے پادریوں کی تعداد تقریباً ۱۲ ہزار ہے، لیکن ان میں سے ہر ایک نے دوسرے پر لعنت بھیجا، اور کفر کی ہے، غرضیکہ ان کے دین کی بنیاد ہی لعنت و طاعت کرنے پر قائم ہوئی اور ان کے تمام لوگ لاشن و طعون ہیں۔

اگر دین نصرا نیت ایک ایسی قوم پر پیش کی جائے جو معبود کو نہ پہچانتے ہوں تو وہ اس کے قبول کرنے سے رک جائیں گے

جب یہ حالت ان کے متقدمین کی تھی کہ وہ آخری وقت تک اپنے معبود کی صحیح تعین نہ کر سکے اور نہ کسی ایک قول پر قائم رہ سکے، بلکہ ہر ایک نے اپنی خواہشات کو معبود بنا کر غیر کے قول سے برأت ظاہر کی اور اس کی شخصیت کو ہدف طاعت بنایا، اور خود لاشن و طعون بن کر حیران و پریشان رہے۔ حالانکہ ان کا زمانہ حضرت مسیح سے قریب تھا، ان میں اچھے لوگوں کا وجود تھا، انہیں حکومت و اقتدار حاصل تھا، ان کے علماء کی کثرت تھی، اور دین کے اہتمام میں مختلف مجلسیں منعقد ہوا کرتی تھیں۔

تو جھلکتا دکراں گراہ حیرت زدہ لوگوں کے نولاد کی کیفیات ہونگی، جن کا زمانہ بہت بعد کا ہے اور جنہوں نے اپنے دین کو عرف کا جنوں سے حاصل کیا ہے۔ اور جو چوپایوں سے بھی بدتر لوگ ہیں، جن کی شہادت قرآن نے دی ہے۔

إِنَّ هُمُ الْأَعْمَىٰ لَأَنفَارِ بِلَدٍ هُمُ
أَخْلَدُوا سَبِيلًا (الفرقان - ۲۲)

یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے
بھی گراہ ہیں۔

دوسری جگہ ہے :-

يَا هَلْ أَلَبَسَ الْكُتُبَ لَا تَقُولُوا فِي دِينِكُمْ
خَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ
قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا
كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ مَوَازِئِ السَّبِيلِ
(المائدة - ۷۷)

اے اہل کتاب تم حق کے علاوہ اپنے دین میں غلو نہ
کرو، اور اس قوم کے خواہشات کی اتباع نہ کرو
جو پہلے ہی سے گمراہ ہو چکے ہیں، نیز انہوں نے بہت
سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے اور سیدھے راستے
سے ہٹ گئے ہیں۔

یہ حالت تو اس گمراہ اور ملعون امت کی ہے جن کے گمراہ ہونے کی گواہی اللہ اور اس کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے کی گواہی خود انہوں نے اپنے نفسوں پر
دی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان پر لعنت کی ہے، آپ نے فرمایا :-

لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا
قبورا انبياءهم مساجد يحذر
ما فعلوه

اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت بھیجے انہوں نے
اپنی نبیوں کی قبروں کو مسجد گاہ بنالیا، آپ یہ
کہہ کر لوگوں کو ان کے فعل سے روکنا چاہتے تھے۔

حالا کہ ان کی کتاب ایک ہے، ان کا رب ایک ہے، ان کا نبی ایک ہے، ان کا دعویٰ ایک ہے اور
تمام کے تمام لوگ حضرت مسیح اور انجیل نیز ان کے شاگردوں کے قول ہی کو اپنے لئے دلیل دینا دانتے ہیں، پھر
ان میں اتنا زبردست اختلاف ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ وہ الٰہ ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ الٰہ کے بیٹے ہیں، بعض

کہتے ہیں کہ تین میں سے ایک ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ بندے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک شخص اور ایک طبیعت ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ دو شخص اور دو طبیعت ہیں، اس کے علاوہ بھی بہت سے اقوال ان کے اسلاف نے کہا ہے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں

لہذا ان کے اس گھناؤنے مذہب کو اگر کسی ایسی قوم کے سامنے پیش کیا جائے جو محمود کی معرفت سے کورے ہوں، تو یقیناً اس کا انکار کر دیں گے، اور اس کے مقابلے میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کو دیکھا جائے تو فوراً ان الدین عند اللہ الا سلام، کا علم یقینی ہوگا، جو عموماً و مشاہدات سے بھی بڑھ کر ہوگا۔

نبی کریمؐ کی نبوت کا انکار کر کے کسی نبی پر ایمان لانا ممکن نہیں

محمدؐ کے معجزات سب سے بڑے اور سب سے زیادہ دلالت کرنے والے ہیں! نبی کریمؐ کی نبوت پر ایمان لانے بغیر کسی دوسرے نبی پر ایمان لانا ممکن نہیں اور جس نے آپؐ کی نبوت کا انکار کیا اس نے گویا تمام نبیوں کی نبوت کا انکار کیا اس دھوے کی کئی دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل یہ کہ قطعی طور پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انبیاء سابقین نے آپؐ کے نبوت کی بشارت دی ہے اور اپنے امتوں کو آپؐ کی تصدیق کرنے اور ایمان لانے کا حکم دیا ہے، لہذا انبیاء کرام کے قول کی تصدیق کے لئے آپؐ کی تصدیق لازم ہوگی اور اس لازم کے مفقود ہونے سے لزوم کا حصول محال ہوگا۔ بلکہ آپؐ کی تکذیب سے عین انبیاء سابقین کی تکذیب اور انکی حکم عدولی ہوگی۔

دوسری دلیل یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت بھی وہی تھی، جو آپؐ سے پہلے تمام انبیاء کی تھی، اور آپؐ بھی وہی چیز لائے تھے جو تمام انبیاء لائے تھے، لہذا اگر آپؐ کو کسی نے جھوٹا نبی کہا، تو اس نے آپؐ کی باتوں کو باطل ٹھہرایا، اور آپؐ کی باتوں کو باطل ٹھہرایا۔

تمام انبیاء کی دعوت کو باطل ٹھہرانے والا ہے۔ کیونکہ آپ کی دعوت اور تمام انبیاء کی دعوت ایک ہی تھی۔ اور یہ ممکن نہیں کہ آپ کی باتوں کو تو وہ سچا سمجھے، لیکن آپ کی ذات کو جھوٹا سمجھے، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ کچھ لوگ کسی شخص کے سامنے کسی چیز پر سچی گواہی دیں، وہ مضمحل ان کی باتوں کو سن کر کہے کہ انہوں نے بالکل سچی گواہی دی ہے اور یہ لوگ صادق و عاقل ہیں۔

پھر ایک دوسرا شخص انہیں کے مثل بالکل گواہی دے، تو ختم کہے کہ یہ بالکل جھوٹی بات ہے اور یہ جھوٹا آدمی ہے، تو گویا اس نے پہلے لوگوں کی سچی تکذیب کی، اور اس آدمی کی تکذیب کر کے بقیہ لوگوں کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔

لہذا جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسبوٹ نہ ہونے سے تمام انبیاء کی نبوت باطل ہو جاتی ہے اسی طرح آپ کی تصدیق نہ کرنے سے تمام انبیاء کی تصدیق محال ہو جاتی ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ وہ آیات و براہین جو کسی نبی کے نبوت کی سچائی پر دلالت کرتی ہیں، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر پہلے انبیاء کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ اور بدرجہ اتم موجود تھیں، جن میں سب کے سب اگرچہ اسی جنس کی نہیں تھیں، لیکن اپنے روشن دلالت کی بنا پر ان سے بڑھ کر تھیں، ان معجزات و آیات کی نقل آپ سے ہر اعتبار سے صحیح ثابت ہے اور ان کا انکار کرنا ایسے ہی ہے، جیسے کہ آپ کا وجود و ظہور اور آپ کے شہر کا انکار کر دیا جائے اور یہ سراسر مکابرہ ہوگا، جیسے کہ کوئی آدمی کسی شہر، پہاڑ اور ملک کا وجود محض اس بنا پر انکار کر دے کہ اس نے ان کو دیکھا نہیں ہے، حالانکہ ان کے وجود کا بہت سے لوگ مشاہدہ کر چکے ہیں۔

لہذا اگر اس طرح کی واضح چیزوں کا انکار اور ان میں شک کرنا لوگوں کے لئے درست ہے تو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کی نبوت اور ان کے معجزات کو سچی انکار کرنا درست ہوگا، اور اگر ان کی نبوت و معجزات میں شک کرنے کی گنجائش نہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت معجزات و براہین میں بدرجہ اولیٰ شک کرنے کی گنجائش نہیں ہو سکتی، اسی بنا پر جب بعض علماء یہ ہونے دیکھا کہ نبی کریم کی

مکذیب کرنے سے خرت موسیٰ پر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا، تو انہوں نے تمام لوگوں کی تکذیب کر دی اور
کہنے لگے۔

مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّثْنًا فَمِنْ قَبْلِهِ

اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں نازل کی۔

جیسے کہ اللہ کا ارشاد ہے :

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۗ إِذْ

اور ان لوگوں نے اللہ کا بہت غلط اندازہ لگایا

قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّثْرًا

ہے، جب کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں

فَقِيلَ قَوْلًا مِنْ أَنْزَلَ إِلَيْنَا الْكِتَابَ الَّذِي

کیا ہے، ان سے پوچھو، پھر وہ کتاب جسے موسیٰ

جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى

علیہ السلام لائے تھے، جو تمام انسانوں کے لئے

لِلنَّاسِ تُبْعَلُونَ ۗ فَسَوَّاهُمْ

روشنی اور ہدایت تھی، جسے تم پارہ پارہ کر کے

تَبَدُّدْتُمْهَا وَتُخْفُونَ كِتَابَ اللَّهِ ۗ

رکتے ہو، کچھ دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپاتے ہو

عَلَيْكُمْ كَمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۗ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ

اور جس کے ذریعے سے تم کو وہ علم دیا گیا جو تمہیں

أَبَاؤُكُمْ قُلِ اللَّهُ فَعَزَّزَهُمْ

عاصل اور نہ تمہارے باپ دادا کو، اور اس کا نازل

فِي قُلُوبِهِمْ وَلِيَجْزِيَ

کرنے والا کوئی تھا بس اتنا کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ

(الانعام - ۹۳)

اپنی دلیل بازوؤں سے کھیلنے کے لئے چھوڑ دو،

سید بن جبیر فرماتے ہیں کہ یہود کا ایک آدمی جس کا نام ملک بن عیف تھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے حجت بازی کرنے لگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا

کہ میں تم کو اس ذات کی قسم دیکر پوچھتا ہوں، جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توہمات نازل کی ہے، کیا تو لوطہ

معاہدہ لگائے نہیں کہ اللہ موسیٰ علیہ السلام سے بغض رکھتا ہے، وہ یہود ایک موٹا عالم تھا، چنانچہ ناراض ہو گیا

اور کہنے لگا، خدا کی قسم اللہ نے کسی شخص پر کوئی چیز نہیں نازل کی ہے، اس کے اصحاب نے کہا، تمہاری

برہادری ہو، کیا لوگ برہمی نہیں، اس نے پھر کہا، خدا کی قسم، اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں نازل کی بلکہ

یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ) یہ مکررہ کا قول ہے۔

مخبر بن کعب کہتے ہیں کہ کچھ یہودی نبی کریم کے پاس آئے، آپ اس وقت اپنی بیٹھ اور پنڈلیوں کو کسی کپڑے سے باندھ کر بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے کہا، اے ابوالقاسم کیا آپ ہمارے پاس ایسی کتاب نہیں لائیں، جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ عزوجل کے پاس سے تختیاں اٹھا کر لائے تھے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

يَسْئَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُنزِلَ
عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِنَ السَّمَاءِ فَقَدْ
سَاءَ لِقَاءُ الْمُؤْمِنِيِّ أَكْثَرِينَ ذَالِكَ
(النساء - ۱۵۳)

اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے
اوپر آسمان سے کوئی کتاب نازل کی جاتی ہو
انھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بڑھ کر
سوال کیا تھا۔

یہود کا ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ اللہ نے نہ آپ پر اور نہ ہی موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام یا اور کسی شخص پر کوئی کتاب نازل کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جہود یعنی وہ کپڑا جس سے بیٹھ اور پنڈلیوں کو ہلا کر باندھے ہوئے تھے، کو کھولا اور کہنے لگے، اور کسی پر بھی نہیں، مجھ پر اور ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ آیت قریش کے مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی، کیونکہ انھوں نے ہی اہل رسالت کا انکار کیا تھا اور رسولوں کی کتاب کی تھی، ان کے مقابلے میں اہل کتاب نے موسیٰ اور عیسیٰ کے نبوت کا انکار نہیں کیا تھا، یہی قول ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور اس کو سب سے درست اور بہتر بتایا ہے، کیونکہ یہ آیت اسی سیاق میں لائی گئی ہے، جہاں قریش کے بارے میں خبری گئی ہے، اور یہ یہود کا وہاں کوئی ذکر نہیں ہے۔

لہذا اس کو مشرکین کے حق میں ماننا زیادہ مناسب ہے، نسبت یہود کے حق میں ماننے سے۔
دوسری بات یہ کہ یہود کا یہ دین نہیں تھا، جس کی خبر اس آیت میں دی گئی ہے کہ اللہ نے کسی رسول پر

کوئی کتاب نازل نہیں کی، بلکہ وہ صحفِ ابراہیم و موسیٰ اور حضرت داؤد کے زبور کا اقرار کرتے تھے۔ پھر اس صورت میں شروع سے لے کر آیت تک بت پرست مشرکین ہی کے بارے میں خبر دی گئی ہے، اور آیت کریمہ (وَمَا تَقْدِرُوا عَلَى اللَّهِ حَقَّ قَدْرٍ لَّآ) ان آیتوں سے ظاہر نہیں، بلکہ ان سے متصل ہے اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ یہ سورہ مکی ہے، جس میں عرب کے زنادق و جو اصل نبوت کے منکر تھے، ان کے بارے میں خبر ہے۔

لیکن اس بار یہ اعراض پڑتا ہے کہ اگر اس آیت کو یہود کے حق میں نہ مانا جائے بلکہ مشرکین کے حق میں مانا جائے، تو یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ ایک ایسی چیز کو بیان کر کے ان کی تردید کی جائے اور عبت پجڑی ہائے جس کا اقرار بھی وہ نہیں کرتے تھے، یعنی مشرکین حضرت موسیٰ کی توہات کو بھی نہیں مانتے تھے تو پھر ان کو مخاطب کر کے یہ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے کہ کس ذات نے موسیٰ پر توہات نازل کی، جس کو تم پاہ پارہ کر کے رکھتے ہو، کچھ دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپاتے ہو۔

خاص طور سے تجملوں، مخاطب کا میغز پڑھنے سے تو یہود کے سوا کوئی دوسرا مراد ہو ہی نہیں سکتا لہذا معلوم ہوا کہ یہاں یہودی مخاطب ہیں، جن کی یہ فعلت تھی کہ وہ اپنی خواہشات کے طر موافق احکام توہات کو چھپا دیتے اور بقیہ کو ظاہر کرتے، تو توہات کے جس حصے کا وہ اقرار کرتے، اسی کو دلیل بنا کر ان کے خلاف حجت قائم کی گئی ہے، پھر انہیں اس بات پر زبرد تواریح کی گئی ہے کہ انہوں نے اللہ و رسول کی خیانت کر کے اس کے بہت سے احکام کو چھپا لیا ہے اور کچھ کو ظاہر کیا ہے، لہذا جب وہ بعض کو چھپا رہے ہیں، باوجودیکہ وہ قطعی طور پر یہ جانتے ہیں کہ یہ بھی اللہ ہی کی جانب سے ہے تو گویا انہوں نے بالکل اصل رسالت ہی کا انکار کر دیا، پھر ان کے خلاف یہ کہہ کر عبت قائم کی گئی کہ اگر تم نبوت و رسالت کا انکار کرتے ہو تو آفرودہ وحی کی باتیں نہیں کہاں سے معلوم ہوئیں جس کو تم جانتے ہو، علاوہ اس سے پہلے تمہیں معلوم تھا اور نہ تمہارے آباء کو، پھر اللہ رب العالمین نے اپنے رسول پاک کو حکم دیا کہ وہ اس سوال (مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ) کا جواب دیں اور کہیں کہ اللہ نے نازل

کیا ہے، پھر انہیں اپنی دلیل بازیوں سے کھیلنے کے لئے چھوڑ دیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے ان مشرکین کے خلاف ایسی چیز کو حجت بنایا ہے، جس کا اقرار ان سے زیادہ صاحب علم و بعیرت، کتب الہیہ، اور علوم دینیہ کے حامل یہود و نصاریٰ کرتے تھے اور فرمایا کہ اگر تم اصلی نبوت کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہو کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی ہے، تو یہ یسوی کی کتاب جس کا اقرار تم سے زیادہ علم رکھنے والے اہل کتاب کہتے ہیں، وہ کہاں سے نازل ہوئی لہذا اگر نہیں جانتے ہو تو اہل کتاب سے پوچھ لو، اس طرح کی مثالیں قرآن میں بہت سی ہیں، جس میں اللہ رب العالمین نے منکرین نبوت و توحید کے خلاف اہل کتاب کی گواہی پیش کی ہے اور اللہ رب العالمین کا قول (تَجْعَلُونَهُ قَدَاطِیْسًا) میں دو قرأت ہے، کچھ لوگوں نے جھگڑوں (سی کے ساتھ) پڑھا ہے۔ لہذا یہ غائب کا صیغہ ہے، جو یہود کے بارے میں ظاہر ہے اور کچھ لوگوں نے تجملون (ت کے ساتھ) پڑھا ہے، لیکن یہ خطاب ان مشرکین کو نہیں ہے، جنہوں نے یہ کہا ہے کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی بلکہ یہ مشرکین کے قول کے مثل اور اسی کے مشابہ یہود کے قول کی تکرار ہے، جو تورات کے بعض احکام کو چھپاتے تھے اور بعض کو ظاہر کرتے تھے ان سے کہا کیا تم اس گمان میں ہو کہ مشرکین ہی اصل ملت کا انکار کرتے ہیں، بلکہ تم بھی تو اس کے بہت سے احکام کو چھپاتے ہو، لہذا ان سے کم مجرم نہیں ہو۔

اس طرح اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق بھی ہے کیونکہ آپ یہود اور ان کی کتابوں کے بارے میں ایسی چیزوں کی خبر دے رہے ہیں، جو صرف وحی کے ذریعہ جانی جاسکتی ہیں اور اس طرح کی مثالیں قرآن میں بہت سی ہیں جس میں ایک کلام کو بیان کیا گیا ہے، پھر اسی کے مثل دوسرا کلام لے آیا گیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ

مِّنْ طِينٍ ۝ ذُقْ مِمَّا كَفَّرْنَا عَنْكَ فِي

ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا پھر اسے

ایک مٹھی بھنگ ٹپسی ہوئی لوند میں تبدیل کیا

قَرَارٌ مَكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ
عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً

پھر اس بوند کو ہم نے قطرے کی شکل دی پھر
قطرے کو بولٹی بنا دیا۔

(المؤمنون - ۴۲)

آیت کریمہ میں پہلے حضرت آدم کی پیدائش کا ذکر ہے جن کو اللہ رب العالمین نے مٹی کی ٹھیکری سے
پیدا کیا، پھر اس کے بعد ہی آدم کے پیدائش کی حقیقت بیان کی، جن کو نطفے سے پیدا کیا ہے، اور ایک ہی
لفظ کے ساتھ ضمیر تمام لوگوں کے لئے استعمال کیا ہے۔
اسی طرح اللہ رب العالمین کا یہ قول بھی ہے:

وہ اللہ ہی ہے جس نے ہمیں ایک جان سے
پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا
تاکہ اس کے پاس سکون حاصل کرے، پھر جب
مرد نے عورت کو ڈھانپ لیا تو اسے ایک خیف سا
عمل رہ گیا جسے لئے وہ پلٹی پھرتی رہی، پھر جب
وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں نے مل کر اللہ سے اپنے رب
سے دعا کی کہ اگر تو نے ہم کو اچھا سا بچہ دیا تو ہم شکر
گزاروں میں سے ہوں گے جب اللہ نے ان کو نیک
لڑکا دیا تو اس کی بخشش عنایت میں دوسروں کو اس کا
شکر ٹھہرانے لگا اللہ رب بلند درجہ ہے، ان شرکاء بائوں
سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ
وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا
لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ
حَمْلًا نَخْفِيًا فَانفَرَّتْ بِهِ قَلَمًا
أَلْقَتْ دَعْوًا اللَّهُ رَبَّيْهَا لَنْ
أَسْتَأْذِنَ صَالِحًا لَنْ كُنْتُ مِنَ
الشَّاكِرِينَ ۝ فَلَمَّا أَضْمَمَ صَالِحًا
جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ مِنْهَا فَوَسَّوْا
فَعَلَى اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ

(الاعراف - ۱۸۹-۱۹۰)

اسی کے مشابہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے۔

اگر ان لوگوں سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کو

وَلَمِنْ سَاءَ لَتَهُمْ مِمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ

وَالْأَرْضُ يَنْقُورُنَّ خَلْقَهُنَّ الْعَالَمِينَ
 الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ مَهْدًا
 وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَعَلَّكُمْ
 تَهْتَدُونَ وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ
 السَّمَاءِ مَاءً لِيَقْدَرُوا فَاكْفُرُوا
 بِهِ بِلَدِّكُمْ مِثْلًا كَذَلِكَ نُخْرِجُكُمْ
 (الزخرف - ۱۰، ۱۱)

کس نے پیدا کیا ہے تو یہ خود کہیں گے کہ انہیں ابرو
 علیم ہستی نے پیدا کیا ہے، وہی جس نے تمہارے
 لئے اس زمین کو گہوارہ بنایا اور اس میں تمہارے
 لئے راستے بنا دیئے، تاکہ تم اپنی منزل مقصود کی
 راہ پاسکو، جس نے ایک خاص مقدار میں آسمان
 سے پانی اتارا، اور اس کے ذریعہ مردہ زمین کو
 ہلا اٹھایا، اسی طرح ایک روز تم زمین سے برآمد
 کئے جاؤ گے۔

‡

بہر حال دونوں صورتوں میں خواہ مشرکین مرد ہوں، یا یہود، یا یہ بات بالکل مستحق ہے کہ نبی کریم کی
 تکذیب سے تمام انبیاء کی تکذیب لازم ہوگی، اور کسی نبی پر ایمان لانا ممکن نہیں ہوگا اور جس نے انبیاء
 کی رسالت اور آسمانی کتابوں کی تکذیب کر دی اس کے بارے میں اللہ رب العالمین فرماتا ہے کہ اس
 نے اللہ کا حقیقی مرتبہ پہچانا نہیں بلکہ اس کے بارے میں غلط اندازہ لگایا اور اس کی جانب ایسی بات منسوب
 کی جو اس کی الہیت، بادشاہت، حکمت و رحمت کے خلاف ہے۔

اور اس کے متعلق یہ بدگمانی کی کہ اس نے مخلوقات کو بالکل عبث پیدا کیا ہے، غرض کہ اس نے
 اللہ کے لئے صفات نقص کو ثابت کیا ہے اور اس کو اس کا حقیقی مقام دینے کے بجائے نیچے گرا دیا جبکہ
 اللہ تعالیٰ صفات کمال سے متصف ہے اور نقص سے منزوع ہے، اور یہ قدر ناشناسی ایسے ہی ہے
 جیسے کہ مشرکین غیر اللہ کی عبادت کر کے اس کے صفات کمال نعت جلال اور کتب آسمانی کے نزول نیز
 انبیاء کی بعثت کا انکار کرتے ہیں۔

نبوت کا انکار کرنا حقیقت میں خالق اور اس کے حقائق کا انکار کرنا ہے

اس سلسلے میں فلاسفہ جوس، نصاریٰ، یہود کی حیرانیوں کا بیان

اب تک یہ کہا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نہ ہوتی تو تمام انبیاء کی نبوتیں باطل ہو جاتیں اور آپ کی تکذیب سے تمام انبیاء کی تکذیب لازم آئے گی۔

اب ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی جاتی ہے، تو خدا کی ذات، اس کی حقیقت، اس کے صفات کمال، اس کی ربوبیت والوہیت، اس کی بادشاہت، غرضیکہ اس کے وجود کا بھی انکار لازم آئے گا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے سے خدا کی ذات و صفات کی معرفت ہرگز نہیں حاصل ہو سکتی، اس کی جانب ہم نے بیان کر وہ منظرے میں بھی اشارہ کیا ہے۔

کیونکہ آپ نے اللہ کی ذات اس کی صفات اس کے اسماء و افعال اس کے حقوق نیز اس کے طبعی بچے کی شناخت لوگوں کو کرائی ہے، لہذا جس نے آپ کی رسالت کا انکار کیا، اس نے آپ کے اس رب کا بھی انکار کیا، جس کی طرف آپ نے دعوت دی تھی اور جس کے حقوق کو پورا کرنے کا حکم دیا تھا۔

اور آپ کی تکذیب کر کے خدا کا اقرار و ایمان ہرگز نہیں حاصل ہو سکتا، جیسے کہ آخرت کی تکذیب سے خدا کا انکار لازمی ہے، ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَا تَعْجَبْ لَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ إِذَا
كُنَّا تَوَّابًا عَاثًا لَقِيَ خَلْقٌ حَبِيدِيَّةً
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ
اور اگر تمہیں تعجب کرنا ہے، تو تعجب کے قابل لوگوں
کا یہ قول ہے کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے
تو کیا ہم نے سر سے پیدا کئے جائیں گے، یہ وہ لوگ ہیں
جنہوں نے اپنے رب سے کفر کیا ہے۔ (الرعد - ۵)

سورہ کہف میں ہے :-

وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ
قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَذَا أَبَدًا
وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ
رُودَتْ إِلَى رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَعْمًا
مِنْهَا مُتَقَلِّبًا قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ
وَهُوَ يَحَادِرُهُ لَآ أَمْرَتُ بِالَّذِي
عَمَلْتَكَ مِنْ تَرَابٍ لَعَنَ مِنْ لُطْفَةِ
لَعْنَتِي وَرَجُلًا لَّيْسَ لَهُ اللَّهُ رَبِّي
وَلَا أَسْمَرَ لِي رَبِّي أَحَدًا

(المکھف - ۳۵، ۳۸)

وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور اپنے نفس کے
حق میں ظالم بن کر کہنے لگا۔ میں نہیں سمجھا ہوں
کہ یہ دولت کبھی فنا ہو جائے گی، اور مجھے تو یقین نہیں
کہ قیامت کی گھڑی آئے گی، تاہم اگر کسی بے
اپنے رب کے حضور پلٹا یا بھی گیا، تو ضرور اس سے
زیادہ شاندار جگہ پاؤں گا اس کے ساتھی نے لگھاکتے
ہوئے اس سے کہا کیا تو کفر کرتا ہے اس ذات سے
جس نے تجھے مٹی سے اور پرزخلف سے پیدا کیا اور تجھے ایک
پورا آدمی بنا کر کھڑا کیا، رہا میں، تو میرا رب وہی اللہ ہے
اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

اور آپ کی رسالت کا انکار کر کے دیگر ادیان کے ماننے والے لوگ حقیقت میں خدا کی معرفت
حاصل نہ کر سکے، جیسا کہ ان کے مقالات سے ظاہر ہے۔

مثلاً فلاسفہ جو حقائق کے ادراک کرنے میں صرفہ ماغ ہی کو کافی سمجھتے تھے، اور ہر چھوٹی بڑی
بات کو عقل سے پرکھنے کے عادی تھے، وہ نبوت کا انکار کر کے ملاکہ جن آفرت، صفات باری تعالیٰ
اس کے افعال کا امتزاج نہ کر سکے، بلکہ وہ حقائق جن کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، اور جن کے انکار کی گنجائش
نہیں ان میں بھی کسی کے اصل اور حقیقی حالت کو ثابت نہ کر سکے گویا کہ اللہ نے نبوت کے انکار کے نتیجہ
میں حقائق اشیاء کے ادراک کا مادہ ان سے سلب کر لیا تھا، جس سے وہ پانی ہوا، سورج وغیرہ
کی حقیقت کو بھی نہ سمجھ سکے۔

ان حقائق کے متعلق ان کے بیانات و مذاہب کو دیکھنے کے بعد یقینی طور پر یہ اندازہ ہوتا ہے گا۔

کہ وہ ان کے ادراک کرنے سے عاجز رہے ہیں۔

اور ان کا سارا علم و دریافت اس کا ایک معمولی جزء ہے، جو غیر پر معنی ہے۔ دوسری مثال بوس اور بت پرستوں کی ہے، جن میں بوس تو حد و درجہ گمراہ ہیں اور بت پرست نہ خالق کی حقیقت کو پہچان سکے نہ مخلوقات کی حقیقت کو، نہ شیاطین و ملائکہ کے درمیان تمیز کر سکے اور نہ روح طیبہ اور خبیثہ کے درمیان، نہ انھیں سب سے اچھی چیزوں کی معرفت ہوئی نہ سب سے بُری چیزوں کی، نہ کمالِ نفس کو جان سکے نہ گھٹیا نفس کو، اور ان نفوس کو کون سی چیزیں بناتی و سنوارتی ہیں، جن سے وہ کمال تک پہنچتا ہیں اور وہ کون سی چیزیں ہیں جو ان کو بدبخت و برا اور انجہالی گھٹیا و ذلیل بنا دیتی ہیں ان تمام چیزوں کے ادراک سے وہ کورے ہو گئے۔

تیسری مثال نصاریٰ کی ہے، جن کی خدا اور رسول کی قدر ناشناسی اور حقیقت کو دور و نزدیکاً بیان کر چکے ہیں کہ انھوں نے کس طرح اللہ کے ذات کو میوب و نقائص کا پلندہ بنایا ہے، اور اس کے رسول کی ذات کو صفات الہیہ کا پیکر ٹھہرایا ہے۔

جس آخرت پر وہ ایمان لاتے ہیں، وہ حقیقت سے کوسوں دور اور انبیاء و رسل کے اقوال کے مخالف ہے، ان کے نزدیک جنت میں کھانے پینے سے لوگوں کو کوئی سر دکا نہ ہوگا، نہ ان کے پاس یویاں اور حوریں ہوں گی، جن سے وہ دنیا کی طرح لذت حاصل کریں گے، اسی طرح نہ وہ اپنے نفس کی حقیقت اور اس کو بنانے بگاڑنے کے ذرائع و اسباب کو سمجھ سکے اور نہ اپنے خالق و رازق کے بارے میں سمجھ سکے نہ انبیاء کو سمجھ سکے اور نہ موجودات عالم کو، کہ وہ سب کے سب مخلوق و مصنوع ہیں اپنے خالق و مصلح کے محتاج ہیں اور جسے ان چیزوں کا علم نہیں اسے کسی چیز کا علم نہیں۔

یہودی حد درجہ بغاوت نقص عہد تحریف و حسد کا بیان

یہود انبیاء کے قاتل، سود خور اور تمام لوگوں سے بڑھکر گمراہ و

بہتان طراز ہیں۔

باقی بچے یہود تو اللہ نے ان کے اسلاف کی جہالت و بغاوت، فضیلت و گمراہی کا تذکرہ کر دیا ہے جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کے تافہین کی جہالت و فضیلت کی کیا حالت ہوگی۔ ان کی حد درجہ جہالت کا اندازہ صرف اسی سے لگانا کافی ہے کہ انہوں نے اللہ رب العالمین کی عظمت و جلال اور توحید کی ایسی رسی نشانیاں دیکھی تھیں، جن کو کسی نے نہیں دیکھا، لیکن اس کے باوجود بھی اس کی ذات کو چھوڑ کر انہوں نے اپنے ہاتھ سے سونے کا ایک بچھڑا بنایا اور اس کی پوجا شروع کر دی، اور عبادت بھی کی، تو ایسے جانور کی جس کی قلت فہم و بغاوت میں مثال دی جاتی ہے اور ایسے وقت میں جبکہ ان کے نبی ان کے درمیان زندہ ہی تھے۔

اور موجود بنایا بھی تو مقرب فرشتوں اور ارحام و ناطقین میں سے نہیں، بلکہ جمادات میں سے اور جمادات میں بھی جو اہر علویہ سورج چاند اور ستاروں کو چھوڑ کر جو اہر ارضیہ میں سے، اور جو اہر ارضیہ میں سے بھی زمین کے اوپر پائے جانے والے جو ہر شے پہاڑ وغیرہ کو چھوڑ کر زمین کے اندر پوشیدہ اور دھنسنے ہوئے جو ہر میں سے، اور اس میں بھی ایک ایسے جوہر سے جس کو مٹی میں ڈالا جاتا ہے، پھر مٹی کی جاتی ہے، پھر اس کے بعد میل کچیل کی معافی ہوتی ہے، تب جا کر کوئی چیز اس سے بنائی جاتی ہے، ان کے مقابلے میں ان جوہر کو چھوڑ دیا جو ان کاموں سے بالکل مستغنی ہیں، اور اس جوہر سے شکل بھی بنائی تو فرشتوں اور انبیاء اور زمین میں پائے جانے والے بلند ترین چیزیں پہاڑ وغیرہ کی نہیں بلکہ ایک حیوان کی

شکل اور حیوانات میں سے بھی اشرف و قوی حیوانات مثلاً ہاتھی، شیر وغیرہ کی نہیں بلکہ ایک بیوقوف لاپہار و مجبور کھیت میں جتنی کام کرنے والے رہٹ سے پانی نکالنے والے، اور اپنی جانب سے دفاع کی قوت نہ رکھنے والے، جانور کی شکل، لہذا انہیں اپنے معبود اپنے رسول اور حقانی موجودات کی کون سی معرفت حاصل ہے۔ اگر انہیں معرفت حاصل ہی ہوتی، تو حضرت موسیٰ سے یہ نہ کہتے تھے اِنَّ كُوْمِيْنَ لَكَ حَقِّيْ نُوْمِيْ اِنَّهٗ جَهَنَّمُ لَمِ مَوْسٰی ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے، جب تک تم ہمیں اللہ کے صاف صاف دکھا نہیں دو گے، اور یہ نہ کہتے۔ اِذْ هَبْتَ اَنْتَ وَ رَبُّكَ لِكَفَّارًا مَّوْسٰی ہاؤ تم اور تمہارا رب لڑائی کرو یہاں تک کہ انہوں نے کسی نفس کو قتل نہیں کیا، اور جس کو قتل بھی کیا، اس کو پھپھانے کی غرض سے ابواب البراء پر لے گئے اور وہیں پھینک دیا، اور سمجھے کہ جس طرح انسانوں کی نگاہوں سے ہمارا یہ فعل چھپ جانے لگا، اسی طرح خدا پر بھی مخفی رہے گا، حالانکہ ان کے نبی ان کے درمیان زندہ تھے، جن پر صبح شام دعائی نازل ہو رہی تھی۔

اگر وہ اپنے معبود کو پہچانتے تو اس کو اس طرح مخاطب نہ کرتے، اے ہمارے باپ تو اپنی نیند سے بیدار ہو جا، تو کتنا سونے گا۔

اگر وہ اپنے معبود کو پہچانتے تو انبیاء سے لڑائی نہ کرتے، نہ انہیں قتل کرتے نہ قید و جلا وطن کرتے اور نہ ہی محارم کے حلال کرنے اور فرائض کے ساقط کرنے پر مختلف قسم کا حیلہ کرتے، اگر وہ اپنے معبود کو پہچانتے تو معمار کے اعتبار سے اس کی تبدیلی احکام پر اعتراض نہ کرتے، جب کہ نظام عالم کی بقا کے لئے احکام کے تغذیہ میں احوال و ظروف زمان و مکان کی رعایت اسی طرح ناگزیر ہے، جیسے کہ طبیب کے لئے زمان و مکان احوال و ظروف کے اعتبار سے ادویہ و اغذیہ کا بدلنا ضروری ہے، ورنہ تباہی مچ جائے اور حالات و ظروف کی عدم رعایت جہاں طبیب کی جہالت کا ثبوت ہے، وہیں خالق کائنات کی حکمت و رحمت، قدرت و بادشاہت میں قاصر ہے۔

ان کی جہالت اور اپنے معبود و رسول نیز ان کے ادا کر کے عدم واقفیت کی انتہا یہ ہے کہ جب

ان سے کہا گیا کہ شہر میں جھک کر اور اللہ کے سامنے تواضع و انکساری کرتے ہوئے داخل ہو، اور یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے، تو وہ اللہ کے سامنے جھکنے کے بجائے چوڑے کے بل گھسیٹے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے داخل ہونے کے بانی میں آگے ہو، یہ تو اللہ کے سامنے ان کی تواضع و انکساری اور توبہ و استغفار ہے ان کی جہالت کی انتہا یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے ان کو اپنی قدرت و بادشاہت اور اپنے نبی کی صداقت پر عظیم سے عظیم تر نشانیاں دکھلائیں، مثلاً فرعون و قبطیوں کی خلاصی سے ان کو نجات دلایا لیکن پھر جب ان پر ایک کتاب نازل کی اور حکم دیا کہ اس کے احکام کو مضبوطی سے متھام لیں اور عمل کریں تو انہوں نے انکار کر دیا جس پر خدا نے پہاڑ اٹھا کر ان کے سروں کے اوپر بھگا دیا اور کہا کہ اگر تم قبول نہیں کرتے ہو تو پتھر کر دکھ دیں گے، تب جا کر انہوں نے تسلیم کیا۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ اللہ نے پہاڑ کو ان کے اوپر کر دیا، آگ کو ان کے سامنے کر دیا اور سمندر کو ان کے نیچے کر دیا اور کہا کہ اگر تم قبول نہیں کرتے ہو، تو پہاڑ سے میں ڈالیں گے، آگ سے جلا کر خاکستر کر دیں گے، اور سمندر میں غرقاب کر دیں گے، پھر جا کر انہوں نے قبول کیا اور کہا کہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کی، اور اگر پہاڑ نہ ہوتا تو ہم تمہاری اطاعت نہ کرتے، پھر جب مامون ہو گئے تو کہنے لگے (سمنا و عسینا) ہم نے سن لیا لیکن نہیں مانیں گے۔

ان کی جہالت کی انتہا یہ ہے کہ انہوں نے ایسے معجزات و آیات دیکھے، جس کو دیکھنے کے بعد انسان کا یقین حکم ہو جاتا ہے، لیکن اس کے باوجود بھی انہوں نے یہ کہا (لن نومن لك حتى نری الله جسدًا) اے موسیٰ ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہم خدا کو کھلم کھلا دیکھ نہ لیں گے۔

دو معجزا یہ ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے حکم کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے سرنیک لوگوں کو وقت مقررہ پر پہاڑ پر لے گئے، جب آپ پہاڑ کے قریب پہنچے تو بادل ان کے اوپر سایہ فگن ہو گیا یہاں تک کہ اس نے پورا پہاڑ ڈھانپ لیا، حضرت موسیٰ نے بقیہ لوگوں سے کہا کہ قریب آ جاؤ چنانچہ

وہ قریب ہو گئے اور جیسے ہی حجاب میں داخل ہوئے تو سجدے میں گر گئے، وہاں انھوں نے اللہ رب العلیین کو حضرت موسیٰ سے بات کرتے اور ادا مردو ذہبی کا حکم دیتے ہوئے سنا، پھر جب بدلی ہٹ گئی تو کہنے لگے اے موسیٰ ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہم اللہ کو صاف صاف اور کھلم کھلا دیکھ نہیں لیں گے۔

ان کے جہالت کی انتہا یہ ہے کہ جب حضرت ہارون کا انتقال ہو گیا اور دفن کر دیئے گئے تو حضرت موسیٰ سے کہنے لگے کہ تم ہی نے ان کو قتل کیا ہے اور تم نے انہیں قتل اس بنا پر کیا ہے کیونکہ وہ بنی اسرائیل سے محبت اور نرمی کرتے تھے پھر موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم اپنے ستر آدمیوں کو متنب کرو اور ہارون کی قبر تک چلو، چنانچہ وہ حضرت ہارون کی قبر پر پہنچے اور کھڑے ہو گئے، حضرت موسیٰ نے کہا ہارون کیا تمہیں قتل کیا گیا ہے، یا خود (طبعی موت) مرے ہو، حضرت ہارون نے کہا نہیں مجھے کسی نے قتل نہیں کیا، بلکہ میں طبعی موت مرا ہوں۔

اس طرح انھوں نے خود حضرت ہارون کے بھائی اور اپنے نبی پر تہمت لگائی، اور ان کی انہار و رامت پر تصدیق اس وقت تک نہ کیا جب تک کہ خود حضرت ہارون کے منہ سے طبعی موت کی خبر سن نہیں لیا۔

ان کے جہالت کی انتہا یہ ہے کہ تو رات کے بوجھ کو صرف اپنے اوپر لادے بنے اور اس میں سوچنے سمجھنے نیز عمل نہ کرنے کے نتیجے میں اللہ نے ان کو اس گدھے سے تشبیہ دی ہے جو اپنی پیٹھ پر بوجھ لادے ہوئے پھرتا ہے، اور اس تشبیہ میں ان کی جہالت متعدد طریقے سے ثابت ہوتی ہے۔

پہلی بات یہ کہ گدھا تمام جانوروں میں سب سے بیوقوف مانا جاتا ہے اور بیوقوفی میں اس کی مثال دی جاتی ہے۔

دوسری بات یہ کہ گدھے کے اوپر اگر کھانا پانی چارہ وغیرہ لادنا ہو تو اس کو کچھ شعور بھی ہوگا، لیکن اگر کتابیں لاد دی جائیں تو اس کو ذرا بھی شعور نہ ہوگا۔

تیسری بات یہ کہ وہ بوجھ ان کے اوپر گدھے کی طرح جبراً و قہراً لادا گیا ہے نہ کہ انھوں نے

خود اپنی خوشی سے اس کو اٹھایا ہے۔

چوتھی بات یہ کہ اگر وہ اپنی خوشی سے اس کو اٹھاتے تو دنیا و آخرت میں اس کا اچھا انجام ملتا، لیکن جب جبراً و قہراً وہ لادے ہوئے پھرتے ہیں تو اس کا کوئی اجر نہیں ملے گا۔

پانچویں بات یہ کہ وہ کسی چیز سے بھاگتے اور اس پر عمل کرنے سے گریز کرتے ہیں، جس میں ان کے لئے دنیا و آخرت کی جہالتی ہے، اور اس کے مقابلے میں ہلاکت و بربادی کا راستہ اختیار کرتے ہیں، لہذا خداوت جہالت کی انتہا ہو گئی۔

ان کے جہالت کی انتہا یہ ہے کہ انہوں نے من و سلویٰ جیسی عمدہ و محبوب غذا کو چھوڑ کر، لہسن، پیاز، مال ہیزی، گلڑی وغیرہ کا مطالعہ کیا۔

لہذا جو قوم من و سلویٰ جیسی نعمت پر لہسن و پیاز وغیرہ کو ترجیح دے چکا ہے، وہ اگر ایمان کے بدلے کفر، بدایت کے بدلے ضلالت، رخصت کے بدلے غضب، رحمت کے بدلے عقوبت کے خواہاں و جو یاں ہوئے تو کوئی تعجب کی بات نہیں، بلکہ ہر اس شخص کا یہی حال ہوگا، جس نے اپنے رب اس کے رسول و کتاب اور اپنے نفس کو نہیں پہچانا، اسی طرح وعدہ خلائی، احکام تورات میں تحریف و تبدیل، سود خوری، رشوت خوری سب کے دن کی حکم عدولی، ناسحق انبیاء کی قتل و خونریزی، حضرت عیسیٰ کی تکفیر و تکذیب، ان کے اوپر اور حضرت مریم پر بہتان طرازی، آپ کے قتل کی کوشش، جرم و طمع، سنگدلی، قسادت قلبی، تمسخر و تمسخری یہ تمام برائیاں بدرجہ اتم ان کے اندر پائی جاتی تھیں۔

لیکن یہ اور اس سے بھی کئی گنا گھبراہٹ کر جہالت ان لوگوں کے نزدیک کم ہے، جنہوں نے اللہ کے رسول کی تکذیب کی ہے، اس سے اور اس کے رسل و ملائکہ اور نیک بندوں سے دشمنی کا اعلان کیا ہے۔

لہذا جس شخص نے خدا اور رسول کو نہیں پہچانا، اس کی رضاد و قربت کے راستے کو نہیں جانا اس کی رضا کے مطابق عمل نہیں کیا اور اپنے انجام ہی سے بے خبر رہا، اس کو کون سا علم و عمل حاصل ہوا۔

آپ کی نبوت سے زمین کا نور ہو جانا اور ظلمت و تاریکی کا کافور ہو جانا آپ کی نبوت پر اعتراض کرنے والا تاریکی میں ہے، اور مومن روشنی میں ہے

تمام دنیا والے سوائے مومنوں کے جہالت و گمراہی کی تاریکی میں ہیں، جیسے کہ مسند وغیرہ میں حضرت
عبداللہ بن عمر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مرفوع حدیث ہے، آپ نے فرمایا کہ « اللہ نے اپنے
مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا، اور ان کے اوپر اپنا نور ڈال دیا تو جس کو وہ نور مل گیا وہ ہدایت پا گیا اور
جس کو نہیں پہنچا وہ گمراہ ہو گیا، اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ کے علم پر قلم خشک ہو چکا ہے »
اسی بنا پر اللہ نے اپنے رسولوں کو بھیجا، تاکہ وہ لوگوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف نکالیں، لہذا
جس نے ان کی دعوت قبول کی، وہ نور کی طرف نکل گیا، اور جس نے نافرمانی کی، وہ اسی تنگی و تاریکی میں
پٹ رہ گیا، جس کے اندر پیدا ہوا تھا، اور یہ تاریکی طبیعت و خواہشات کی تاریکی ہے، جہالت و
خود فریبی کی تاریکی ہے، اور اسی تاریکی سے لوگوں کو نکال کر علم و معرفت ایمان و ہدایت اور حقیقی کلیاں
کی طرف لے جانے کے لئے اللہ رب العالمین نے اپنے انبیاء و رسل بھیجے۔

لہذا جو شخص اس نور سے محروم رہا وہ حقیقی کامیابی سے دور رہا، اور تہ بہہ تاریکیوں میں بھٹکتا رہا، اس
کا مدخل و مخرج ظلمت ہے، اس کا قول و عمل ظلمت ہے، اس کا قصد و ارادہ ظلمت ہے، اس کا دل
ظلمت زدہ ہے، اس کا چہرہ ظلمت زدہ ہے اور اپنی خواہشات کی تاریکی میں وہ بالکل پٹا ہوا ہے، کیونکہ
حقیقی ظلمت یہی ہے، لہذا جو بھی قول و کہتا ہے، جو بھی عمل و کرتا ہے، جو بھی ارادہ و رکھتا ہے، جو
بھی عقیدہ و مانتا ہے، سب ظلمت ہی ظلمت ہے۔

اسی حالت میں اگر نبوت کی کوئی بھی چٹکاری اس کے اوپر چک ٹھتی ہے، تو یہ ایسے ہی ہے جیسے

چمکا دڑوں کی نگاہوں کے سامنے سورج چمکنے لگے اور ان کی نگاہوں کو خیرہ کر دے۔
 یہ نبوت کی چمکاری اپنی تیزی، چمک و دمک کی بنا پر قریب ہے کہ اس کی نگاہ کو خیرہ کر دے
 لہذا وہ اپنے موافق و ملایم بیز تازی کی طرف مھاگتا ہے، اس کے مقابلے میں مومن کا قول و عمل نور ہے
 اس کا مدخل و مخرج نور ہے، اس کا تعدد و ارادہ نور ہے۔

فرطیکہ و سراپا نور ہے اور ہر حالت میں نور ہی کے اندر رہتا ہے، ارشاد خداوندی ہے

اللَّهُ نُورٌ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ
 نُّورٍ فِي كَيْسِكُو فَيَنْهَا مِصْبَاحُ الْبُصْبَاحِ
 فِي زُجْجَةِ الرُّجْجَةِ كَأَنَّهُ كَوْكَبٌ
 دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبْرَكَةٍ
 زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ
 يَكَادُ نُورُهَا يُضَوِّ سِرٌّ وَأَنُورُهُ تَسْتَسْنُو
 نَارُ نُورٍ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ
 مَن يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ
 لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

(النور - ۲۵)

اس کے نور کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک
 طاق میں چراغ لکھا ہوا ہو چراغ ایک فالوس
 میں ہو، فالوس کا حال یہ ہو کہ جیسے مورتی کی طرح
 چمکتا ہوا تانا، اور وہ چراغ زیتون کے ایک
 ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا
 ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی، جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا
 پڑتا ہو، چلے آگ اس کو نہ لگے (اس طرح) روشنی
 پر روشنی (بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہوں) اللہ
 اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے رہنمائی فرماتا ہے

وگوں کو مثالوں سے باتیں سمجھاتے ہیں وہ بہتر ہے

خوب واقف ہے۔ پھر کفار کا حال ان کے اعمال اور تاریکی میں بھٹکنے کی مثال اس طرح دی ہے۔

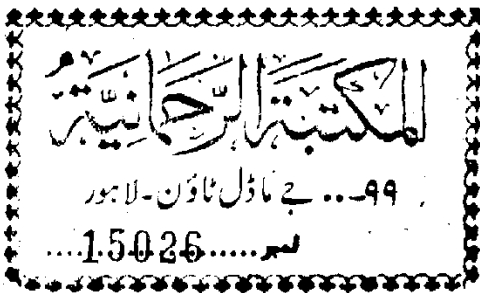
وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ
 بِفَيْعَةٍ يُحْسَبُهَا الظَّمْآنُ مَاءً
 اور جنہوں نے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال
 ایسی ہے جیسے دشت بے آب میں سراب کہ یہ سارا

اس کو پالی سمجھے ہوئے تھا مگر جب وہاں پہنچا
 تو کچھ نہ پایا بلکہ وہاں اس نے اللہ کو موجود پایا جس نے
 اس کو پورا پورا حساب چکادیا، اور اللہ کو حساب
 لیتے دیر نہیں لگتی، یا پھر اس کی مثال ایسی ہی ہے
 جیسے ایک گہرے سبز زمین اندھیرا کہ اوپر ایک سورج چل رہا
 ہوئی ہے اس پر ایک اور سورج، اور اس کے اوپر
 باطل تلک کی پرتا کی سلا ہے، آدمی اپنا ہاتھ مکالے
 تو کبھی نہ دیکھنے پائے، جسے اللہ نور نہ کبھی اس کے
 لئے پھر کوئی نور نہیں۔

حَقُّنْ إِذَا جَاءَهُ لَعْنَةُ جِدِّهِ شَيْئًا
 وَرَجَدَ اللَّهُ عِنْدَهُ لَوْفًا حِسَابًا
 وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ أَوْ كَلَّمْتُمْ
 فِي بَعْضِ آيَاتِي يَفْضُلُهُ مَوْجٌ مِّنْ
 مَّقْوِمِهِ مَوْجٌ مِّنْ مَّقْوِمِهِ سَعَابٌ
 ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ فُوقَ بَعْضِ إِذَا تَفَرَّجَ
 يَدَا لَمْ يَكُنْ يَرَاهَا وَمَنْ لَمْ يَحْمَلْ
 بِرَبِّهِ لَمْ يَمُوتْ فَتَالَهُ مِنْ كُوفٍ

(النور - ۳۹ - ۴۰)

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ أَوْلَادًا خَيْرًا وَبَاطِلًا وَظَاهِرًا وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيَّ
 سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ
 وَمَنْ كَرِهَ لَنَا بَعْضُ مَا كَرِهْنَا لَنَا إِلَى يَوْمِ الدِّينِ



جدید مطبوعات

اسلام کی عظمت و رفعت ثابت کرنے والی انمول تصانیف

یہود و نصاریٰ
(مذہب کے آپجے میں)

علامہ ابن القیم کی لاجواب کتاب ہدایۃ الخیار فی
فی اجوبۃ الیہود و نصاریٰ کا اردو ترجمہ

اسلام اور مسیحیت

مناظرانہ اسلوب میں اپنی علمی وسعت حاضر جولانی اور
خود اعتمادی کی بروقت ہمیشہ غالب آنے والی شخصیت
مولانا ثناء اللہ امرتسری کی لاجواب تصنیف

داعیان حق کے اوصاف

عالم اسلام کے مشہور مصنف مفکر اور داعی
علامہ ڈاکٹر محمد یوسف القرضاوی کی مایہ ناز تصنیف

حق سبویہ طے
اردو بازار لاہور

بیتناہی لکنتیہ خانہ

